لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

سیرتِ نبوی ﷺ اور معجزات

ترجمہ

السیرۃ النبویۃ ﷺ والمعجزات

تصنیف

شیخ احمد کنعان

مترجم

مولانا عبد الصبور بن عبد الغفور

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی

Marfat.com

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سیرتِ نبوی ﷺ اور معجزات

ترجمہ

السیرۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم والمعجزات

تصنیف

شیخ احمد کنعان

مترجم

مولانا عبدالصبور بن عبدالغفور
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
ایم اے (عربی) پنجاب یونیورسٹی

DATA ENTERED
28736

ناشر
مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

297.9921
س 29459
145942

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ⟪......☆......⟫ السیرة النبویة ﷺ والمعجزات
سیرت نبوی ﷺ اور معجزات
مترجم ⟪......☆......⟫ مولانا عبدالصبور (فاضل جامعہ اشرفیہ)
ناشر ⟪......☆......⟫ مشتاق احمد
باہتمام ⟪......☆......⟫ سلمان خالد
پروف خوانی ⟪......☆......⟫ مولانا خالد محمود (فاضل جامعہ اشرفیہ)
اشاعت ⟪......☆......⟫ مئی 2004ء
پرنٹرز ⟪......☆......⟫ اسلم عصمت پرنٹرز لاہور۔
کمپوزنگ ⟪......☆......⟫ (غفوریہ کمپوزنگ سنٹر) لاہور
قیمت ⟪......☆......⟫ ______ روپے

نوٹ: کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ

ادارہ

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
﴿پہلی فصل﴾	9
آنحضرت ﷺ کا نام نسب	10
سب سے پہلے محمد نام کس نے رکھا	16
آپ ﷺ کی پرورش اور رضاعت	20
حضرت آمنہ کی وفات	29
چچا اور دادا کی کفالت	30
آپ ﷺ کا جاہلیت کے کاموں سے بچنا	31
حربِ فجار اور حلف الفضول	33
آپ ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی	39
قریش کا کعبۃ اللہ کو تعمیر کرنا	41
نئی تعمیر کی وجہ	43
حج اور طواف میں قریش کی بدعات	47
﴿دوسری فصل﴾	50
انبیاء علیہم السلام کا حضور کی آمد کی خوشخبری دینا	51
کاہنوں کی حضورؐ کی آمد کی پیشین گوئی کرنا	54
حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا اسلام لانا	55
وحی کی ابتداء	67
وحی کے وقت آپ ﷺ کی عمر	69
وحی کا انقطاع	77
جنات کو احکامات الٰہیہ سننے سے روکنا	80
حضور ﷺ پر وحی اترنے کی کیفیت	83

عنوانات	صفحہ
حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں ایمان لانے والے	91
حضرت عمرؓ بن الخطاب کا اسلام لانا	93
حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کا اسلام لانا	96
حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا اسلام لانا	97
حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام لانا	98
حضرت ضمادؓ کا اسلام لانا	103
حضرت طفیل بن عمرو الدوسیؓ کا اسلام لانا	104
عام دعوت و تبلیغ کا حکم	109
کفارِ عرب کا آپؐ اور صحابہ کو تکلیفیں دینا	111
قریش کا ابوطالب سے مطالبہ	112
ابوجہل کا حضورؐ کو تکلیفیں دینا	114
حضرت بلالؓ کو تکلیفیں دینا	117
آل یاسرؓ کو تکلیفیں دینا	118
حضرت خباب بن الارتؓ کو تکلیفیں دینا	120
مشرکوں کا اعتراض اور ضد بازی کرنا	121
مشرکین کا قرآن مجید کو جھٹلانا	124
حبشہ کی طرف ہجرت	131
حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت حبشہ کا ارادہ کرنا	144
نجاشی کی وفات	146
شعب ابی طالب کا محاصرہ اور ظالمانہ معاہدہ	151
صحیفہ (معاہدہ) کا توڑنا	163

Marfat.com

سب سے پہلے اسلام لانے والے	86	حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال	167
سفرِ طائف	172	مدینہ کا پہلا میت	287
اسراء و معراج	176	مدینہ کا پہلا مولود	288
حضورؐ کا قبائل عرب کو دعوت دینا	192	اذان کی مشروعیت	289
انصار کا اسلام قبول کرنا	196	حضرت ابوبکرؓ کا لوگوں کو حج کرانا	291
بیعتِ عقبہ ثانیہ	207	**چوتھی فصل**	294
عقبہ ثانیہ کے شرکاء کے نام	213	حجۃ الوداع	295
تیسری فصل	217	حضورؐ کے حجوں اور عمروں کی تعداد	296
مکہ سے مدینہ ہجرت	218	حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے نکلنے کا وقت	297
حضورؐ کے خلاف مشرکین کی سازش	226	مدینہ سے نکلنے اور احرام کی کیفیت	299
حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضورؐ کی ہجرت	230	احرام باندھنے کی جگہ	301
قباء میں حضورؐ کی آمد اور مسجد کی تعمیر	243	قائلین حج افراد کے دلائل	304
مدینہ میں حضورؐ کا پہلا جمعہ	246	قائلین حج تمتع کے دلائل	306
مدینہ میں داخل ہونا	249	قائلین حج قران کے دلائل	312
مسجدِ نبویؐ کی تعمیر	257	مطلقاً احرام کے قائلین کے دلائل	320
مسجدِ نبوی اور مسجدِ قباء کے فضائل	262	حضورؐ کے تلبیہ کا تذکرہ	322
ازواج مطہرات کے لیے حجروں کی تعمیر	264	حج اور خطبے کی کیفیت	323
مدینہ کی آب و ہوا کا مخالف ہونا	265	حج کے دوران نمازوں کی جگہیں	328
یہود مدینہ سے معاہدہ	267	حضورﷺ کا مکہ میں داخل ہونا	331
مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات	270	بیت اللہ کے طواف کی کیفیت	333
مدینہ منورہ کی فضیلت	274	سعی کا بیان	339
ہجرت سے تاریخ کی ابتداء	275	مکہ میں قیام	342
حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا	278	منیٰ میں آمد	343

Marfat.com

حضرت زید بن سعیدؓ کا اسلام لانا	283	وقوف عرفہ	344
عرفہ سے مزدلفہ جانا	346	حضرت سودہ بنت زمعہؓ	440
مزدلفہ میں قیام اور منیٰ کے مناسک	350	حضرت اُم سلمہؓ	440
طواف افاضہ	357	حضرت اُم حبیبہ بنت سفیانؓ	440
منیٰ میں خطبہ	360	حضرت زینب بنت جحشؓ	442
منیٰ سے روانگی	364	حضرت صفیہ بنت حُیَیؓ	448
مکہ سے واپسی	368	حضرت میمونہ بنت حارثؓ	449
غدیر خُم میں خطبہ	369	حضرت زینب بنت خزیمہؓ	450
﴿پانچویں فصل﴾	371	حضرت جویریہ بنت حارثؓ	451
مرض وفات کی ابتداء	375	حضور ﷺ کی اولاد	459
حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کے حکم	382	حضرت قاسمؓ	459
سکرات موت اور وفات	388	حضرت زینب	460
حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت	392	حضرت رقیہؓ	461
وفات کے دن اور عمر کا اختلاف	402	حضرت فاطمہؓ	462
وفات کے وقت عمر مبارک	404	حضرت ابراہیمؓ	462
تجہیز و تدفین	407	حضور ﷺ کے غلام	464
قبر مبارک کی کیفیت	412	حضرت اُسامہ بن زیدؓ	464
مسلمانوں پر ٹوٹنے والے غموں کے پہاڑ	414	حضرت ابورافع قبطیؓ	466
وفات پر اظہار غم	417	حضرت ابومسرحؓ	467
حضور ﷺ کی وراثت	424	حضرت ایمن بن عبیدؓ	467
﴿چھٹی فصل﴾	432	حضرت ثوبانؓ	468
حضورؐ کی بیویاں	433	حضرت حنینؓ	469
حضرت خدیجہؓ بنت خویلد	434	حضرت ابورافعؓ	469
حضرت عائشہ بنت صدیقؓ	435	حضرت رباحؓ	469

Marfat.com

حضرت حفصہؓ بنت عمر	440	حضرت رویفعؓ	470
حضرت زید بن حارثہؓ	470	حضرت ابوکبشہ انصاریؓ	481
حضرت ابویسار	471	حضرت ابوموہبہؓ	481
حضرت سفینہؓ	471	حضورؐ کی باندیاں	482
حضرت سلمان فارسیؓ	472	حضرت اُمیمہؓ	482
حضرت صالح بن عدیؓ	473	حضرت اُم ایمنؓ	482
حضرت ضمیرہؓ	474	حضرت بریرہؓ	483
حضرت طہمان	474	حضرت خضرہؓ	483
حضرت عبیدؓ	475	حضرت خلیسہؓ	483
حضرت فضالہ	475	حضرت خولہؓ	484
حضرت قفیزؓ	475	حضرت رزینہؓ	484
حضرت کرکرۃ	475	حضرت رضویؓ	484
حضرت کیسانؓ	475	حضرت ریحانہؓ	484
حضرت مابور قبطیؓ	476	حضرت سانیہؓ	484
حضرت مدعمؓ	476	حضرت سدیسہؓ	484
حضرت نافعؓ	476	حضرت سلامہؓ	485
حضرت نافع بن حارثؓ	477	حضرت سلمیٰؓ	485
حضرت واقدؓ	477	حضرت شیریںؓ	485
حضرت ہشامؓ	477	حضرت عنبہؓ	486
حضرت یسارؓ	477	حضرت فروہؓ	486
حضرت ابوالحمراءؓ	478	حضرت ماریہ قبطیہؓ	486
حضرت ابوسلمہؓ	478	حضرت میمونہ بنت سعدؓ	486
حضرت ابوصفیہؓ	479	حضرت میمونہ بنت ابی عسیبہؓ	486
حضرت ابوضمیرہؓ	479	حضرت اُم ضمیرہؓ	487
حضرت ابوعبیدؓ	480	حضرت اُم عیاشؓ	487

Marfat.com

حضرت ابوعشیبؓ	480	حضرت جاریہ حبشیہؓ	487
حضورؐ کے خدام	488	حضرت ثابت بن قیسؓ	503
حضرت انس بن مالکؓ	488	حضرت حنظلہ بن ربیع	504
حضرت اسلع بن شریکؓ	489	حضرت خالد بن سعیدؓ	505
حضرت اسماء بن حارثہؓ	490	حضرت خالد بن ولیدؓ	506
حضرت بکیر بن شداخؓ	490	حضرت زبیر بن العوامؓ	507
حضرت بلال بن رباحؓ	491	حضرت زید بن ثابتؓ	510
حضرت حبہؓ اور سواء	492	حضرت عامر فہیرہؓ	512
حضرت ذومخمرؓ	492	حضرت عبداللہ بن ارقمؓ	512
حضرت ربیع بن کعبؓ	493	حضرت عبداللہ زیدؓ	514
حضرت سعدؓ	494	حضرت عبداللہ بن سعدؓ	514
حضرت عبداللہ بن رواحہؓ	494	حضرت ابوبکرؓ	515
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	495	حضرت عثمان بن عفانؓ	516
حضرت عقبہ بن عامرؓ	496	حضرت علیؓ	516
حضرت قیس بن سعدؓ	496	حضرت عمر بن الخطابؓ	516
حضرت مغیرہ بن شعبہؓ	497	حضرت علاء بن الحضرمیؓ	516
حضرت مقداد بن الاسودؓ	498	حضرت علاء بن عقبہؓ	517
حضرت مہاجرؓ	499	حضرت محمد بن مسلمہؓ	518
حضرت ابوالسمحؓ	500	حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ	519
حضرت ابوبکرؓ	500	حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ	519
حضورؐ کے کاتبین وحی	501	حضورؐ کے امناء	520
حضرات خلفاء اربعہؓ	501	حضرت ابوعبیدہ بن جراح	520
حضرت ابان بن سعیدؓ	501	حضرت معیقیب بن ابی فاطمہؓ	520
حضرت ابی بن کعبؓ	502	صحابہ کرام کی تعداد	521
حضرت ارقمؓ	503	حضورؐ کی یادگار چیزیں	523

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطابؓ		انگوٹھی	523
تلوار	526	مومنین کی کثرت	594
نعلین مبارک	526	فرشتوں سے مدد	595
پیالہ	528	ہوا سے مدد	595
سرمہ دانی	529	رعب سے مدد	595
کپڑے	529	چاند کا دو ٹکڑے ہونا	598
گھوڑے اور سواریاں	530	بارش کے لیے دعا مانگنا	600
﴿ساتویں فصل﴾	533	انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا	603
حضورؐ کا حسن	534	کھانے کا زیادہ ہونا	608
جسمانی ساخت اور رنگت	535	حضرت ابو طلحہؓ کی دعوت	611
بال مبارک	539	حضرت جابرؓ کا ولیمہ	613
جسم کی خوشبو	540	حضرت ابوبکرؓ کے پیالے کا واقعہ	613
مہر نبوت	543	سفر میں کھانے کا زیادہ ہونا	614
اخلاق و عادات کریمہ	545	حضرت جابرؓ کے باپ کا قرضہ	615
سخاوت	553	مسلمانوں کے کھانے میں برکت	616
تواضع اور عاجزی	556	زہریلے گوشت کا واقعہ	617
مزاح	557	پتھروں کا سلام کرنا اور درختوں کا سرِ تسلیم خم کرنا	619
زہد و استغناء	559	تنے کا رونا	620
عبادت و ریاضت	565	اونٹ کا شکایت کرنا	621
شجاعت و بہادری	567	حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا درست ہونا	622
آسمانی کتابوں میں اوصاف کا تذکرہ	568	صحابہ کے لیے دعا کرنا	622
﴿آٹھویں فصل﴾	570	بعض لوگوں کے لیے بددعا کرنا	625
قرآن مجید	572	پیشین گوئیاں کرنا	627
اخلاق حسنہ	585	ماضی کے بارے میں بتانا	639

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

پہلی فصل

- ☆ آنحضرت ﷺ کا نسب
- ☆ سب سے پہلے محمد نام کس نے رکھا
- ☆ آپ ﷺ کی پرورش اور رضاعت
- ☆ حضرت آمنہ کی وفات
- ☆ چچا اور دادا کی کفالت
- ☆ آپ ﷺ کا جاہلیت کے کاموں سے بچنا
- ☆ حربِ فجار اور حلف الفضول
- ☆ آپ ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی
- ☆ قریش کا کعبۃ اللہ کو نئے سرے سے تعمیر کرنا
- ☆ نئی تعمیر کی وجہ
- ☆ حج اور طواف میں قریش کی بدعات

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا نام ونسب

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (سورۃ الانعام:۱۲۴)

''اللہ خوب جانتا ہے اُس موقع کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام''

بخاری شریف اور مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ ھرقل نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی صفات کے بارے میں پوچھا: ''اس کا نسب کیا ہے؟''۔ ابوسفیان نے کہا ''وہ بڑے نسب والے ہیں''۔ ہرقل نے کہا: ''واقعی انبیاء علیھم السلام نسب والے خاندانوں میں مبعوث کیے جاتے ہیں''۔ ''یعنی عزت اور کثرت والے قبیلے میں بھیجے جاتے ہیں۔

آپ ﷺ اولادِ آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ آپ ﷺ کا اسمِ گرامی ابوالقاسم' ابو ابراہیم ''محمد'' اور ''احمد'' ہے۔ آپ ﷺ کے صفاتی ناموں میں سے ''الماحی'' (جنکے ذریعے کفر مٹایا جائیگا) ''العاقب'' (جنکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) ''الحاشر'' (جنکے قدموں میں لوگ ڈھیر ہونگے) ''نبی الرحمۃ''، ''نبی التوبہ''، ''نبی الملحمۃ''، ''خاتم النبیین'' اور ''عبداللہ'' ہیں۔

بیہقی کہتے ہیں: بعض علماء فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے یہ نام ذکر کیے ہیں: رسول' نبی' أمین' شاھد' مبشّر' نذیر' داعی اِلیٰ اللّٰه' سراج منیر' رؤوف رحیم' مذکر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت' نعمت اور ہادی بنا کر بھیجا۔

آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حافظ ابوبکر بیہقی اور ابن عساکر نے انکو مستقل جمع بھی کیا ہے۔ خاص اس اس عنوان پر

Marfat.com

مختلف علماء کی تصانیف بھی ہیں' جنہوں نے ایک ہزار ناموں تک ذکر کئے ہیں۔ لیکن ابن عربی نے اپنی کتاب ''عارضة الأحوذی'' میں اُن میں سے صرف چونسٹھ (۶۴) نام ذکر کیے ہیں۔ آنحضرت ﷺ' حضرت عبداللہ کے صاحبزادے تھے' جو حضرت عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

زھری کہتے ہیں: حضرت عبداللہ' قریش کے سب سے خوبصورت آدمی تھے۔ انکے بھائیوں میں حارث' زبیر' حمزۃ' ضرار' ابوطالب (عبدمناف)' ابولہب (عبدالعزّی)' المقوم (عبدالکعبۃ)' حَجَل (مغیرۃ)' غیداق (نوفل) ہیں۔ یہی حضرات حضور ﷺ کے چچا ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی پھوپھیاں سات ہیں: اروی' بَرّۃ' اُمیمۃ' صفیۃ' عاتکۃ' اُمّ حکیم۔ رسول ﷺ کے جدّ امجد حضرت عبدالمطلب ہیں' جنکا نام شیبۃ تھا' انکو شیبہ یا تو سَر کے سفید کے بالوں کیوجہ سے کہتے تھے' یا زیادہ سخاوت کی وجہ سے ''شیبة الحمد'' کی مناسبت سے شیبہ کہتے تھے۔ انکا مشہور نام ''عبدالمطلب'' تھا' اور انکو عبدالمطلب اس لئے کہتے ہیں کہ انکے والد ہاشم تجارت کے سلسلے میں شام جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ سے گزرے تو عمرو بن زید بن لبید الخزرجی کے ہاں پڑاؤ کیا' جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ حضرت ہاشم کو عمرو کی بیٹی سلمٰی پسند آ گئی اور انہوں نے عمرو سے رشتہ مانگ لیا۔ عمرو نے آمادگی تو ظاہر کی لیکن یہ شرط لگائی کہ سلمٰی اپنے باپ کے گھر مدینہ میں ہی رہے گی۔ ایک روایت کیمطابق اس نے یہ شرط لگائی کہ بچے کی پیدائش مدینہ میں ہوگی۔ چنانچہ شام سے واپسی پر حضرت ہاشم کا نکاح سلمٰی سے ہوگیا اور وہ اسکو لے کر مکّہ آ گئے۔ کچھ عرصے بعد جب دوبارہ تجارت کے لئے جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت ہاشم نے سلمٰی کو اپنے ساتھ لے لیا۔ اسوقت وہ حاملہ تھیں سلمٰی مدینہ میں رہ گئی اور وہ خود تجارت کے لئے شام چلے گئے' لیکن غزّۃ کے مقام پر ان کا انتقال ہوگیا۔ اس دوران مدینہ میں سلمٰی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا' جس کا نام ''شیبہ'' رکھا گیا۔ یہ لڑکا سات سال تک اپنے ننھیال بنی عدی بن نجار کے ہاں رہا۔ ایک دفعہ ''مطلب بن عبد مناف'' مدینہ آئے تو ''شیبہ'' کو اپنی ماں سے چھپا کر مکّہ لے آئے' جب مکّہ میں لوگوں نے مطلب کیساتھ ایک لڑکا دیکھا تو پوچھا: یہ ''تمہارے ساتھ کون ہے''؟ اس نے کہا: یہ میرا عبد

Marfat.com

(غلام) ہے"۔ لوگوں نے انکی خوب آؤ بھگت کی اور اس دن سے یہ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔

حضرت عبدالمطلب نے قریشی سیادت میں ایک بڑا مقام پایا اور عظمت و شرافت کے جھنڈے گاڑے۔ وہ قریش کے نمائندے اور ترجمان سمجھے جاتے تھے۔ مطلب کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری انہیں کے سپرد تھی۔ قبیلہ جرہم کے بعد آب زمزم کا کنواں بند ہو گیا تھا تو انہوں نے دوبارہ کھدوایا' کنوئیں کی کھدائی کے دوران انکو ہرن کی شکل میں ڈھلے ہوئے سونے کے دو ماڈل اور کچھ صیقل شدہ تلواریں ملیں' ان سب کو پگھلا کر کعبہ کے دروازوں کو سونے سے ملمع کیا گیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں: عبدالمطلب کے دیگر بہن بھائیوں میں اسد فضلة' ابو صیفی' حیة' خالدة' رقیة' الشفاء اور ضعیفة تھے۔ یہ سب ہاشم کی اولاد تھے' جن کا اصلی نام "عمرو" تھا۔ انکو ہاشم اسلئے کہتے تھے کہ ہشم کا معنی ہے ٹکڑے کرنا اور وہ بھی قحط سالی کے زمانے میں روٹی کے ٹکڑے گوشت میں ملا کر قوم کو کھلاتے تھے۔ جیسا کہ مطرود بن کعب الخزمی نے کہا:

عَمْرو الذی ھشم الثرید لقومہ   قوم بمکة مسنتین عجاف

(۱) وہ عمرو جس نے اپنی قوم کے لیے ثرید بنائی' ایسی قوم جو مکہ میں قحط زدہ تھی اور بھوک سے کمزور تھی۔

سنّت الیہ الرحلتان کلاھما   سفر الشتاء ورحلة الایلاف

(۲) اس کی طرف دونوں منسوب ہیں' سردی اور گرمی کے سفر۔

یہ سفر انکی طرف اسلئے منسوب ہیں کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی اسکی تجویز دی۔

ہاشم اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے' انکے جڑواں بھائی "عبدشمس" تھے' جبکہ سب سے چھوٹے "المطلب" تھے۔ ان تینوں بھائیوں کی والدہ کا نام "عاتکة بنت مرة بن ھلال" تھا۔ چوتھے بھائی "نوفل" واقدة بنت عمرو المازنیة کے بطن سے تھے۔ ان سب نے اپنے باپ کے بعد سرداری کی' انکو "المجیر دن" بھی کہا جاتا تھا' کیونکہ انہوں نے قریش کو مختلف ممالک کے بادشاہوں سے انکے ملکوں میں تجارت کی اجازت اور امان دلوائی تھی۔

Marfat.com

چنانچہ ہاشم نے شام روم اور غسان کے بادشاہوں سے امان دِلوائی عبد شمس نے ملکِ حبشہ نجاشی سے نوفل نے کسریٰ سے جبکہ مطلب نے شاہانِ حمیر سے امان دِلوائی۔ باپ کے انتقال کے بعد پانی پلانے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری ہاشم کے کندھوں پر آن پڑی۔ آنحضرت ﷺ کے ذوی القربیٰ کا نسب بھی انکے اور المطلب کی طرف منسوب ہے۔ یہ دونوں جاہلیت اور اسلام کے زمانے میں ایک رہے اور کبھی جُدا نہ ہوئے حتّی کے شعب ابی طالب میں بھی دونوں اکٹھے تھے جبکہ بنی عبد شمس اور بنی نوفل علیحدہ ہو گئے تھے۔

لیکن شومئی قسمت دیکھیے کہ چاروں بھائی انجام کے لحاظ سے چار مختلف علاقوں میں مرے۔ ہاشم شام کے علاقے ''غزۃ'' میں فوت ہوئے عبد شمس ''مکہ'' میں نوفل عراق کے علاقے ''سلامان'' میں اور مطّلب یمن کے راستے ''ایمان'' میں فوت ہوئے۔

ان کا ایک پانچواں بھائی بھی تھا جس کا نام ''عبد'' تھا جو اصل میں ''عبد قصی'' ہے۔ لیکن یہ پانچواں بھائی اسقدر مشہور نہیں جتنے کہ پہلے چار ہیں کیونکہ یہ بچپن میں ہی مر گیا تھا۔

ہشام کی چھ بہنیں تھیں: تماضر، وحیۃ، وریطۃ، قلابۃ، ام الاخثم اور ام سفیان اور یہ سب عبد مناف کی اولاد ہیں۔ ''مناف'' ایک بت کا نام ہے۔ انکا اصل نام ''المغیرۃ'' تھا۔ یہ اپنے والد کی موجودگی میں ہی سردار بن گئے تھے۔ اور اپنی سرداری کی شرافت اور عزت کا لوہا منوا چکے تھے۔

حضرت ابن عباس وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

﴿قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾ (سورۃ الشوریٰ:۲۳)

''تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اُس پر کچھ بدلہ مگر قرابت میں دوستی'' کے بارے میں منقول ہے کہ ''قبیلہ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہ تھی جس سے حضور ﷺ کا نسب نہ ملتا ہو''۔ بلکہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں کہ تمام عدنانی عربی قبیلوں کے نسب باپوں کی طرف سے آپ ﷺ تک پہنچتے ہیں۔ اور اکثر ماؤں کی طرف سے بھی پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ محمد بن اسحاق نے اسکو ''آپ ﷺ کے باپ اور مائیں'' کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

عدنان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اگر چہ اسمیں اختلاف ہے کہ انکے درمیان کتنے واسطے ہیں۔ ان سب کی تفصیل ابن اسحاق اور حافظ ابن عساکر وغیرہ نے "اخبار العرب" وغیرہ میں تفصیل سے ذکر کی ہے۔ ابوجعفر بن جریرؒ نے بھی اپنی تاریخ میں اسکے بارے میں بڑا اچھا اور تفصیلی کلام کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے بنی نوع انسان کے سالوں میں سے بہترین سالوں میں بھیجا گیا ہے جو ایک کے بعد دوسرے سال سے بڑھ کر بہتر تھا" اور صحیح مسلم میں حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراھیم علیہ السلام میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چنا، اور اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے بنی کنانہ کو چنا، بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ھاشم میں سے مجھے چن لیا"۔

نوٹ

اس روایت کے بعد ابن کثیرؒ نے بہت ساری روایات ذکر کی ہیں لیکن ان میں سے اکثر ضعیف اور غیر مشہور ہیں۔ اسکے بعد امام بیہقیؒ کا یہ قول ذکر کیا جس میں انہوں نے کہا "یہ سب روایات اگر چہ بطور دلیل ذکر نہیں کی جاسکتیں لیکن ایک دوسرے کی تاکید کرتی ہیں اور سب کا مفہوم حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ملتا جلتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں قیامت کے دن تمام بنی نوع انسان کا سردار ہونگا اور اسمیں کوئی فخر کی بات نہیں" اس روایت کو احمدؒ، ترمذیؒ، اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جبکہ یہی روایت مسلمؒ ابوداؤدؒ وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے: "میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہونگا اور سب سے پہلے مجھ پر قبر کھلے گی جس سے میں نکلوں گا اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا ہوا بھی میں ہی ہونگا"۔

فائدہ

Marfat.com

قاضی عیاض اپنی کتاب "الشفاء" میں کہتے ہیں: "حضور ﷺ کا ایک نام "احمد" ہے جسکا تذکرہ سابقہ کتب میں بھی تھا اور اس نام سے حضرات انبیاء علیھم السلام اپنی امتوں کو ایک نبی آخرالزماں کے آنے کی پیشین گوئی بھی کرتے رہے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ذریعے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی:

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ "میں اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا"۔ اللہ نے خاص اپنی حکمت سے منع کر دیا کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کو اس خاص نام سے نہ پکارا جائے تاکہ بعد میں کسی کمزور دل میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ ایسے ہی "محمد" کا نام بھی عرب میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے کچھ عرصہ قبل تک صرف کچھ لوگوں کو علم تھا کہ ایک رسول مبعوث ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ﷺ ہوگا، تو عربوں کی ایک مخصوص تعداد نے اپنے بچوں کے نام اس اُمید پر محمد رکھنا شروع کر دیئے کہ شاید اُن میں سے کوئی نبی ہو، لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ خود فرما چکے تھے:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۲۴)

"اللہ خوب جانتا ہے اُس موقع کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام"

وہ افراد جو "محمد" کے نام سے موسوم تھے وہ یہ تھے

محمد بن أُحَيْحَة بن الجلاح الأوسی، محمد بن مسلمة الأنصاری، محمد بن براء البکری، محمد بن سفیان بن مجاشع، محمد بن حُمْران (حاء مہملہ کے ضمہ کے ساتھ) الجعفی اور محمد بن خزاعی السُّلَمی۔

یہ تحقیق تو قاضی عیاض کی ہے، لیکن سہیلی نے "الروض الانف" میں انکی تعداد تین ذکر کی ہے، اور بعض نے انکی تعداد بڑھا کہ بیس تک بیان کی ہے۔ وہ چھ حضرات جن کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے سب کے سب حضور ﷺ کی بعثت کے زمانے کو نہ پا سکے اور نہ ہی اسلام لائے"۔

Marfat.com

سب سے پہلے ''محمد'' نام کس نے رکھا؟

اس سلسلہ میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے محمد بن سفیان بن مجاشع کا نام ''محمد'' رکھا گیا۔ اہل یمن کہتے ہیں کہ محمد بن الیحمد الازد کا نام ''محمد'' سب سے پہلے رکھا گیا۔

بہرکیف! ان حضرات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس نام کو آنحضرت ﷺ کے لئے محفوظ کرلیا تاکہ کوئی نبوت کا دعویٰ نہ کر سکے یا حضور ﷺ کی نبوت کے بارے میں تردّد کا شکار نہ ہو، اور یہ دونوں نام اور ان ناموں کی صفات حضور ﷺ کے ساتھ اس قدر پختہ اور مضبوط ہوگئیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہوگئیں۔ اب جب کبھی ''احمد'' یا ''محمد'' کا نام لیا جاتا ہے فوراً ذہن حضور ﷺ کی شخصیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ سوموار کے دن پیدا ہوئے، جیسا کہ مسلمؒ میں حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ! سوموار کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی، اور قرآن مجید مجھ پر اُترا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سوموار کے دن ہوئی۔ حافظ ابن دحیہؒ نے ''اعلام الرّوی بأعلام الهدی'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سترہ (۱۷) ربیع الاول، جمعہ کے دن ہوئی۔ لیکن یہ غلط ہے اور خود ابن دحیہ نے اس قول کو شیعوں کی طرف منسوب کر کے کہا کہ یہ ضعیف ہے اور مسلم کی بیان کردہ روایت کے متن کے خلاف ہے۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی، پھر ربیع الاول کی کس تاریخ کو ہوئی؟ تو ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں اور واقدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ دو (۲) ربیع الاوّل کو ہوئی۔

جبکہ حمیدی نے ابن حزم سے اور مالک، عقیل، یونس بن یزید وغیرہ نے زھری سے

Marfat.com

نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش آٹھ ربیع الاوّل کی ہوئی۔

بعض کہتے ہیں کہ دس (۱۰) ربیع الاوّل کو ہوئی، جیسا کہ ابن دحیہ نے اپنی کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر" میں ذکر کیا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ بارہ (۱۲) ربیع الاوّل کی تاریخ تھی، جیسا کہ ابن اسحاق نے اس کو اختیار کیا اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: "حضور ﷺ کی پیدائش بارہ ربیع الاوّل سوموار کے دن عام الفیل میں ہوئی، اسی میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے، آپ ﷺ کو معراج ہوئی، اسی مہینہ میں ہجرت بھی کی اور آخر کار اسی مہینہ آپ ﷺ کا انتقال بھی ہوا"۔ اور یہی جمہور کا مشہور قول ہے۔ ابن دحیہ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سترہ (۱۷) ربیع الاوّل کو پیدائش ہوئی۔ ابن دحیہ نے وزیر ابو رافع بن محمد بن حزم سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش تب ہوئی جب ربیع الاوّل میں آٹھ دن رہ گئے تھے یعنی بائیس (۲۲) ربیع الاوّل کو ہوئی۔

یہ سارے اقوال ربیع الاوّل کے مہینہ کے بارے میں ہیں۔ ابن عبدالبر نے زبیر بن بکار سے ایک غیر مشہور قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش ماہِ رمضان میں ہوئی، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ پر وحی بالاتفاق رمضان میں اُتری تھی، جبکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ اس حساب سے آپ کی پیدائش ماہِ رمضان میں بنتی ہے، لیکن یہ قول قابلِ غور ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: "حضور ﷺ کی پیدائش "عام الفیل" میں ہوئی تھی، اور جمہور کے نزدیک یہی مشہور ترین قول ہے"۔

ابراہیم بن منذر الخزامی کہتے ہیں: "ہمارے علماء کا اس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش "عام الفیل" میں ہوئی اور اس واقعہ (عام الفیل) کے چالیس سال گزرنے پر آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا"۔

بیہقی نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے"۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں: ''عکاظ کے دن حضور ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ''حربِ فجار کا واقعہ، واقعہ فیل کے بیس سال بعد پیش آیا، اور خانہ کعبہ کی تعمیر حربِ فجار کے پندرہ سال بعد ہوئی اور حضور ﷺ کی بعثت تعمیرِ کعبہ کے پانچ سال بعد ہوئی''۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''عکاظ کا واقعہ عام الفیل کے پندرہ سال بعد پیش آیا اور خانہ کعبہ کی تعمیر عکاظ کے بھی دس سال بعد ہوئی اور آپ ﷺ کی بعثت تعمیر کے پندرہ سال بعد تھی''۔ بیہقی نے روایت نقل کی ہے کہ ابوالحویرث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عبدالملک بن مروان کو قُبَاث (قاف اور باء کے فتحہ کے ساتھ) صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہوئے سُنا: اے قباث! تم بڑے ہو یا رسول اللہ ﷺ؟'' انہوں نے کہا: ''مرتبہ کے لحاظ سے تو حضور ﷺ بڑے ہیں، لیکن عمر رسیدہ میں زیادہ ہوں، کیونکہ عام الفیل میں میری ماں نے مجھے بھلا پھسلا کر ہاتھیوں کا فضلہ جمع کرنے کے لئے بھیجا اسوقت مجھے شعور تھا، اور چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت دی گئی''۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جمہور علماء کے مطابق ''عام الفیل'' میں ہی آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ لیکن ''عام الفیل'' کے کتنے عرصہ بعد ہوئی اسمیں پھر مختلف آراء ہیں۔ بعض کہتے ہیں ایک ماہ بعد۔ بعض کہتے ہیں چالیس دن بعد، جبکہ مشہور یہ ہے کہ پچاس دن بعد پیدائش ہوئی۔ ابوجعفر الباقر کہتے ہیں: ''اصحابِ فیل کا واقعہ پندرہ محرم کو پیش آیا، اور آپ ﷺ کی پیدائش اسکے پچپن دن بعد ہوئی''۔

بعض کہتے ہیں: ''اصحابِ فیل کا واقعہ حضور ﷺ کی پیدائش سے دس سال پہلے پیش آیا''۔ ابن اَبتری کہتے ہیں: ''اصحابِ فیل کا واقعہ حضور ﷺ کی پیدائش کے تیس سال پہلے اور ایک قول کے مطابق تیس سال بعد پیش آیا''۔

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''اصحابِ فیل کے واقعہ کے چالیس سال بعد آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی''۔ لیکن یہ قول بہت ہی ضعیف ہے۔ اور اس سے عجیب تر روایت خلیفہ بن خیاط کی ہے جو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی: ''حضور ﷺ

Marfat.com

اصحابِ فیل کے واقعہ سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئے"۔

خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں: "سب کا اس پر اجماع ہے کہ "عام الفیل" میں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی"۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے "عبداللہ" کی شادی قریش کی ایک معزز خاتون "آمنہ بنت وہب بن عبد مناف" سے کردی۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت آمنہ حضور ﷺ سے حاملہ ہوئیں، تو مشہور روایت کے مطابق حمل کے دوران ہی حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ ایوب بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے: "حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کے علاقہ "غزۃ" کی طرف گئے، جب وہ تجارت سے فارغ ہو کر واپس وطن آ رہے تھے تو راستہ میں حضرت عبداللہ بیمار ہو گئے، جب مدینہ کے قریب سے گزرنے لگے تو انہوں نے قافلے والوں سے کہا کہ میں اپنے ننھیال بنی عدی بن النجار کے پاس ٹھہر جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ وہیں مدینہ میں رہ گئے اور باقی قافلے والے مکہ آ گئے۔ مکہ میں حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم اُنکو بنی عدی بن النجار میں بیمار چھوڑ آئے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے الحارث کو بھیجا، لیکن وہاں پہنچ کر ان کو پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ دار النابغۃ میں مدفون ہیں۔ حارث نے واپسی پر حضرت عبدالمطلب کو سارا واقعہ سُنایا جس سے انکو اور باقی بھائیوں کو قافلہ والوں پر سخت غُصہ آیا"۔

واقدی کہتے ہیں: "صحیح قول یہی ہے کہ وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی عمر پچیس سال تھی"۔ واقدی نے معمر سے یہ بھی نقل کیا ہے: "حضرت عبدالمطلب نے عبداللہ کو مدینہ کھجوریں لانے کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ وہاں جا کر فوت ہو گئے"۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے انتقال کے وقت حضور ﷺ کی عمر اٹھارہ ماہ تھی، بعض کہتے ہیں سات ماہ تھی"۔

واقدی اور محمد بن سعید نے اس روایت کو ترجیح دی ہے: "حضور ﷺ کے والد ماجد کی

Marfat.com

وفات اس وقت ہوئی جب کہ آپ ﷺ کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی"۔ اور یہی روایت حضور ﷺ کی یتیمیت اور بلند مرتبہ کے قریب تر معلوم ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: "حضور ﷺ مختون اور ناف بُریدہ پیدا ہوئے، تو آپ ﷺ کے دادا کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے اپنے پوتے کو سینہ سے لگا کر فرمایا: "میرے اس بیٹے کی شان نرالی ہوگی، اور واقعی آپ ﷺ کی شان نرالی تھی"۔

فائدہ

اس حدیث کی صحت میں کچھ کلام ہے، اگرچہ مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے حافظ ابن عساکر اور ابو نعیم نے اسکو صحیح قرار دیا ہے، بلکہ بعض نے تو متواتر تک کہا ہے۔ اور مختون کا معنی ہوتا ہے۔ "ختنہ شدہ"۔

جب حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا نام "محمد" رکھا تو لوگوں نے کہا: "آپ نے اپنے گھر والوں کے ناموں سے ملتا جلتا نام کیوں نہیں رکھا؟" فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں اللہ اور زمین میں اسکی مخلوق میرے پوتے کی تعریف کرے"۔

اہل لغت کہتے ہیں: "ہر قسم کی اچھی صفات کی جامع شخصیت کو محمد کہا جاتا ہے"۔
بعض علماء کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی کہ اس کا نام "محمد" رکھو، کیونکہ آپ ﷺ میں بہت سی اچھی صفات تھیں۔ تاکہ اسم اور فعل، اسم اور مسمّٰی، صورت اور معنی دونوں میں مطابقت ہو جائے۔

آپ ﷺ کی پرورش اور رضاعت

حضرت ام ایمنؓ، جن کا نام "برکۃ" تھا، حضور ﷺ کی پرورش کیا کرتی تھیں۔ یہ باندی تھیں اور حضور ﷺ کو اپنے والد سے وراثت میں ملی تھیں۔ بڑے ہونے پر آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور اپنے غلام حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کروا دیا جن سے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے دودھ پلانے سے پہلے آپ ﷺ کو اپنی والدہ کے علاوہ

Marfat.com

آپ ﷺ کے چچا کی باندی ''ثوبیہ'' نے بھی دودھ پلایا۔

بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے روایت نقل کی ہے ''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ میری بہن کے ساتھ نکاح کیوں نہیں کر لیتے، اور ایک روایت کے مطابق عزّہ بنت ابی سفیانؓ سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں! میں سوکن پن سے تو خالی نہیں لیکن یہ چاہتی ہوں کہ اس کارِ خیر میں میری بہن میرے شریک ہو، حضور ﷺ نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں، میں نے کہا: ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ ﷺ بنت ابی سلمہؓ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے درّہ بنت ابی سلمہؓ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، حضور ﷺ نے پوچھا: بنت ام سلمہؓ؟ میں نے کہا: ہاں، فرمایا: اگر وہ میرے لے پالک بچے کی ماں نہ ہوتی تو میرے لئے حلال نہ ہوتی۔ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، کیونکہ مجھے اور ابو سلمہ کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے، اس لئے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مجھ پر نکاح کے لئے پیش نہ کیا کرو''۔

بخاری نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: ''عروہ نے کہا: ثوبیہ ابولہب کی باندی ہے، جسکو اس نے آزاد کر دیا اور انہوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔ جب ابولہب کا انتقال ہوا تو اُن کے گھر والوں میں سے کسی نے اسکو خواب میں بُری حالت میں دیکھا، پوچھا: تم پر کیا بیتی؟ ابولہب نے کہا: تمہارے بعد مجھے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوئی' سوائے اسکے کہ ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔

سہیلی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے ابولہب کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے ابولہب کی وفات کے ایک سال بعد یہ خواب دیکھا تھا۔

فائدہ

سہیلی کا یہ قول نقل کرنے کے بعد ابن کثیر نے یہ بیان کیا کہ اس خواب میں ابولہب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ سوموار کے دن مجھ پر عذاب میں کمی کی جاتی ہے کیونکہ اس دن ثوبیہ نے آکر مجھے حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری سُنائی تھی اور میں نے خوش

Marfat.com

ہو کر اس کو آزاد کر دیا تھا۔

بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سورۃ اللہب ﴿تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ﴾ سُننا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے چچا کے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن یہ دونوں خیالات درست نہیں کیونکہ پہلا قول قرآن مجید کی آیت کے بالکل خلاف ہے جس میں ابولہب کے لئے سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ دوسرا یہ بھی ہے کہ کافروں کا عذاب کم یا زیادہ نہیں ہوتا جیسے فرمایا:

﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ (سورۃ النبا:۳۰)

''اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جائینگے تم پر مگر عذاب'' اور دوسرا قول بھی غلط ہے کیونکہ حضور ﷺ کو عصبیت یا حمایت، دین کے معاملہ میں متاثر نہیں کرتی تھی۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ کو حضرت حلیمۃ بنت ابی ذؤیبؓ نے بھی دودھ پلایا۔

اور فرمایا: حضور ﷺ کے رضاعی باپ یعنی حضرت حلیمہؓ کے خاوند کا نام حارث بن عبدالعزی بن رفاعۃ بن مَلّان تھا۔ اور بعض کہتے ہیں ھلال بن ناصرۃ بن سعد بن بکر بن ہوازن تھا۔

فائدہ

جن مصنفین نے صحابہ کی تعداد اور زندگیوں کو احاطہ میں لانے کی کوشش کی ہے انکی فہرست میں حارث بن عبدالعزی کا نام نہیں ملتا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام نہیں لائے۔ لیکن ابن اسحاق سے یہ منقول ہے کہ وہ نہ صرف اسلام لائے بلکہ اس پر اچھی طرح عمل پیرا بھی رہے۔

آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائیوں میں سے حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ، حضرت اُنیسۃ بنت الحارثؓ، حضرت حُذَافہ (حاء کے ضمہ اور فاء کے فتحہ کے ساتھ) بنت الحارثؓ ہیں۔ حضرت حذافہ کو ''الشیماء'' بھی کہتے ہیں ان کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ کے ساتھ حضور ﷺ کی پرورش میں مدد کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت حلیمہؓ بنت الحارث مکہ سے حضور ﷺ کو لے جانے کا

۱۲۵۶۴۳

Marfat.com

واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں: ہم بنی سعد کی چند عورتیں (دس عورتیں، واقدی) قحط والے سال شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آئیں، میرے پاس خاکی مائل سفید رنگ کی گدھی تھی جو کمزوری کیوجہ سے چل نہیں سکتی تھی اور قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھی، میرے ساتھ میرا بچہ اور ایک سوکھی اونٹنی تھی جو ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ ہم پوری رات سو نہیں سکے تھے کیونکہ میرے پستانوں میں اتنا دودھ نہیں تھا کہ میں اپنے بچے کو پلاتی اور نہ ہی اونٹنی کے تھنوں میں کچھ تھا کہ اسے دوہ کر بچہ کو دے دیتی۔ میں اُسی گدھی پر سوار ہو کر چل پڑی، ہماری کمزوری کیوجہ سے پورے قافلہ کو بڑی تکلیف ہوئی اور بڑی مشکل سے مکہ پہنچے۔ جب مکہ میں آئے تو کوئی عورت ایسی نہ تھی جس پر حضور ﷺ کو پیش کیا گیا ہو اور اس نے انکار نہ کیا ہو، کیونکہ پتہ چلا تھا کہ وہ یتیم ہیں۔ عورتوں نے کہا: اسکی ماں کیا کرسکتی ہے؟ ہمیں تو باپ سے اُمید ہوتی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کچھ مالی معاونت کریگا، اب جب باپ ہی نہیں تو ماں بچاری کیا کرسکتی ہے؟ میرے سوا سب عورتوں نے مکہ میں گھوم پھر کر ایک ایک بچہ لے لیا۔ جب ہمیں کوئی نہیں ملا اور قافلہ والوں نے جانے کا اعلان کر دیا تو میں نے اپنے خاوند حارث سے کہا: خُدا کی قسم! مجھے بڑا ہی ناگوار گزر رہا ہے کہ میری سہیلیاں تو کوئی نہ کوئی بچہ لے جائیں اور میں خالی ہاتھ واپس لوٹ جاؤں' اگر تمہاری خوشی ہو تو میں اسی یتیم بچہ کو لے لیتی ہوں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے لے لو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ ہمیں برکتیں عطا فرمائے' میں گئی اور انکو لے آئی۔ خُدا کی قسم! میں نے تو انکو اس لئے لیا تھا کہ مجھے انکے سوا کوئی مل نہیں رہا تھا۔ میں انکو لیکر قافلہ میں آئی، میرے پستانوں میں اتنا دودھ اُتر آیا کہ نہ صرف حضور ﷺ نے سیر ہو کر پیا بلکہ میرے بچہ نے بھی خوب جی بھر کر پیا۔ میرے خاوند اونٹنی کی طرف گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسکے تھن دودھ سے لبریز ہیں، انہوں نے دودھ دھویا' خود بھی پیا اور ہمیں بھی پلایا حتی کہ ہم سیر ہو گئے اور ہماری وہ رات بڑے سکون سے گزری۔

جب صبح ہوئی تو میرے خاوند نے کہا: اے حلیمہ! اللہ کی قسم، مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ تو نے کسی مبارک بچہ کو گود میں لیا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہماری گزشتہ رات کس قدر پُرسکون گزری اور خیر و برکت کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں مزید برکتیں

Marfat.com

ہی برکتیں عطا کرنے لگا۔ جب ہم واپس لوٹنے لگے تو میری دراز گوش سب سے سبقت لے جانے لگی، حتّٰی کہ میری سہیلیاں کہنے لگیں: اے بنت ذویب! کیا یہ تیری وہی دراز گوش ہے، جس پر تو ہمارے ساتھ آئی تھی؟ میں کہتی: ہاں وہی ہے، وہ کہتیں: خُدا کی قسم! اب تو اسکی شان ہی بدل گئی ہے، ہم یوں ہی چلتے رہے حتّٰی کہ اپنے قبیلہ میں پہنچ گئے، اور میں نہیں سمجھتی کہ ہماری زمین سے بڑھکر کوئی قحط زدہ جگہ ہوگی۔ لیکن یہاں پر بھی بڑی عجیب بات ہوئی، وہ یہ کہ میری بکریاں چرنے جاتیں اور واپسی پر انکے تھن دودھ سے بھرے ہوتے اور ہم جتنا چاہتے دودھ پی لیتے، جبکہ ہمارے اِردگرد لوگوں کی بکریاں ایک قطرہ دودھ نہ دیتیں اور وہ بھوکی واپس ہوجاتیں، ہماری بکریوں کو سَیر دیکھ کر بکریوں کے مالک غلاموں سے کہتے: دیکھو بنت ابی ذؤیب کی بکریاں کہاں چَرتی ہیں، وہیں تم بھی اپنی بکریاں چرایا کرو، چنانچہ سب بکریاں ہماری بکریوں کیساتھ رہتیں، لیکن پھر بھی وہ بھوکی لوٹتیں اور اُن میں ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا جبکہ ہم خوب جی بھر کر دودھ دھوتے اور پیتے۔

دو سال کی خیر و برکت کے نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے اور حضور ﷺ بھی بڑے ہوتے گئے لیکن آپ ﷺ کی نشو و نمائی عام بچوں سے قدرے مختلف تھی۔ دو سال کے قلیل عرصہ میں آپ ﷺ اس قابل ہوگئے کہ کھانا کھانے لگ گئے۔

دو سال بعد ہم انکو والدہ کے پاس مکہ لے آئے تاکہ واپس کردیں، لیکن مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی اور حضور ﷺ سے جو ہم نے خیر و برکت کے واقعات دیکھے تھے اس سے ہمیں آپ ﷺ سے خاص اُنسیت ہوگئی تھی۔ ہم حضرت آمنہ سے اصرار کرنے لگے کہ انکو دوبارہ ایک سال کے لئے ہمارے ساتھ بھیج دیا جائے، ہمارے اصرار سے مجبور ہو کر انہوں نے اجازت دے دی۔

مکہ سے واپسی پر دو تین مہینے ہی ہوئے تھے کہ ایک دن آپ ﷺ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا: میرے قریشی بھائی کے پاس سفید کپڑے پہنے دو آدمی آئے، اور انہوں نے انکو لٹا کر سینہ چاک کردیا۔ یہ خبر سُن کر میں اور حارث بھاگم بھاگ گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ پریشان کھڑے ہیں آپ ﷺ کا چہرہ فق ہے۔ حارث نے آگے

Marfat.com

بڑھ کر آپ ﷺ کو گلے لگا لیا اور کہا: بیٹے! کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے، انہوں نے مجھے چت لٹا کر میرا سینہ چاک کیا، اور اسمیں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی، پھر اسکو ویسے ہی لوٹا دیا جیسے وہ پہلے تھا۔ ہم آپ ﷺ کو لے کر گھر آئے، تو میرے خاوند نے کہا: اے حلیمہؓ مجھے ڈر ہے کہ بچہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، اس لئے میرا خیال ہے کہ قبل اسکے کہ کوئی حادثہ ہو اسکو واپس ماں کے پاس چھوڑ آتے ہیں۔

حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں: ہم انکو لیکر چلے اور بے وقت گھر پہنچے تو انکی والدہ نے کہا: تم اسکو کیسے لیکر آئی ہو؟ لیجاتے وقت تو تم نے بڑا اصرار کیا تھا؟۔ میں نے کہا: خُدا کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کا موقع دیا اور ہم نے اپنی ذمہ داری نبھادی تو اب لوٹا رہے ہیں کہ کہیں آپ ﷺ کو کوئی اور حادثہ یا گزند نہ پہنچے، لیکن انکو یقین نہ آیا اور انہوں نے کہا! سچ سچ بتاؤ، بات کیا ہے؟ اور اسوقت تک نہ چھوڑا جب تک ہم نے پورا واقعہ نہ سُنا دیا۔ انہوں نے کہا: کیا تم اس بات سے ڈرتی ہو کہ خدانخواستہ اس پر شیطان وغیرہ کو تسلط کا موقع مل گیا ہے' خدا کی قسم! اس کی تو شان ہی نرالی ہے، کیا میں تمہیں اسکے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: جب میں اِن سے حاملہ ہوئی، تو اِن سے زیادہ ہلکا آسان حمل میں نے نہیں پایا۔ اور میں نے خواب میں اپنے وجود سے ایسی روشنی نکلتے ہوئے دیکھی جس سے شام کے قلعے بھی روشن ہو گئے، پھر انکی پیدائش ایسی ہوئی کہ عام بچوں کی ایسی نہیں ہوتی، یہ اپنے ہاتھوں پر سہارا لیے ہوئے اور آسمان کی طرف سَر اُٹھائے ہوئے تھے۔ اس لئے تمہیں اسکے بارے میں زیادہ فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔

یہ حدیث کئی اور طریقوں سے بھی مروی ہے، حتّٰی کہ اہل سیر و مغازی کے نزدیک اسکو احادیث متواترہ میں سے شمار کیا گیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل ہے: ''ایک دن حضرت حلیمہؓ حضور ﷺ کو تلاش کرتی ہوئیں بکریوں کی طرف گئیں تو دیکھا کہ گرمی سے بکریاں بلبلا رہی

Marfat.com

ہیں اور حضور ﷺ اپنی رضاعی بہن کیساتھ وہاں موجود ہیں، انہوں نے بیٹی سے کہا: اتنی گرمی میں بھائی کو لئے یہاں کیا کر رہی ہو؟ بہن نے کہا: ماں! میں نے بھائی کو گرمی محسوس کرتے ہوئے نہیں پایا، بلکہ میں نے تو دیکھا ہے کہ ایک بادل اُن پر سایہ کئے ہوئے ہے، جب یہ چلتے ہیں تو وہ بھی چلنے لگ جاتا ہے اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو وہ بھی کھڑا ہو جاتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اپنے بارے میں ہمیں بتائیں، حضور ﷺ نے فرمایا ''ٹھیک، میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں، جب میری ماں مجھ سے حاملہ تھیں، تو انہوں نے دیکھا کہ انکے جسم سے ایسا نور نکل رہا ہے جس سے شام کے قلعہ روشن ہو گئے ہیں، مجھے بنی سعد بن بکر میں دودھ پلایا گیا، ایک دن میں: اپنی بکریوں میں موجود تھا، اچانک دو آدمی آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے، انکے ہاتھ میں سونے کا ایک برتن تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا، انہوں نے مجھے چت لٹا کر میرا سینہ چاک کیا، پھر دل نکال کر چیرا، اور اسمیں سے سیاہ خون کی پھٹکڑی نکال کر پھینک دی، پھر میرے دل اور پیٹ (سینہ) کو برف سے دھویا اور صاف کرنے کے بعد اسکو اپنی جگہ رکھ دیا۔ اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: انکو اپنی امت کے دس آدمیوں کیساتھ تولو، اس نے تولا تو میں بھاری نکلا، پھر کہا: ہزار آدمیوں کیساتھ تولو، تولنے پر پھر میں بھاری نکلا تو اس نے کہا: چھوڑ دو، اگر تم انکو پوری اُمت کے ساتھ بھی تولو گے تو یہ بھاری رہیں گے۔

فائدہ

مذکورہ روایت میں ذکر شدہ شقِ صدر کے واقعہ کو مسلمؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ لیکن حدیث کے ابتدائی الفاظ کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں میرے آنے کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی''۔

حارث بن ابی اسامہ طیالسی اور دیلمی نے تو اس سے بھی زیادہ جامع حدیث ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

بشارت ہوں، جب میں پیدا ہو تو میری والدہ کے جسم سے ایسا نور نکلا جس سے مشرق اور مغرب روشن ہو گئے"۔ امام احمدؒ نے بھی ابوامامہ باہلی سے اسی طرح کی حدیث نقل کی ہے۔ دوسری دفعہ شقِ صدر کا واقعہ لیلۃ الاسراء میں پیش آیا تھا، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت جرائیل علیہ السلام آئے جبکہ آپ ﷺ بچوں کیساتھ کھیل رہے تھے، انہوں نے آپ کو پکڑا، لٹایا اور سینہ چاک کیا، پھر دل نکالا اور اس سے پھٹکڑی کی طرح کا کالا خون نکالا اور کہا: یہ شیطان کا حصہ تھا، پھر اس کو سونے کے برتن میں زمزم کے پانی سے دھویا اور اپنی جگہ رکھ کر سی دیا، بچے ماں کے پاس بھاگتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: محمد ﷺ ہلاک ہو گئے۔ وہ بھاگم بھاگ آئیں تو آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ ﷺ کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خود حضور ﷺ کے سینہ پر سلائی کے نشانات دیکھے ہیں۔

صحیحین میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے معراج کی رات شقِ صدر کا واقعہ منقول ہے، اور یہ کہ اس واقعہ میں زمزم کے پانی سے آپ ﷺ کے دل کو دھویا گیا تھا۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کو دو دفعہ پیش آیا ہو، ایک بچپن میں اور ایک معراج کی رات تا کہ آپ ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور بات کرنے کی ہمت پیدا کی جا سکے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: "حضور ﷺ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کرتے تھے: میں تم میں سے سب سے زیادہ فصیح ہوں، میں قریشی ہوں اور بنی سعد بن بکر میں مجھے دودھ پلایا گیا ہے"۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ کی برکتیں حضرت حلیمہؓ کے گھرانہ پر ظاہر ہو گئی تھیں، اور بعد میں بنی ہوازن پر تو آپ کی برکتوں کی انتہاء ہو گئی، جب فتح مکہ کے ایک مہینہ بعد ان کو قید کیا گیا اور انہوں نے آپ کی رضاعت کا حوالہ دیا تو آپ ﷺ نے ان کیساتھ بڑی ہمدردی کی اور احسان والا معاملہ فرمایا۔

محمد بن اسحاق نقل کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے موقع پر ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے حنین والوں کے مال اور قیدیوں کو جعرانہ میں پہنچانے کا حکم دیا۔ ہوازن کا ایک

Marfat.com

وفد بھی انکے پیچھے پیچھے جعرانہ پہنچ گیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم عیال دار ہیں اور جو مصیبت ہمیں پہنچی ہے وہ آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں' آپ ﷺ ہم پر احسان کریں اللہ آپ ﷺ پر احسان فرمائے گا۔ پھر ان کے قبیلہ کے خطیب زہیر بن صرد کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کی قید میں جتنی عورتیں ہیں وہ سب آپ ﷺ کی رضاعی خالائیں ہیں' جو آپ ﷺ کی پرورش کرتی رہی ہیں' اگر ہم ابن ابی شمر اور نعمان بن المنذر کو دودھ پلاتے پھر وہ ہم میں سے کسی کو قید کر لیتے تو ہم توقع رکھتے کہ وہ ہم سے عفو و درگزر اور مہربانی والا معاملہ کرتے' اور آپ ﷺ تو بہترین بدلہ دینے والے ہیں۔ پھر اس نے اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے:

۱) اے اللہ کے رسول ﷺ کرم کے معاملہ میں ہم پر احسان فرمایئے' آپ ﷺ تو وہ ذات ہیں جس سے ہم مہربانی کی امید رکھتے ہیں۔

۲) آپ ﷺ ایسے قبیلے پر احسان فرمائیں جس سے تقدیر روٹھ گئی ہے' اس کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی ہے اور زمانہ میں وہ اجنبی ہوگیا ہے۔

۳) زمانہ ہمیشہ انکو غمزدہ رکھے اور انکے دلوں پر مشقت اور سختی ہو۔

۴) اگر ان پر کرم کی بارش برس کر انکو ڈھانپ نہ دے' اے وہ ذات جو تمام لوگوں سے بڑھ کر امتحان کے وقت بردبار ہے۔

۵) آپ ﷺ ان عورتوں پر احسان فرمائیں جن سے دودھ پیتے رہے ہیں' جب آپ ﷺ کا منہ ان کے دودھ سے بھر جاتا تھا۔

۶) آپ ﷺ ان عورتوں پر احسان فرمائیں جن سے دودھ پیتے رہے ہیں اور آپ ﷺ کو تو وہی زیب دیتا ہے جو آپ ﷺ کرتے ہیں یا چھوڑتے ہیں۔

۷) آپ ﷺ ہمیں ان لوگوں کی طرح نہ بنائیں جنکی عزت جاتی رہی' آپ ﷺ ہم پر سبقت لے جائیں بیشک ہم زہر کے قبیلہ والے ہیں۔

۸) ہم اپنے اوپر کیے گئے احسانات کا شکر ادا کرتے ہیں اگرچہ انکا انکار ہی کیا جائے' اور اس دن کے بعد بھی ہمارے پاس بدلے کی بہت سی چیزیں ہیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے جو قیدی میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ اللہ کی رضا کی خاطر آزاد ہیں اور تمہارے ہیں۔ انصار نے کہا: اور جو ہمارے پاس ہیں وہ اللہ اور رسول ﷺ کے ہیں۔

آپ ﷺ نے انکو آزاد کر دیا۔ ان کی تعداد چھ ہزار مرد وعورتیں تھی اور اس کے ساتھ ان کو بیشمار انعامات دیئے۔

ابوالحسن بن فارس کہتے ہیں: ''اس دن آپ ﷺ کی بخشش کردہ چیزوں کی مالیت پانچ کروڑ درہم کے برابر تھی۔ یہ سب کچھ تو دنیاوی برکتیں تھیں' اندازہ لگائیں انکی پیروی کرنیوالوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کتنا عطا کریں گے''۔

حضرت آمنہ کی وفات

حضرت حلیمہؓ سے دودھ پینے کے بعد جب آپ ﷺ کی اپنی والدہ کے پاس واپسی ہوئی تو آپ ﷺ اپنی والدہ اور دادا کے پاس ہی رہنے لگے' اس دوران اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور پرورش کا انتظام اس شان سے کرتے رہے جو آپ ﷺ کے شایانِ شان تھی اور جو اس منصبِ جلیلہ کے لائق تھی' جس پر آپ ﷺ کو فائز کیا جانا تھا۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی' تو آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وھب کا مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک علاقہ اَبواء میں انتقال ہو گیا۔ وہ آپ ﷺ کو اپنے ننھیال بنی عدی بن النجار کے پاس ملاقات کے لئے لے گئی تھیں' لیکن مکہ واپسی پر انکا انتقال ہو گیا۔

امام احمدؒ بُریدہ بن الحُصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کیساتھ نکلے' یہاں تک کہ ہم ''ودّان'' نامی مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے واپسی آنے تک یہیں رُکنا''۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے اور جب آئے تو آپ ﷺ کی طبیعت بوجھل سی تھی فرمایا: میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا تھا اور میں نے اُنکے لئے اللہ سے شفاعت کرنا چاہی تو مجھے منع کر دیا گیا' میں نے تمہیں قبر پر جانے سے منع کیا کرتا تھا' اب چلے جایا کرو۔ میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا تھا' اب کھا بھی لیا کرو اور رکھ

Marfat.com

بھی لیا کرو۔ میں نے تمہیں ان برتنوں میں پینے سے روکا تھا' اب اگر تم چاہو تو پی سکتے ہو''۔

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے: ''ایک دفعہ حضور ﷺ ایسی قبر کی طرف تشریف لے گئے جس کے صرف نشانات رہ گئے تھے' آپ ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے اور صحابہؓ بھی ارد گرد بیٹھ گئے' آپ ﷺ سر کو اس طرح ہلانے لگے جس طرح کوئی کسی سے باتیں کرتے ہوئے ہلاتا ہے' پھر آپ ﷺ رونے لگے۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ رو کیوں رہے تھے؟'' فرمایا: یہ آمنہ بنت وھب کی قبر ہے' میں نے اللہ سے انکی قبر دیکھنے کی اجازت چاہی تو اللہ نے دے دی۔ اور میں نے ان کے لئے بخشش مانگنا چاہی تو اسکی اجازت نہ ملی' جس سے مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور میں رو پڑا''۔ کہتے ہیں: اس دن سے بڑھ کر کبھی آپ ﷺ کو روتے ہوئے نہیں پایا گیا۔

مسلم نے ابو ہریرۃؓ سے روایت بیان کی ہے: ''ایک دفعہ حضور ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر گئے' تو خود بھی روئے اور صحابہؓ کو بھی رُلا دیا۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر پر جانے کی اجازت چاہی' تو مل گئی اور انکے لئے بخشش مانگنے کی اجازت چاہی تو نہ ملی' قبروں پر جایا کرو کہ وہ موت کی یاد دلاتی ہیں''۔

چچا اور دادا کی کفالت

اسحاق کہتے ہیں: آپ ﷺ کی والدہ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی کفالت میں آ گئے۔ حضرت عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سائے میں بیٹھنے کے لئے چادر بچھائی جاتی' انکی اولاد انکے رعب وجلال کیوجہ سے اسوقت تک چادر پر نہ بیٹھتے تھے جب تک وہ خود نہ بیٹھ جاتے۔ چونکہ حضور ﷺ چھوٹے تھے اس لئے اپنے دادا کیساتھ آ کر بیٹھ جاتے آپ ﷺ کے چچا آپ کو دور کرنے اور پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتے تو حضرت عبدالمطلب کہتے: میرے بیٹے کو چھوڑ دو خُدا کی قسم! اسکی تو شان ہی نرالی ہے' پھر آپ ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتے' آپ ﷺ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے' اور آپ ﷺ کو کچھ کرتے ہوئے دیکھ کر مسرور ہوتے۔

Marfat.com

جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہونے لگا' تو انہوں نے ابو طالب کو حضور ﷺ کی حفاظت اور نگہداشت کی وصیت کی' انتقال کے بعد آپ کو حجون میں دفن کیا گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب حضور ﷺ آٹھ سال کے ہوئے تو آپ کے دادا بھی وفات پا گئے۔ انکے انتقال کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے اور زمزم کے کنوئیں کی حفاظت کی ذمہ داری انکے بیٹے عباس رضی اللہ عنہ نے لے لی' جو اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے یہ ذمہ داری اسلام لانے تک انکے سپرد رہی' اور اسلام لانے کے بعد بھی حضور ﷺ نے اُنہی کو اس ذمہ داری کے لئے برقرار رکھا۔

حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے پاس رہے' یہ حضور ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے' انکی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تھیں۔ اب حضرت عبدالمطلب کے بعد حضرت ابو طالب ہی آپ ﷺ کے سب کچھ تھے۔

حضور ﷺ حضرت ابو طالب کے پاس ہی جوان ہوئے' اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کی بہترین پرورش کی بلکہ ہر قسم کی جاہلیت کے کاموں اور برائیوں سے محفوظ رکھا' کیونکہ آپ ﷺ کو آگے چل کر ایک اہم ذمہ داری سونپنی تھی۔ جب آپ ﷺ جوان ہوئے تو آپ سب سے زیادہ مروت والے' اچھے اخلاق والے' بہترین رکھ رکھاؤ والے' پڑوسیوں کا خیال رکھنے والے' سب سے بڑھ کر بردباری اور امانت والے' گفتگو میں سب سے زیادہ سچے' بُرائی اور بے حیائی سے بہت دور بھاگنے والے تھے۔ آپ ﷺ کو کبھی بیہودہ گفتگو کرتے ہوئے یا کسی کا مذاق اُڑاتے ہوئے نہیں پایا گیا۔ ان تمام خوبیوں کے پائے جانے کیوجہ سے آپ کو امین کہا جاتا تھا۔ اب ابو طالب ہی آپ ﷺ کی حفاظت' نگہداشت' مدد اور دشمن سے بچاؤ کرتے یہاں تک کہ انکا انتقال ہو گیا۔

آپ ﷺ کا جاہلیت کے کاموں سے بچنا

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ اپنے بچپن میں جاہلیت کے بُرے کاموں سے

Marfat.com

بچنے کے واقعات سُناتے ہوئے کہا کرتے تھے: ''ایک دفعہ میں قریش کے بچوں کیساتھ کھیلنے کے لئے پتھر اِدھر اُدھر رکھ رہا تھا' سب بچوں نے اپنی پہنی ہوئی چادریں سَروں پر رکھ لیں اور اُن پر پتھر رکھ کر لیجانے لگے۔ میں بھی انکے ساتھ ایسے ہی کرنے لگا تو اچانک کسی نے مجھے ہلکی سی چپت لگائی پھر کہا: اپنا تہہ بند باندھ لو' فرماتے ہیں میں نے تہہ بند باندھ لیا' اور پتھر اپنی گردن پر ہی رکھ کر لیجاتا رہا۔ تمام لڑکوں میں سے صرف میں نے ہی تہہ بند باندھا ہوا تھا''۔

یہ واقعہ اس واقعہ سے ملتا جلتا ہے جو کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت پیش آیا تھا' جسمیں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے چچا پتھر اُٹھا کر لیجا رہے تھے' اگر یہ بعینہٖ وہی قصہ نہ بھی ہو' تب بھی اس سے ملتا جلتا ضرور ہے۔

عبدالرزاق نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: ''جب کعبہ تعمیر ہو رہا تھا تو حضور ﷺ پتھر اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے فرمایا: پتھروں کی تکلیف سے بچنے کے لئے اپنا تہہ بند کندھوں پر رکھ لو' آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا' لیکن اچانک آپ ﷺ بیہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی آسمان کی طرف دیکھنے لگیں' پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میرا تہہ بند مجھے دے دو' اور لیکر باندھ لیا''۔ صحیحین میں یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے بھی منقول ہے اور مختلف طرق سے اور راویوں سے بھی منقول ہے۔

حافظ بیہقی نے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: ''پیتل کا ایک بُت تھا' جسکو ''اِساف ونائلۃ'' کہتے تھے' مشرکین طواف کے دوران اسکو چھوتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کیساتھ میں بھی طواف کر رہا تھا' جب اسکے قریب سے گزرے تو میں نے اسکو چھوا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس پر ہاتھ نہ پھیرو''۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: طواف کے دوران میں نے سوچا: اب تو میں ضرور چھوؤنگا' تاکہ پتہ چلے کیا ہوتا ہے' چنانچہ اگلے چکر پر میں نے اسکو پھر چھوا' تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم باز نہیں آسکتے''۔ ایک اور روایت میں بیہقی فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو عزت بخشی اور آپ ﷺ پر کتاب اُتاری' آپ ﷺ نے کبھی کسی بُت کو چھوا تک نہیں' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت

Marfat.com

سے سرفراز فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے: آپ ﷺ عرفات کی رات مزدلفہ میں نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ لوگوں کیساتھ عرفات میں وقوف فرماتے تھے' جیسا کہ بیہقی اور ابن اسحاق نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت کیا' اور یہ خاص آپ ﷺ پر اللہ کی رحمت کی وجہ سے تھا۔

امام احمدؒ نے بھی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں: ''میں نے حضور ﷺ کو بعثت سے پہلے ایک اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں لوگوں کیساتھ وقوف کرتے ہوئے اور انکے ساتھ ہی جاتے ہوئے دیکھا، اور یہ محض اللہ کے فضل سے تھا''۔

امام احمدؒ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت بھی نقل کرتے ہیں: ''میرا ایک اونٹ عرفات میں گم ہو گیا۔ میں اسکو تلاش کرنے کے لئے چلا' تو کیا دیکھتا ہوں کہ نبی ﷺ کھڑے ہوئے ہیں' میں نے کہا: یہ تو قریشی ہیں' انکا یہاں کیا کام ہے؟''

فائدہ

قریش کی آل اولاد' بنو کنانہ اور بنو جدیلہ اپنے آپ کو ''حُمس'' کہا کرتے تھے' کیونکہ حُمس کا معنی ہوتا ہے شدّت اختیار کرنا اور انہوں نے بھی اپنے دین میں شدّت اور غلو اختیار کر لیا تھا' یہ مزدلفہ میں کھڑے ہو جاتے اور کہتے: ہم اللہ والے ہیں' ہم کعبۃ اللہ کے مجاور ہیں' ہم حرم سے نہیں نکلیں گے۔

حرب فجار اور حلف الفضول

ابن اسحاق کہتے ہیں: حربِ فجار اس وقت شروع ہوئی جب آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ اس جنگ کو ''فجار'' اس لئے کہتے ہیں کہ اسمیں شامل قبیلوں کنانہ اور قیس نے یہ جنگ اُن مہینوں میں لڑی جن میں لڑنا حرام تھا۔ کنانہ اور قریش کے سردار حرب بن امیۃ بن عبد شمس تھے' پہلے پہل قیس کو کنانہ پر غلبہ حاصل ہوا لیکن دن ڈھلنے پر کامیابی نے قیس کے قدم چومے۔

ابن ہشام کہتے ہیں: جب حضور ﷺ کی عمر چودہ یا پندرہ سال کو پہنچی' تو قریش اور انکے حلیف کنانہ اور قیس کے درمیان حربِ الفجار چھڑ گئی۔ اس جنگ کے چھڑنے کی وجہ یہ تھی کہ عروۃ الرحّال بن عتبہ نے نعمان بن منذر کے پاس ایک تجارتی قافلہ بھیجنا چاہا'

Marfat.com

جس میں اعلیٰ قسم کی خوشبوئیں اور کپڑا تھا۔ برّاض بن کنانہ نے کہا: کیا تم بنو کنانہ کے مقابلہ میں تجارت کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں اور تمام مخلوقات کے مقابلہ میں بھی۔ عروۃ الرحاّل اس قافلہ میں نکلا' تو براّض بھی اسکی تاک میں لگ گیا تاکہ موقع پاتے ہی اسکو جالے۔ جب قافلہ 'تَیْمن' کے پہاڑی علاقہ میں پہنچا' تو عروۃ کو خیال نہ رہا اور براّض نے اسکو غافل پاکر شہرِ حرام میں قتل کردیا۔ اس لئے اسکو 'فجار' کہتے ہیں۔

براض نے اسکے بارے میں اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) اور وہ عظیم واقعہ جس نے مجھ سے پہلے لوگوں کو فکر مند کردیا' اسکے لئے اے بنی بکر والو میں نے اپنے پہلوؤں کو مضبوط کیا۔

(۲) اس لئے میں نے بنی کلاب کے گھر تباہ کردیئے' اور اُن غلاموں کو چھٹی کا دودھ پلادیا۔

(۳) میں نے ذی طلال کے مقام پر اُس پر اپنا ہاتھ اُٹھایا' تو وہ ایک زخمی بکرے کی طرح میرے سامنے گر کر تڑپنے لگا۔

ابن ہشام کہتے ہیں: ایک آدمی قریش کے پاس آیا اور اس نے بتایا: برّاض نے عروۃ کو قتل کردیا ہے جبکہ مہینہ حرام کا تھا' قریش والے بدلہ لینے کیلئے چپکے سے نکلے تاکہ ہوازن کو پتہ نہ چلے' لیکن انکو کسی طرح پتہ چل گیا تو انکو حرم میں داخل ہونے سے پہلے جالیا' اور لڑتے رہے یہاں تک کہ رات ہوگئی' پھر قریشیوں نے حرم میں پناہ لے لی تو ہوازن نے بھی اپنے ہاتھ روک لئے' اس طرح کئی دنوں تک انکا مقابلہ ہوتا رہا۔ پوری قوم اپنے اپنے قبیلوں کے سرداروں کی ماتحتی میں بھرپور لڑ رہی تھی۔ چند دنوں میں چچاؤں کے اصرار پر حضور ﷺ نے بھی میدانِ جنگ کا رُخ کیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنے چچاؤں سے تیروں کو روکتا تھا' یا جب دشمن تیر پھینکتے تو میں تیر جمع کرکے اپنے چچاؤں کو دے دیتا۔

سہیلی کہتے ہیں: ''فِجار'' فاء کے کسرہ کیساتھ ''قِتال'' کے وزن پر ہے۔ عرب میں فجار کے نام سے چار واقعات ہوئے ہیں' جن میں سے سب سے آخری مذکورہ واقعہ ''فجار البرّاض'' تھا' اور اسمیں چار مقامات پر لڑائی ہوئی' پہلی شمطة اور دوسری عبلاء' یہ دونوں

Marfat.com

عکاظ کے پاس واقع تھے۔ تیسری شَرب (شین کے فتح اور راء کے سکون کیساتھ) اور یہ سب سے زیادہ خونریز تھی۔ اس میں حضور ﷺ نے شرکت کی تھی' اس جنگ میں بنو نضیر کے علاوہ قیس کو بھی شکست ہوئی۔ چوتھی الحریرۃ جو نخلہ کے مقام پر ہوئی۔ یہیں پر اُنکا آئندہ سال عکاظ میں لڑنے کا وعدہ ہوا۔ جب وعدہ کے دن قریب آئے تو عتبہ بن ربیعہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا: اے مضر والو! کس بات پر لڑتے ہو؟ ہوازن والوں نے کہا: تم کس چیز کی طرف بلاتے ہو؟ اس نے کہا: صلح کی طرف۔ انہوں نے کہا: وہ کیسے ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا: ہم تمہارے مقتولوں کا فدیہ دے دیں' اپنے کچھ افراد کو تمہارے پاس رہن رکھوا دیں' اور مقتولوں کا خون تم پر معاف کر دیں' وہ کہنے لگے: ان تمام چیزوں کی ذمہ داری کون اُٹھائے گا؟ اس نے کہا: میں' انہوں نے کہا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، اسپر صلح ہوگئی۔ چنانچہ قریشیوں نے چالیس آدمی بھیج دیئے' جن میں حکیم بن حزام بھی تھے' جب بنو عامر نے رہنوں کو اپنے قبضہ میں کرلیا' تو انہوں نے قریشیوں کا خون معاف کر دیا اور قیدی آزاد کر دیئے' اسطرح جنگ ختم ہوگئی۔

بیہقی نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے چچاؤں کیساتھ ''حلف المطیبین'' میں شریک رہا ہوں' میں اسکو توڑنا نہیں چاہتا' اگر چہ مجھے اسکے مقابلہ میں سُرخ اونٹ ہی دیئے جائیں''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں قریش کے کسی معاہدہ میں شریک نہیں رہا سوائے ''حلف المطیبین'' کے' اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ سُرخ اونٹ لے کر بھی اسکو توڑ دوں؟۔ مطیبون سے مراد ہاشم' اُمیۃ' زہرۃ اور مخزوم ہیں۔

بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ اس سے مراد حلف الفضول ہے' کیونکہ حلف المطیبین کو آپ ﷺ نے نہیں پایا۔ میں کہتا ہوں: اسمیں کوئی شک نہیں' کیونکہ قُصَی کے مرنے کے بعد قریش نے آپس میں قسمیں اُٹھائیں۔ قُصَی نے جو اپنے بیٹے عبدالدار کے لئے قریش کے تمام امتیازی اعزازت جیسے حاجیوں کو پانی پلانا' انکو راشن فراہم کرنا' جنگ میں علمبرداری کرنا' مشوروں کے لئے جرگہ بلانا' بیت اللہ کی نگہبانی اور مجاورت کرنا سونپے

Marfat.com

تھے اس پر بنو عبد مناف برہم ہو گئے' اور تقریباً قریش کے تمام قبائل انکے حق میں کھڑے ہو گئے اور انکا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ بنو عبد مناف نے ایک پیالہ پیش کیا جو عطر (خوشبو) سے بھرا تھا: سب نے اسمیں ہاتھ ڈال کر حلف اُٹھایا اور مجلس سے اُٹھنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو بیت اللہ کی دیواروں سے مَل دیا' اسی سے انکا نام مطیّبین رکھا گیا۔ لیکن یہ بہت پہلے کا واقعہ تھا اور یہاں معاہدے سے مراد ''حلف الفضول'' والا معاہدہ ہے' جو ''عبداللہ بن جدعان'' کے گھر میں ہوا تھا' جیسا کہ حُمیدی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں محمد رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں طے پانے والے ایک معاہدہ میں شریک تھا' اور اگر اُس جیسے معاہدہ کے لئے اب اسلام میں بھی مجھے بُلایا جائے تو میں ضرور شرکت کروں گا' اس میں انہوں نے عہد کیا تھا کہ حقدار کو اسکا حق دیں گے اور کسی ظالم کو مظلوم پر غلبہ پانے نہیں دیں گے''۔

کہتے ہیں: ''حلف الفضول'' کا معاہدہ بعثت سے بیس سال پہلے ذی القعدۃ کے مہینہ میں طے ہوا تھا' جو ''حرب الفجار'' کے چار ماہ بعد بنتا ہے' کیونکہ ''حرب الفجار'' اُسی سال کے شعبان میں ہوئی تھی۔

''حلف الفضول'' کو عربوں کا معزز ترین اور بہترین معاہدہ شمار کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے جس نے اسمیں پہل کی اور اسکی طرف بُلایا وہ زبیر بن عبدالمطلب تھے' اسکی وجہ یہ بنی کہ زُبید نامی علاقے کا ایک آدمی سامان لیکر مکہ آیا تو عاص بن وائل نے وہ خرید لیا' لیکن اسکی قیمت ادا نہ کی اور روک لی۔ زبیدی نے اپنے حلیفوں عبدالدار' مخزوم' جمح' سہم اور عدی بن کعب کو مدد کے لئے دہائی دی' لیکن انہوں نے عاص بن وائل کے مقابلہ میں اسکی مدد کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ جھڑک بھی دیا۔ جب زبیدی نے یہ بات دیکھی تو اس نے صبح صبح جبکہ قریش والے اپنی اپنی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے تھے ابو قبیس نامی پہاڑ پر چڑھ کر اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے:

(۱) اے آلِ فہر! اس مظلوم کی مدد کرو جس کے ساتھ مکہ میں مال کے سلسلہ میں ظلم کیا گیا ہے جبکہ وہ گھر اور جماعت سے دور ہے۔

Marfat.com

(۲) اور ایسا غبار آلود مُحرِم جس نے اپنا عمرہ بھی مکمل نہیں کیا' ہائے افسوس مردوں پر اور پتھر اور عقل کے درمیان فرق پر۔

(۳) حرمت تو اسکے لئے ہے جسکی عزت وشرافت کامل ہوگئی' غدار اور فاسق فاجر کپڑے والوں کے لئے کوئی حرمت نہیں۔

زبیر بن عبدالمطلب اسی وقت کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس جیسے آدمی کو یوں بے یارو مددگار نہیں چھوڑنا چاہیئے' چنانچہ ہاشم' زھرۃ اور تیم بن مرۃ' عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے' جس نے انکو کھانا کھلایا اور ذی العقدۃ جیسے اَشھرِ حرام میں قسمیں اُٹھائیں اور آپسمیں عہد کیا کہ وہ ظالم کے مقابلہ میں اکٹھے ہوکر مظلوم کی مدد کریں گے' اس وقت تک کہ اسکا حق ادا کر دیں گے' اور معاشی سلسلہ میں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ قریش نے اس حلف کا نام ''حلف الفضول'' رکھ دیا۔ اور کہنے لگے: انہوں نے بہترین فیصلہ کیا ہے۔ وہ سب پھر عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے مال چھین کر زبیدی کو دے دیا' اسکے بارے میں زبیر بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔

(۱) میں نے قسم اُٹھائی کہ انکے خلاف ایک معاہدہ لکھیں گے' اگر چہ ہم سب ایک ہی گھرانے کے افراد ہیں۔

(۲) جب ہم معاہدہ طے کرلیں اس کا نام الفضول رکھیں گے' اس سے اجنبی کو پڑوسی سے عزت محسوس ہوگی۔

(۳) اور مکہ کے اِردگرد والے جان لیں گے کہ ہم سب ذلت وعار کو دور کر سکتے ہیں۔

ایک اور موقع پر کہا:

(۱) بیشک حلف الفضول والوں نے قسم اُٹھائی ہے اور معاہدہ کیا ہے کہ' مکہ میں کوئی ظالم نہیں رہے گا۔

(۲) ایک ایسا معاملہ جس پر سب نے معاہدہ ہے اور اتفاق کیا ہے' پس پڑوسی اور مسافر سب اسمیں محفوظ ہیں۔

بعض کہتے ہیں: اسکو ''حلف الفضول'' اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اُس حلف کے

Marfat.com

مشابہ ہے جو قبیلہ جرہم والوں نے کیا تھا' کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کی جائے گی۔ اس معاہدہ کے بانی تین آدمی تھے اور ہر ایک کا نام فضل تھا۔ فضل بن فضالۃ' فضل بن وداعۃ اور فضل بن الحارث۔

بعض کہتے ہیں: فضل بن شراعۃ' فضل بن وداعۃ اور فضل بن قضاعہ تھے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: قریش کے قبیلوں نے ایک معاہدے کا اعلان کیا' چنانچہ سب عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہو گئے ان میں بنو ہاشم' بنو عبدالمطلب و بنو اسد بن عبدالعزیٰ' زھرۃ بن کلاب اور تیمہ بن مرۃ تھے۔ ان سب نے معاہدہ کیا کہ مکہ کے ہر مظلوم کی مدد کی جائے گی خواہ وہ مکہ کا ہو یا باہر کا اور مظلوم کو ظلم کا بدلہ دلوائیں گے' تو قریش نے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھ دیا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں: طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر پر ایک معاہدہ میں شریک تھا' میں پسند نہیں کرتا کہ مجھے اسکے بدلہ میں سرخ اونٹ بھی دیئے جائیں' اور اگر مجھے اسلام میں بھی اس جیسے معاہدہ کی طرف بلایا جائے تو میں اسکا جواب دوں گا؟۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ کے درمیان ذی المروۃ کے مال کے بارے میں کچھ جھگڑا تھا، ولید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حق بزور ضبط کیا ہوا تھا، کیونکہ وہ ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا۔ ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: خدا کی قسم یا تو میرے حصے کے بارے میں انصاف کرو، یا پھر میں اپنی تلوار لے لوں گا اور مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر اعلان کرونگا اور لوگوں کو ''حلف الفضول'' کے معاہدہ کی یاددہانی کروا کر ان سے مدد مانگوں گا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مجلس میں موجود تھے کہا: میں بھی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں: اگر انہوں نے کسی مدد کے لئے پکارا، تو میں اپنی تلوار لوں گا اور ان کے ساتھ کھڑا ہونگا، یہاں تک کہ انکے حق میں انصاف کیا جائے یا ہم لڑتے لڑتے مر جائیں۔ جب یہ باتیں مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عثمان کو پہنچیں تو انہوں نے بھی ایسے ہی کہا اور جب ولید کو ان حضرات کے عزائم کا علم ہوا تو اس نے انصاف کرتے ہوئے انکو اتنا دیا کہ وہ راضی ہو گئے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ ایک معزز اور مالدار تاجرہ خاتون تھیں، وہ مردوں کو مال مضاربت پر دیتی تھیں۔ جب ان کو حضور ﷺ کی سچائی، امانت، حسنِ اخلاق کی خبر ملی، تو انہوں نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیج کر پیشکش کی کہ اگر حضور ﷺ انکا مال شام لے جائیں تو وہ اُنکو اور تاجروں کی نسبت زیادہ معاوضہ دیں گی اور راستہ میں خدمت کے لئے ''میسرۃ'' نامی غلام بھی ساتھ کر دیں گی۔ حضور ﷺ نے انکی بات قبول کر لی اور میسرۃ کیساتھ مال لے کر شام پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر پہلے آپ ﷺ نے مال بیچا پھر جو خریدنا تھا وہ خرید لیا، اور میسرہ کو لے کر مکہ کی طرف واپسی کی راہ لی۔ جب مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہؓ نے وہ مال بھی بیچ دیا جو آپ ﷺ لائے تھے، جس سے انکو دُگنا یا اس کے لگ بھگ منافع ہوا۔ حضرت خدیجہؓ ذہین، شریف اور سمجھدار خاتون تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا، جسمیں لکھا تھا: ''اے چچا زاد! تمہارے قوم میں مرتبے، اچھے اوصاف، امانت حسنِ اخلاق اور سچائی جیسے اعلیٰ صفات سے متاثر ہو کر میں اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کرتی ہوں''۔

حضرت خدیجہؓ قریشی عورتوں میں سے بہترین نسب وحسب والی اور مالدار عورت تھیں، ان صفات کیوجہ سے قبیلہ کا ہر فرد اُن سے شادی کرنے کا خواہاں تھا۔ جب انہوں نے یہ پیغام بھیجا تو حضور ﷺ نے اسکا تذکرہ اپنے چچاؤں سے کیا، چنانچہ حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کی رضامندی کا پیغام لے کر خویلد بن اُسد کو ملے اور اُن سے حضرت خدیجہؓ کو مانگ لیا۔ اس طرح حضور ﷺ سے انکا نکاح ہو گیا۔

فائدہ

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ جانے والے اور نکاح کروانے والے حضرت ابو طالب تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے ایک مشہور خطبہ بھی دیا تھا۔

مؤمّلی کہتے ہیں: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نکاح کروانے والے ''عمرو بن اسد'' تھے، اسی کو سہیلی نے بھی ترجیح دی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عائشہؓ سے نقل کرتے

Marfat.com

ہوئے کہا: خویلد حربِ فجار سے پہلے ہی مر گئے تھے۔ انہوں نے تبع سے جھگڑا کیا تھا جب اُس نے حجرِ اسود یمن لیجانا چاہا، اسوقت خویلد اڑ گئے اور قریش کی ایک جماعت نے اُنکا ساتھ دیا، پھر تبع نے کچھ ایسے خواب بھی دیکھے، جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا اور لے جانے سے باز آ گیا۔

ابن اسحاق نے "السیرۃ" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بھائی "عمرو بن خویلد" نے انکا نکاح حضور ﷺ سے کروایا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں: جب حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا تو آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ جب عمرو بن اسد نے حضور ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے کرایا تو آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔

بیہقی نے حاکم سے نقل کیا کہ حضرت خدیجہؓ سے نکاح کرتے وقت حضور ﷺ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی پینتیس سال تھی بعض کہتے ہیں: پچیس سال تھی۔

ابن ھشام کہتے ہیں: حضور ﷺ نے مہر میں انکو بیس اونٹ دیئے اور یہ پہلی عورت تھیں جن سے حضور ﷺ نے نکاح کیا، اور انکی زندگی میں مرتے دم تک آپ ﷺ نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ کی تمام اولاد ابراھیم رضی اللہ عنہ کے سوا اُنہی کے بطن سے ہوئی۔ جنکے اسمائے گرامی یہ ہیں: قاسم رضی اللہ عنہ اور انکی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی، طیب رضی اللہ عنہ، طاہر رضی اللہ عنہ، زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، اور فاطمہؓ۔

ابن ہشام کہتے ہیں: لڑکوں میں سے سب سے بڑے قاسم رضی اللہ عنہ تھے، پھر طیب رضی اللہ عنہ، پھر طاہر رضی اللہ عنہ اور لڑکیوں میں سے سب سے بڑی حضرت رقیہؓ تھیں، پھر زینبؓ، پھر ام کلثومؓ اور آخر میں فاطمہؓ۔

بیہقی نے ایک باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے اس بیان میں کہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے حضور ﷺ کیا کام کرتے تھے"۔ پھر حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے کوئی نبی علیہ السلام ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں

Marfat.com

نہ چرائی ہوں، صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ ﷺ نے بھی اے اللہ کے رسول ﷺ؟ فرمایا: ہاں، میں نے بھی چند قیراط کے بدلے میں مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں"۔

قریش کا کعبۃ اللہ کو نئے سرے سے تعمیر کرنا

بیہقی نے بیان کیا کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کا واقعہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے پیش آیا تھا، لیکن مشہور یہ ہے کہ تعمیر کا واقعہ حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے دس سال بعد کا ہے، یعقوب بن سفیان کہتے ہیں: جب آپ ﷺ نے شادی کی تو قریش کعبۃ اللہ تعمیر کررہے تھے۔

پھر بیہقی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تاریخ کو تفصیل سے بیان کیا اور چند ایک ایسی اسرائیلی روایات بھی ذکر کیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تعمیر کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوئی، لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ قرآن مجید کی ظاہری آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکی بنیادیں کھودیں اور عمارت قائم کی، وہ علیحدہ بات ہے کہ یہ ٹکڑا تمام ادوار اور زمانوں میں معظم اور مشرف سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (سورۃ آل عمران: ۹۶،۹۷)

"بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور ہدایت جہاں کے لوگوں کے لیے، اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی"۔

صحیحین میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "میں نے حضور ﷺ سے

Marfat.com

پوچھا' سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا ''مسجد حرام'' میں نے کہا: پھر؟ فرمایا ''مسجد اقصیٰ'' میں نے کہا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ فرمایا: ''چالیس سال''

صحیحین میں ہے: ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے تب سے عزت دی ہے جب سے آسمان و زمین پیدا کیے' اب اللہ کی عزت دینے کی وجہ سے یہ قیامت تک کیلئے قابلِ عزت ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: ''جب قبیلہ جرھم کے بعد بیت اللہ گر گیا' تو قریش نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا' تعمیر کے بعد جب حجرِ اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کی باری آئی تو انکا آپس میں اختلاف ہو گیا کہ کون پتھر رکھے؟ پھر اس پر اتفاق رائے ہوا کہ اس کو وہ آدمی رکھے گا جو سب سے پہلے دروازے سے داخل ہوگا' صبح کے وقت ''باب شیبہ'' سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا منگوا کر اس میں پتھر رکھا' پھر ہر قبیلہ کے سردار کو حکم دیا کہ وہ کپڑے کا کنارہ پکڑ لے اور اکٹھے مل کر کپڑے کو اٹھائیں' چنانچہ سب نے مل کر اٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کو اس کے مقام پر رکھ دیا''۔

یعقوب بن سفیان نے روایت نقل کی: ''جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلوغت کی عمر کو پہنچے' تو ایک عورت نے ایک دن کعبۃ اللہ کے قریب لکڑیاں جلائیں' جس سے ایک چنگاری اڑ کر بیت اللہ کے غلاف پر گر گئی اور اس کو آگ لگ گئی' قریش نے پوری عمارت گرا کر اس کو دوبارہ بنایا اور جب مقام حجرِ اسود تک پہنچے تو جھگڑنے لگے کہ قریش کا کونسا قبیلہ حجرِ اسود کو اس کے مقام پر نصب کرے۔ کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے کہا: چلو جو سب سے پہلے صبح دروازہ سے داخل ہو اس سے فیصلہ کروالیں' سب سے پہلے داخل ہونے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو ابھی نو عمر تھے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھاریدار جڑاؤ پٹی پہن رکھی تھی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کو چادر پر رکھنے کا حکم دیا' پھر ہر قبیلہ کے سردار کو بلایا اور اس کو کپڑے کا کونا پکڑوا دیا' پھر خود اونچی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور سرداروں نے چادر کو اونچا کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے پتھر اٹھا کر لگا دیا۔ اس طرح ہر سال گزرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بڑھتی ہی گئیں' یہاں تک کہ وحی اترنے سے پہلے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''امین'' کہہ کر پکارنے لگے' اور اونٹ ذبح اور تقسیم کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ کر لاتے

Marfat.com

تا کہ آپ ﷺ دعا کریں۔

مذکورہ روایت زہری کی روایت سے لی گئی ہے' لیکن اس میں ایک ٹکڑا جس میں بتایا گیا کہ یہ واقعہ حضور ﷺ کی بلوغت کے وقت پیش آیا تھا' بڑا ہی عجیب ہے' اور مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ تب پیش آیا جب حضور ﷺ کی عمر پینتیس سال تھی' اسی کو محمد بن اسحاق بن یسار نے بھی بیان کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کعبۃ اللہ کی تعمیر بعثت سے پندرہ سال پہلے ہوئی تھی' اس قول کو مجاہد' عروۃ اور محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ حربِ فجار اور کعبۃ اللہ کی تعمیر کے دوران پندرہ سال تھے۔ میں کہتا ہوں: حربِ فجار اور حلف الفضول ایک ہی سال میں ہوئے تھے اور تب حضور ﷺ کی عمر بیس سال تھی' اس سے محمد بن اسحاق کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

نئی تعمیر کی وجہ

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: خانہ کعبہ کی تعمیر پر قریش اس لیے مجبور ہوئے کہ خانہ کعبہ نشب میں تھا اور اردگرد پہاڑ تھے۔ بارشوں اور سیلاب کا پانی وہاں اکٹھا ہو جاتا جس سے کعبۃ اللہ کی دیواریں بھی متاثر ہو گئی تھیں تو انہیں ڈر ہوا کہ کہیں پانی اندر نہ داخل جائے۔ انہی دنوں ملیح نامی ایک آدمی نے کعبۃ اللہ میں پڑی خوشبو بھی چوری کر لی تھی' اس لیے انہوں نے بنیادوں کو مضبوط اور دروازہ اونچا لگانے کا فیصلہ کیا تا کہ اس میں وہی داخل ہو سکے جس کو وہ داخل ہونے کی اجازت دیں۔ اس کے لیے انہوں نے پیسے اور مزدور اکٹھے کیے' پھر اس کو گرانے کیلئے آگے بڑھے' لیکن ساتھ ساتھ ڈر بھی رہے تھے کہ کہیں انکو کوئی روک نہ دے۔ سب سے پہلے جو آدمی آگے بڑھا اور اس نے کچھ حصہ گرایا وہ ولید بن مغیرہ تھا۔

جب سب نے مغیرہ کو صحیح سالم دیکھا تو اس کی دیکھا دیکھی گرانا شروع کر دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کو آپس میں حصوں میں بانٹ لیا۔ چنانچہ دروازہ والا حصہ بنی عبد مناف اور زہرہ کے حصہ میں آیا' رکنِ اسود اور رکنِ یمانی کا درمیانی حصہ بنی مخزوم اور قریش کے چند اور قبیلوں کے حصہ میں آیا' جبکہ پشت والی دیوار کی

Marfat.com

تعمیر کی ذمہ داری بنی جمح اور سہم والوں نے لے لی' اور پتھر توڑنے کا کام بنی عبدالدار بن قصی' بنی اسد بن عبدالعزیٰ اور بنی عدی بن کعب کے ذمہ لگا۔

عمارت گراتے ہوئے لوگ ڈر رہے تھے' حتیٰ کہ اکثریت تو تقریباً پیچھے ہی ہٹنے لگی تھی' کہ ولید بن مغیرۃ نے کہا: میں گرانے میں پہل کرتا ہوں۔ اس نے پھاوڑا لیا اور دعائیہ انداز میں کہنے لگا: اے اللہ! ہمیں نہ ڈرا' ہم تو خیر ہی چاہتے ہیں۔ پھر دونوں کناروں سے کچھ حصہ توڑ دیا۔ لوگوں نے کہا: آج رات دیکھتے ہیں اگر اس کو کچھ ہوا تو مزید نہیں گرائیں گے بلکہ گرے ہوئے کو بھی دوبارہ بنا دیں گے' اور اگر اس کو کچھ نہ ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس گرانے سے راضی ہے۔ صبح جب ولید صحیح سالم کام پر آ گیا تو باقی لوگوں نے بھی اس کے ساتھ مل کر گرا دیا۔ جب بنیادوں تک پہنچے تو نیچے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادیں سبز رنگ کے پتھروں کی شکل میں ظاہر ہوئیں' جو آپس میں ایک دیوار کی طرح جڑے ہوئے تھے۔

صحیح بخاری میں کعبۃ اللہ کی تعمیر کا واقعہ یزید بن رومان سے ثابت ہے جس میں ہے: میں نے دیکھا تو بنیادوں کے پتھر اونٹ کے کوہانوں کی طرح بڑے تھے۔ سہیلی کہتے ہیں کہ: ''اسنۃ'' کے لفظ کیساتھ روایت کرنا وہم ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: کعبۃ اللہ کو گرانے کے بعد قریش کے قبیلوں نے پتھر اکٹھے کیے تاکہ ان پتھروں سے کو دوبارہ تعمیر کی جا سکے۔ ہر قبیلہ نے اپنے لیے علیحدہ علیحدہ پتھر اکٹھے کیے اور اپنے حصے کی تعمیر شروع کر دی۔ جب مقامِ حجر اسود تک پہنچے تو آپس میں جھگڑنے لگے' ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر وہ نصب کرے۔ دوسرا نہ کرے۔ اس پر آپس میں الجھے' قسمیں کھائیں اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ بنی عبدالدار نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا' پھر انہوں نے اور بنی عدی نے موت کے وعدے کیے اور اپنے ہاتھ اس پیالہ میں ڈال دیئے۔

چار پانچ راتیں اسی طرح گزر گئیں۔ ایک دن سب مسجد میں جمع ہوئے' مشورہ کیا اور بعض راویوں کے مطابق ابو امیۃ بن مغیرہ نے (جو سب سے زیادہ عمر والے تھے) کہا:

Marfat.com

اے قریش والو! تم اپنے اس جھگڑے میں اس آدمی کو جج بنالو جو سب سے پہلے مسجد کے دروازے سے داخل ہو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے دن سب سے پہلے داخل ہونے والے حضور ﷺ تھے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو چلا کر کہنے لگے: یہ امین اور محمد ہیں، ہمیں انکا فیصلہ منظور ہے۔ جب حضور ﷺ وہاں پہنچے اور انہوں نے بات بتائی تو حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے کپڑا لادو' کپڑا لایا گیا تو آپ ﷺ نے پتھر کو اپنے ہاتھ سے اس میں رکھا اور فرمایا: ''ہر قبیلہ کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ لے اور پھر اکٹھے اس کو اٹھاؤ' انہوں نے ایسا ہی کیا: جب اوپر پہنچے تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جگہ پر نصب کر دیا' پھر اس پر مزید تعمیر مکمل کی گئی'' قریش والے حضور ﷺ کو امین کہا کرتے تھے۔

امام احمدؒ نے سائب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ وہ بھی بیت اللہ کی تعمیر کرنے والوں میں سے تھے' وہ کہتے ہیں: میرے پاس ایک پتھر تھا' جس کو ہم تراش کر اللہ کے سوا کیلئے عبادت کرتے تھے' میں بعض دفعہ اپنے حصے کا کچھ دودھ بچا کر لے آتا اور اس پر ڈال دیتا' کتا آتا اور دود۔ چاٹ لیتا اور پھر وہیں ٹانگ اٹھا کر پیشاب کر دیتا۔ اس طرح ہم نے تعمیر مکمل کی' اور جب حجرِ اسود کے مقام تک پہنچے تو ہمیں حجرِ اسود نہیں مل رہا تھا کیونکہ وہ پتھروں میں کہیں دب گیا تھا۔ جب اس کو نکالا گیا تو اتنا بڑا تھا جیسے آدمی کا سر اور اسقدر صاف شفاف تھا کہ اس میں انسان کا عکس نظر آتا تھ۔ قریش کے ایک قبیلہ نے کہا: ہم اس کو نصب کریں گے' دوسروں نے کہا: ہم رکھیں گے' آخر سب نے فیصلہ کیا کہ اپنے درمیان کوئی آدمی فیصلہ کرنیوالا بنالو۔ چنانچہ طے ہوا کہ جو سب سے پہلا آدمی داخل ہوگا وہی فیصلہ کریگا' جب سب سے پہلے حضور ﷺ آئے تو انہوں نے کہا: امین آگئے' ہمیں انکا فیصلہ منظور ہے' انہوں نے حضور ﷺ سے کہا تو آپ ﷺ نے پتھر کو کپڑے میں رکھا' پھر سرداروں کو بلایا تو انہوں نے کناروں سے اونچا کیا اور حضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے پتھر اپنی جگہ لگا دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانہ میں کعبۃ اللہ اٹھارہ ذراع (گز) تھا۔ اس پر مصر کی چادر کا غلاف تھا' پھر یمن کی چادروں کا غلاف بنایا گیا' اور سب سے پہلے ریشم کے کپڑے کا غلاف حجاج بن یوسف نے بنایا۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: کعبۃ اللہ کی عمارت سے انہوں نے حطیم والا حصہ نکال دیا تھا' جس کی پیمائش چھ یا سات ذراع (گز) تھی' کیونکہ انکے پاس خرچہ ختم ہو گیا تھا۔ یعنی وہ اس کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ والی بنیادوں پر دوبارہ نہیں بنا سکے تھے۔ اور انہوں نے کعبۃ اللہ کا دروازہ بھی مشرق کی طرف ایک اونچا رکھا تھا' تاکہ ہر ایک داخل نہ ہو سکے' اور جسے وہ چاہیں داخل ہونے کی اجازت دیں اور جسے چاہیں روک سکیں۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہاری قوم خرچہ نہ ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ مکمل تعمیر کرنے سے عاجز ہو چکی ہے' اور اگر اہل مکہ ابھی ابھی مسلمان نہ ہوئے ہوتے' تو میں کعبۃ اللہ کو گرا کر ایک دروازہ مشرق کیطرف رکھتا اور ایک مغرب کیطرف' اور مقام حطیم کو اس میں شامل کرتا''۔

اسی لیے تو جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو حکمرانی کا موقعہ ملا تو انہوں نے اسی طرح بنا دیا جس طرح حضور ﷺ کی خواہش تھی۔ اس وقت کعبۃ اللہ خوبصورتی اور دلکشی کی انتہا پر تھا' کیونکہ اس وقت وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام والی بنیادوں پر تھا' اس کے دو دروازے مشرق اور مغرب کی طرف تھے جو کہ زمین کیساتھ لگے ہوئے تھے' ایک سے لوگ داخل ہوتے اور ایک سے نکل جاتے۔ پھر جب حجاج بن یوسف نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو عبدالملک بن مروان کو ایک خط لکھا جس میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ تعمیر کی تفصیل تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ اپنی مرضی سے کیا۔ اس لیے اب حجاج نے کعبۃ اللہ کو اصلی حالت پر لوٹانے کا حکم دیا' چنانچہ اس کی شامی دیوار کر گرا کر اس میں سے پتھر نکال دیئے گئے' اور انکو اوپر نیچے جوڑ کر دروازہ بلند کر دیا گیا۔ مغربی دیوار کو بند کر دیا گیا اور مشرقی دیوار ویسے ہی چھوڑ دی گئی جیسے کہ تھی۔ پھر مہدی یا منصور کے زمانہ میں انہوں نے امام مالکؒ سے مشورہ مانگا کہ اگر وہ اجازت دیں تو کعبۃ اللہ کو دوبارہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے نقشہ کے مطابق بنا دیں امام مالکؒ نے فرمایا: مجھے یہ ناپسند ہے کہ بادشاہ اس کو کھیل بنا لیں' چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور تب سے آج تک وہ ایسا ہی ہے۔

باقی رہ گئی مسجد حرام کی توسیع' تو سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس

Marfat.com

کے اردگرد سے گھر خرید کر گرائے' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے مزید گھر خرید کر گرادیئے اور مسجد میں توسیع کی۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے مسجد کی بنیادیں مضبوط کیں' دیواریں اچھی بنائیں اور دروازے زیادہ کردیئے' لیکن اس میں توسیع نہیں کی اور جب حکومت کی بھاگ دوڑ عبدالملک بن مروان نے سنبھالی تو اس نے مسجد کی دیواریں بلند کروائیں اور کعبۃ اللہ کو ریشم کا غلاف پہنایا۔ اس نے یہ سب کام حجاج بن یوسف کے کہنے پر کیا تھا۔

حج اور طواف میں قریش کی بدعات

ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں قریش کی ان بدعات کا تذکرہ کیا ہے جو وہ "حمس" کی آڑ میں کیا کرتے تھے۔ حمس کا معنی ہوتا ہے دین میں حد سے زیادہ سختی اور شدت اختیار کرنا' چنانچہ انہوں نے بیت اللہ کو زیادہ عظمت دینا شروع کردی اور یہ سمجھنے لگے کہ اس کے التزام کا تقاضا یہ ہے کہ لیلۃ العرفۃ میں نہ نکلیں' وہ کہا کرتے تھے: ہم حرم کے مجاور اور متولی ہیں۔ وہ عرفات میں وقوف نہ کرتے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کے شعائر میں سے ہے' تاکہ اس طرح وہ اپنے وضع کردہ بدعت وفساد کے نظام سے نہ نکلیں' وہ دودھ سے پنیر یا گھی بھی نہ بناتے' احرام کے دوران چربی سے گھی نہ بناتے' بالوں سے بنے ہوئے گھر میں داخل نہ ہوتے' اگر سایہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو چمڑے سے بنے ہوئے گھر کا سایہ لیتے' وہ حاجیوں اور عمرہ کرنیوالوں کو مجبور کرتے کہ احرام کے دوران قریش کے سوا کسی اور سے کھانا لیکر نہ کھائیں' قریش کے کپڑوں کے سوا کسی اور کپڑوں میں طواف بھی نہیں کرنے دیتے تھے۔ اگر کسی کے پاس قریشیوں کا کپڑا نہ ہوتا تو وہ ننگا ہی طواف کرتا' اگرچہ وہ عورت ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے جب کسی عورت کو اس قسم کا طواف کرنا پڑتا تو وہ اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر چھپاتے ہوئے کہتی:

آج کے دن میری شرمگاہ کا کچھ یا سب حصہ ظاہر ہوگیا' آج کے بعد میں اس کو ظاہر نہ کروں گی۔ اگر کوئی حمسیوں کا کپڑا چھوڑ کر خود اپنے کپڑوں میں طواف کرلیتا تو اس کے

Marfat.com

لیے ضروری ہوتا کہ طواف کے بعد وہ کپڑے پھینک دے اب نہ وہ خود نہ کوئی اور اس کے کپڑے استعمال کرتا' اس قسم کے کپڑوں کو عرب ''اللقی'' کہا کرتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: اہل قریش اپنی ان بری عادتوں پر ڈٹے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بھیجا' اور ان پر قرآن اُتارا' جس نے ان کی بدعات کا تذکرہ کرتے ہوئے حکم دیا:

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ٥﴾

یعنی ''پھر طواف کیلئے پھیرو جہاں سے لوگ پھیریں''۔

آگے فرمایا:

﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔﴾ (سورۃ البقرہ:۱۹۹)

''اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔

پہلے بیان ہو چکا کہ حضور ﷺ یہ حکم نازل ہونے سے پہلے ہی محض اللہ کی توفیق سے عرفات میں وقوف فرمایا کرتے تھے۔

ایسے ہی انہوں نے جو لوگوں کو کھانے' پینے اور لباس سے روکا تھا اسکی تردید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ٥ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ، كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ الاعراف:۳۱،۳۲)

''اے اولاد آدم کی، لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو، اور بیجا خرچ نہ کرو، اس کو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے تو کہہ! کس نے حرام کیا اللہ کی زینت

Marfat.com

کو جو اُس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی، تو کہہ یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں، خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن، اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں اُنکے لئے جو سمجھتے ہیں"۔

Marfat.com

دوسری فصل

مکی عہدِ نبوت

- ☆ انبیاء علیہم السلام کا حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری دینا۔
- ☆ وحی کی ابتدا۔
- ☆ وحی کا انقطاع۔
- ☆ جنات کو اللہ کے احکامات سُننے سے روکنا۔
- ☆ حضور ﷺ پر وحی اترنے کی کیفیت۔
- ☆ سب سے پہلے اسلام لانے والے۔
- ☆ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسلام لانے کی وجوہات۔
- ☆ دعوت و تبلیغ عام کرنے کا حکم۔
- ☆ کفارِ عرب کا حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں دینا۔
- ☆ مشرکوں کا اعتراض اور ضد بازی کرنا۔
- ☆ مشرکوں کا قرآن مجید کو جھٹلانا۔
- ☆ حبشہ کی طرف ہجرت کرنا۔
- ☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کا ارادہ کرنا۔
- ☆ نجاشی کی موت۔
- ☆ شعب ابی طالب کا محاصرہ کرنا۔
- ☆ حضرت ابوطالب اور خدیجہؓ کی وفات۔
- ☆ طائف کا سفر کرنا۔
- ☆ اسراء اور معراج کا واقعہ۔
- ☆ انصار کے اسلام لانے کی ابتداء۔
- ☆ بیعہ عقبہ ثانیہ اور بیعت کرنیوالوں کے نام۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کا حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری دینا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: یہود و نصاریٰ کے علماء اور مذہبی پیشوا، حضور ﷺ کے زمانۂ بعثت کے قریب آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں حضور ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ کے زمانۂ بعثت کے حالات پڑھ رکھے تھے اور انکے انبیاء علیہم السلام نے بھی اُن سے عہد لے رکھا تھا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ (سورۃ الاعراف:۱۵۷)

"وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی اُمی ہے کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توارۃ اور انجیل میں"۔

اور فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (سورۃ الصف:۶)

"اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے: اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنے والا اُس پر جو مجھ سے آگے ہے توریت میں اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اُس کا نام ہے احمد"

اور فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾ (سورۃ الفتح:۲۹)

"محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اسکے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس

Marfat.com

میں، تو دیکھے انکو رکوع اور سجدہ میں، ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی خوشی، نشانی انکی انکے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے، یہ شان ہے انکی تورات میں اور مثال انکی انجیل میں"

اور فرمایا:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ، قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾ (سورۃ آل عمران: ۸۱)

"اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اُس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے، فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا' بولے ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو اب گواہ رہو، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا مگر اس سے وعدہ لیا کہ اگر انکی زندگی میں حضور ﷺ مبعوث ہوئے، تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے اور مدد کریں گے اور انکو یہ حکم بھی دیا کہ اپنی امت سے بھی وعدہ لو کہ اگر انکی زندگی میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ ضرور بضرور ایمان لائیں گے، انکی مدد اور اتباع کریں گے"۔

اس سے معلوم ہوتا کہ تمام انبیاء نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی تھی اور اتباع کا حکم دیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مکہ میں مانگی گئی دعا میں کہا تھا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۲۹)

"اے پروردگار! ہمارے اور اُن میں بھیج ایک رسول اُنہی میں کا کہ پڑھے اُن پر تیری آیتیں"۔

امام احمد نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول

Marfat.com

ﷺ آپ ﷺ کے معاملہ کی ابتداء کیسے ہوئی تھی؟ فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں اور میری ماں نے دیکھا کہ اس کے جسم سے نور نکل رہا ہے، جس سے ملکِ شام کے محلات روشن ہو گئے"۔

فائدہ

ابن کثیر نے ایک اور مقام پر کہا ہے کہ یہ امام احمدؒ کا تفرّد ہے، صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی اسکی تخریج نہیں کی، امام احمدؒ نے ہی اسکو عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ اس سے ملتی جلتی روایت ابوداؤد طیالسی اور دیلمی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

مذکورہ بالا روایت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان آپ ﷺ کا تذکرہ کس طرح مشہور ہوا اور پھیلا تو بتایا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں، جنکی طرف عربوں کو منسوب کیا جاتا ہے، پھر عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں جو بنی اسرائیل میں سے آخری نبی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ درمیانے انبیاء نے بھی خوشخبری دی تھی۔

امام احمد نے عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے کہا مجھے حضور ﷺ کی وہ صفات بتاؤ جو توراۃ میں ہیں، انہوں نے کہا: "ہاں، خدا کی قسم! وہ قرآن کریم کی طرح توراۃ میں بھی موصوف ہیں، اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈارانے والا اور امیوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا، تو میرا بندہ اور رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکّل رکھا ہے۔ نہ تو سخت دل اور نہ ترشرو ہے اور نہ ہی بازاروں میں چیخنے چلانے والا۔ نہ بُرائی کا بدلہ برائی سے دیتا ہے، بلکہ معاف اور درگزر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ انکو اسوقت تک وفات نہ دیں گے جب تک ان کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کرلیں اور وہ اس طرح کہ لاالٰہ الاّ اللہ پڑھکر کامیاب ہو جائیں، اللہ تعالیٰ انکے ذریعہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور غافل دلوں کو کھول دیں گے: (راوہ البخاری)۔

Marfat.com

کاہنوں کی حضور کی آمد کی پیشین گوئی کرنا

عرب کے کاہنوں کو حضور ﷺ کی آمد کی خبر جنات میں سے شیاطین کے ذریعہ ملی۔ چونکہ عرب کاہنوں وغیرہ کے پاس آتے جاتے تھے، اسے لئے اکثر اُن سے حضور ﷺ کی آمد کا سُنتے رہتے تھے، گویا یہ بات کچھ اتنی زیادہ بھی عربوں کے لئے اجنبی نہ تھی، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو بھیجا اور حقیقت عیاں ہوگئی۔ جب حضور ﷺ کی آمد کا زمانہ قریب ہوا تو شیاطین کو باتیں سُننے سے منع کر دیا گیا اور انکے درمیان اور رکاوٹیں کھڑی کردی گئیں، اور اگر کوئی سُننے کی کوشش کرتا تو اسکو ستاروں کے تعاقب سے مار بھگایا جاتا۔ اس سے شیطانوں کو معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے، اسی کے بارے میں قرآن شریف میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْءٰنًا عَجَبًاO يَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾

(سورۃ الجن: ۱، ۲)

”تو کہہ! مجھ کو حکم آیا کہ سُن گئے کتنے لوگ جنوں کے پھر کہنے لگے ہم نے سُنا ہے ایک قرآن عجیب، کہ سمجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اُس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو“

ان آیات کی تفصیلی تفسیر، تفسیر ابن کثیر میں ذکر ہو چکی ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ O قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۃ الاحقاف: ۲۹، ۳۰)

”اور جس وقت متوجہ کر دیئے ہم نے تیری طرف کتنے لوگ جنوں میں سے، سننے لگے

Marfat.com

قرآن، پھر جب وہاں پہنچ گئے، بولے چپ رہو، پھر جب ختم ہوا اُلٹے پھرے اپنی قوم کو ڈر سناتے ہوئے، بولے اے قوم ہماری! ہم نے سُنی ایک کتاب جو اُتری ہے موسیٰ کے بعد، سچا کرنیوالی سب اگلی کتابوں کو، سمجھاتی ہے سچا دین اور ایک راہ سیدھی"

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھ سے عاصم بن عمر نے نقل کیا ہے کہ ہمارا دعوتِ اسلام قبول کرنے کا سبب اللہ کی رحمت کیساتھ ساتھ یہ تھا کہ ہم نے یہودیوں سے آپ ﷺ کی آمد کا سُن رکھا تھا۔ چونکہ ہم اہل شرک اور بُت پرست تھے اور وہ اہل علم اور صاحب کتاب تھے، ہمارے درمیان اکثر جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ تو اگر انکو ہمارے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچتا تو وہ کہتے: کوئی بات نہیں، اب ایک نبی ﷺ کے آنے کا زمانہ قریب آ گیا ہے، ہم اُنکے ساتھ مل کر تمہیں قوم عاد و ثمود کی طرح قتل کریں گے، ہم اکثر یہ باتیں اُن سے سُنتے رہا کرتے تھے۔

جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو ہم نے اللہ کی دعوت کو لبیک کہا، جسکا حضور ﷺ وعدہ کر رہے تھے وہ بھی ہم نے اچھی طرح جان لیا، تو لامحالہ سبقت کرنے میں بھی ہم نے پہل کی اور ایمان لے آئے، جبکہ انہوں نے انکار کر دیا، اسی کے متعلق یہ آیت اُتری:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۹)

"اور جب پہنچی انکے پاس کتاب اللہ کی طرف سے، جو سچا بتاتی اُس کتاب کو جو اُنکے پاس ہے، اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر، پھر جب پہنچا انکو جس کو پہچان رکھا تھا تو اُس سے منکر ہو گئے، سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر"۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

تیسری فصل میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ آئے گا، جس میں ہے: "جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو لوگ اسلام قبول کرنے اور آپ ﷺ کی زیادرت کرنے میں جلدی کرنے لگے، میں بھی اُن اوّلین لوگوں میں سے تھا،

Marfat.com

جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو میں نے کہا، انکا چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں اور سب سے پہلے جو میں نے آپ ﷺ سے سُنا وہ یہ تھا: اے لوگو! سلام پھیلاؤ، صلہ رحمی کرو، غریبوں کو کھانا کھلاؤ، راتوں کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے"۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے اُن تین سوالوں کے کرنے کا واقعہ بھی مذکور ہے، جنکو کسی نبی ﷺ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا' وہ یہ ہیں: قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ جنتی لوگ جنت میں پہلا کھانا کونسا کھائیں گے؟ بچہ کس کے مشابہ ہوتا ہے باپ کے یا ماں کے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہوگی، جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف دھکیل کر لے جائے گی اور سب سے پہلا کھانا جو جنتی کھائیں گے وہ مچھلی کی کلیجی ہوگی۔ باقی بچہ کی مشابہت تو اگر مرد کا مادّے منویہ عورت کے مادّے پر غالب آجائے تو بچہ باپ کے مشابہہ ہوتا ہے یعنی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادّے مرد کے مادّے پر غالب آجائے تو بچہ ماں سے مشابہ ہوتا ہے یعنی لڑکی پیدا ہوتی ہے"۔

بیہقی نے اس حدیث کو حاکم سے اپنی سند کیساتھ بیان کیا ہے، اسمیں یہ بھی ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰه کہہ کر اسلام قبول کرلیا۔

بیہقی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: "ایک دفعہ میں حضور ﷺ کی مجلس میں موجود تھا کہ یہودی علماء میں سے ایک عالم آیا، اس نے آتے ہی کہا: السلام علیك یا محمّد، میں نے اُسے اتنے زور سے دھکہ دیا کہ وہ گرنے لگا، اس نے کہا: تو نے مجھے دھکہ کیوں دیا؟ میں نے کہا: یا محمد کی بجائے یارسول اللہ نہیں کہہ سکتے تھے؟ اس نے کہا! میں نے تو اُنکا وہی نام لیا ہے جو انکے گھر والوں نے رکھا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میرے گھر والوں نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے، پھر اُس نے کہا: میں تم سے چند سوالات کرنے آیا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو کیا تمہیں فائدہ دے گا؟ اس نے کہا: میں بہرہ نہیں' کانوں سے سنتا ہوں، حضور ﷺ نے ایک تنکے سے

Marfat.com

زمین کھودتے ہوئے فرمایا: اچھا، پوچھو یہودی نے کہا: جس دن زمین و آسمان کو تبدیل کیا جائیگا تو لوگ کہاں ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: پُل کے قریب تاریکی میں ہونگے، اس نے کہا: سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: فقراء مہاجرین۔ یہودی نے کہا: جب جنت میں داخل ہونگے تو سب سے پہلے انکی مہمانی کس سے ہوگی؟ فرمایا: مچھلی کی زائد کلیجی سے۔ اس نے کہا: اس کے بعد انکو کھانے کے لئے کیا دیا جائیگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انکے لئے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائیگا جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہا ہے، اس نے کہا: کھانے کے بعد پینے کے لئے کیا دیا جائیگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک چشمہ سے پینے کو دیا جائیگا جس کا نام سلسبیل ہے۔ اس نے کہا! آپ ﷺ نے سچ فرمایا، میں نے آپ ﷺ سے ایسی باتیں پوچھی ہیں جنکو نبی یا ایک دو آدمیوں کے سوا زمین پر کوئی نہیں جانتا، حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں تم سے کچھ کہوں تو کیا تمہیں فائدہ دے گا؟ اس نے کہا میں کانوں سے سنتا ہوں، پھر اس نے کہا: میں تم سے بچہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: مرد کی منی سفید اور عورت کی زرد ہوتی ہے، جب یہ دونوں جمع ہوں تو اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے بچہ ہوتا ہے، اور اگر عورت کی منی مرد پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے بچی ہوتی ہے''۔ یہودی نے کہا: آپ نے سچ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نبی ہیں، پھر چلا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے مجھ سے ایسے سوالات کئے جن کو میں نہیں جانتا تھا، اللہ نے اپنے فضل سے مجھے بتائے''۔

(رواہ مسلم)

روایت میں مذکور یہودی سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی مراد ہو سکتے ہیں اور انکے علاوہ کوئی اور بھی۔ امام احمدؒ نے صفوان بن عسال سے روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: مجھے اس نبی ﷺ کے پاس لے چلو، میں اس سے اس آیت:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ (سورۃ الاسراء:۱۰۱)

''اور ہم نے دیں موسیٰ کو نشانیاں صاف''

کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، اسکے ساتھی نے کہا: اس سے نہ پوچھنا ورنہ اسکی چار

Marfat.com

آنکھیں ہو جائیں گی۔ پھر انہوں نے آ کر پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، جان کو ناحق نہ مارو، جادو نہ کرو، کسی بیگانہ کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ کہ اسکو قتل کر دے، کسی پاکدامن پر تہمت نہ لگاؤ، یا فرمایا: میدان سے نہ بھاگو۔ اور تم اے یہودیو، تمہارے لئے خاص طور پر یہ حکم بھی ہے کہ ہفتہ کے دن شکار میں زیادتی نہ کرو"۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے، پھر فرمایا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر تمہیں میری اتباع سے کونسی چیز روک رہی ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ آخری نبی ﷺ انکی اولاد میں سے ہوں، اب ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم اسلام لے آئے تو یہودی ہمیں قتل کروا دیں گے"۔

اس روایت کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس روایت کی سند میں مذکورہ رجال میں کلام ہے، کیونکہ راوی پر نو نشانیاں اور دس وصیتیں مشتبہ ہو گئی ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر کوہ طور تشریف لے گئے، تو اسوقت آپ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل اور ہارون علیہ السلام بھی تھے، اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ دس کلمات اُتار گئے جنکی تفسیر اس حدیث میں کی گئی ہے۔ باقی نو نشانیاں تو یہ وہ ہیں جو خلاف عادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سرزد ہوئیں اور انکا ظہور مصر میں ہوا تھا، وہ یہ ہیں: لاٹھی، چمکتا ہوا ہاتھ، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون، قحط سالی اور پھلوں کی کمی۔ اسکی مزید تفسیر "فتح القدیر، تہذیب ابن کثیر" ص ۵۴۲، ج ۳ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ہم نے اللہ کے ارشاد:

﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَاللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورة البقرة: ۹۴، ۹۵)

"کہہ دے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں تنہا سوا اور لوگوں کے تو تم

Marfat.com

مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو، اور ہرگز آرزو نہ کریں گے موت کی کبھی بسبب اُن گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں اُنکے ہاتھ اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو"۔

کی تفسیر میں بیان کیا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ (سورۃ الجمعۃ:۷)

"تو کہہ اے یہودی ہونے والو! اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو اللہ کے سب لوگوں کے سوا، تو آرزو کرو اپنے مرنے کی، اگر تم سچے ہو، اور وہ کبھی نہ تمنا کریں گے اپنا مرنے کی اُن کاموں کی وجہ سے جنکو آگے بھیج چکے ہیں اُنکے ہاتھ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں سب گنہگار"۔

اس سلسلہ میں ہم نے مفسرین کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں۔ اور یہ کہ حضور ﷺ نے انکو مباہلہ کا چیلنج کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ دعا کریں کہ اگر وہ غلط ہیں تو ہلاک ہو جائیں اور اگر مسلمان غلط ہیں تو وہ ہلاک ہو جائیں۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ظالم ہیں، اور دُعا انکے خلاف ہی اثر کرے گی، اسکا وبال بھی ان پر پڑیگا۔ اس طرح کا چیلنج آپ ﷺ نے اہل نجران کے عیسائیوں کو کیا تھا، جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ ﷺ سے جھگڑنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا کہ انکو مباہلے کی دعوت دو، چنانچہ فرمایا:

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ (سورۃ آل عمران:۶۱)

"پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اسکے کہ آ چکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اپنی جان اور تمہاری جان، پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی اُن پر کہ جو جھوٹے ہیں"۔

ایسے ہی ایک جگہ مشرکوں کو مباہلہ کی دعوت دیتے ہوئے کہا:

Marfat.com

﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾ (مریم:٧٥)
"تو کہہ جو رہا گمراہی میں، سو چاہیے اسکو کھینچ لے جائے رحمٰن لمبا"

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: زہری نے نقل کر کے بتایا کہ میں سعید بن المسیب کے پاس گیا تو انکے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور وہ اسکا بڑا احترام کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ مدینہ کا رہنے والا ہے اور اسکا باپ حدیبیہ کا چشم دید گواہ ہے اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہے، اس نے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یہود کے چند لوگ آئے، اُن میں سے ایک مرد اور عورت سے زنا کیا تھا، قبیلہ کے لوگوں نے کہا: اس کا فیصلہ نبی ﷺ کے پاس لے چلو، کیونکہ وہ ایسے نبی ﷺ ہیں جن پر آسان احکامات نازل ہوئے ہیں۔ اگر انہوں نے سنگساری سے کم کم سزا بتائی تو اس پر عمل کریں گے اور کل اللہ کے ہاں کہیں گے کہ ہمیں نبی ﷺ کی تائید حاصل تھی، اور اگر سنگساری کا حکم دیں تو انکا کہا نہیں مانیں گے، کیونکہ اس سے پہلے بھی ہم تورات کے مسئلہ سنگساری میں اللہ کی نافرمانی کر چکے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے پاس مسجد میں آئے جبکہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے آتے ہی کہا: اے ابوالقاسم! تمہارا اس شادی شدہ آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو زنا کرے، اسکو سنگسار کیا جائے یا نہ؟۔ حضور ﷺ نے انکو کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اُٹھ کر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے اُٹھتے ہی چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کیساتھ اُٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ یہودیوں کے ایک عبادت خانہ میں گئے، جہاں وہ تورات پڑھا رہے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا: اے یہودیو! میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب تورات اُتاری، تمہاری تورات میں اُس شادی شدہ آدمی کی کیا سزا ہے جو زنا کرے؟ انہوں نے کہا: ہم اسکو تَجْبِيَة کرتے ہیں۔ تجبیہ کا معنی ہوتا ہے کہ دونوں کو مخالف سمت میں گدھے پر بٹھایا جائے، اس طرح کہ ایک کا منہ آگے کی طرف ہو اور دوسرے کا پیچھے کی طرف اور دونوں کی پیٹھیں ملی ہوئی ہوں۔ ان کا نوجوان عالم خاموش رہا، تو حضور ﷺ نے اسکو خاموش دیکھ کر سخت ترین قسم کھائی اور اس سے پوچھا کہ وہ بتائے؟ اس نے کہا: جب آپ ﷺ نے قسم دی

Marfat.com

ہے میں بتاتا ہوں کہ ایسے آدمی کے لئے ہماری تورات میں سنگساری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو پھر تم نے اسمیں کمی کس طرح کرلی؟ اس نے کہا: ایک دفعہ بادشاہ کے کسی قریبی رشتہ دار نے زنا کیا، تو بادشاہ نے اسکو سنگسار نہ کروایا کچھ عرصہ بعد عوام میں سے کسی آدمی نے زنا کیا اور بادشاہ نے اسکو سنگسار کرنا چاہا تو لوگ اسکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم اسوقت تک اسکو سنگسار نہیں ہونے دیں گے، جب تک تم اپنے چچازاد کو سنگسار نہ کرلو پھر انہوں نے اِس سزا پر صلح کرلی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں بھی وہی فیصلہ کرتا ہوں جو تورات میں ہے چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا اور اُن دونوں کو سنگسار کردیا گیا۔ زہری کہتے ہیں: کہ یہ آیت:

﴿اِنَّـآ اَنْـزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ (سورۃ المائدہ:٤٤)

”ہم نے نازل کی توریت کہ اُس میں ہدایت اور روشنی ہے، اُس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو“

اور صحیح بخاریؒ، مسلمؒ اور مالکؒ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسکا شاہد بھی موجود ہے، میں کہتا ہوں: ہم نے اپنی کتاب ”فتح القدیر، تہذیب تفسیر ابن کثیر ص ٢٦٧ ج ٢“ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿يٰٓـاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ﴾ (سورۃ المائدہ:٤١)

”اے رسول ﷺ! غم نہ کر اُن کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں، وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور اُن کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئی، بدل ڈالتے ہیں بات کو اُسکا ٹھکانہ چھوڑ کر، کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول

Marfat.com

کرلینا"۔ کی تفصیل ذکر کردی ہے۔

آیت میں مذکور تحریف سے مراد کوڑے مارنا اور چہرے کالے کرنا ہے، جس پر انہوں نے صلح کی تھی اور اپنی طرف سے گھڑ لی تھی، تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اگر حضور ﷺ تمہیں ان میں سے کسی کام کا حکم دیں تو اسکو اپنالو اور اگر حکم نہ دیں تو ایسا کام کرنے سے گریز کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

"اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اسکے لئے کچھ نہیں کرسکتا اللہ کے ہاں، یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ دل پاک کرے ان کے، انکو دنیا میں ذلت ہے اور انکو آخرت میں بڑا عذاب ہے"۔

آگے چند آیتوں کے بعد فرمایا:

﴿وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ المائدہ: ۴۳)

"کس طرح منصف بنائیں گے اور انکے پاس تو توریت ہے، جس میں حکم ہے اللہ کا، پھر اسکے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انکے بُرے گمان، کتاب کے بارے میں بداعتقادی کی مذمت کی کہ تورات میں تو رجم کا حکم ہے اور وہ اس چیز کو جانتے بھی ہیں پھر بھی اسکو چھوڑ کر چہرہ کالا کرنے اور ذلیل و رسوا کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حماد بن سلمہ کہتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی غلام حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دن وہ بیمار ہوگیا تو حضور ﷺ اسکی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، دیکھا کہ اسکا باپ سرہانے کی طرف تورات لئے پڑھ رہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اے یہودی! میں تجھے اُس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس نے

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام پر تورات اُتاری، کیا تمہاری کتاب میں میری تعریف وتوصیف اور بعثت کا ذکر ہے اس نے کہا: نہیں' غلام نے کہا: کیوں نہیں' اے اللہ کے رسول! توراۃ میں آپ کی تعریف وتوصیف اور بعثت کا ذکر ہے' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ یہ کہتے ہی اسکا انتقال ہوگیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس یہودی کو سرہانے سے اُٹھاؤ دو، اور تم اپنے بھائی کی تجہیز وتکفین کی ذمہ داری لے لو، کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے''۔ بہرحال قرآن وحدیث کی قطعی آیات اور مفہوم ومعانی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے انبیاء نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی تھی اور اکثر انبیاء کے متبعین اسکو جانتے بھی تھے، لیکن چھپا لیتے تھے اور ظاہر نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ، يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ، فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

(سورۃ الاعراف: ۱۰۷، ۱۰۸)

''وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی اُمی ہے کہ جسکو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ حکم کرتا ہے انکو نیک کام کا اور منع کرتا ہے بُرے کام سے اور حلال کرتا ہے انکے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں اور اُتارتا ہے اُن پر سے اُنکا بوجھ اور وہ قیدیں جو اُن پر تھیں سو جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اسکی

Marfat.com

رفاقت کی اور اسکی مدد کی اور تابع ہوئے اُس نور کے جو اُسکے ساتھ اُترا ہے، وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو، تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اسکے سب کلاموں پر اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ''۔

اور فرمایا

﴿وَالَّذِيْنَ ءَاتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾

(سورۃ الانعام:١١٤)

''اور جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے ٹھیک''۔

اور فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ، وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ:١٤٦)

''جنکو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اسکو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو، اور بیشک ایک فرقہ اُن میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر''۔

اور فرمایا:

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (سورۃ آل عمران:١٣٧)

''ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں اور دیکھو کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا''۔

اور فرمایا:

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ﴾ (سورۃ ابراہیم:٥٢)

''یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو اور تا کہ چونک جائیں اس سے''۔

Marfat.com

اور فرمایا:

﴿لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَنۢ بَلَغَ﴾ (سورۃ الانعام:۱۹)

''تاکہ تم کو اس سے خبردار کردوں اور جسکو یہ پہنچے''۔

اور فرمایا:

﴿وَمَن يَكۡفُرۡ بِهِۦ مِنَ ٱلۡأَحۡزَابِ فَٱلنَّارُ مَوۡعِدُهُۥ﴾ (سورۃ ھود:۱۷)

''اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقوں میں سے سو دوزخ ہے ٹھکانہ اسکا''۔

اور فرمایا:

﴿لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ ٱلۡقَوۡلُ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾ (سورۃ یٰس:۷)

''تاکہ ڈر سنائے اسکو جس میں جان ہو اور ثابت ہو الزام منکروں پر''۔

تو اللہ تعالیٰ نے امیین، اہل کتاب تمام عرب وعجم اقوام اور جس تک قرآن پہنچے اس تک آپ ﷺ کی بعثت کو ضروری قرار دیا ہے اور جو اس بعثت نہ مانے اسکے لئے وعید فرمائی ہے: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس امت کا جو بھی آدمی خواہ یہودی ہو یا نصرانی میری آمد کا تذکرہ سنے پھر بھی ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا'' (رواہ مسلم)

اور صحیحین میں ہے: ''مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کیا گیا ہے، جبکہ اس سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا۔ میرے لئے زمین کو مسجد اور پاکیزگی کا ذریعہ بنایا گیا ہے، مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کو قوموں کی طرف نبی بنا کر بھیجا جاتا اور مجھے تمام لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے'' ایک روایت کے مطابق آخری الفاظ اس طرح ہیں: ''مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجا گیا ہے بعض نے کہا کہ گورے کالے کی بجائے عرب عجم کا لفظ ہے، اور بعض نے کہا: انس وجن کا لفظ ہے۔

مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

کوعطا کردہ کتابوں میں موجود تھی، یہاں تک کہ جب نبوت کا سلسلہ بنی اسرائیل میں پہنچا، تو انکے آخری نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کوخوشخبری دیتے ہوئے کہا:

﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾

(سورۃ الصف:٦)

''اور جب کہا عیسی مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس تصدیق کرنے والا اسکی جو مجھ سے آگے ہے تورات میں اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئیگا میرے بعد اسکا نام ہے احمد''

ان روایات کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ کہنا کہ انکا ذکر سابقہ کتابوں میں موجود تھا، جیسا کہ قرآن و حدیث میں آیا ہے' نیز تمام موافقین اور مخالفین کا آپ ﷺ کو اپنے قول وعمل میں سچا سمجھنا اس بات کی علامت ہے کہ نبوت کے دعوے میں بھی آپ ﷺ سچے ہیں کیونکہ اگر آپ ﷺ سچے نہ ہوتے تو آپ ﷺ کو جھوٹ کی وجہ سے سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔

پھر اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی دعوت مشرق اور مغرب میں پھیل گئی اور آپ ﷺ کی امت بھی پورے روئے زمین پر اس قدر عام ہوئی کہ اس سے بڑھ کر کوئی امت اتنی عام نہیں پائی گئی۔ اگر حضور ﷺ نبی نہ ہوتے تو یقیناً آپ ﷺ کی آمد کیوجہ سے زبردست نقصان ہوتا اور انبیاء علیہ السلام بھی اپنی امتوں کو اس سے ضرور آگاہ کرتے اور بچنے کی تلقین کرتے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی امتوں کو گمراہوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، جیسے جھوٹے اور کانے مسیح دجال سے ہر ایک نے ڈرایا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو اسکے بارے میں آگاہ کرتے آرہے ہیں لیکن کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ کسی نے حضور ﷺ سے ڈرایا ہو آپ ﷺ سے نفرت دلائی ہو، آپ ﷺ کی شان کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کیے ہوں بلکہ آپ ﷺ کی تعریف کی گئی، آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی گئی، آپ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے

Marfat.com

اور مخالفت یا حکم عدولی سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ، قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ، قَالُوْا اَقْرَرْنَا، قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

(سورۃ آل عمران:۸۱،۸۲)

''اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آدے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچ بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اُس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا، بولے ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس سے وعدہ لیا کہ اگر وہ زندہ ہوئے اور محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تو وہ ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور مدد کریں گے، اور ان کو حکم دیا تھا کہ اپنی امتوں سے بھی وعدہ لیں کہ وہ زندہ ہوئے اور ان کی موجودگی میں محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تو وہ ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور مدد کریں گے'' (راوہ البخاری)۔

وحی کی ابتداء

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے: ''حضور ﷺ پر وحی کی ابتداء نیند میں سچے خوابوں سے ہوئی، آپ ﷺ خواب میں کوئی چیز دیکھتے تو وہ روشن سورج کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر آپ کو خلوت نشینی پسند آ گئی، تو آپ ﷺ غارِ حراء میں خلوت نشینی اختیار کر لیتے اور وہاں کئی دن رات تک عبادت کرتے رہتے۔ کھانا وغیرہ ختم ہونے پر حضرت خدیجہؓ کے پاس چلے جاتے اور مزید لیجاتے ایک دن غارِ حراء میں ہی اچانک آپ ﷺ پر وحی اُترنا شروع ہوئی، آپ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھیے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں

Marfat.com

پڑھا ہوا نہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں: اس نے مجھے پکڑا اور پورے زور سے دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھیے، میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پھر پکڑا اور زور سے دبا کر چھوڑ دیا اور حکم دیا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾

(سورۃ العلق: ۱،۵)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے، جو سب کا بنانے والا ہے، بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا''۔

حضور ﷺ دھڑکتے دِل کیساتھ واپس آئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: مجھے اُوڑھا دو، مجھے اُوڑھا دو، انہوں نے چادر اُوڑھا دی یہاں تک کہ آپ ﷺ کا خوف جاتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ سُنا دیا، اور فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی ذلیل نہیں کریگا، آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں، گرے پڑے لوگوں کو سہارا دیتے ہیں، ننگے کو کپڑے پہناتے ہیں، حق باتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر وہ انکو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو اس وقت نصرانی تھے اور عبرانی زبان جانتے تھے وہ نابینا اور بوڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اُن سے فرمایا: اپنے بھتیجے سے سنو، کیا کہہ رہا ہے؟ ورقہ نے کہا: بھتیجے، تم نے کیا دیکھا؟ حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بتا دیا تو ورقہ نے کہا: یہ تو وہی راز دار ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اُترتا تھا، کاش میں اس وقت تک زندہ ہوں جب تمہاری قوم تمہیں مکہ سے نکال دے، حضور ﷺ نے پوچھا: کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ اس نے کہا: ہاں، جس نے بھی آپ ﷺ جیسا دعویٰ کیا اسکی مخالفت کی گئی، اور اگر میں نے وہ دن پالیا تو تمہاری بھرپور مدد کرونگا۔ لیکن زیادہ دن نہیں گزرے کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی منقطع ہو گئی۔

حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا کہ: ''وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی اور آپ ﷺ

Marfat.com

جو خواب دیکھتے وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتے'' اس سے محمد بن اسحاق کی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں سویا ہوا تھا کہ جبرئیلؑ آئے، ان کے پاس ریشم کا ایک کپڑا تھا جس میں کوئی کتاب لپٹی ہوئی تھی، انہوں نے کہا: پڑھیے' میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں؟ انہوں نے مجھے اس قدر زور سے بھینچا کہ مجھے ڈر ہو گیا کہ مر جاؤں گا، پھر مجھے چھوڑ دیا''۔ پھر آگے حضرت عائشہؓ کی حدیث کی طرح ذکر کیا، گویا کہ یہ خواب بعد میں بیداری میں پیش آنے والے واقعہ کے لئے پیش خیمہ تھا، اس قسم کی روایت موسیٰ بن عقبہ سے بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرشتہ کو پہلے خواب میں دیکھا پھر بعد میں بیداری میں بھی دیکھا۔

حافظ ابو نعیم الاصبہانی اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام کو پہلے سچے خواب دِکھائے جاتے ہیں، تاکہ ان کے دل مطمئن رہیں، پھر اس کے بعد وحی اُترتی ہے''۔

یہ روایت نہیں بلکہ علقمہ رضی اللہ عنہ کا اپنا کلام ہے، جو انہوں نے مذکورہ روایت پر تفصیل کے لئے کیا ہے۔

ابتدائے وحی کے وقت آپ ﷺ کی عمر

نزولِ وحی کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی، ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سعد بن المسیبؒ سے نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کے پیش آتے وقت آپ ﷺ کی عمر تینتالیس سال تھی۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ پہ پہلی وحی تینتالیس سال کی عمر میں اُتری، اسکے بعد آپ ﷺ دس سال تک مکہ اور دس سال تک مدینہ میں رہے اور انتقال کیوقت آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے: ''جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ پر پہلی وحی اُتری تو آپ کی عمر چالیس سال تھی، آپ مکہ میں تیرہ سال رہے اور مدینہ میں دس سال' جبکہ انتقال کے وقت آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی''۔

Marfat.com

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے مزید فرمایا: ''حضور ﷺ مکہ میں پندرہ سال رہے۔ سات سال تک آپ ﷺ روشنی دیکھتے رہے اور آوازیں سنتے رہے، آٹھ سال تک آپ ﷺ پر وحی اُتری اور مدینہ میں دس سال مقیم رہے''۔

ابوشامہ کہتے ہیں: بعثت سے پہلے حضور ﷺ عجیب وغریب چیزیں دیکھتے رہے، مثلاً صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں مکہ میں ایسے پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اُسے اب بھی جانتا ہوں''۔

حضور ﷺ بعثت سے پہلے خلوت اور تنہائی اس لئے پسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ اپنی قوم کو واضح گمراہی، بُت پرستی اور بتوں کے سامنے جھکنے اور اُن سے مانگنے جیسے بُرے کاموں میں مبتلا دیکھتے تھے، اس لئے جیسے جیسے وحی اُترنے کا زمانہ قریب ہوتا گیا ویسے ویسے آپ کے دل میں اللہ کی محبت اور خلوت نشنی بھی جانگزیں ہوتی گئی۔

حدیث میں مذکور لفظ ''حرا'' کو مد وقصر دونوں سے پڑھا جا سکتا ہے، یہ مکہ کے بائیں طرف منیٰ کے راستہ پر تین میل کے فاصلہ پر ہے، اس پہاڑ پر کوہان نما جھکی ہوئی چوٹی ہے، جسمیں یہ غار ہے۔

حدیث میں مذکور دوسرے لفظ ''التحنّث: التعبد'' سے مراد لفظ تحنّث کی معنوی تفسیر کرنا ہے، ورنہ مادّے کے لحاظ سے تحنّث کا معنی ہوتا ہے ''الدخول فی الحنث'' حنث میں داخل ہونا۔ لغت میں یہ بعض دفعہ (بہت ہی کم) ''الخروج من ذلك الشیٔ'' کسی چیز کے نکلنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، تو اس قول کے مطابق خنث کا معنی ہوگا: خَرَجَ مِنَ الحِنثِ۔ اسی سے ملتے جلتے الفاظ تَحَوَّب، تَحَرَّجَ، تَأَثَّمَ، تَهَجَّرَ، تَجَنَّسَ، تَقَذَّرَ وغیرہ ہیں۔ ابن اعرابی سے پوچھا گیا: ''تَحَنَّثَ، تَعَبَّدَ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے؟'' اس نے کہا: میرے علم میں تو کوئی ایسا لفظ نہیں بلکہ یہ لفظ تَحَنَّفَ ہے، جو حنفیت سے مأخوذ ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں: اہل عرب فاء کو ثاء سے بدلتے رہتے ہیں چنانچہ وہ تَحَنُّث بھی

Marfat.com

کہتے ہیں اور تَـخَـنُّفُ بھی۔ اسی سے ملتا جلتا ایک اور لفظ میں بھی فاء کی جگہ ثاء بول دیتے ہیں، جیسے جَدَثٌ اور جَدَفٌ۔ اسی کو رؤبة نے اپنے شعر میں استعمال کرتے ہوئے کہا:

لو کان احجاری مع الأجدافِ

اس شعر میں بھی اجداف سے مراد اجداث ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: اہل عرب ''ثُمَّ'' کی جگہ ''فُمَّ'' کہہ دیتے ہیں، اس لئے تو بعض مفسرین کہتے ہیں کہ سورۃ البقرۃ آیت (۶۱) میں مذکور لفظ ''وَفُوْمِهَا'' سے مراد ''ثُوْمِهَا'' ہے

بعثت سے پہلے حضور ﷺ کی عبادت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ کس شریعت کے مطابق تھی یا نہیں تھی، اگر شریعت کے مطابق تھی تو کونسی شریعت تھی؟ بعض کہتے ہیں: نوح علیہ السلام کی شریعت، بعض کہتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کی شریعت تھی اور یہی قوی ترین قول ہے۔ بعض کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام اور بعض عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں: جس چیز کو آپ شریعت سمجھتے اس کی اتباع کرتے اور اسپر عمل کرتے ان سب اقوال میں کافی تفصیل ہے جو اصولِ فقہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

حدیث کے یہ الفاظ ''حتی جاء ہ الحق وھو بغارِ حراء'' سے مراد یہ ہے کہ پیشگی اطلاع کے بغیر اچانک وحی آئی، جیسے ایک دوسری حدیث میں یہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے: ''حتی فجئه الحق'' اور جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾

(سورۃ القصص:۸۶)

''اور تو توقع نہ رکھتا تھا کہ اُتاری جائے تجھ پر کتاب مگر مہربانی سے تیرے رب کی''

سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کا آغاز یعنی وحی کی ابتداء سوموار کے دن ہوئی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہی دن ہے جسمیں میں پیدا ہوا اور مجھ پر وحی اُتری''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''تمہارے نبی محمد ﷺ سوموار کے دن

Marfat.com

پیدا ہوئے اور اسی دن انکو نبوت عطا کی گئی۔ یہی قول عبید بن عمیر، ابو جعفر الباقر اور دیگر علماء نے بھی اختیار کیا ہے کہ حضور ﷺ پر وحی سوموار دے دن اُتری اور اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

پھر کہتے ہیں: مہینہ ربیع الاوّل کا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضور ﷺ بارہ ربیع الاوّل کو سوموار کے دن پیدا ہوئے، اسی میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے اور اُسی میں آپ ﷺ کی معراج ہوئی" مشہور یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت رمضان کے مہینہ میں ہوئی، جیسا کہ عبید بن عمیر کہ محمد بن اسحاق وغیرہ سے منقول ہے۔

ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ﴾

(سورۃ البقرۃ:۱۸۵)

"مہینہ رمضان کا ہے، جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے"۔

سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: قرآن کا نزول رمضان کی دس تاریخ کو ہوا۔

واقدی نے ابو جعفر باقر سے روایت کرتے ہوئے کہا: حضور ﷺ کی طرف وحی کی ابتداء سوموار کے دن سترہ رمضان المبارک کو ہوئی، اور بعض کہتے ہیں: چوبیس کو۔

حدیث میں جو جبریل علیہ السلام کا قول نقل ہوا: "اقراء" اور اسکے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: "ما انا بقاری" تو صحیح یہ ہے کہ "ما انا بقاری" کہنا نفی ہے، یعنی میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو اچھی طرح پڑھ نہیں سکتے۔ اسی کو نووی نے ترجیح دی ہے۔ بعض حضرات نے کہا: یہ استفہامیہ ہے، لیکن یہ قول درست نہیں، کیونکہ اثبات میں باء کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔ پہلے قول کی تائید ابو نعیم کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے: "حضور ﷺ نے کانپتے اور ڈرتے ہوئے کہا: میں نے تو کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی نہ ہی مجھے پڑھنا آتا ہے، میں نہ لکھتا ہوں نہ پڑھ سکتا ہوں" حضرت جبریل نے انکو پکڑا اور سختی سے بھینچا، پھر چھوڑ کر فرمایا: پڑھیے، حضورؐ نے فرمایا: "مجھے کوئی چیز نظر نہیں آرہی کہ پڑھوں، کیا پڑھوں، کیا لکھوں؟"۔

Marfat.com

حدیث میں مذکور لفظ "غَطَّنِیْ" طاء کیساتھ بھی مروی ہے، جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ اور تاء کیساتھ "غَتَّنِیْ" بھی ہے۔ "قد غَتَّنِیْ" بمعنی "خَنَقَنِیْ" میرا گلا دبایا بھی مروی ہے۔

حدیث کے ٹکڑے "حتی بلغ منی الجھد" میں مذکور لفظ جہد کو جیم کے ضمہ اور فتحہ دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے اور اسکو مرفوع و منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو تین دفعہ بھینچا، اسکے بارے میں ابو سلیمان الخطابیؒ کہتے ہیں: جبریل علیہ السلام نے اسطرح اس لئے کیا تا کہ آپ ﷺ کے صبر کو آزمالیں اور اچھی طرح تربیت کریں نیز آپ ﷺ کو بار نبوت اُٹھانے کے لئے راضی کیا جائے، کیونکہ وحی کا اپنا بوجھ تھا، جسکی وجہ سے آپ ﷺ پسینہ میں شرابور ہو جاتے اور آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہو جاتی۔

بعض حضرات کہتے ہیں: جبریل علیہ السلام نے ایسا کئی وجوہات کیوجہ سے کیا: اُن میں سے ایک یہ کہ آپ ﷺ کو دیئے جانے والے کام کی عظمت سے روشناس کروانے اور متوجہ کروانے کے لئے ایسا کیا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا﴾ (سورۃ المزمل:۵)

اسلئے جب حضور ﷺ پر وحی اُترتی تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا، سخت سردی کے دنوں میں بھی آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ خون کی دھاریوں کی طرح بہتا حدیث میں جو ہے: "آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے تو آپ کا دل دھڑک رہا تھا"۔ ایک روایت میں "فؤاد" کے بجائے "بوادر" کا لفظ ہے جو "بادرۃ" کی جمع ہے۔ ابو عبیدۃ کہتے ہیں: یہ کاندھے اور گردن کے درمیانی گوشت کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں: وہ رگیں ہیں جو خوف کے وقت پھول جاتی ہیں۔ اور بعض کے نزدیک "فؤاد" کے بجائے "بآدلہ" کا لفظ ہے، جسکا واحد "بادلة" یا "بادل" ہے اور یہ گردن اور گلہ کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں پستانوں کی جڑ یا گوشت کو کہتے ہیں۔

آگے حدیث میں فرمایا: "مجھے اُوڑھا دو، مجھے اُوڑھا دو" جب انکا خوف جاتا رہا، تو حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: مجھے کیا ہو گیا تھا؟ مجھے کیا پیش آیا تھا؟ پھر آپ نے سارا واقعہ سُنایا

Marfat.com

اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا کام دیکھا تھا جو اس سے پہلے کبھی پیش نہیں آیا تھا اور نہ آپ ﷺ کے وہم و گمان میں تھا۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کریگا۔ یہ تسلی انہوں نے اس لئے دی کہ وہ آپ ﷺ کے اندر غیر معمولی اچھے اخلاق پاتی تھیں اور جانتی تھیں کہ جسکے اندر یہ صفات ہوں وہ دنیا اور آخرت میں کبھی ذلیل و رسوا نہیں ہوتا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کی وہ صفات گنوائیں جو آپ ﷺ کی عادات میں سے تھیں، انہوں نے کہا: آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بیانی سے کام لیتے ہیں' اور یہ ایسی صفات تھیں جس میں نہ صرف آپ ﷺ مشہور تھے بلکہ ہر موافق اور مخالف اسکا اعتراف کرتا تھا۔ ''بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں'' یعنی عیالدار کی ایسی مدد کرتے ہیں کی انکی ذمہ داری میں کمی ہو اور بوجھ ہلکا ہو جائے۔ ''ننگوں کو پہناتے ہو'' یعنی نیک کاموں میں پہل کرتے ہیں، فقیر کو دیکر نیکی کمانے میں پہل کرتے ہیں۔ اور فقیر کو ''معدوم'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اسکی زندگی بھی ناقص اور ادھوری ہوتی ہے' انکی موجودگی اور عدم موجودگی برابر ہوتی ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا:

جس کا ترجمہ یہ ہے:

مردہ وہ نہیں ہوتا جو مر گیا
اور اس نے راحت پالی

بلکہ مردہ تو وہ ہوتا جو زندہ ہو کر بھی مُردہ ہو۔

ابو حسن تہامی نے بھی شرح مسلم میں قاضی عیاض سے نقل کرتے ہوئے کہا:

فقیر کو مردہ شمار کر اور اسکے کپڑوں کو
پراگندہ کفن اور اسکے ٹھکانے کو قبر

خطابی کہتے ہیں: یہ لفظ "وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمُ" ہے یعنی خرچ کرنا، یا اسکا معنی ہے گرے پڑے کی خبر گیری اس طرح کرنا، اور اسکو اتنا مال دینا کہ اس سے زندہ رہے۔

شیخ حافظ ابو الحجاج نے کہا کہ یہاں معدوم سے مراد دیا ہوا مال ہے، یعنی اسکو مال دیتے ہیں جسکے پاس اپنا مال نہیں باقی جو بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تو

Marfat.com

اپنے مال تجارت سے مالِ معدوم یعنی عمدہ اور کمیاب مال خریدتا ہے تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ ایسی صفت کی تعریف نہیں کی جاتی۔

حدیث میں مذکور لفظ ''تقری الضیف'' سے مراد ہے مہمان نوازی میں عمدگی سے پیش آنا، مثلاً پر تکلف کھانا پیش کرنا، اچھا ٹھکانہ دینا وغیرہ۔ ''حق داروں کے ساتھ مدد کرتے ہیں'' سے مراد یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ حق پر ہو تو آپ ﷺ اسکی مدد کرتے ہیں اور اسکا ساتھ دیتے ہیں یہاں تک کہ اسکے گزر بسر کا طریقہ پیدا ہو جائے یا وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔

آگے جو حدیث میں آیا ہے کہ: ''پھر وہ انکو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، وہ بہت بوڑھے اور نابینا تھے''۔ انکے حالات کا کچھ تذکرہ زید بن عمرو بن نفیل کے تذکرہ کے ساتھ گزر چکا ہے۔ جس میں یہ بھی ہے کہ جاہلیت میں یہ نصرانی ہو گئے تھے، اس لئے مکہ چھوڑ کر اپنے ساتھیوں زید بن عمر، عثمان بن الحویرث، عبید اللہ بن جحش کیساتھ شام چلے گئے اور نصرانی بن گئے تھے کیونکہ اسوقت انہوں نے اسی دین کو حق کے زیادہ قریب پایا۔ زید بن عمرو پھر بھی نصرانی نہ ہوئے، کیونکہ انہوں نے اسمیں بہت سی تبدیلیاں، تحریفات اور تاویلات دیکھیں، تو انکی فطرت اس دین کو قبول کرنے میں آڑے آئی۔ دوسری طرف انہوں نے یہودی اور نصرانی علماء سے آخری نبی کے آنے کا سُن رکھا تھا، جس کا زمانہ اب قریب ہو گیا تھا، اس لئے وہ اسکی تلاش میں واپس آ گئے۔ وہ اپنی فطرت پر ڈٹے رہے لیکن زندگی نے اُن سے وفا نہ کی اور وہ بعثت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ ورقہ بن نوفل نے وہ زمانہ پالیا اور انہوں نے حضور ﷺ کو اُن علامات پر پورا اُترتا ہوا بھی پایا، اس لئے جب وہ مخصوص حالات پیش آئے تو حضرت خدیجہؓ انکو لیکر ورقہ کے پاس آئیں اور کہا: اپنے بھتیجے سے سُنو یہ کیا کہتے ہیں؟ جب حضور ﷺ نے دیکھے ہوئے واقعہ کی خبر دی تو اس نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اُترتا تھا۔ ورقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ نہیں کیا، حالانکہ انکی شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تھی، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو مکمل کرنے والی تھی بلکہ اکثر علماء کے نزدیک اسکا

Marfat.com

کچھ حصہ ہی منسوخ ہوا تھا، جیسے فرمایا:

﴿وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۃ آل عمران:۵۰)

''اور اس واسطے کہ حلال کردوں تم کو بعض وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر''۔

ورقہ کا یہ کہنا ایسا ہی تھا جیسے جنات نے کہا تھا:

﴿قَالُوْا يَاقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۃ الاحقاف:۳۰)

''بولے اے قوم! ہم نے سنی ایک کتاب جو اُتری ہے موسیٰ کے بعد، سچا کرنیوالی سب اگلی کتابوں کو، سجھاتی ہے سچا دین اور ایک راہ سیدھی''۔

پھر ورقہ نے کہا: ''اے کاش: میں اس دن طاقتور ہوتا''۔ یعنی کاش میں اس دن بھر پور جوان، ایمان، علم اور اعمالِ صالحہ والا ہوتا، اور یہ کہنا: ''کاش میں اسوقت تک زندہ رہوں جب تجھے تیری قوم نکالے گی'' کا معنی یہ ہے کہ اگر میں وہ زمانہ پالوں تو میں تیرے ساتھ ہونگا اور تیری مدد کرونگا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟''۔

سہیلی کہتے ہیں: یہ اس لئے فرمایا کہ وطن کی جدائی نفس پر شاق گزرتی ہے۔ ورقہ نے کہا: ہاں! کوئی نبی ایسا نہیں آیا، جس نے تمہاری طرح دعویٰ کیا ہو مگر اس سے دشمنی کی گئی' اور اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو تمہاری بھرپور مدد کرونگا''۔

آگے جو ہے: ''پھر ورقہ زیادہ دن زندہ نہ رہے''۔ اسکا مطلب ہے کہ اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد مر گئے' لیکن انکی باتوں سے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق' وحی سے حاصل شدہ معلومات پر ایمان اور مستقبل میں اچھی نیت کا علم ہوتا ہے۔

فائدہ

ابن کثیرؒ نے بعض روایات میں ذکر کیا ہے کہ ورقہ بن نوفل جنتی ہے، لیکن وہ تمام روایات ایسی ہیں جن میں کلام کی گنجائش ہے، اس لئے اُن سے استدلال کرنا درست نہیں۔ دراصل ابن کثیر کا میلان علماء کے اُن گروہ کی طرف ہے جنکا یہ خیال ہے کہ ورقہ ایمان لے آیا تھا، بلکہ بعض نے تو اسکو صحابہ ؓ میں بھی شمار کیا ہے، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ وہ

Marfat.com

نصرانیت پر قائم رہا اور اسی پر اسکی وفات ہوئی، اور اسوقت تک حضور ﷺ کو تبلیغِ رسالت کا حکم بھی نہیں ہوا تھا۔ اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ مردوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ باقی ورقہ کا یہ کہنا کہ اگر مجھے وہ دن نصیب ہوا تو میں تمہاری بھر پور مدد کرونگا' تو یہ ایک وعدہ ہی تھا جو پورا نہ ہوسکا۔ اس حساب سے یہ کہا جاسکتا کہ ورقہ اہلِ فترۃ میں سے تھا۔

وحی کا انقطاع

بخاری میں ہے: ''پھر ایک عرصہ تک حضور ﷺ سے وحی منقطع رہی، جس سے حضور ﷺ اتنے برگشتہ ہوئے کہ غم کے عالم میں آپ ﷺ نے کئی دفعہ کوشش کی کہ اپنے آپ کو پہاڑوں سے گرا کر ختم کرلیں۔ چنانچہ جب کبھی آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے اور اپنے آپ کو گرانے کو ہوتے تو جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے: اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، اس سے آپ ﷺ کو کچھ تسلی ہوتی اور آپ ﷺ اپنے ارادے سے باز آجاتے۔ پھر جب کچھ عرصہ گزر جاتا اور وحی نہ آتی تو آپ ﷺ تنگ دِل ہوکر پہاڑ پر چڑھ جاتے اور اپنے آپ کو ختم کرنے کی کوشش کرتے، لیکن اسی لمحہ جبریل تشریف لاتے اور وہی کہتے جو اُوپر گزر چکا۔

صحیحین میں منقول ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو فترۃ وحی کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سُنا: ''ایک دن میں جارہا تھا کہ اچانک میں نے اوپر سے ایک آواز سنی، جب میں نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حراء میں میرے پاس آیا تھا، اسوقت وہ زمین و آسمان کے درمیان فضا میں کُرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر میں اسقدر گھبرایا کہ بیہوش ہوگیا، ہوش آنے پر گھر آگیا اور خدیجہؓ سے کہا: مجھے کپڑا اوڑھادو، مجھے کپڑا اُوڑھادو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اُتاریں:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَأَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○﴾ (سورۃ المدثر: ۱۔۵)

Marfat.com

"اے لحاف میں لپٹنے والے، کھڑا ہو پھر ڈر سنا دے، اور اپنے رب کی بڑائی بول، اپنے کپڑے پاک رکھ، اور گندگی سے دور رہ"۔

ابو سلمہ کہتے ہیں: آیت میں مذکور "رجز" سے مراد بت ہیں، پھر وحی لگا تار آنے لگی۔

فائدہ

ایک عرصہ تک وحی منقطع رکھنے کا ایک مقصد آپ ﷺ پر طاری ہونیوالی گھبراہٹ کو دور کرنا اور وحی کے لئے دوبارہ شوق دلانا تھا۔ باقی کتنے عرصہ تک وحی منقطع رہی، تو امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ تین سال تک اور یہ وہی تین سال ہیں جو "اِقْرَاْ" اور "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" کے نزول کا درمیانی وقفہ ہے۔ وحی منقطع ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ جبریلؑ بھی نہیں آتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول میں دیر ہو گئی تھی۔

فترۃ الوحی کے منقطع ہونے کے بعد سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات سب سے پہلے اُتریں، اور مطلقاً سب سے پہلے اُترنے والی آیات سورۃ العلق کی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے سورۃ المدثر کی آیات اُتریں۔ لیکن مناسب یہی ہے کہ انکے کلام کو اس پر محمول کیا جائے کہ فترۃ وحی کے بعد یہی اولیں آیات تھیں، کیونکہ حدیث کے طرزِ کلام سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضورؐ نے پہلے دیکھنے کیوجہ سے دوبارہ فرشتے کو پہچان لیا۔

صحیحین میں یحیٰی بن ابی کثیر سے منقول ہے کہ میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے پوچھا: قرآن کی پہلی آیات کونسی اُتریں؟ انہوں نے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ میں نے کہا اور ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾؟ کہنے لگے، میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے کہا تھا ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ میں نے کہا: ﴿اِقْرَاْ﴾ نہیں؟ انہوں نے کہا: حضور ﷺ نے فرمایا: "میں ایک ماہ تک غارِ حراء میں خلوت گزیں رہا، جب میں نے اپنی مدت پوری کر لی، تو میں گھر آنے کے لئے اُترا۔ راستہ میں کسی نے مجھے آواز دی، میں نے آگے، پیچھے اور دائیں، بائیں دیکھا، لیکن مجھے کوئی

Marfat.com

چیز نظر نہ آئی۔ پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا، تو فرشتہ ہوا میں ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا، اس سے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، میں حضرت خدیجہؓ کے پاس آیا اور اس سے کہا تو اس نے مجھے کپڑا اُوڑھا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ تک اُتاریں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس سے میں گھبرا گیا۔

اس حدیث سے تو صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ پہلے بھی آیا تھا اور آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی بھی اُترتی تھی۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ فترۃِ وحی کے بعد سب سے پہلے یہ آیات اُتریں

﴿وَالضُّحٰی ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰی﴾

(سورۃ الضحیٰ:۱،۳)

''قسم دھوپ چڑھتے وقت کی، اور رات کی جب چھا جائے، نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا''

اس لئے تو حضور ﷺ نے اسکے شروع میں خوشی سے تکبیر پڑھی۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں، اس کو پہلی صحیحین والی روایت بھی جھٹلاتی ہے، جس میں تھا کہ ابتدائی سورت المدثر تھی۔ سورۃ الضحیٰ کا دیر سے نزول اُن چند راتوں کے بعد تھا جو کسی اور موقع پر تھیں، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں حضرت جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے کچھ شکایت کی جس سے وہ دو تین راتیں تشریف نہیں لائے، ایک عورت نے کہا: میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ کی ابتدائی آیات اُتاریں۔ گویا سورۃ المدثر کے ذریعہ آپ ﷺ کو لوگوں تک رسالت پہنچانے کا اور ''اِقْرَاء'' سے نبوت ملنے کا تذکرہ کیا گیا۔

بعض کہتے ہیں: وحی منقطع ہونے کی مدت دو یا اڑھائی سال تھی، پھر لگاتار آنے لگی۔ حضور ﷺ نے اسکا پورا بیڑا اُٹھالیا اور اسکے لئے پختہ عزم کرلیا، پھر آپ ﷺ نے

Marfat.com

اللہ کی طرف ہر قریب و دور، آزاد اور غلام کو بلایا، چنانچہ خوش نصیبوں اور نیک بختوں نے ایمان قبول کرلیا اور بدبختوں اور بدنصیبوں نے مخالفت کی راہ اپنائی۔

مردوں میں سے اسلام قبول کرنے میں پہل کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ اور غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

جنّات کو احکامات الٰہیہ سننے سے روکنا

جب قرآن مجید اُترنے لگا تو جنات اور سرکش شیاطین کو سُن گُن لینے سے منع کیا گیا، تا کہ کوئی مخلوق ایک آدھ لفظ سُن کر اپنے چیلوں تک نہ پہنچادے اور پھر حق و باطل آپس میں گڈ مڈ ہو جائیں، اس لئے یہ اللہ کا خاص فضل و کرم ہوا کہ جنات کو آسمانوں پر آنے جانے سے روک دیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ، فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ وَاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾

(سورۃ الجن: ۸،۱۰)

''اور یہ کہ ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پھر پایا اسکو بھر رہے ہیں اُس میں چوکیدار سخت اور انگارے اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے، پھر جو کوئی اب سننا چاہے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارہ گھات میں، اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ بُرا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے اُنکے حق میں انکے رب نے راہ پالینا''۔

اور فرمایا

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾

(سورۃ الشعراء: ۲۱۰،۲۱۲)

''اور اس قرآن کو نہیں لے کر اُترے شیطان اور نہ اُن سے بن آئے اور نہ وہ کرسکیں، ان کو تو سُننے کی جگہ سے دور کر دیا ہے''۔

Marfat.com

حافظ ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: ''جن آسمانوں پر چڑھ کر وحی سن لیا کرتے تھے اور ایک کلمہ کیساتھ اپنی طرف سے نو کلمات ملا لیتے، وہ ایک کلمہ تو برحق ہوتا اور باقی باطل۔ پھر جب حضور ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث کیا گیا تو جنوں کو بھی آسمانوں پر چڑھنے سے روک دیا گیا، اس سے انکو بڑی تشویش ہوئی۔ انہوں نے اپنے سردار ابلیس سے اسکا تذکرہ کیا، کیونکہ اس سے پہلے تو انکو ستاروں سے نشانہ نہیں بنایا جاتا تھا، ابلیس نے کہا: ضرور یہ کسی زمینی حادثے سے ہوا ہے، پھر اس نے اپنے چیلوں کو اصل واقعہ معلوم کرنے کے لئے پوری زمین پر پھیلا دیا۔ مکہ کی طرف بھیجے جانے والے گروہ نے آپ ﷺ کو دو پہاڑوں کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے واپس آ کر اپنے سردار کو بتایا، ابلیس نے کہا: یہی وہ واقعہ ہے جو زمین میں نیا پیش آیا ہے''۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''جنوں کے ہر قبیلہ کے لئے سمع کے خاص ٹھکانے تھے، جب وحی نازل ہوتی تو اس کی آواز ہتھیاروں کی جھنکار کی طرح ہوتی، جس کو سنتے ہی فرشتے سجدے میں گر جاتے اور اس وقت تک سر نہ اُٹھاتے جب تک وحی ختم نہ ہو جاتی، جب ختم ہو جاتی تو وہ آپس میں کہتے: تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ تو اگر اسکا تعلق آسمان کی چیزوں سے ہو، تو وہ کہتے: حق بات کہی اور وہ بلند مرتبہ اور بڑا ہے، اور اگر اسکا تعلق زمین کی چیزوں جیسے غیب، موت یا کسی اور زمینی چیزوں سے ہو تو وہ آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے: ایسے ایسے ہونے والا ہے، انکی گفتگو شیاطین سن لیتے اور اپنے چیلوں کو بتا دیتے۔ جب حضور ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا گیا، تو انکو ستاروں کے ذریعے سن گن لینے سے روکا جانے لگا۔ سب سے پہلے اسکا اندازہ قبیلہ ثقیف کو ہوا، اس آفت سے بچنے کے لئے بکریوں والے روزانہ ایک بکری اور اونٹ والے اونٹ ذبح کرنے لگے، یہاں تک کہ انکے مال مویشی ختم ہونے لگے' اس حالت کو دیکھ کر وہ کہنے لگے: ایسا نہ کرو، بلکہ دیکھو کہ یہ وہی ستارے ہیں جس سے ہم رہنمائی لیتے ہیں، یا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ رہنمائی کرنیوالے ستارے تو جوں کے توں ہیں، اسمیں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ یہ دیکھ کر وہ واقعے کی کھوج لگانے کیلئے کھڑے ہوئے۔ ایک جگہ انہوں نے قرآن مجید سنا تو

Marfat.com

کہنے لگے: خاموش ہو جاؤ اور سنو، پھر ابلیس کے پاس گئے اور اُسے بتایا، اس نے کہا: یہ تو زمین پر کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ میرے پاس زمین کے تمام حصّوں کی مٹی لائی جائے، جب وہ تہامہ کی مٹی لائے، تو اس نے کہا: یہیں واقعہ پیش آیا ہے''۔

(رواہ البیہقی والحاکم)

بیہقی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی عرصہ میں آسمانِ دنیا کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی''۔ اس حدیث میں حفاظت نہ کرنے سے مراد سخت حفاظت ہے، اور اسی پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے، جیسا کہ حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر چمکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاہلیت میں جب ستارہ ٹوٹتا تھا تو تم کیا کہتے تھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے: کوئی بڑا آدمی مرا یا پیدا ہوا، فرمایا: نہیں۔ لیکن ۔۔۔۔ الخ''۔

فائدہ

اس حدیث کو مسلمؒ، احمدؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ترمذی میں یہ پوری حدیث اس طرح ہے: ''اس دوران کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ستارے سے شیطان کو بھگایا گیا جس سے وہ روشن ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جاہلیت میں جب تم اسے دیکھتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم کہا کرتے تھے: کوئی بڑا آدمی مریگا یا پیدا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسکو کسی کے مرنے یا جینے کی وجہ سے نہیں مارا جاتا، بلکہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ فرماتے ہیں تو حاملین عرش فرشتے اسکی پاکی بیان کرنے لگ جاتے، پھر اُس آسمان والے جوان سے متصل ہوتے ہیں، پھر انکے بعد والے یہاں تک کہ وہ تسبیح اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والے سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ انکو بتاتے ہیں، اس طرح ہر آسمان والے دوسرے سے پوچھتے ہیں، جب وہ خبر آسمانِ دنیا تک پہنچتی ہے تو وہاں پر شیاطین سُن گن لینے کی کوشش

Marfat.com

کرتے ہیں جس کی وجہ سے انکو ستاروں سے نشانہ بنایا جاتا ہے، وہ اپنے عاملوں کو بتاتے ہیں پھر جو بات وہ ہو بہو پہنچادیں وہ حق ہوتی ہے، لیکن وہ اکثر تحریف اور زیادتی کر دیتے ہیں"۔

حضور ﷺ پر وحی اُترنے کی کیفیت

پہلی اور دوسری دفعہ وحی لانے کی کیفیت تو گزر چکی کہ پہلی اور دوسری دفعہ جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے تو آپ ﷺ کیا کیفیت تھی۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: "یارسول اللہ ﷺ! آپ پر وحی کیسے اُترتی ہے؟ فرمایا: بعض دفعہ اسکی آواز ہوایسی ہوتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو اور یہی کیفیت مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، جب وہ ختم ہوتی ہے تو میں سب یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ بعض دفعہ فرشتہ انسان کی شکل میں آ کر میرے ساتھ باتیں کرتا ہے اور وہ میں یاد کر لیتا ہوں"۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پر سخت سردیوں کے دنوں میں وحی اُتری، اور جب ختم ہوئی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ رہا تھا" یہ روایت صحیحین میں بھی مذکور ہے اور امام احمد نے اسکو بیان کیا ہے۔

صحیح بخاری میں "حدیثِ افک" کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "خدا کی قسم! ابھی حضور ﷺ نے مجلس نہیں چھوڑی تھی اور نہ ہی گھر والوں میں سے کسی کو نکالا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی اُترنا شروع ہوگئی، اور سختی کی وہی کیفیت طاری ہوگئی جو وحی کے وقت ہوا کرتی تھی کہ وحی کے بوجھ کی وجہ سے سردیوں کے دن میں بھی آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح گرتے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "جب آپ ﷺ پر وحی اُترتی تو بڑی تکلیف محسوس کرتے، آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو جاتا" اور ایک روایت میں ہے: "آپ ﷺ اپنی آنکھیں بند کر لیتے اور اسی سے ہمیں پتہ چل جاتا کہ آپ ﷺ پر وحی اُتر رہی ہے"۔

صحیحین میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری:

Marfat.com

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ النساء:۹۵)

"برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان"

تو حضرت ابن امّ مکتومؓ نے اپنی مجبوری بیان کی تو پھر یہ آیت اُتری

﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ ۝﴾

"جن کو کوئی عذر نہیں"

ان آیتوں کے اُترتے وقت میری ران پر حضور ﷺ کی ران تھی اور میں لکھ رہا تھا، جب وحی اُترنا شروع ہوئی تو قریب تھا کہ انکی ران میری ران کو کچل دے۔

صحیح مسلم میں حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم حضور ﷺ پر وحی اُترتے ہوئے دیکھو؟ میں نے کہا: ہاں' چنانچہ جعرّانہ کے مقام پر انہوں نے حضور ﷺ کے چہرہ سے کپڑا اہٹایا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا، اور آپ ﷺ کے مُنہ سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے اونٹ بلبلاتا ہے"۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب پردہ کی آیت نازل ہوئی تو ایک رات حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے لئے نکلیں۔ اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے فرمایا: اے سودہ رضی اللہ عنہا میں نے تجھے پہچان لیا، وہ حضور ﷺ کے پاس پوچھنے کے لئے آئیں جبکہ آپ ﷺ رات کا کھانا کھا رہے تھے اور ایک ہڈی آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ اسی دوران آپ ﷺ پر وحی اُترنا شروع ہوئی، پھر آپ نے سر اُٹھا کر فرمایا: "اپنی ضرورت کے لئے نکلنے کی تمہیں اجازت ہے"۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وحی کی اتنی سخت کیفیت بھی نہیں ہوتی تھی کہ آپ ﷺ کے ہوش بالکل جاتے رہیں کیونکہ ابھی گزرا کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ سے ہڈی بھی نہیں گری۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: "جب آپ ﷺ پر وحی اُترتی تھی تو آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو جاتا، آپ صحابہؓ سے گفتگو فرمانا چھوڑ دیتے اور وہ

Marfat.com

بھی آپ ﷺ سے باتیں نہیں کرتے تھے''۔

صحیحین میں یہ بھی ثابت ہے کہ صلحِ حدیبیہ سے واپسی پر جب کہ آپ ﷺ سواری پر سوار تھے سورۃ الفتح نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (سورۃ القیامۃ:۱۶تا۱۹)

''نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ جلدی اس کو سیکھ لے، وہ تو ہمارا ذمہ ہے اسکو جمع رکھنا تیرے سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے، پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اسکے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اسکو کھول کر بتلانا''

اور فرمایا:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَاتَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ○﴾ (سورۃ طٰہٰ:۱۱۴)

''سو بلند درجہ اللہ کا اُس سچے بادشاہ کا اور تو جلدی نہ کر قرآن کے لینے میں جب تک پورا نہ ہو چکے اسکا اُترنا اور کہہ اے رب زیادہ کر میری سمجھ''

یہ کیفیت ابتداء میں ہوتی تھی کہ آپ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی پوری پوری لینے اور اچھی طرح یاد رکھنے کے لئے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وحی ختم ہونے تک خاموش رہا کریں اور اس بات کی ذمہ داری لی کہ وحی کو آپ ﷺ کے سینہ میں محفوظ رکھا جائے گا، اسکی تلاوت تبلیغ، تبیین وتفسیر کو آپ کے لئے آسان بنایا جائیگا، اسلئے مذکورہ بالا آیتیں اُتاریں۔

صحیحین میں حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

﴿لَاتُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ﴾

''یعنی ہم پہلے اس کو آپ کے سینہ میں محفوظ کریں گے پھر آپ پڑھیں گے''

﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ ○﴾

Marfat.com

''یعنی اسکو سُنیے اور خاموش رہیے''

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾

چنانچہ جب آپ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آتے تو خاموش ہو جاتے، اور جب چلے جاتے تو آپ ﷺ پڑھ کر سنا دیتے۔

سب سے پہلے اسلام لانیوالے

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ کے پاس لگاتار وحی آنا شروع ہوگئی، آپ ﷺ نے وحی کی تعلیمات کو سچ جانا اور بندوں کی ناراضگی اور ناپسندگی کے باوجود اس بارِ گراں کو قبول کیا۔ کیونکہ نبوت و رسالت وہ محنت طلب کام ہے جس کا بوجھ اللہ کی توفیق و مدد سے صرف اولوالعزم انبیاء اور رسول ہی برداشت کر سکتے ہیں۔ کسی اور کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ اللہ کے سامنے جوابدہی اور لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرے۔ چنانچہ حضور ﷺ بھی اللہ کے احکامات کی تبلیغ اور قوم کی تکلیفوں کو برداشت کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

آگے مزید کہتے ہیں: ''حضرت خدیجہ بنت خویلد'' آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں، اور اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ اس شرف کو قبول کر لیا۔ وہ سب سے پہلے اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے والی اور تصدیق کرنے والی تھیں، اس سے حضور ﷺ پر بھی بوجھ کم ہو گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ جب کبھی کوئی ناگوارِ خاطر بات سنتے، یا کوئی آپ کی نبوت و رسالت کو جھٹلاتا اور آپ ﷺ غمزدہ ہو جاتے، تو یہ حضرت خدیجہؓ ہی تھیں جنکے پاس آنے سے آپ کو وسعتِ قلبی اور اطمینان حاصل ہوتا۔ وہ آپ ﷺ کو یقین دہانی کرواتیں، تصدیق کرتیں اور لوگوں کی ناروا سلوکی کو دور کرنے کی کوشش کرتیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری دوں، جسمیں نہ شور شرابہ ہوگا نہ تکلیف و تھکاوٹ''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ اُن تمام نعمتوں کا ذکر کرتے جو اللہ تعالیٰ نے اُن

Marfat.com

پر اور باقی تمام لوگوں پر، نبوت کی وجہ سے کیں اور اپنے گھر والوں میں سے جس پر اعتماد ہوتا اسکو دعوت دیتے رہتے۔

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ، نمازیں فرض ہونے سے بھی پہلے اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لے آئی تھیں۔

میں کہتا ہوں: نمازوں سے مراد پانچ وقتی نمازیں ہیں جو معراج کی رات فرض ہوئی تھیں، ورنہ مطلقاً نمازیں تو حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں بھی پائی جاتی تھیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے وادی کے ایک کنارہ میں پاؤں کی ایڑی سے زمین کو کریدا، جس سے زمزم کے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس چشمہ سے حضرت جبریل علیہ السلام اور حضور ﷺ نے وضو کیا، پھر انہوں نے دو رکعتیں چار سجدوں کیساتھ پڑھیں، پھر حضور ﷺ واپس آگئے اور اس نماز کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون نصیب ہوا تھا۔ گھر آ کر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو اپنے ساتھ لیا اور چشمہ پر آ کر ویسے ہی وضو کیا جیسے جبریل علیہ السلام نے کیا تھا، پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ اسکے بعد آپ ﷺ اور حضرت خدیجہؓ چھپ کر نمازیں پڑھتے رہے۔

میں کہتا ہوں: جبریل علیہ السلام کی یہ نماز اُس نماز کے علاوہ تھی' جو انہوں نے نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات کو بیان کرنے کے لئے دو دفعہ بیت اللہ کے سامنے پڑھی تھی، کیونکہ وہ لیلۃ المعراج میں فرض ہونیوالی نمازوں کے بعد تھی۔ اسکی تفصیل آگے آئے گی۔ انشاء اللہ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ کے انعامات میں سے ایک بڑا انعام یہ ہوا کہ ایک دفعہ مکہ میں سخت قحط سالی ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب بہت زیادہ بچوں والے تھے، حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو اسوقت بنی ہاشم میں سے سب سے زیادہ آسودہ حال تھے فرمایا: ''اے عباسؓ! تمہارا بھائی ابوطالب بہت عیالدار ہے اور لوگوں کی قحط سالی والی کیفیت بھی تم دیکھ رہے ہو، کیوں نہ ہم چل کر اس سے بچوں کا بوجھ کم کردیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگالیا، تب سے وہ حضور ﷺ کیساتھ رہنے لگے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا تو وہ بھی آپ ﷺ پر ایمان لے آئے

Marfat.com

اور آپ کی تصدیق کی۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے محمد بن المنکدر، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، ابی حازم اور الکلبی سے نقل کیا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ کلبی کہتے ہیں: یہ اس وقت ایمان لائے جبکہ انکی عمر نو سال تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: سب سے پہلے مرد جنہوں نے حضور ﷺ کی نبوت قبول کی، آپ کیساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ کی تصدیق کی، وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے، جنکی عمر دس سال تھی اور اسلام سے پہلے حضور ﷺ کی پرورش میں تھے۔

واقدی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اس وقت ایمان لائے جبکہ وہ دس سال کے تھے، اور ہمارے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دعویٰ نبوت کے ایک سال بعد ایمان لائے تھے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: اس امت میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہؓ ہیں۔ اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے دو مرد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے بھی اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن اپنے باپ کے ڈر سے ایمان چھپائے ہوئے تھے، یہاں تک کہ ایک دن انکے باپ نے پوچھا: کیا تم اسلام قبول کر چکے ہو؟ فرمایا: ہاں' کہا: اچھا، پھر اپنے چچازاد بھائی کے دست و بازو بن جاؤ اور اسکی مدد کرو، محمد بن کعب کہتے ہیں: سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنیوالے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن جریر کہتے ہیں: میں نے زید بن ارقم کو کہتے ہوئے سنا: ''حضور ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانیوالے حضرت علی بن ابی طالب ہیں، راوی کہتے ہیں: میں نے نخعی سے اسکا تذکرہ کیا تو انہوں نے اسکی صحت سے انکار کر دیا اور کہا: سب سے پہلے اسلام قبول کرنیوالے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اکثر علماء کہتے ہیں: اس امت میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ان تمام اقوال میں جمعی صورت یہ ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں، اور بعض کہتے ہیں: یہ مردوں سے بھی پہلے ایمان لائیں۔ اور غلاموں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے بچوں میں سے سب سے پہلے

Marfat.com

اسلام لانے والے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تھے' یہ ابھی چھوٹے تھے اور مشہور روایت کے مطابق بالغ بھی نہیں ہوئے تھے، یہ سب تو اہل بیت میں سے تھے۔ آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، انکے اسلام لانے سے دینِ اسلام کو پہلوں کی بنسبت زیادہ فائدہ ہوا، کیونکہ یہ قریش کے معتمد اور معزز سردار سمجھے جاتے تھے، مالدار تھے' نرم طبیعت اور ہمدرد اور ایثار کرنے والے تھے، اللہ اور رسول کی اطاعت میں بہت زیادہ مال خرچ کرتے تھے۔ یہ بعثت سے پہلے بھی حضور ﷺ کے دوست تھے، یہ پہلے سے ہی آپ ﷺ کی صداقت، امانت، شرافت اور حسن اخلاق جانتے تھے۔ جب یہ صفات آپ رضی اللہ عنہ کو مخلوق کے سامنے جھوٹ بولنے سے روکتی تھیں، تو وہ اللہ کے معاملہ میں کیسے جھوٹ بول سکتے تھے؟ اس لئے جوں ہی آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ اللہ نے انکو بھیجا ہے، تو انہوں نے تصدیق میں پہل کی اور کسی شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث مروی ہے جسمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے کا تذکرہ ہے اور اسمیں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا تو تم نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی، اور اس نے اپنی جان و مال کے ذریعہ میری غمخواری کی، تو کیا تم میرے ایسے دوست کو بھی تکلیف دو گے؟'' دو دفعہ فرمایا۔ اسکے بعد کبھی ان کو تکلیف نہیں دی گئی۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ پہلے اسلام لانے والے ہیں۔

ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں سب لوگوں سے زیادہ حقدار نہیں، کیا میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنیوالا نہیں، کیا میں ایسا نہیں ہوں؟''۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ کیساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں''۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی)

ابن جریر کی روایت پہلے گزر چکی ہے جسمیں تھا: ''سب سے پہلے اسلام قبول کرنیوالے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں''۔ اور یہ بھی گزر گیا کہ عمرو بن مرۃ راوی نے اسکا تذکرہ

Marfat.com

ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے اسکی صحت سے انکار کرتے ہوئے کہا: سب سے پہلے اسلام لانے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں"۔

واقدی نے آئمہ سلف کی ایک جماعت سے نقل کیا: "سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے"۔

ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں: میں نے اپنے مشائخ محمد کو اس حال میں پایا کہ وہ شک نہیں کرتے تھے کہ قوم میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن عساکر نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور محمد بن الحنفیہ سے نقل کیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والے نہیں بلکہ سب سے بہتر اسلام لانے والے تھے اور اُن سے پہلے پانچ لوگ اسلام لا چکے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پانچ غلام، دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے"۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "سب سے پہلے سات آدمیوں نے اسلام کا اظہار کیا جو یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ، سمیہ رضی اللہ عنہا، صہیب رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے چچا سے کروائی۔ حضورت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قوم سے کروائی۔ باقیوں کو مشرکوں نے پکڑ کر لوہے کی ہتھکڑیاں پہنائیں اور انہیں سورج میں بیٹھنے پر مجبور کیا۔ اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس نے انکی موافقت کر کے انکی بات نہ مان لی ہو سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے اللہ کی خاطر اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ قوم نے ان ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی انہوں نے پکڑ کر بچوں کو دے دیا، وہ انکو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے رہے لیکن وہ تب بھی احد، احد کہتے رہے"۔

ابن جریر کہتے ہیں: بعض لوگ کہتے ہیں: سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے، پھر واقدی کے حوالہ سے ذکر کیا کہ میں نے زہری سے پوچھا: عورتوں میں سے سب سے پہلے کون اسلام لائی؟ فرمایا: خدیجہ رضی اللہ عنہا، میں نے پوچھا: مردوں میں سے؟ فرمایا: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ عروہ اور سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا کہ سب سے پہلے زید بن

Marfat.com

حارثہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

امام ابوحنیفہؒ نے ان تمام اقوال کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے ابوبکرؓ، عورتوں میں سے خدیجہؓ، غلاموں میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، بچوں میں سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایمان لانیوالے

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے تو انہوں نے بھی دعوت دینی شروع کر دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کیساتھ بڑے نرم، محبت اور سہولت کا معاملہ کرنے والے تھے۔ وہ قریش میں سب سے زیادہ اچھے حسب نسب اور خیر وشر کو جاننے والے تھے، وہ تاجر اور جان پہچان والے تھے۔ قوم کے لوگ بھی انکے تجربات، حسنِ معاشرت اور ہمدردانہ روّیہ کی وجہ سے ان کے پاس آتے رہتے تھے، انکی دعوت پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ یہ سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سامنے اسلام پیش کیا۔ اور یہی آٹھ اسلام میں پہل کرنے والے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عتبہ السلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ابتدائے بعثت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ آیا، اُن دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ دعوت دیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: تم کون ہو؟ فرمایا: میں نبی ہوں، میں نے کہا: نبی کون ہوتا ہے؟ فرمایا: اللہ کا رسول، میں نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے کہا: کس لئے بھیجا ہے؟ فرمایا: تاکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، بتوں کو توڑ دیا جائے اور صلہ رحمی کی جائے، میں نے کہا: یہ تو بہت اچھی تعلیمات ہیں۔ ان باتوں پر کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیروی بھی کی؟ فرمایا: ہاں، ایک آزاد اور ایک غلام نے، یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ نے۔ روای کہتا ہے: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں چوتھا اسلام لانے والا ہوں، حضرت عمرو بن

Marfat.com

عتبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اسلام لایا اور میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کی پیروی کروں؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اپنے قبیلہ میں چلے جاؤ، اور جب تمہیں پتہ چلے کہ میں یہاں سے نکل گیا ہوں تو وہاں پہنچ جانا''۔

علماء کہتے ہیں: حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا ''حرٌ وعبد''، اسکو اسم جنس سمجھنا اور اسکی تفسیر صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ سے کرنا درست نہیں۔ کیونکہ حضرت عمرو بن عبسہ سے پہلے ایک جماعت اسلام قبول کر چکی تھی۔ اور زید بن حارثہ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے اسلام لا چکے تھے۔ اسلئے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ وہ چوتھے اسلام لانے والے ہیں، یہ انکے گمان کے مطابق ہوگا، کیونکہ اسوقت مسلمان اپنا ایمان چھپاتے تھے، اور اکثر انکے رشتہ داروں اور قرابتداروں کو بھی علم نہیں ہوتا تھا، چہ جائیکہ کسی اجنبی یا دیہاتی کو ہو جائے۔

صحیح بخاری میں حضرت سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: ''جس دن میں اسلام لایا اس دن کوئی اسلام نہیں لایا، سات دن تک میں اسی حالت پر رہا اور میں تیسرا ایمان لانے والا تھا''۔

اس حدیث میں کچھ کلام ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ ''جس دن میں اسلام لایا، اُس دن کوئی اور اسلام نہیں لایا'' تو آسان ہے، لیکن یہ کہنا ''اس دن تک صرف میں ہی اسلام لایا تھا'' مشکل ہے، کیونکہ اسکا مطلب ہوگا اس سے پہلے کوئی اسلام نہیں لایا تھا، حالانکہ پیچھے گزر چکا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، خدیجہؓ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لا چکے تھے، اور اس پر علماء کا اجماع بھی گزر چکا۔ اور یہ کہنا کہ: ''سات دن تک میں اسی حالت پر رہا اور میں تیسرا ایمان لانیوالا تھا'' یہ بھی مشکل ہے۔ اور سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ انہوں نے اپنے خیال و گمان کے مطابق کہا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

چند صحابہؓ کے اسلام لانے کا تذکرہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ یہ بنی کہ انکی بہن فاطمہ جو سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ اسلام لا چکی تھیں۔ انکے خاوند بھی اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن انہوں نے اپنا اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپایا ہوا تھا۔ بنی عدی کے ایک آدمی نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے چھپ کر ایمان لا چکے تھے، جبکہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہؓ کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار گلے میں لٹکائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی ایک جماعت کو قتل کرنے کے نیت سے نکلے' انکو پتہ چلا تھا کہ صفا کے قریب ایک مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم جن میں حضرت حمزۃ رضی اللہ عنہ 'ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب جیسے لوگ کی جمعیت میں موجود ہیں' راستہ میں انکو نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ملے تو پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے۔ عمر نے کہا: اس بددین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا ہے' جس نے قریش میں تفرقہ ڈال دیا' انکے عقلمندوں کو بیوقوف بنا دیا' انکے دین کا مذاق اُڑایا اور انکے معبودوں کو گالیاں دیں' اگر مجھے مل گیا تو میں ضرور اسکو قتل کردوں گا نعیم نے کہا: اے عمر! تیرے نفس نے تجھے دھوکہ دیا ہے' کیا تو سمجھتا ہے کہ محمد کو قتل کرنے کے بعد عبد مناف تجھے زمین پر زندہ چھوڑیں گے؟ تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے؟ اور پہلے انکی اصلاح کیوں نہیں کرتے؟ پوچھا: کون سے میرے گھر والے؟ فرمایا: تمہارے بہنوئی اور چچا زاد سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ' خدا کی قسم! وہ ایمان لا چکے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کر چکے ہیں' تجھے انکی خبر لینی چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت اپنی بہن فاطمہؓ کے پاس آئے' جبکہ وہاں جناب بن

Marfat.com

الارت آئے ہوئے تھے انکے پاس ایک صحیفہ تھا جس پر سورۃ ''طٰہٰ'' لکھی ہوئی تھی اور وہ انکو پڑھا رہے تھے جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ پائی تو جلدی سے ایک جگہ میں چھپ گئے اور حضرت فاطمہ نے اس صحیفہ کو اپنی ران کے نیچے چھپا لیا حالانکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کے قریب پہنچے تھے وہاں انہوں نے حضرت جناب کی قرأت کی آواز سن لی تھی جب داخل ہوئے تو پوچھا: یہ کیسی آواز تھی جو میں نے سنی؟ انہوں نے کہا: آواز تو کوئی نہیں تھی فرمایا: کیوں نہیں خدا کی قسم مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے محمد کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور ساتھ ہی اپنے بہنوئی سعید بن زید پر جھپٹے حضرت فاطمہؓ اپنے خاوند کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں تو انکو اتنے زور سے مارا کہ انکے چہرہ سے خون بہنے لگا جب انہوں نے ایسا کیا تو انکی بہن اور بہنوئی نے کہا: ہاں! ہم اللہ اور رسول پر ایمان اور اسلام لا چکے ہیں تم جو کر سکتے ہو کر لو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کے چہرہ کو خون سے لت پت دیکھا تو اپنے کئے پر شرمندہ ہو کر ٹھٹک گئے اور اپنی بہن سے کہا: مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں دیکھوں تو سہی محمد کیا لے کر آیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاتب بھی تھے جب انہوں نے یہ کہا تو انکی بہن نے کہا: ہمیں ڈر ہے کہ اسکو دیکھ کر تم اچھا سلوک نہیں کرو گے انہوں نے فرمایا: ڈرو نہیں اور اپنے معبودوں کی قسم کھا کر کہا کہ وہ پڑھنے کے بعد لوٹا دیں گے جب انہوں نے یہ کہا تو حضرت فاطمہ کو انکے اسلام لانے کی اُمید ہوگئی لیکن انہوں نے فرمایا: بھائی تم شرک کیوجہ سے ناپاک ہو اور اسکو تو پاک ہی چھو سکتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور غسل کیا پھر صحیفہ ہاتھ میں لے کر پڑھا جسمیں سورہ ''طٰہٰ'' لکھی تھی جب ابتدائی آیتیں تلاوت کیں تو فرمایا: یہ کتنا اچھا کلام ہے دوسری طرف حضرت جناب نے جب یہ بات سنی تو جلدی سے نکل آئے اور کہا: اے عمر! اللہ کی قسم مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ اللہ نے آپ کو اپنے نبی ﷺ کی دعوت کے لئے خاص کر لیا ہے میں نے کل ہی حضور ﷺ کو یہ کہتے سنا: ''اے اللہ! اسلام کو ابوالحکم بن ھشام یا عمر بن الخطاب کے ذریعہ طاقت بخش''۔ خدا کے لئے عمر جلدی کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خباب! بتاؤ تو سہی وہ کہاں ہیں کہ میں انکے پاس جا کر اسلام قبول کروں خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ صفا کے پاس ایک گھر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ

Marfat.com

موجود ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور حضور ﷺ کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سُنی تو ایک آدمی نے دروازہ کی دراز سے دیکھا کہ حضرت عمر گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے فرمایا: اجازت دے دو، اگر اچھی نیت سے آیا ہے تو اسکا بدلہ دیں گے اگر بُری نیت سے آیا ہے اُسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے، حضور ﷺ نے بھی فرمایا: آنے دو، آدمی نے آنے کی اجازت دے دی، حضور ﷺ اپنی جگہ سے اُٹھے اور آگے بڑھ کر کمرہ میں اُن سے ملے، پھر انکے دامن کو سمیٹ کر سختی سے جھٹکا دیا اور فرمایا: ''اے عمر! کیسے آنا ہوا؟ مجھے لگتا نہیں کہ تم باز آؤ گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر سخت عذاب نازل کرے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے لئے ہی تو آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے زور سے نعرہ تکبیر لگایا جس سے تمام گھر والوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا پتہ چل گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت حوصلہ ہو رہا تھا، انکو پتہ چل گیا تھا کہ اب وہ حضور ﷺ کی حفاظت کریں گے اور دشمن سے انصاف دلوائیں گے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو انہوں نے کہا: قریش میں سے سب سے زیادہ باتیں پھیلانے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا: جمیل بن معمر الجمحی، وہ انکے پاس گئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی انکے پیچھے ہولیا تاکہ دیکھوں کیا کرتے ہیں، اسوقت میں اتنی عمر کا تھا کہ میں ہر دیکھی بات کو سمجھ جاتا تھا۔ جب اس کے پاس پہنچے تو فرمایا: اے جمیل! کیا تو جانتا ہے کہ میں اسلام لے آیا ہوں اور محمد کے دین میں داخل ہوگیا ہوں؟ اس نے آگے سے کوئی جواب نہ دیا، بلکہ جلدی سے کپڑے سمیٹ کر اُٹھا اور چلا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں نے اسکا پیچھا کیا، وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچا اور بلند آواز سے چلایا: اے قریش والو! ابن الخطاب بے دین ہوگیا ہے، اسکے پیچھے پیچھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے: جھوٹ کہتا ہے، میں تو اسلام لایا ہوں اور گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں''۔ وہ سب اُن پر جھپٹے

Marfat.com

اور آپس میں اسوقت تک لڑتے رہے کہ سورج سروں پر آ گیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نڈھال ہو کر بیٹھ گئے، وہ انکے سر کھڑے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے تھے: جو تم سے ہو سکتا ہے کر لو خدا کی قسم، اگر تین سو آدمی ہوتے تو تم ہمارے لئے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ دیتے، لیکن یہاں ایسا نہیں ہو سکتا، ابھی وہ ایسا کر ہی رہے تھے کہ قریش کا ایک ادھیڑ عمر آدمی وہاں آ گیا جس نے یمنی چادر اور منقش قمیض پہن رکھی تھی، اس نے قریب آ کر پوچھا: کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ بے دین ہو گیا ہے، اس نے کہا: رک جاؤ۔ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک کام اختیار کیا ہے تو تم کیا کر سکتے ہو؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ بنی عدی اپنے آدمی کو یوں ہی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ اسکو چھوڑ دو، خدا کی قسم! وہ اسطرح چھٹ گئے جس طرح چادر کو پکڑ کر سر سے سرکا دیا جائے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہجرتِ مدینہ کے بعد میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا: اے باپ، وہ آدمی کون تھا جس نے آپ سے آدمیوں کو ہٹایا تھا اور انکو ملامت کی تھی، جبکہ وہ آپ سے لڑ رہے تھے، فرمایا: ''عاص بن وائل السھمی''۔

اس حدیث کی سند معتبر ہے، لیکن اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متأخر الاسلام ہونے کا اندازہ ہوتا ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جب اُحد کے دن پیش کیا گیا تو انکی عمر چودہ برس تھی اور غزوہ اُحد تین ہجری کو پیش آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لاتے وقت بھی انکو سمجھ بوجھ تھی، اس حساب سے انکا اسلام ہجرت سے چار سال قبل اور بعثت کے نو سال بعد بنتا ہے۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص کا اسلام لانا

بیہقی نے بیان کیا ہے کہ خالد بن سعید قدیم الاسلام ہیں، وہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ انکے اسلام لانے کا واقعہ یوں ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ آگ کے کنارہ پر کھڑے ہیں، اسکی وسعت اور خوفناکی کو بھی دیکھا، اور دیکھا کہ گویا کوئی انکو اسمیں دھکیل رہا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ انکے دامن کو پکڑ کر آگ میں گرنے سے انکو بچا رہے ہیں، اس خواب سے وہ گھبرا گئے اور فرمایا: خدا کی قسم! یہ تو

Marfat.com

کوئی سچا خواب معلوم ہوتا ہے' پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملے اور اُن سے تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے' وہ واقعی اللہ کے رسول ﷺ ہیں انکی پیروی کرو تم انکی پیروری کرو گے اور اسلام لے آو گے' اور تمہارا باپ تمہارے لئے رکاوٹ بنے گا۔ چنانچہ اَجیاد کے مقام پر وہ حضور ﷺ کو ملے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، اے محمد ﷺ' تم کس چیز کی طرف بلاتے ہو؟ فرمایا: میں تمہیں اس طرف بلاتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں' اور محمد اسکا بندہ اور رسول ہے' اور اسطرف بلاتا ہوں کہ تم ان پتھروں کی پرستش چھوڑ دو جو نہ سنتے ہیں' نہ دیکھتے ہیں' نہ فائدہ اور نہ نقصان دیتے ہیں۔ اور نہ ہی اپنی عبادت کرنے والوں کو یا نہ کرنے والوں کو جانتے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تم اللہ کے رسول ہو۔ انکے اسلام لانے سے حضور ﷺ کو بڑی خوشی ہوئی' اسکے بعد حضرت خالد کچھ عرصہ تک غیر حاضر رہے' انکے باپ کو اسلام کا پتہ چلا تو انکی تلاش میں آدمیوں کو بھیجا' جب انکو پیش کیا گیا تو اس نے انکو تنبیہ کی اور اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کوڑے سے اتنا مارا کہ وہ ٹوٹ گیا اور کہا: خدا کی قسم! میں تمہاری روٹی بند کر دونگا' حضرت خالدؓ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے کھانا پینا روکو گے تو اللہ تعالیٰ مجھے عطا کریں گے' پھر وہ حضور ﷺ کے پاس چلے گئے' حضور ﷺ بھی انکا اکرام کیا کرتے تھے اور اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: ایک دفعہ ابوجہل کا حضور ﷺ سے صفا کے قریب سامنا ہوا' تو اس نے آپ کو تکلیف دی اور گالیاں دیں اور حضور ﷺ کے دین کو ایسا بُرا بھلا کہا جو حضور ﷺ کو ناگوار گزرا' چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ سے اسکا تذکرہ کیا' وہ اسکی طرف گئے اور سر پر کھڑے ہو کر کمان اس قدر زور سے ماری کہ اسکا سر زخمی ہو گیا' بنو مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی مدد کے لئے آگے بڑھے اور کہنے لگے: اے حمزہ! لگتا ہے تو بھی بے دین ہو گیا ہے؟ حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس سے کون روک سکتا ہے' مجھ پر یہ بات واضح

Marfat.com

ہوئی ہے جس سے میں یہ گواہی دے سکتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول اور جو کچھ کہتے ہیں وہ برحق ہیں؟ خدا کی قسم! اب میں اسکو نہ چھوڑوں گا' اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دکھاؤ' ابوجہل نے کہا: ابوعمارہ کو چھوڑ دو' میں نے بھی انکے بھتیجے کو سخت برا بھلا کہا تھا' جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کو پتہ چل گیا کہ رسول اللہ کی عزت اور حفاظت میں اضافہ ہو گیا ہے' اس سے وہ ڈر گئے اور اپنے برے ارادوں سے باز بھی آ گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر آ گئے' واپسی پر انکے پاس شیطان آیا اور اس نے کہا' تم قریش کے سردار ہو کر اس بے دین کی پیروی کر رہے ہو اور تم نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا' اس سے تو کہیں زیادہ موت تمہارے لئے بہتر تھی۔ حضرت حمزہؓ نے اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے اللہ! جو کچھ میں نے کیا' اگر وہ درست ہے تو اسکی حقانیت میرے دل میں پیدا کر دے' ورنہ جس میں میں پڑ گیا ہوں اس سے نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر۔ انہوں نے شیطانی وساوس کی وجہ سے اس رات سے بڑھکر کوئی پریشان کن رات نہیں گزاری' صبح کیوقت حضور ﷺ کے پاس گئے اور فرمایا: اے بھتیجے! میں ایسے کام میں پڑ گیا ہوں' جس سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں ہو رہی اور جس صورتحال سے میں دو چار ہوں اس سے پتہ نہیں چل رہا کہ ہدایت پر ہوں یا سخت گمراہی میں؟ میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھ سے کچھ باتیں کریں۔ حضور ﷺ نے انکو کچھ وعدہ وعید' خوشخبریاں اور یقین دہانیاں کروائیں' حضور ﷺ کی اس گفتگو کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں ایمان ڈال دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ برحق اور سچے ہیں اے بھتیجے! اپنے دین کو ظاہر کر' خدا کی قسم! اب میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آسمان مجھ پر سایہ کرے اور میں پہلے دین پر ہوں۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو عزت اور قوت دی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

بیہقی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: "میں اسلام لانے والا چوتھا

Marfat.com

آدمی تھا، مجھ سے پہلے تین آدمی اسلام لا چکے تھے، میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول تم پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس کلمہ کے پڑھنے کی وجہ سے میں نے حضور ﷺ کے چہرہ پر خوشی کے آثار دیکھے۔

بخاری نے اپنی کتاب میں باب قائم کرتے ہوئے کہا (بـــاب: اسـلام ابـی ذر غـفـاری رضی اللہ عنہ) یعنی "یہ باب ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بیان میں"۔ پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: "جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی بعثت کا علم ہوا، تو انہوں نے اپنے بھائی اُنیس بن جنادہ رضی اللہ عنہ کو کہا: مکہ جاؤ اور اس آدمی کے بارے میں معلوم کر کے آؤ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس پر آسمان سے وحی آتی ہے، اسکی باتیں سُن کر مجھے بتاؤ۔ بھائی گیا اور مکہ آ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے قرآن مجید سُنا، پھر ابوذر کے پاس گیا اور کہا: میں نے اسکو اچھے اخلاق کی تعلیم دینے والا پایا، انکا کلام کوئی شاعرانہ کلام نہیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس چیز کا میں ارادہ کر رہا تھا اسکے بارے میں تو نے مجھے مطمئن کر دیا، پھر سفر کی تیاری شروع کر دی اور اپنے ساتھ ایسا مشکیزہ لے لیا جسمیں پانی تھا، پھر مکہ آ کر مسجد میں حضور ﷺ کو تلاش کیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کو نہیں جانتے تھے اور اسکو بھی اچھا نہیں سمجھا کہ کسی سے پوچھیں، جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو وہیں لیٹ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر پہچان لیا کہ مسافر ہیں، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لئے اور کسی نے دوسرے سے کوئی گفتگو نہیں کی یہاں تک کہ صبح ہو گئی صبح کو انہوں نے اپنا بستر اور مشکیزہ اٹھایا اور مسجد آ گئے، لیکن رات تک حضور ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی، رات کیوقت جب سونے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے فرمایا: کیا اب بھی منزل کا تعین نہیں ہوا ہے، پھر انکو اپنے ساتھ لے جا کر ٹھہرایا اور سُلایا اس دوران بھی کسی نے دوسرے سے کچھ نہ پوچھا، تیسری صبح وہ پھر وہیں آ کر انتظار کرنے لگے لیکن رات تک حضور ﷺ کا سامنا نہ ہو سکا، رات کیوقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم مجھے اپنی آمد کا مقصد نہیں بتاؤ گے؟ فرمایا: اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری صحیح رہنمائی کرو گے تو بتا دیتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا تو انہوں نے

Marfat.com

بتا دیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ رسول برحق ہیں' صبح کے وقت میرے پیچھے پیچھے آنا' راستہ میں اگر مجھے کوئی خطرہ محسوس ہوا تو میں ایسا کھڑا ہو جاؤں گا گویا پانی بہا رہا ہوں اور اگر چلتا رہا تو تم بھی پیچھے آتے رہنا اور جہاں میں داخل ہوں وہاں داخل ہو جانا انہوں نے ایسا ہی کیا' یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں سُننے کے بعد اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی قوم میں لوٹ جاؤ اور انہیں بھی بتاؤ' یہاں تک کہ تمہیں میرا حکم آ جائے''۔ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میں تو انکے درمیان چیخ چیخ کر اعلان کروں گا' پھر وہ وہاں سے نکل کر مسجد آئے اور بلند آواز سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اسکا سننا تھا کہ چاروں طرف سے کافر اُن پر حملہ آور ہوئے اور انکو گرا دیا' حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور ان پر گر کر فرمایا: تمہارے لئے ہلاکت ہو' کیا تم نہیں جانتے کہ یہ قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتا ہے اور وہی ملکِ شام کی طرف تمہارا تجارتی راستہ بھی ہے؟ اس طرح ان سے بچا لیا' دوسرے دن انہوں نے ویسے ہی اعلان کیا اور قوم نے بھی ویسے ہی مارا' حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پھر اوپر گر کر بچانا پڑا۔ (رواہ البخاری)

صحیح مسلم اور امام احمدؒ نے عبداللہ بن صامت سے نقل کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اپنے قبیلے سے نکلے' وہ حرام مہینوں کو بھی حلال کر لیا کرتے تھے' میں' میرا بھائی اُنیس اور ہماری والدہ تھی' ہم چلے اور اپنے ایک مالدار اور عہدیدار ماموں کے ہاں قیام پذیر ہوئے' اس نے ہماری مہمان نوازی کی اور بڑی ہمدردی سے پیش آیا' اس برتاؤ کو دیکھ کر اسکی قوم ہم سے حسد کرنے لگی اور کہنے لگی: جب تم چلے جاتے ہو تو اُنیس تمہارے گھر والوں کے پاس چلا جاتا ہے' ہمارے ماموں نے آ کر ہمیں بتایا تو میں نے کہا: جو تو نے سابقہ بھلائیاں کیں وہ بھی تو نے اس گفتگو سے مکدر کر دی ہیں' اور اسکے بعد ہمارا تمہارے ساتھ اکٹھ نہیں ہو سکتا۔ ہم نے اپنے اونٹ وغیرہ قریب کئے اور اس پر سامان لادا' اس تیاری کو دیکھ ہمارا ماموں شرم کے مارے منہ چھپا کر رونے لگا' ہم وہاں سے چلے اور مکہ کے قریب پہنچے' مکہ میں اُنیس نے ایک آدمی سے رہن کیا' (یعنی شرط لگائی کہ جس آدمی کا مال عمدہ ہوگا وہ دونوں کا مال لے

Marfat.com

جائے گا) اسکے فیصلے کے لئے وہ ایک کاہن کے پاس آئے' جس نے اُنیس کے مال کو عمدہ قرار دے دیا' چنانچہ وہ اپنا مال بھی لے آئے اور اس سے دُگنا بھی' اور اپنے بھتیجے! میں حضور ﷺ کو ملنے سے تین سال پہلے بھی نمازیں پڑھا کرتا تھا' میں نے کہا: کس کے لئے؟ فرمایا: اللہ کے لئے' میں نے پوچھا؟ تو کس طرف منہ کرتے تھے؟ جس طرف اللہ متوجہ کر دیتے' ایک رات میں عشاء کی نماز پڑھی اور رات کے آخری حصہ میں تھکاوٹ سے میں ایسے سویا کے سورج چڑھنے پر ہی بیدار ہوا' بیدار ہونے کے بعد اُنیس نے کہا: میرا مکہ میں کوئی کام ہے آنے تک میرے مال کا خیال کرنا' پھر وہ چلا گیا لیکن واپس آنے میں دیر کر دی' جب واپس آیا تو میں نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے روک لیا تھا؟ فرمایا: میں ایک ایسے آدمی سے مل کر آ رہا ہوں جس کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو تیرے دین پر رسول بنا کر بھیجا ہے' میں نے کہا: لوگ اسکو کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: لوگ تو اسکو کاہن' شاعر' مجنون کہتے ہیں' فرمایا: خود شاعر تھے' اس لئے کہنے لگے: میں نے کاہنوں کا کلام بھی سُنا ہے یہ انکے کلام کی طرح نہیں' اور یہ کوئی مقفیٰ اشعار بھی نہیں' خدا کی قسم! کوئی ہی نہیں کہ سکتا کہ وہ شعر ہیں۔ خدا کی قسم! وہ سچا اور باقی جھوٹے ہیں' میں نے کہا: اچھا کیا تم میرے مال کی نگرانی کر سکتے ہو کہ میں خود جا کر اسکو دیکھوں؟ فرمایا: ہاں کیوں نہیں' لیکن مکہ والوں سے بچ کر رہنا کیونکہ وہ اسکو ناپسند کرتے ہیں اور انکے بارے میں اچھا نہیں کہتے' فرماتے ہیں: میں مکہ گیا' اور میں نے ایک کمزور آدمی سے پوچھا: وہ آدمی کہاں ہے جسکو تم بے دین کہتے ہو؟ فرماتے ہیں: اس نے لوگوں کو میری طرف متوجہ کیا تو پوری وادی والے پتھر اور ہڈیاں لیکر مجھ پر ٹوٹ پڑے میں بے ہوش ہو کر گر گیا' جب میں وہاں سے اُٹھایا گیا تو خون میں لت پت تھا' جانے کیسے کر کے زمزم کے کنوئیں پر پہنچا' پانی پیا اور خون دھویا' پھر کعبۃ اللہ میں داخل ہو گیا اور وہاں تیس دن تک رہا' اور اے میرے بھتیجے! اس دوران میرے پاس کھانے کے لئے سوائے زمزم کے پانی کے کچھ نہیں ہوتا تھا' لیکن عجیب بات ہے کہ اس سے بھی میں اتنا موٹا ہو گیا کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں مٹ گئیں' اور میں نے بھوک یا کمزوری تک محسوس نہیں کی۔

ایک رات جبکہ چاند خوب روشن تھا' اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کے کانوں پر پردہ ڈال دیا کہ

Marfat.com

اُس دن صرف دو عورتیں طواف کرنے آئیں' جب وہ میرے قریب سے گزریں تو وہ اپنے دو بتوں "اساف" اور "نائلہ" کو پکار رہی تھیں' میں نے کہا: ان بتوں کا آپس میں نکاح کر دو۔ انہوں نے میری بات کو اچھا نہ سمجھا' دوسرے چکر پر جب میرے قریب سے گزریں تو میں نے بتوں کی گالی دیکر کہا یہ لکڑی کی طرح چھوٹا ہے ورنہ میں بوڑھا نہیں' وہ گرتی پڑتی بھاگیں اور کہنے لگیں: کاش یہاں ہمارا کوئی آدمی ہوآگے چل کر انکو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ پہاڑ سے اُترتے ہوئے ملے' حضور ﷺ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگیں' ایک بے دین کعبۃ اللہ میں ہے' حضورؐ نے پوچھا: اس نے تمہیں کیا کہا؟ انہوں نے کہا: ایسی بات کہی ہے کہ شرم کے مارے ہم زبان سے نہیں کہہ سکتیں۔ پھر حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ کیساتھ کعبۃ اللہ کے پاس آئے' استلامِ حجر کے بعد طواف کیا اور نماز پڑھی' پھر میں ان کے پاس آیا اور سلام کیا' اور سب سے پہلے سلام سے پہل کرنے والا تھا' حضور ﷺ نے فرمایا: وعلیکم السلام' تم کون ہو؟" میں نے کہا: قبیلہ غفار سے حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر اس طرح رکھا کہ میں نے سمجھا کہ شاید غفار کی طرف میری نسبت کو ناپسند کیا ہے' میں نے انکا ہاتھ پکڑنا چاہا' لیکن انکے ساتھی (ابوبکرؓ) نے مجھے منع کر دیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: یہاں پر کب سے ہو؟ میں نے کہا: تیس دن سے' فرمایا: کھانا تمہیں کون کھلاتا تھا؟ میں نے کہا: میرا کھانا تو ماءِ زمزم ہی تھا اور اس سے بھی میں اتنا موٹا ہو گیا ہوں کے میرے پیٹ کے نشانات تک مٹ گئے ہیں اور میں نے بھوک یا کمزوری تک محسوس نہیں کی' حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک یہ مبارک پانی ہے اور یہ آدمی کو اسی طرح سیر کر دیتا ہے جس طرح کھانا آدمی کو سیر کر دیتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! مجھے اسکو رات کا کھانا کھلانے کی اجازت دیں' حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا' چنانچہ میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں چلا' یہاں تک کہ ہم ایک دروازہ پر پہنچے حضرت ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر طائف کے طرح طرح کے میوہ جات پیش کئے' فرمایا: یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے وہاں کھایا' پھر میں وہاں کچھ وقت تک رہا' حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے کھجوروں والی سرزمین کی طرف ہجرت کا اشارہ دیا گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ یثرب ہی ہے' تو کیا

Marfat.com

تم میری طرف سے اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچا سکتے ہو؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں تمہاری وجہ سے فائدہ دے اور تمہیں ثواب بھی دے؟''۔ فرمایا: میں وہاں سے چل کر اپنے بھائی اُنیس کے پاس آیا' اس نے کہا: تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا: میں اسلام لے آیا ہوں' اس نے کہا: اچھا مجھے بھی پُرانے دین کا کوئی شوق نہیں' میں بھی اسلام لا چکا ہوں ور تصدیق کر چکا ہوں' پھر ہم اپنی ماں کے پاس آئے تو اس نے بھی کہا: مجھے بھی تمہارے دین سے اعراض کرنے کا کوئی شوق نہیں' میں ایمان لا چکی ہوں اور تصدیق کر چکی ہوں۔ پھر ہم نے وہاں سے کوچ کیا اور اپنی قوم غفار میں آ گئے' چنانچہ حضور ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے اکثر لوگ اسلام لا چکے تھے انکو خُفاف بن ایماء بن رخصۃ الغفاری نمازیں پڑھایا کرتے تھے جو انکے سردار بھی تھے۔ باقی جو لوگ اسلام نہیں لائے تو انہوں نے کہا: جب حضور ﷺ تشریف لائیں گے تب ہم اسلام قبول کریں گے' چنانچہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا' اس وقت بنو اسلم بھی آ گئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے بھائی اسلم والے بھی وہی اسلام اختیار کرنا چاہتے ہیں جو اس سے پہلے ہمارے بھائیوں غفار نے کیا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''غفار! اللہ اسکو بخشے اور اسلم! اللہ انکو سالم رکھے''۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

مسلم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: حضرت ضماد رضی اللہ عنہ مکہ آئے' انکا تعلق اَزْدِشنوءۃ قبیلہ سے تھا' وہ تعویذ گنڈے کا کام کرتے تھے اور جنات وغیرہ کے اثرات کا توڑ بھی جانتے تھے' جب وہ مکہ آئے تو انہوں نے چند نادانوں سے سُنا کہ محمد ﷺ مجنون ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ آدمی کہاں ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں میرے ہاتھوں شفا دے؟ حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں حضور ﷺ سے ملا اور کہا: میں تعویذ گنڈے کا کام کرتا ہوں' اور اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں جسے چاہتے ہیں شفا دیتے ہیں' آپ بھی مجھے تشخیص کرنے کی اجازت دیں' حضور ﷺ نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں' ہم اسی کی تعریف کرتے ہین اور اسی سے مدد مانگتے ہیں' جس کو اللہ ہدایت دے اسکو کوئی

Marfat.com

گمراہ نہیں کر سکتا' اور جس کو گمراہ کرے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے' اسکا کوئی شریک نہیں' تین دفعہ فرمایا''۔ حضرت ضِماد نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے کاہنوں' جادوگروں اور شاعروں کا کلام سُنا ہے' لیکن اس جیسا کلام میں نے آج تک نہیں سُنا' آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ اسلام پر بیعت کروں' حضور ﷺ نے اُن سے بیعت لی اور فرمایا: اپنی قوم کی بھی بیعت لیتے ہو' فرمایا: ہاں! اپنی قوم کی بھی۔ ایک عرصہ کے بعد حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا تو وہ قوم ضماد کے قریب سے گزرے' لشکر کے سردار نے کہا: تم میں سے کسی نے انکی کوئی چیز تو نہیں لی' ایک آدمی نے کہا: مجھے ایک لوٹا ملا ہے' فرمایا: انکو لوٹا دو' کیونکہ یہ قومِ ضماد ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ضماد نے کہا: اپنے الفاظ مجھ پر دھرائیں کے وہ سمندر کی تہہ (دل کی گہرائی) تک پہنچ گئے ہیں۔

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

ابن اسحاق نے ''حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ'' کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ یہ قبیلہ دَوس کے ایک معزز اور شریف سردار تھے' ایک دفعہ مکہ آئے تو سردارانِ قریش نے انکو گھیر لیا اور انہیں حضور ﷺ سے خبردار کیا' اور انہیں حضور ﷺ سے ملنے یا انکی باتیں سُننے سے منع کیا' فرماتے ہیں: انہوں نے اتنا ڈرایا کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا اور نہ ہی ملوں گا' جب میں مسجد جانے لگا تو میں نے اس ڈر سے کہ آپ ﷺ کی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑ جائے' جس کو میں نہ سننا چاہتا ہوں' کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ جب میں مسجد پہنچا تو میں نے حضور ﷺ کو کعبۃ اللہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے پایا' میں آپ ﷺ کے قریب کھڑا ہو گیا' اللہ نے بھی مجھے کچھ سُنائے بغیر نہیں چھوڑا' چنانچہ جب میں نے کلام سُنا تو مجھے بہت اچھا لگا' میں نے اپنے دل سے کہا: میری ماں مجھ پر روئے! میں عقلمند شاعر ہوں' اچھا اور بُرا کلام مجھ سے چھپا نہیں رہ سکتا' پھر مجھے اسکے کلام سننے سے کیا چیز مانع ہے؟ اگر اس نے اچھی باتیں کیں تو اسکو قبول کر لونگا ورنہ چھوڑ دونگا۔ تھوڑی دیر بعد جب حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے تو میں بھی آپ ﷺ پر

Marfat.com

داخل ہوا اور میں نے کہا: اے محمد ﷺ! تیری قوم نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے اور خدا کی قسم! تیرے بارے میں انہوں نے مجھے اتنا ڈرایا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ آپ ﷺ کی باتیں نہ سُن سکوں' لیکن اللہ نے مجھے سُنانا چاہا تو میں نے اچھا کلام سُنا' آپ اپنا معاملہ میرے سامنے پیش کریں' حضور ﷺ نے اسلام پیش کیا اور قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں' خدا کی قسم! میں نے اس سے اچھا کلام کبھی نہیں سُنا۔ فرماتے ہیں: پھر میں اسلام لے آیا اور شہادتِ حق کی گواہی دیتے ہوئے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! قوم میں میری بات مانی جاتی ہے' اب میں واپس جا کر انکو بھی اسلام کی دعوت دونگا' آپ ﷺ اللہ سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی کرامت عطا کرے' جس کی مدد سے میں انکو دعوت حق کیطرف بلاؤں۔ حضور ﷺ نے دُعا فرمائی۔ میں اپنی قوم کے پاس آیا' جب میں ایک پگڈنڈی سے گُزر رہا تھا جو وادی کی طرف نکلتی تھی تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان ٹارچ کی طرح روشنی نمودار ہوئی' میں نے دُعا کی: اے اللہ! چہرہ کے علاوہ کہیں اور نمودار ہو' ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں اپنا دین چھوڑنے کی وجہ سے مجھے کسی مصیبت نے آ گھیرا ہے' فرماتے ہیں: وہ روشنی وہاں سے نکل کر میرے کوڑے کے سرے میں آ گئی' لوگ اس روشنی کو کوڑے پر اسطرح دیکھتے تھے جس طرح کوئی لٹکی ہوئی مشعل ہو' رات گزارنے کے بعد جب صبح ہوئی' تو میرا بوڑھا باپ آیا' میں نے کہا: باپ! مجھ سے دور رہ' تیرا میرے ساتھ اور میرا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں' اس نے کہا: کیوں بیٹے؟ میں نے کہا: میں اسلام لے آیا ہوں اور محمد ﷺ کی پیروی کر چکا ہوں' اس نے کہا: بیٹے! تمہارا دین میرا دین ہے' میں نے کہا: اچھا! جا کر غسل کریں' کپڑے پاک کریں پھر میرے پاس آئیں' تا کہ جو میں سیکھ کر آیا ہوں آپ کو بھی سکھادوں' وہ گئے' غسل کیا اور کپڑے پاک کئے' پھر میرے پاس آئے اور میں نے اسلام پیش کیا تو انہوں نے قبول کر لیا۔ اسکے بعد میری بیوی آئی تو میں نے دور سے ہی کہا: میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا کہ میں تمہارا کچھ نہیں لگتا اور تم میری کچھ نہیں لگتی' اس نے کہا: کیوں؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' میں نے کہا: اسلام نے میرے اور تیرے درمیان جُدائی ڈال دی ہے اور میں نے محمد ﷺ کا دین اختیار کر لیا ہے' اس نے

Marfat.com

کہا: میرا بھی وہی دین ہے جو تمہارا ہے' میں نے کہا: ذی الشری، چشمہ پر جاؤ اور اس سے نہاؤ' یہ "ذوالشری" "دوس کا بت تھا' جسکے اردگرد لوگوں نے ایک حوض بنا رکھا تھا' اور اسمیں ایک پہاڑ سے نکلنے والا پانی آ کر جمع ہوتا تھا' اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان' کیا آپ رضی اللہ عنہ کو ذی الشری کی طرف سے کسی نقصان کا ڈر نہیں' میں نے کہا! نہیں' میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں' وہ گئی غسل کیا اور میرے پاس آئی' میں نے اسلام پیش کیا تو اس نے قبول کر لیا' پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے دیر کر دی۔ کچھ عرصہ بعد میں مکہ آیا اور حضور ﷺ سے ملا تو میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! دوس کے بارے میں میں کچھ زیادہ ہی خود اعتماد ہو گیا تھا' آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کامیابی عطا فرمائے' حضور ﷺ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! دوس کو ہدایت دے"۔ پھر فرمایا: اب جاؤ اور انکو نرمی سے دعوت دو"۔ فرماتے ہیں: پھر میں دوس میں ہی رہا اور انکو دعوت دیتا رہا' یہاں تک کہ حضور ﷺ نے مدینہ ہجرت کی اور بدر' احد اور خندق کے غزوات بھی گزر گئے۔ پھر میں اپنے ساتھ اسلام لانے والوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت حضور ﷺ خیبر گئے ہوئے تھے۔ ہم نے مدینہ میں ستر' اسی گھرانے آباد کئے اور حضور ﷺ کے پیچھے خیبر پہنچ گئے' حضور ﷺ نے اور مسلمانوں کیساتھ ہمیں بھی مال غنیمت میں سے حصّہ دیا' پھر میں حضور ﷺ کیساتھ ہی رہا یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ مدینہ واپس آئے تو وہ بھی آپ ﷺ کیساتھ رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا' حضور ﷺ کے انتقال کے بعد جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بھی مسلمانوں کیساتھ نکلے اور طلیحہ اور نجد سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے مسلمانوں کیساتھ یمامہ کی طرف بڑھے' انکے ساتھ انکے بیٹے عمرو رضی اللہ عنہ بھی تھے' راستہ میں انہوں نے ایک خواب دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے اسکی تعبیر تو بتاؤ' میں نے دیکھا کہ میرا سر مونڈا جا رہا ہے میرے منہ سے ایک پرندہ نکل رہا ہے' پھر مجھے ایک عورت ملی جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا اور میں نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ مجھے بڑی شدت سے تلاش کر رہا ہے' پھر میں نے دیکھا کہ اسکو مجھ سے روک دیا گیا ہے'

Marfat.com

لوگوں نے کہا: کوئی اچھا خواب معلوم ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا: میں نے اسکی تعبیر نکال لی ہے میرا سر مونڈنا تو قتل کیا جانا ہے اور وہ پرندہ جو اس سے نکلا تھا وہ میری روح ہے اور وہ عورت جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کرلیا تھا وہ زمین ہے جو میرے لئے کھودی جائیگی اور میں اسمیں غائب ہوجاؤں گا' باقی میرے بیٹے کا مجھے ڈھونڈنا پھر رک جانا تو میرا خیال ہے کہ وہ کوشش کریگا کہ اسی راستہ پر چلے جس پر میں چلا ہوں۔ چنانچہ یمامہ میں شہید ہوگئے اور انکے بیٹے کو سخت زخم آئے لیکن وہ ٹھیک ہوگئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں معرکہ یرموک میں شہید ہوئے۔

محمد بن اسحاق نے حضرت طفیل بن عمرو کا واقعہ سند کے بغیر مرسلاً ذکر کیا ہے' لیکن انکے واقعہ کی صحیح حدیث میں ایک روایت موجود ہے' جیسے امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی حضور ﷺ کے پاس آئے تو طفیل نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! دوس نے نافرمانی کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور انکو لے آ''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے: ''حضرت طفیل بن عمرو الدوسی اور انکے ساتھی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! دوس نے انکار کردیا ہے اور نافرمانی کی' آپ ﷺ انکے خلاف بددعا کریں' حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے ہاتھ اُٹھائے تو میں نے سوچا قبیلہ دوس ہلاک ہوگیا' لیکن حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور انکو حلقہ بگوش اسلام کردے''۔

امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ''طفیل بن عمرو الدوسی حضور ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کی کوئی محفوظ پناہ گاہ ہے؟ ہمارے ہاں ایک قلعہ ہے جو جاہلیت میں دوس کے زیر استعمال تھا' اگر آپ ﷺ چاہیں تو وہاں پناہ پکڑ سکتے ہیں' لیکن یہ شرف تو اللہ نے انصار کے لئے خاص کر رکھا تھا اس لئے حضور ﷺ نے انکار کردیا' بعد میں جب حضور ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ایک اور آدمی مدینہ آگئے' لیکن مدینہ کی آب وہوا انکے موافق

Marfat.com

نہیں آئی' تو دوسرا آدمی بیمار ہوگیا اور گھبراہٹ میں اس نے چوڑے پھل کا تیر لیا اور اپنی انگلیوں کو کاٹ لیا' اسکے ہاتھ سے خون بہنے لگا اور بند نہ ہونے کی وجہ سے وہ مر گیا' کچھ عرصہ بعد حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اسکو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا لیکن اس نے اپنا ہاتھ کسی کپڑے میں ڈھانپ کر چھپا رکھا تھا' انہوں نے پوچھا: رب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگا: نبی کی طرف ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ نے میری بخشش کردی' انہوں نے پوچھا: یہ ہاتھ کیوں چھپائے ہوئے ہو؟ اس نے کہا: مجھے کہا گیا: جو بگاڑ تم نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا وہ درست نہیں کیا جائے گا' حضرت طفیل نے اس خواب کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! اسکے ہاتھوں کو بھی معاف کردے''۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث کو اور اُس حدیث کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے جو صحیحین میں حضرت جندب بن جنادہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے قوموں میں ایک آدمی زخمی ہوا جس سے وہ گھبرا گیا' اور چھری لے کر اپنا ہاتھ کاٹ لیا جس سے اتنا خون بہا کہ اسکا انتقال ہوگیا' تو اللہ تعالیٰ نے کہا: میرے بندے نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے بھی جلدی کی' اب اس پر جنت حرام ہے''۔

اسکا جواب کئی وجوہ سے دیا جاسکتا ہے۔

پہلا: وہ مشرک تھا اور یہ مؤمن' اور اس کام نے اسکو مستقل جہنم کا حقدار بنادیا ہو' اگرچہ اسکا شرک مستقل ایک وجہ ہے' لیکن امت کو تنبیہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ایسا فرمایا ہو۔

دوسرا: ہوسکتا ہے وہ اسکی حرمت کو جانتا ہو اور یہ نئے نئے اسلام لانے کی وجہ سے نہ جانتا ہو۔

تیسرا: ہوسکتا ہے اسکو حلال سمجھ کر کیا ہو اور اس نے حلال سمجھ کر نہیں بلکہ غلطی سے کیا۔

چوتھا: ہوسکتا ہے اس نے مذکورہ فعل سے اپنے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ بخلاف اسکے کہ اس نے قتل کا ارادہ نہیں کیا۔

پانچواں: ہوسکتا ہے اسکی نیکیاں کم ہوں اور وہ اس گناہِ کبیرہ کا مقابلہ نہ کرسکی ہوں اس وجہ سے وہ جہنم میں داخل نہ ہوا ہو' اور اسکی نیکیاں زیادہ ہوں' جن سے اسکے گناہوں کا مقابلہ ہوگیا ہو اور وہ جہنم میں داخل نہ ہوا ہو' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی وجہ سے اسکو معاف کردیا ہو'

Marfat.com

اور صرف ہاتھ میں عیب رہ گیا ہو اور جب باقی تمام شکل وہیت صحیح ہوگئی تو اس نے عیب کو چھپانے کی کوشش کی اور جب طفیل نے دیکھا تو پوچھا کہ تم نے ہاتھ کیوں چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا: مجھے کہا گیا: تم نے خود جو بگاڑا ہے اسکو درست نہیں کیا جائیگا' پھر جب حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا تو حضور ﷺ نے انکے لئے دعا کی اے اللہ! اسکے ہاتھ کو بھی معاف کردے" یعنی اسکے بگاڑ کو دور کردے' اور تحقیق یہی ہے کہ اللہ نے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھی کے بارے حضور ﷺ کی دعا قبول کرلی"۔

عام دعوت وتبلیغ کا حکم

ابن اسحاق کہتے ہیں: بعثت کے تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا کہ وہ دعوت کا برملا اظہار کریں اور مشرکوں کی تکلیفوں پر صبر کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ٥ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ٥ الَّذِىْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ٥ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ٥ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥﴾ (سورۃ الشعراء:۲۱۴-۲۲۰)

"اور ڈر سنادے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو' اور اپنے بازو نیچے رکھ اُن کے واسطے جو تیرے ساتھ ہیں ایمان والے' پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں بیزار ہوں تمہارے کام سے' اور بھروسہ کر اس زبردست رحم والے پر جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اُٹھتا ہے' اور تیرا پھرنا نمازیوں میں' بیشک وہی ہے سننے والا اور جاننے والا"

اور فرمایا:

﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ (سورۃ الزخرف:۴۴)

"اور یہ مذکور رہیگا تیرا اور تیری قوم کا اور آگے تم سے پوچھ ہوگی"۔

نیز فرمایا:

Marfat.com

﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ (سورۃ القصص:۸۵)

"جس نے حکم بھیجا تجھ پر قرآن کا وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ"۔

یعنی جس نے تجھ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی' وہی تجھے دارلآخرۃ یعنی معاد کی طرف لوٹانے والا ہے' اور وہ تجھ سے اس بارے میں سوال بھی کریگا' جیسے ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ الحجر:۹۲،۹۳)

"سو قسم ہے تیرے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے"۔

علی الاعلان دعوت و تبلیغ کے بارے میں قرآنی آیات اور احادیث بہت زیادہ ہیں جسکی تفصیل ہم نے "فتح القدیر، تھذیب تفسیر ابن کثیر" ص ۴۰۳، ج ۴ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (سورۃ الشعراء:۲۱۴)

"اور ڈر سنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو"

کے ضمن میں کی۔ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بھی ہیں' جیسے امام احمد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی کہ جب یہ آیت:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾

اُتری' تو حضور ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر آواز لگائی: "یا صباحاہ"' اس پر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ کچھ تو خود آئے اور بعضوں نے اپنے قاصد بھیجے' جب سب جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب' اے بنی فہر' اے بنی کعب' اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہاں! فرمایا: "پھر میں تمہیں ایک بڑے اور دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں" ابولہب نے کہا: تمہارے لئے ہلاکت ہو' کیا تم نے ہمیں اسلئے بلایا تھا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری:

﴿تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ (سورۃ المسد:۱)

"ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ"

احمدؒ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب یہ آیت:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾

Marfat.com

اُتری تو حضور ﷺ نے تمام قریش والوں کو اکٹھا کیا اور کہا: ''اے قریش والو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بنی کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ' خدا کی قسم! میں تمہارے لئے اللہ کے ہاں کچھ نہیں کرسکتا سوائے اسکے کہ تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے جس کو میں اچھے طریقہ سے نبھانے کی کوشش کرونگا''۔ اس حدیث کو بخاری' مسلم وغیرہ نے بھی روایت کیا۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: ''جب یہ آیت:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾

اُتری تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اے فاطمہؓ بنت محمدؐ' اے صفیہؓ بنت عبدالمطلب' اے بنی عبدالمطلب' میں تمہارے لئے اللہ کے ہاں کچھ نہیں کرسکتا' مجھ سے مال کے بارے میں جتنا چاہو پوچھ لو''۔ ''مسلم نے بھی اسکو نقل کیا''۔

مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے دن رات' چھپ کر اور علی الاعلان دعوت شروع کی' کوئی روکنے والا یا تردید کرنے والا انکو نہ روک سکا۔ آپ ﷺ لوگوں کی محفلوں' مجمعوں' بازاروں' تہواروں اور حج کے موقعوں پر جاتے اور ہر آزاد و غلام' کمزور و طاقتور' غریب اور مالدار کو دعوت دیتے۔

کفارِ عرب کا آپ ﷺ کو اور آپ کے صحابہؓ کو تکلیفیں دینا

آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے چند پیروکار صحابہ ؓ پر طاقتور مشرکین نے قولی اور فعلی ایذاؤں کا سلسلہ شروع کردیا۔ سب سے زیادہ آپ ﷺ کو تکلیفیں اپنے چچا ابولہب جسکا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اور اسکی بیوی ام جمیل اَرویٰ بنت حرب نے دیں۔ آپ ﷺ کی مخالفت ابوطالب بن عبدالمطلب نے بھی کی' لیکن تمام چچاؤں میں حضور ﷺ کو سب سے زیادہ طبعی محبت بھی اُن سے تھی۔ وہ بھی آپ ﷺ پر شفقت فرماتے' اچھا معاملہ کرتے' کافروں کی تکلیفوں کو دور کرتے اور اپنی قوم کی مخالفت کرتے تھے' حالانکہ وہ انکے دین اور مذہب پر تھے' اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل میں انکی محبت طبعی طور پر پیدا کردی' انکا اپنی قوم کے دین پر قائم رہنا اور حضور ﷺ کی حمایت کرنا بھی اللہ کی حکمت کی وجہ

Marfat.com

سے تھا' اس لئے کہ اگر وہ اسلام لے آتے تو انکا مشرکین مکہ میں وہ مرتبہ اور اثر و رسوخ نہ رہتا' نہ ہی وہ انکا احترام کرتے یا اُن سے ڈرتے بلکہ اُن پر بھی جرأت کرتے اور زبان درازیاں کرتے۔ یہ اللہ کی حکمت اور کاریگری ہی ہے کہ جس کیلئے جو چاہے اختیار کرلے اور اسی اصول کی مطابق اللہ نے مختلف قسم کی مخلوقات اور اجناس پیدا کی ہیں۔ اور اس تقسیم کے مطابق دونوں چچا کافر ہے اِس وجہ سے قیامت کے دن ابوطالب تو جہنم کے پانی میں اُبال کھائیں گے (جو گھٹنوں یا ٹخنوں تک ہوگا) اور ابوجہل جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوگا۔ اللہ نے اُسی کے بارے میں سورۃ المسد نازل کی جو منبروں پر اور وعظ و خطبوں میں پڑھی جاتی ہے' جس میں یہ ہے کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اسکی بیوی بھی اسکے ساتھ ہوگی۔

امام احمد نے روایت نقل کی کہ ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ (ابتداءً جاہل تھے بعد میں اسلام لے آئے) نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو ذی المجاز بازار میں دیکھا' آپ ﷺ کہہ رہے تھے: اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو' کامیاب ہوجاؤ گے''۔ لوگ آپ ﷺ کے اِردگرد اکٹھے تھے' آپ کے پیچھے ایک خوبصورت چہرہ والا' دھوکے باز آدمی تھا جو یہ کہتا جاتا تھا: یہ بے دین اور جھوٹا ہے' اور جہاں آپ ﷺ جاتے وہ پیچھے پیچھے جاتا' میں نے اسکے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ آپ ﷺ کا چچا ابولہب ہے اسکے برعکس ابوطالب آپ ﷺ سے انتہائی شفقت اور طبعی محبت والا معاملہ کرتے تھے' انکے کچھ اوصاف و کمالات' واقعات اور حضور ﷺ و صحابہ رضی اللہ عنہم کو بچانے کا تذکرہ آگے آئے گا۔

قریش کا ابوطالب سے مطالبہ

حضرت عقیل بن ابی طالب فرماتے ہیں: قریش والے ابوطالب کے پاس آئے او انہوں نے کہا: تمہارے بھتیجے نے ہمیں مجلس اور مسجد میں بے عزت کیا ہے' اسکو روکو۔ ابوطالب نے کہا: اے عقیل! مجھے محمد ﷺ کے پاس لے جاؤ' میں آپ ﷺ کے پاس گیا آپ ﷺ ایک چھوٹے سے گھر میں تھے' آپ ﷺ سخت گرمی میں دوپہر کے وقت آ۔ جب پہنچے تو ابوطالب نے کہا: تمہارے چچاؤں کا خیال ہے کہ تم مجلس اور مسجد میں انکی۔

Marfat.com

عزتی کرتے ہو اور انہیں تکلیف دیتے ہو انکو تکلیف دینے سے باز آ جاؤ' حضور ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور فرمایا: "یہ سورج دیکھتے ہو؟ کہنے لگے: ہاں' فرمایا: خدا کی قسم! میں اسکو نہیں چھوڑ سکتا اگر چہ تم اس سے ایک شعلہ ہی کیوں نہ توڑ کر لے آؤ" ابو طالب نے کہا: خُدا کی قسم! میرے بھتیجے نے جھوٹ نہیں کہا' اسکو چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ۔ بخاری نے اس روایت کو تاریخ میں محمد بن العلاء اور بیہقی نے حاکم سے نقل کیا ہے۔

پھر بیہقی نے ابن اسحاق سے یہ بھی نقل کیا: جب قریش نے ابو طالب سے یہ کہا تو انہوں نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیجا: اے بھتیجے! تیری قوم کے آدمی میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے ایسے ایسے کہا' تم اپنے اوپر بھی اور مجھ پر بھی رحم کھاؤ' مجھے کسی ایسی مشقت میں نہ ڈالو جو میں یا تم برداشت نہ کر سکو۔ اپنی قوم سے رُک جاؤ اور جو انکو بُرا لگتا ہے اسکو چھوڑ دو۔ ان باتوں سے حضور ﷺ نے سمجھا کہ وہ قوم کی باتوں میں آ گئے ہیں' وہ آپ ﷺ کو ذلیل کریں گے اور انکے حوالہ کر دیں گے' نیز وہ آپ ﷺ کا ساتھ دینے میں کمزور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے چچا! اگر تم سورج میری دائیں ہاتھ میں اور چاند بائیں ہاتھ میں رکھ دو' تب بھی میں اس کام کو نہ چھوڑوں گا' یہاں تک کہ اللہ اسکو غالب کر دے یا میں اسکے پیچھے مر جاؤں"۔ پھر آپ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ ﷺ رونے لگے' جب آپ ﷺ جانے لگے اور انہوں نے آپ ﷺ کی پختہ عزمی دیکھی تو فرمایا: بھتیجے! اپنا کام جاری رکھو اور جو چاہو کرو' خُدا کی قسم میں تمہیں کسی قیمت پر کسی کے حوالہ نہیں کروں گا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر ابو طالب نے اسکے بارے میں اشعار کہے جنکا ترجمہ یہ ہے:

(۱) خدا کی قسم! وہ تم تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے خواہ سب اکٹھے ہی کیوں نہ ہو جائیں' جب تک کہ میں قبر میں دفنا نہ دیا جاؤں۔

(۲) تم اپنا کام جاری رکھو' تم پر کوئی قدغن نہیں' خوش ہو جاؤ اور اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

(۳) تو نے مجھے بھی دعوت دی اور میں جانتا ہوں کے تو میرا خیر خواہ ہے' تو نے جو کچھ کہا سچ

Marfat.com

کہا اور تو تو زمانہ قدیم سے ہی امین ہے۔

(۴) تو نے ایک دین پیش کیا جسکے بارے میں میں بخوبی جانتا ہوں کہ وہ دنیا کے تمام دینوں سے بہتر دین ہے۔

(۵) اگر مجھے ملامت اور لعن طعن کا ڈر نہ ہوتا' تو تو مجھے اس سلسلہ میں واضح سخاوت کرنے والا پاتا۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی حفاظت آپ کے ذریعہ کی' حالانکہ وہ دین میں انکے مخالف تھے' وہ اکثر ایسے مقامات پر بھی آپ ﷺ کی حفاظت کرتے تھے جہاں خود انکو گزرنا گوارا ہوتا تھا۔

ابوجہل کا حضور ﷺ کو تکلیفیں دینا

باقی ابوجہل کی طرف سے جو حضور ﷺ کو تکلیفیں پہنچی ہیں' اسکے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں' جن میں سے ایک یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوجہل نے کہا: اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسکی گردن روند ڈالوں گا' یہ بات حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ ایسا کرتا تو سب کے سامنے فرشتے اسکو پکڑ لیتے"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے: ابوجہل کا گزر حضور ﷺ سے ہوا جبکہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے' اس نے کہا: اے محمد! کیا میں نے تمہیں نماز پڑھنے سے نہیں روکا تھا؟ کیا تو جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ اس وادی میں کوئی بڑی تعداد اور ہمنشینوں والا نہیں' حضور ﷺ نے اسکو جھڑک دیا تو یہ آیت اتری:

﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَه﴾ (سورۃ العلق: ۱۷، ۱۸)

"اب بلا لیوے اپنی مجلس والوں کو"۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اپنے ہمنشینوں کو بلاتا تو اسکو عذاب کے فرشتے پکڑ لیتے"۔

(رواہ الترمذی واحمد والنسائی)

ابن جریر نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ابوجہل نے کہا: کیا محمد ﷺ تمہاری

Marfat.com

موجودگی میں اپنا چہرہ زمین پر رگڑتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں' کہا: لات وعزیٰ کی قسم! اب اگر میں نے اسکو اسطرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو ضرور اسکی گردن روندوں گا اور اسکے چہرہ کو زمین پر مسلوں گا' ایک دفعہ جب حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہ آگے بڑھا تاکہ آپ کی گردن روندے' لیکن اسکے ہمنواؤں نے دیکھا کہ اچانک وہ پیچھے کی طرف پلٹا اور اپنے ہاتھ سے بچاؤ کرتا ہوا واپس ہوا' اس سے پوچھا گیا: کیا ہوا' میرے اور اسکے درمیان آگ سے بھری خندق اور طرح طرح کے عذاب تھے' حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اسکو اُچک کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری:

﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ٥ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾ (سورۃ العلق: ۶، ۱۹)

"کوئی نہیں آدمی سرچڑھتا ہے اس سے کہ دیکھے اپنے آپ کو بے پرواہ"۔

(رواہ احمد، ومسلم والنسائی وابن ابی حاتم والبیہقی)

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: میں نے حضور ﷺ کو کبھی قریش کے خلاف بددُعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے ایک دن کے' اور اسکا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے' قریش کی ایک جماعت کعبہ کے قریب بیٹھی ہوئی تھی' اور انکے قریب اونٹ کی اوجڑی پڑی ہوئی تھی' قریشیوں میں سے ایک نے کہا: کون یہ اوجڑی اسکی پیٹھ پر ڈالے گا؟ عقبہ بن ابی معیط نے کہا: میں ڈالوں گا' چنانچہ اس نے اوجڑی اُٹھا کر حضور ﷺ پر سجدہ کی حالت میں ڈال دی' اسکی وجہ سے حضور ﷺ کو اسوقت تک سجدہ کرنا پڑا کہ حضرت فاطمہؓ آئی اور انہوں نے آپ ﷺ کی پیٹھ سے اس کو ہٹایا' حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! قریش کے اس گروہ کو عذاب میں پکڑ' اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ' اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر' اے اللہ! ابوجہل بن ہشام کو عذاب میں گرفتار کر' اے اللہ! عقبہ بن ابی معیط اور اُبی بن خلف یا اُمیہ بن خلف کو عذاب میں مبتلا کر"۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ یہ سب کے سب بدر کے دن قتل کئے گئے' پھر انکو گھسیٹ کر کنوئیں میں ڈالا گیا' سوائے اُبی یا اُمیہ بن خلف کے کہ وہ بڑا بھاری بھرکم تھا تو اسکو نہ گھسیٹا جا سکا۔

Marfat.com

بخاری نے اسکو متعدد مقامات پر نقل کیا ہے اور صحیح ''امیہ بن خلف'' ہے' کیونکہ بدر کے دن وہی قتل کیے گئے تھے' اور اسکا بھائی اُبی اُحد کے دن مارا گیا تھا۔

حدیث میں مذکور لفظ ''السّلا'' سے مراد وہ غلاظت ہے جو اونٹ کے بچہ کی پیدائش پر اسکے ساتھ نکلتی ہے اور بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب وہ ایسا کر رہے تھے تو اتنا ہنس رہے تھے کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

اسمیں یہ بھی ہے: حضرت فاطمہؓ کو جب اسکی خبر ہوئی تو انہوں نے آ کر انکو گالیاں دیں اور جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ہاتھ اُٹھا کر انکے خلاف بد دُعا کی' جب انہوں نے یہ دیکھا تو انکی ہنسی رُک گئی اور وہ آپ ﷺ کی بددُعا سے گھبرا گئے' حضور ﷺ نے پوری جماعت کے لئے اکٹھی بددُعا بھی کی اور اُن میں سات کے نام لے کر بھی بددُعا کی' اور اکثر روایات میں اُن کے چھ نام بھی مذکور ہیں جو یہ ہیں: عتبہ' شیبہ' ولید بن عتبہ' ابوجہل بن ہشام' عقبہ بن ابی معیط' امیہ بن خلف۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: میں ساتویں کا نام بھول گیا میں کہتا ہوں: وہ عُمارۃ بن الولید ہے' جیسا کہ صحیح بخاری میں اسکا نام بھی ذکر ہوا ہے۔

بخاری میں حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں نے عمرو بن العاصؓ سے پوچھا: مجھے مشرکین کی وہ سب سے بُری حرکت اور بدتمیزی بتاؤ جو انہوں نے حضور ﷺ کیساتھ کی ہو' انہوں نے فرمایا: ایک دفعہ حضور ﷺ کعبۃ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے حضور ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر سختی سے گلہ گھونٹا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے' انہوں نے اس کو کندھے سے پکڑ کر پیچھے ہٹایا اور فرمایا:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾

(سورۃ غافر: ۲۸)

''کیا مار ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور لایا تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی''۔

بخاری نے اس روایت کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے' جن میں سے بعض جگہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا نام صراحۃً مذکور ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے۔

Marfat.com

امام احمدؒ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ کی خاطر اتنی تکلیفیں دی گئیں کہ اتنی کسی کو نہیں دی گئی ہونگیں' اور اللہ کے معاملہ میں مجھے اتنا ڈرایا گیا کہ کوئی اور نہ ڈرایا گیا ہوگا۔ مجھ پر اور بلال رضی اللہ عنہ پر تیس دن ورات ایسے بھی گزرے کہ ہم نے کوئی قابل ذکر چیز نہیں کھائی سوائے اس کے جو بلال کی بغل میں دبی ہوئی تھی۔

(اخرجہ الترمذی، ابن ماجہ)

فائدہ

ابن کثیر نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ گزشتہ روایت جو گزری کہ انہوں نے حضور ﷺ پر نماز کے دوران اوجڑی پھینکی' اور حضرت فاطمہؓ نے آ کر انکو گالیاں دیں اور اوجڑی ہٹائی' پھر حضور ﷺ نے انکے خلاف بددعا کی۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے جو مروی ہے کہ مشرکین نے حضور ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر گلہ گھونٹا اور بعد میں حضرت ابوبکرؓ نے چھڑوایا۔ ایسے ہی ابوجہل کا حضور ﷺ کو تکلیف دینے کیلئے آگے بڑھنا اور پھر گھبرا کر پلٹنا' یہ سب واقعات ابوطالب کے انتقال کے بعد پیش آئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر انہوں نے ہر اس آدمی سے بھی دشمنی کی جس نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کی پیروی کی۔ ہر قبیلہ نے اپنے قبیلہ میں موجود مسلمانوں پر حملہ کیا' وہ ان کو قید کر لیتے اور بھوک' پیاس' جاڑے اور گرمی میں مکہ کی وادی میں لٹا کر عذاب دیتے۔ جو ان میں سے کمزور ہوتے ان کو دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے' بعض تو سخت تکلیفوں کی تاب نہ لا کر آزمائش پر پورا نہ اترتے اور بعض اکڑ جاتے اور اللہ انکو بچا لیتے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکلیفیں دینا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور جنکا تعلق بنی جمح سے تھا۔ انکا پورا نام ''بلال بن رباح'' اور والدہ کا نام ''حمامۃ'' تھا۔ یہ پکے مسلمان اور صاف گو تھے انکا آقا امیہ بن خلف انکو تپتی دوپہر میں لیکر نکلتا۔ پھر ایک بڑا پتھر انکے سینہ پر رکھتا اور ان سے کہتا: خدا کی قسم! یہ اسوقت تک نہیں ہٹایا جائے گا جب تک تم مر نہ جاؤ' یا محمد ﷺ کا انکار

Marfat.com

کر کے لات وعزیٰ کی عبادت کرنے لگ جاؤ' لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی احد احد کی صدا لگاتے۔

پھر ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جارہا تھا' انہوں نے انھیں اپنے ایک غلام کے بدلہ میں امیہ سے خرید لیا اور خرید کر آزاد کر دیا اور عذاب سے نجات دلا دی۔ اسکے بعد ابن اسحاق نے ان غلاموں اور باندیوں کا تذکرہ کیا جنکو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا اور وہ اسلام لے آئے تھے' ان میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ' عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ' ام عمیس رضی اللہ عنہا' زنیرہؓ (انکی نظر ختم ہوگئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو لوٹا دی تھی) ' تہدیہؓ اور انکی بیٹی' انکو بنی عبدالدار سے خریدا تھا۔ اسی طرح بنی مؤمل کی بھی ایک باندی خریدی تھی جنکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے پر سزا دیتے تھے۔

پیچھے امام احمدؒ ماجہ اور ابن ماجہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت گزر چکی: ''سب سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے سات افراد تھے' رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمار رضی اللہ عنہ' سمیہؓ' صہیب رضی اللہ عنہ' بلال رضی اللہ عنہ' مقداد رضی اللہ عنہ ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے انکے چچا کے ذریعے کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حفاظت اپنی قوم کے ذریعہ سے کی۔ باقی جتنے تھے انکو مشرکوں نے لوہے کی ہتھکڑیاں لگائیں' تپتے سورج میں بیٹھنے پر مجبور کیا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کیساتھ انہوں نے جو چاہا کیا سوائے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے اللہ کی خاطر اپنی جان کو بھی معمولی سمجھا اور قوم نے بھی اس کو ہلکا سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو بچوں کے حوالہ کر دیا' وہ ان کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے لیکن اس وقت بھی وہ احد' احد کہتے۔

آل یاسر رضی اللہ عنہ کو تکلیفیں دینا

ابن اسحاق کہتے ہیں: قبیلہ بنی مخزوم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین کو لیکر ظہر کے وقت نکلتے اور ان کو مکہ کے چٹیل میدانوں میں عذاب دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے: ''اے آل یاسر! صبر کرو' بیشک تمہارا ٹھکانہ جنت ہے''۔

Marfat.com

بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ایک دفعہ حضور ﷺ کا حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے قریب سے گزرا ہوا جن کو عذاب دیا جارہا تھا' حضور ﷺ نے فرمایا: "اے آل عمار و آل یاسر رضی اللہ عنہ 'تمہیں خوشخبری ہو' تمہارا ٹھکانہ جنت ہے"۔

انکی ماں کو قتل کیا گیا' لیکن پھر بھی وہ اسلام چھوڑنے پر راضی نہ ہوئیں امام احمد نے مجاہد سے نقل کیا: "ابتدائے اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونیوالی ام عمار کی والدہ حضرت سمیہؓ تھیں' ان کو ابو جہل نے دل میں برچھی مار کر شہید کر دیا تھا"۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: ابو جہل جو ہمیشہ قریش کے ایک جمگھٹے میں رہتا' جب کسی معزز اور مالدار آدمی کے اسلام کے بارے میں سنتا تو اس کو دھمکیاں دیتا اور ذلیل کرتے ہوئے کہتا: تو نے اپنے باپ کا دین چھوڑ دیا ہے حالانکہ وہ تجھ سے زیادہ بہتر ہے' ہم تیری برادری پر تیری احمقانہ سوچ ثابت کریں گے' تیری رائے کی مخالفت کریں گے اور تیری شرافت کو داغدار کر دیں گے۔ اور اگر کوئی تاجر ہوتا تو کہتا: خدا کی قسم! ہم تیری تجارتی ساکھ برباد کر دیں گے اور تیرا مال تباہ برباد کر دیں گے' اور اگر کوئی کمزور ہوتا' تو اس کو مارتا اور اسے دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت سعید بن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا حضور رضی اللہ عنہ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کو مشرکوں کی طرف سے ایسی تکلیفیں بھی پہنچتی تھیں جو ان کو دین چھوڑنے پر مجبور کر دیں؟ فرمایا: ہاں' خدا کی قسم' وہ ان کو مارتے بھی تھے اور بھوکے' پیاسے بھی رکھتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ تو تشدد کی وجہ سے وہ صحیح طرح بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے' پھر وہ ان کو اتنا مجبور کرتے کہ کہتے: کیا لات اور عزیٰ' اللہ کی سوا معبود ہیں؟ اور وہ مزید تشدد سے بچنے کیلئے کہہ دیتے؛ "ہاں"۔

میں کہتا ہوں: انہی کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

(سورۃ النحل: ۱۰۶)

"جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا

Marfat.com

دل برقرار ہے ایمان پر' لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا ان کو بڑا عذاب ہے''۔

گویا ان لوگوں کو جتنی تکلیفیں اور مشقتیں پہنچیں' اسکی وجہ سے وہ لوگ معذور تھے۔

حضرت خباب بن الارت کو عذاب دینا

امام احمدؒ نے حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: ''میں لوہار تھا' اور میرا عاص بن وائل پر قرضہ تھا ایک دفعہ جب میں قرضہ مانگنے آیا تو اس نے کہا: نہیں' خدا کی قسم! میں اسوقت تک ادا نہیں کرونگا جب تک تم محمد ﷺ کا انکار نہ کردو۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! میں محمد ﷺ کا انکار نہیں کرونگا' خواہ تو مر کر دوبارہ کیوں نہ زندہ ہو جائے' اس نے کہا: اچھا' اگر مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے تو پھر جب دوبارہ زندہ ہونگا اور میرے پاس مال دولت ہوگی تو اس وقت آجانا میں دے دونگا' اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیات اُتاریں:

﴿اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ○ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ○ وَّنَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَیَاْتِیْنَا فَرْدًا﴾ (سورۃ مریم: ۷۷-۸۰)

''بھلا تو نے دیکھا اسکو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے اور کہا مجھ کو مل کر رہیگا مال و اولاد جھانک آیا ہے غیب کو یا لے رکھا ہے رحمٰن سے عہد' یہ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائینگے اسکو عذاب میں لمبا' اور ہم لے لیں گے اُسکے مرنے پر جو کچھ وہ جتلاتا آیا ہے اور آئیگا ہمارے پاس اکیلا''۔

یہ تو صحیحین کے الفاظ ہیں' بخاری میں یہ روایت اس طرح ہے: ''میں مکہ کا لوہار تھا' میں نے عاص بن وائل کے لئے تلوار بنائی' پھر اسکے پاس اپنی مزدوری لینے کے لئے آیا'' بخاری نے حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا: ''میں حضور ﷺ کے پاس آیا جبکہ حضور ﷺ کعبہ کے سائے میں چادر کا تکیہ بنائے لیٹے ہوئے تھے' اُن دنوں ہمیں مشرکوں کی طرف سے انتہائی سخت تکلیفیں پہنچ رہی تھیں' میں نے کہا: آپ ﷺ انکے خلاف

Marfat.com

بد دعا کیوں نہیں کرتے؟ حضور ﷺ یک دم بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' پھر فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں کو کنگھیوں سے اس طرح نوچا گیا کہ ان کے گوشت اور پٹھوں کے نیچے ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ یہ عمل بھی انکو دین سے برگشتہ نہ کر سکا۔ کسی کے سر پر آرا رکھا گیا اور اسکو دو ٹکڑے کر دیا گیا' مگر پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ ہٹا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مرتبہ کمال تک پہنچا کر رہیں گے' یہاں تک کہ ایک سوار صفاء سے حضر موت تک جائیگا اور اللہ کے سوا اسکو کسی سے ڈر نہ ہوگا" اور ایک روایت میں ہے "بکریوں کو بھیڑیے کا ڈر نہ ہوگا" اور ایک روایت میں ہے "لیکن تم جلدی چاہتے ہو" یہ الفاظ صرف بخاری میں ہیں مسلم میں نہیں۔ یہ پوری حدیث حضرت خباب ؓ سے اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔ جو اس سے مختصر ہے۔

مشرکوں کا اعتراض اور ضد بازی کرنا

مشرکوں نے حضور ﷺ پر اعتراضات کئے اور کئی آیات اور فرق عادات (معجزات) واقعات پر محض ضد کی وجہ سے ہٹ دھرمی کی۔ اس لئے اکثر مقامات پر انکے مطالبات کو پورا نہیں کیا گیا اور نہ ہی انکی خواہشات کو مکمل کیا گیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ وہ اپنے مطالبات پسندیدہ دیکھنے کے باوجود اپنی سرکشی میں ڈٹے رہیں گے اور گمراہی میں بھٹکتے رہیں گے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾

(سورۃ الانعام: ۱۰۹-۱۱۱)

"اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تائید سے کہ اگر آوے انکے پاس کوئی نشانی تو ضرور

Marfat.com

اُس پر ایمان لاوینگے تو کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم کو اے مسلمانو کیا خبر ہے کہ وہ نشانیاں آوینگی تو یہ لوگ ایمان لے ہی آوینگے' اور ہم اُلٹ دیں اُن کے دل اور انکی آنکھیں جیسے کہ ایمان نہیں لائے نشانیوں پر پہلی بار اور ہم چھوڑے رکھیں گے ان کو ان کی سرکشی میں بھکتے ہوئے' اور اگر ہم اُتاریں اُن پر فرشتے اور باتیں کریں اُن سے مردے اور زندہ کر دیں ہم ہر چیز کو اُن کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن اُن میں اکثر جاہل ہیں"۔

اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ٥ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ (سورۃ یونس:۹۷'۹۸)

"بیشک جن پر ثابت ہو چکی بات تیرے رب کی وہ ایمان نہ لائینگے اگرچہ پہنچیں اُن کو ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھ لیں عذاب دردناک"

اور فرمایا:

﴿وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيَاتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴾

(سورۃ الاسراء:۵۹)

"اور ہم نے اسلئے موقوف کیں نشانیاں بھیجنا کہ اگلوں نے انکو جھٹلایا اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی انکے سمجھانے کو پھر ظلم کیا اُس پر اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو"۔

اور فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ٥ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ٥ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ٥ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا

Marfat.com

رَّسُوْلاً﴾ (سورۃ الاسراء:۵۹)

''اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر، یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے یا ہو جائے تیرے لئے ایک گھر سنہرا یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اُتار لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں بھیجا ہوا''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''اہل مکہ نے حضور ﷺ سے مطالبہ کیا کہ صفا پہاڑ انکے لئے سونا بن جائے، اور اردگرد پہاڑ ختم ہو جائیں تا کہ وہ کھیتی باڑی کر سکیں۔ آنحضرت ﷺ سے کہا گیا: اگر آپ چاہیں تو انتظار کریں اور اگر چاہیں تو اُن کے سوال کے مطابق ان کو دے دیں اگر وہ پھر بھی انکار کریں تو انکو ایسے ہی ختم کر دیا جائے جس طرح کہ ان سے پہلے قوموں کو ہلاک کیا گیا، حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں انکے ساتھ انتظار کرونگا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری:

﴿وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا﴾ (سورۃ الاسراء:۵۹)

''اور ہم نے اس لئے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے انکو جھٹلایا اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی انکے سمجھانے کو پھر ظلم کیا اُس پر''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا: ''قریش نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ہمارے لئے اللہ سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے صفا پہاڑ کو سونا بنا دے، پھر ہم تم پر ایمان لے آئیں گے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا واقعی تم ایمان لے آؤ گے''؟ انہوں نے کہا: ہاں حضور ﷺ نے دُعا کی تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: اللہ آپ کو سلام بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں: اگر آپ چاہیں تو ہم صفا کو سونا بنا دیں، لیکن اسکے بعد اگر کوئی ایمان نہ لایا تو ہم اسکو ایسا عذاب دیں گے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہوگا' اور اگر

Marfat.com

آپ چاہیں تو انکے لئے رحمت اور توبہ کا دروازہ کھول دیں' فرمایا: "نہیں' رحمت اور توبہ کا دروازہ کھول دیں"۔ اور یہ دونوں سندیں صحیح ہیں۔

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾ (سورۃ الاسراء:۸۵)

"اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے"۔

یعنی روح اللہ کی مخلوقات میں سے ایک عجیب مخلوق اور معاملات میں سے ایک عجیب معاملہ ہے۔ اللہ نے اسکو کہا: ہو جا' تو وہ ہو گئی' اور اللہ کی ہر مخلوق کی گہرائی تک تم نہیں پہنچ سکتے اور اسکی نفس حقیقت کو اللہ کی قدرت اور حکمت کی بلسبت سمجھنا تمہارے لئے مشکل ہے' اسلئے تو فرمایا:

﴿وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

"اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا"۔

صحیحین میں ہے کہ یہود نے مدینہ میں حضور ﷺ سے روح کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔ تو یا تو یہ دوسری دفعہ اُتری یا آپ ﷺ نے یہ آیت بطور جواب ذکر کی، اگرچہ سابقاً اسکا نزول ہو چکا تھا۔ اور جس نے یہ کہا کہ اسکا نزول مدینہ میں ہوا ہے اور اسکو سورۃ "سبحان" سے مستثنیٰ کیا ہے تو اسکے قول میں نظر ہے۔

مشرکین کا قرآن مجید کو جھٹلانا

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ حضور ﷺ کے پاس آیا تو حضور ﷺ نے اسکو قرآن پڑھ کر سنایا' جس کو سن کر اس کا دل پسیج گیا۔ جب ابو جہل کو اسکا علم ہوا تو وہ اسکے پاس آیا اور کہنے لگا: اے چچا! تمہاری قوم تمہیں مال دینا چاہتی ہے' اس نے کہا: "کیوں"؟ ابو جہل نے کہا' تاکہ تمہیں دیں' تم محمد کے پاس گئے تھے تاکہ اسکی لائی ہوئی کتاب کو قبول کر لو' ولید نے کہا: قریش جانتی ہے کہ میں اُن میں سب سے زیادہ مال والا ہوں، ابو جہل نے کہا: پھر محمد کے بارے میں ایسی باتیں کہو

Marfat.com

جس سے پتہ چلے کہ تم اسکے منکر ہو۔ اس نے کہا: میں کیا کہوں؟ خُدا کی قسم! تم میں سے کوئی ایسا آدمی نہیں جو اشعار، رجز، قصیدہ اور جن کے اشعار کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہو۔ خُدا کی قسم! جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ان میں سے کسی کے بھی مشابہہ نہیں، خُدا کی قسم! اسکے بول میں شیرینی ہے اس پر سونے جیسی چمک، اسکی اونچی شاخیں پھلدار اور اسکے تنے مضبوط ہیں، اس کا کلام بلند ہوتا ہے اس پر کوئی بلند نہیں ہوسکتا، یہ اپنے سے نیچے ہر کلام کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔ ابوجہل نے کہا: بہرحال، قوم تو تجھ سے تب ہی راضی ہوگی جب تم اسکے بارے میں کچھ بُرا بھلا کہو گے، اس نے کہا: اچھا مجھے سوچنے دو۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا: یہ ایک موثر جادو ہے، جو دوسروں کو متاثر کردیتا ہے۔ جب اس نے یہ کہا تو اس کے بارے یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ۝ وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ۝ وَّبَنِیۡنَ شُهُوۡدًا ۝ وَّمَهَّدۡتُّ لَهٗ تَمۡهِیۡدًا ۝ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ۝ کَلَّا ؕ اِنَّهٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ۝ سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا ۝ اِنَّهٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدۡبَرَ وَاسۡتَکۡبَرَ ۝ فَقَالَ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ ۝ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ ۝ سَاُصۡلِیۡهِ سَقَرَ ۝ وَمَاۤ اَدۡرٰکَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبۡقِیۡ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ ۝ عَلَیۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ﴾ (سورۃ المدثر: ۱۱-۳۰)

"چھوڑ دے مجھ کو اور اُس کو جسکو میں نے بنایا اکیلا، اور دیا میں نے اسکو مال پھیلا کر، اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے، اور تیاری کردی اسکے لئے خوب تیاری، پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں، ہرگز نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف، اب اُسی سے چڑھواؤں گا بڑی چڑھائی، اس نے فکر کیا اور دل میں ٹھہرالیا، سو مارا جائے کیسا ٹھہرایا، پھر نگاہ کی، پھر تیوری چڑھائی اور تُرش رو ہوا، پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا، پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا، اور کچھ نہیں یہ کہا ہوا ہے آدمی کا، اب اسکو ڈالوں گا آگ میں، اور تو کیا سمجھا کیسی ہے وہ آگ، نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے جلا دینے والی ہے آدمیوں کو، اُس پر مقرر ہیں اُنیس فرشتے"۔

Marfat.com

حماد بن زید نے اس روایت کو عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً بھی نقل کیا ہے' اسمیں یہ بھی ہے آپ ﷺ نے اسکے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (سورۃ النحل:۹۰)

''اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور نامعقول کام سے اور سرکشی' سے تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو''

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے بیان کیا: ولید بن مغیرہ اور قریش کے دیگر سردار ایک جگہ اکٹھے ہوئے اُن میں ولید ہی سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا انہوں نے مشورہ کیا کہ حج کا موسم قریب ہے اور عرب کے وفد حج کے لئے مکہ آئیں گے' انہوں نے محمد ﷺ کے بارے میں سُن بھی رکھا ہے' تو تم کوئی ایسا متفقہ فیصلہ کرو' جس میں تمہاری آپس میں ضد بیانی اور ایک دوسرے کی رائے کی خلاف ورزی نہ ہو۔ ایک آدمی نے کہا' اے ابو عبد شمس! آپ ہی ہمیں کوئی ایسی متفقہ بات بتادیں جس پر ہم سب کاربند رہیں' اس نے کہا: نہیں' تم کہو میں سنوں گا۔ انہوں نے کہا: کاہن کہہ دیں' اس نے کہا: وہ کاہن تو نہیں' میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے یہ اُن کے گروہوں میں سے نہیں۔ انہوں نے کہا: پھر مجنون کہہ دیں' اس نے کہا: وہ مجنون بھی نہیں' ہم جنون کو بھی جانتے ہیں اور اسکو بھی جانتے ہیں اسکو کوئی غصہ' خلجانِ قلب یا وساوس نہیں آتے۔ انہوں نے کہا: اچھا شاعر کہہ دیں' اس نے کہا: حقیقت میں وہ شاعر بھی نہیں' کیونکہ ہم شعر کی تمام اقسام رجز' ھزج' قریض' مقبوض اور مبسوط سب کو جانتے ہیں' تو یہ کلام شعر نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا: تو کیا جادوگر کہہ دیں؟ اس نے کہا: ہم نے جادو کو بھی دیکھا ہے ور جادوگروں کو بھی' یہ نہ تو اسکی پھونکیں ہیں اور نہ گرہیں۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبد شمس! پھر آپ ہی بتائیں ہم کیا کہیں' اس نے کہا: خدا کی قسم! اسکے قول میں مٹھاس ہے' اسکی جڑیں مضبوط ہیں' اسکی شاخیں بار آور ہیں' تم مذکورہ باتوں میں سے جو بھی کرو گے فوراً پہچان لئے جاؤ گے کہ جھوٹے ہو۔ اب بہترین بات یہی ہے کہ کہو یہ جادوگر ہے' جو آدمی اور اسکے دین' آدمی اور اسکے ماں' باپ'

Marfat.com

بیوی، بھائی اور خاندان میں جدائی ڈلوادیتا ہے۔ پھر وہ وہاں سے چلے گئے، اور حج شروع ہونے پر راستوں میں بیٹھ گئے، جب کوئی انکے قریب سے گزرتا اسکو ڈراتے اور خبردار کرتے۔ ولید کے بارے میں اللہ نے یہ آیتیں اُتاریں:

﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا o وَجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَبَنِیْنَ شُهُوْدًا o﴾ (سورۃ المدثر:۱۱۔۱۳)

''چھوڑ دے مجھ کو اور اُس کو جس کو میں نے بنایا اکیلا، اور دیا میں نے اسو مال پھیلا کر، اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے''۔

اور باقی لوگوں کے بارے میں اُترا:

﴿اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ o فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ o عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ الحجر:۹۲،۹۳)

''جنہوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں، سوقسم ہے تیرے رب کی ہم کو پوچھنا ہے اُن سب سے''۔

میں کہتا ہوں: انکی جہالت اور کم عقلی کو ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿بَلْ قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَا اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء:۵)

''اس کو چھوڑ کر کہتے ہیں بیہودہ خواب ہیں، نہیں جھوٹ باندھ لیا ہے، نہیں شعر کہتا ہے، پھر چاہیے لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانیاں جیسے پیغام لیکر آئے ہیں پہلے''

وہ اس بات میں پریشان ہوگئے تھے کہ آپ ﷺ کو کیا کہیں، کیونکہ جو بات کہتے تھے وہ غلط معلوم ہوتی تھی، اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ حق سے نکل گئے تھے اور جو حق سے ہٹ کر بات کہے وہ غلط ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا﴾

(سورۃ الاسراء:۴۸)۔

''دیکھ لے کیسے جماتے ہیں تجھ پر مثالیں اور بھٹکتے پھرتے ہیں سو راہ نہیں پا سکتے''۔

امام عبد بن حمید نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ایک دن

Marfat.com

قریش والے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا: تم میں سے جو سب سے زیادہ جادوگری، کہانت اور اشعار کو جانتا ہو وہ اس آدمی سے ملے جس نے ہماری جماعت کو توڑ ڈالا، ہماری وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور ہمارے دین کو بُرا بھلا کہا۔ وہ اس سے بات کر کے دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ انہوں نے کہا: اسکے لئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کے سوا کسی کو بہتر نہیں سمجھتے، سب نے مِل کر عتبہ سے کہا: اے ابوالولید! تم ہی اس سے مِلو۔ چنانچہ عتبہ آیا اور اس نے کہا: اے محمد ﷺ! تم بہتر ہو یا عبداللہ؟ حضور ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا: تم بہتر ہو یا عبدالمطلب؟ حضور ﷺ پھر بھی خاموش رہے، اس نے کہا: اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اُن سے بہتر ہو تو پھر بات کرو تا کہ ہم تمہاری بات سُنیں، اور اگر تمہارا یہ خیال ہے وہ تم سے بہتر تھے تو وہ تو اُن بتوں کی پوجا کرتے تھے جن کو تم بُرا بھلا کہتے ہو۔ خُدا کی قسم! ہم نے تم سے بڑھ کو اپنے قبیلے کے لئے کوئی منحوس آدمی نہیں دیکھا، تم نے ہماری جماعت کو توڑ ڈالا، ہماری وحدت کو ختم کر دیا، ہمارے دین کو بُرا بھلا کہا، ہمیں پورے عرب میں رسوا کر دیا، یہاں تک کہ اُن میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک جادوگر اور کاہن ہے۔ خُدا کی قسم! اب تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ لوگ شدّتِ غضب سے پھٹ پڑیں گے اور سب تلواریں لیکر ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اُتار دیں گے۔ بھائی! اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے، تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تم قریش کے مالدار ترین آدمی بن جاؤ گے۔ اور اگر تم شادی کرنا چاہتے ہو تو قریش میں سے جونسی عورت چاہو چُن لو، ہم تمہاری دس شادیاں بھی کرا دیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنی بات پوری کر لی''۔ اس نے کہا: ''ہاں'' حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

Marfat.com

فَاسْتَقِيمُوا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِىْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِىْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِىْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴾ (سورۃ فصلت:۱تا۱۳)

''شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے' حٰمٓ' اُتارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے' ایک کتاب ہے کہ جُدا جُدا کی ہیں اسکی آیتیں' قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو' سنانے والا خوشخبری اور ڈر پر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سنتے' اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اُس بات سے جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے بیچ میں پردہ ہے سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں' تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے سو سیدھے رہو اُسکی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ اور خرابی ہے شریک کرنے والوں کو' جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ آخرت سے منکر ہیں' البتہ جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام اُن کو ثواب ملتا ہے جو موقوف نہ ہو' تو کہہ کیا تم منکر ہو اُس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اسکے ساتھ کو اوروں کو وہ ہے رب جہان کا' اور رکھے اس میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اسکے اندر اور ٹھہرائیں اُسمیں خوراکیں اُسکی چار دن میں پورا ہوا پوچھنے والوں کو' پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا پھر کہا اسکو اور زمین آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم

Marfat.com

آئے خوشی سے' پھر کر دیے وہ سات آسمان دو دن میں اور اُتارا ہر آسمان میں حکم اُس کا اور رونق دی ہم نے سب سے ورے آسمان کو چراغوں سے اور محفوظ کر دیا یہ سادھا ہوا ہے زبردست خبردار کا' پھر اگر وہ ٹلائیں تو تو کہہ میں نے خبر سُنا دی تم کو ایک سخت عذاب کی جیسے عذاب عاد اور ثمود پر''۔

عتبہ نے کہا: ٹھہر جاؤ! کیا تمہیں اسکے سوا بھی کچھ کہنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' وہ واپس چلا گیا تو قریش نے اس سے پوچھا: پیچھے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے کہا: میں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی۔ جس کے بارے میں تمہارا خیال ہو کر مجھے کرنی چاہیے تھی۔ انہوں نے پوچھا: تو کیا اس نے جواب دیا؟ اس نے کہا: ہاں! پھر کہا: نہیں' قسم ہے اس ذات کی جس نے کعبہ کی بنیادیں قائم کیں' میں اسکی کوئی بات نہیں سمجھ سکا' سوائے اسکے کہ اس نے تمہیں قوم ثمود و عاد کی طرح کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ انہوں نے کہا' تیرے لیے ہلاکت ہو' ایک آدمی تجھ سے عربی میں باتیں کرے اور تجھے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم' عذاب کے علاوہ میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔

بیہقی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: سب سے پہلی مرتبہ میں نے حضور ﷺ کو اس طرح پہچانا کہ میں ابوجہل کیساتھ مکہ کی گلیوں میں سے ایک گلی میں گزر رہا تھا' اچانک ہماری ملاقات حضور ﷺ سے ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ابوجہل سے فرمایا: اے ابوالحکم! اللہ اور رسول کی طرف آ جاؤ' میں تمہیں اللہ کی طرف بڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ ابوجہل نے کہا: اے محمد ﷺ! کیا تم ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہنے سے باز نہیں آتے؟ یا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم گواہی دیں کہ تم نے ہم تک بات پہنچا دی۔ اگر یہ بات ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بات پہنچا دی۔ خدا کی قسم! اگر مجھے علم ہوتا کہ تو سچا ہے تو میں ضرور تیری پیروی کرتا' یہ سن کر حضور ﷺ چلے گئے۔ حضور ﷺ کے جانے کے بعد ابوجہل میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: خُدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ برحق ہے' لیکن مجھے ایک چیز ماننے سے روکتی ہے' وہ یہ ہے کہ بنی قصی نے کہا: کعبہ کی حفاظت ہمارے قبیلہ کے پاس ہے' ہم نے کہا: ہمارے پاس بھی ہے۔ پھر انہوں نے کہا: حاجیوں کو پانی پلانے کا شرف ہمیں حاصل ہے' ہم

Marfat.com

نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے کہا: ہمارے قبیلہ کو جرگہ بُلانے کا حق حاصل ہے' ہم نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے کہا: لڑائیوں میں سپہ سالاری اور علمبر داری کی عزت بھی ہمیں حاصل ہے' ہم نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا' یہاں تک کہ جب دونوں برابر ہوگئے' تو اَب وہ کہتے ہیں: نبی ہم میں سے ہیں' خُدا کی قسم! اب یہ نہیں ہوسکتا۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: مکہ میں حضورؐ پر یہ آیت اُتری:

﴿وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا﴾ (سورۃ الاسراء:۱۱)

''اور پکار کرمت پڑھ اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ''۔

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے نماز پڑھاتے تھے، مشرکوں نے جب یہ سُنا تو انہوں نے قرآن مجید' قرآن کو اُتارنے والے اور لانے والے کو گالیاں دینا شروع کر دیں' اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا:

﴿وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ﴾

یعنی بلند آواز سے قرات نہ کیجئے کہ مشرکین سن کر قرآن کو گالیاں دیں۔

﴿وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا﴾

یعنی اسکو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ سے اتنی بھی پوشیدہ نہ رکھیں کہ انکو قرآن سُنائی نہ دے اور وہ سُن ہی نہ سکیں۔

﴿وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾

یعنی ان دونوں کا درمیانی راستہ اختیار کر۔

حبشہ کی طرف ہجرت

پیچھے گزر چکا کہ مشرکین کمزور مسلمانوں کو تکلیفیں دیتے تھے' انکو تشدد کا نشانہ بناتے تھے اور ذلت آمیز مذاق کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو حضور ﷺ کے ذریعہ کسی قسم کے ردِ عمل کے اظہار سے روکا ہوا تھا۔

واقدی نے بیان کیا: حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت رجب کے مہینہ ۵ھ

Marfat.com

کو تھی' سب سے پہلے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی' وہ پیدل اور سوار ہو کر سمندر تک پہنچے پھر انہوں نے حبشہ تک نصف دینار میں ایک کشتی کرایہ پر لے لی۔ ان ہجرت کرنے والوں کے نام یہ ہیں: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' رقیہؓ بنت رسول ﷺ' ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ' انکی بیوی سہلۃ بنت سہیلؓ' زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ' مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ' انکی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہؓ' عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ' عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ' انکی بیوی لیلی بنت ابی حثمہؓ' ابو سبرۃ بن ابی رھم۔ بعض کہتے ہیں: ابو حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ' سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ابن جریرؒ کہتے ہیں: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ بیاسی مرد تھے' جن میں سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک ہے کہ اُن میں سے تھے یا نہیں' اگر تھے تو تیراسی مرد بن جاتے ہیں۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں: جب حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکالیف میں مبتلا دیکھا' نیز مصلحت اور چچا ابو طالب کیطرف سے دباؤ بھی دیکھا اور آپ ﷺ کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکالیف سے نہیں بچا سکتے' تو آپ ﷺ نے فرمایا! تم ملکِ حبشہ کیطرف نکل جاؤ' کیونکہ وہاں کے بادشاہ کی موجودگی میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا' اور وہ سرزمین سچ بولنے اور سننے والوں کی ہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے موجودہ صورتحال سے نکلنے کا کوئی راستہ نکال دے۔ چنانچہ کسی آزمائش میں پڑنے سے بچنے کے لئے اور اپنے دین کو بچانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں سے نکلے۔ یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی اور سب سے پہلے ہجرت کرنیوالے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ تھے۔

بیہقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: اپنے بچوں کیساتھ سب سے پہلے اللہ کی خاطر ہجرت کرنیوالے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے نضر بن انس رضی اللہ عنہ کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے سنا: سب سے پہلے حضرتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی رقیہ بنت رسول ﷺ کیساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ کچھ عرصہ تک تو حضور ﷺ کو ان کی کوئی خبر نہیں ملی' پھر قریش کی ایک عورت

Marfat.com

آئی اور اس نے کہا: اے محمد ﷺ! میں نے تمہارے داماد کو اپنی بیوی کیساتھ دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم نے انکو کس حال پر دیکھا؟'' اس نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ وہ اپنی بیوی دراز گوش پر بٹھائے لے جارہا تھا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ انکے ساتھ ہو حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلا آدمی ہے جس نے اپنی بیوی کیساتھ ہجرت کی''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: اس ہجرت میں ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی سہلہ بنت سہیل بھی تھی، جنکے ہاں حبشہ میں محمد نامی لڑکا پیدا ہوا۔ ایسے ہی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابو سلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہؓ جن کے ہاں زینب نامی لڑکی پیدا ہوئی۔ عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ، عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ، ابو سبرہ بن ابی رھم اور انکی بیوی ام کلثوم بنت سہیلؓ۔

بعض کہتے ہیں: ابو حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہی سب سے پہلے سرزمین حبشہ پر پہنچے تھے۔ ایسے ہی سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ تو یہ دس مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ کیطرف ہجرت کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں: بعض اہل علم کیمطابق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو انکا امیر بنایا گیا تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی اسماء بنت عمیسؓ نکلے، اور وہیں پر انکے ہاں عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔ اسکے بعد مسلمان آگے پیچھے جانے لگے اور وہاں اکٹھے ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہ کا خیال ہے کہ حبشہ کیطرف پہلی ہجرت اسوقت ہوئی جب ابو طالب اور انکے حلیف حضور ﷺ کے ساتھ گھاٹی میں محصور ہو گئے، لیکن یہ بات قابلِ غور ہے۔

انکا یہ بھی خیال ہے کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہجرت سے مراد دوسری ہجرت ہے، اور یہ اسوقت ہوئی جب بعض لوگ واپس آ گئے تھے، انہیں پتہ چلا تھا کہ مشرکین اسلام لے آئے ہیں، لیکن جب وہ مکہ آئے تو خبر جھوٹی نکلی، اُن آنے والوں میں عثمان بن مظعون بھی تھے، پھر کچھ تو واپس چلے گئے اور کچھ مکہ میں ہی رہ گئے۔ اس دفعہ کچھ نئے مسلمان بھی ملہ گئے اور یہی دوسری ہجرت تھی۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: حضرت جعفر بن ابی طالب اس دوسری ہجرت کرنے والی جماعت میں تھے۔ باقی جو ابن اسحاق نے انکو پہلی ہجرت والوں

Marfat.com

میں شمار کیا ہے تو وہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے' لیکن وہ پہلے گروہ میں پیچھے رہنے والوں میں سے ہیں' بعد میں نجاشی کے دربار میں یہی ترجمان تھے۔

پھر ابن اسحاق نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیساتھ جانیوالوں کے نام بھی ذکر کئے' جو یہ ہیں: عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی فاطمہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا' خالد رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی اُمیمہ بنت خلف رضی اللہ عنہا' ان سے ایک لڑکا اور لڑکی ہوئی جنکا بعد میں زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور انکے ہاں عمر اور خالد پیدا ہوئے۔ ایسے ہی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ' انکے بھائی عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا' قیس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی برکۃ بنت یسار رضی اللہ عنہا اور معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ۔ اور یہ سعد بن العاص رضی اللہ عنہ کے غلاموں میں سے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ' عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ' یزید بن زمعہ بن الاسود رضی اللہ عنہ عمرو بن امیہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' طلیب بن عمیر بن وھب رضی اللہ عنہ' سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ' جھم بن قیس رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام حرملۃ بنت عبدالاسود رضی اللہ عنہا اور انکے دونوں بیٹے عمرو بن جھم رضی اللہ عنہ اور خزیمہ بن جھم رضی اللہ عنہ' ابوالروم بن عمیر بن ہاشم رضی اللہ عنہ' فراس بن النضر بن الحارث رضی اللہ عنہ اور انکے ہاں عبداللہ پیدا ہوئے۔ ایسے ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انکے بھائی عتبہ رضی اللہ عنہ مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ حارث بن خالد بن صخر رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ربطۃ بنت الحارث رضی اللہ عنہا جن کے ہاں موسیٰ' عائشہ' زینب اور فاطمہ پیدا ہوئے۔ ایسے ہی عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ' ابوسلمۃ بن عبدالاسد بن ہلال رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا جنکے ہاں زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ ایسے ہی شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ بن الشرید' ھبار بن سفیان رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد' انکے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ' ہشام بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ' سلمۃ بن ہشام بن المغیرۃ رضی اللہ عنہ' عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ' معتب بن عوف بن عامر رضی اللہ عنہ۔

ایسے ہی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ انکے بیٹے سائب رضی اللہ عنہ اور دونوں بھائی قدامۃ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ حاطب بن الحارث بن معمر رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی فاطمۃ بنت المجلل' انکے دونوں بیٹے محمد رضی اللہ عنہ اور حارث رضی اللہ عنہ' خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی اور انکی بیوی فکیہۃ بنت

Marfat.com

یسار رضی اللہ عنہ' سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی حسنۃ رضی اللہ عنہا انکے دو بیٹے جابر رضی اللہ عنہ اور جنادہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور بیٹے شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ جو حسنہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند عبداللہ سے تھے۔ عثمان بن ربیعۃ رضی اللہ عنہ بن اھبان' خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' ھشام بن العاص بن وائل رضی اللہ عنہ' قیس بن حذافہ بن قیس رضی اللہ عنہ اور انکے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ' ابوقیس بن الحارث رضی اللہ عنہ اور انکے بھائی حارث رضی اللہ عنہ' معمر رضی اللہ عنہ' سائب رضی اللہ عنہ' بشر رضی اللہ عنہ' سعید رضی اللہ عنہ۔ ایسے ہی سعید بن قیس رضی اللہ عنہ' عمر بن رئاب رضی اللہ عنہ' سعید بن سہم رضی اللہ عنہ' معمر بن عبداللہ العدوی رضی اللہ عنہ' عروہ بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ' عدی بن نضلۃ بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ اور انکے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ' عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی لیلٰی بنت ابی حثمہؓ' ابوسبرۃ بن ابی رھم رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام کلثوم بنت سہیلؓ' عبداللہ بن مخرمۃ العامری رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ' سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ اور انکے بھائی سکران رضی اللہ عنہ اور بیوی سودہ بنت زمعۃؓ (بعد میں حضور ﷺ کی بیوی بنیں)۔ مالک بن زمعۃ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی عمرۃ بنت السعدیؓ' حاطب بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ' ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ (انکا نام رعد تھا)' عمرو بن ابی سرح بن ربیعہؓ عیاض بن زھیر بن ابی شداد رضی اللہ عنہ' عثمان بن عبد غنم بن زھیر رضی اللہ عنہ' سعید بن عبدقیس رضی اللہ عنہ اور انکے بھائی حارث رضی اللہ عنہ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: اسطرح سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمان ان بچوں کے علاوہ جنکو وہ لیکر گئے تھے یا جو وہاں پیدا ہوئے تیراسی مرد تھے۔ اگر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ان میں شامل کیا جائے' کیونکہ انکی شمولیت میں شک ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن اسحاق ابوموسیٰ اشعری کو مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شمار کرنا بہت ہی عجیب ہے' کیونکہ امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے: ہمیں حضور ﷺ نے نجاشی کے پاس بھیجا' ہم اسّی آدمی تھے' جن میں سے مشہور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' جعفر رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عرفطۃ رضی اللہ عنہ' عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ابوموسی رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم نجاشی کے پاس آئے۔ دوسری طرف قریش نے عمرو بن العاص اور عُمارۃ بن الولید کو تحفے تحائف دیکر نجاشی کے پاس بھیجا۔ جب وہ اسکے دربار میں پہنچے تو انہوں نے سجدہ کیا

اور بادشاہ کے دائیں' بائیں بیٹھ گئے۔ پھر کہا: ہمارے قبیلہ کے کچھ لوگ آپ کی سرزمین پر آبسے ہیں' وہ ہم سے اور ہمارے دین سے باغی ہو کر آئے ہیں' بادشاہ نے کہا: وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہیں حبشہ میں' تم انکی طرف پیغام بھیجو اور انکو بلواؤ۔ بادشاہ نے انکو حاضر ہونے کا کہا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج میں تمہاری نمائندگی کرونگا' سب نے منظور کرلیا۔ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر صرف سلام کیا سجدہ نہ کیا' درباریوں نے کہا: تم نے بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم صرف اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں بادشاہ نے کہا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ نے ہماری طرف ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا' جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کے لئے سجدہ نہ کریں' اس نے ہمیں نماز' زکوٰۃ کا حکم دیا۔ عمرو نے کہا: یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے حوالہ سے تمہاری مخالفت کرتے ہیں: بادشاہ نے کہا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور انکی والدہ کے متعلق تمہارا کیا کہنا ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تو وہی کہتے ہیں جو اللہ نے فرمایا: وہ اللہ کا کلمۃ اور روح ہے جس کو اللہ نے کنواری مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا' جس کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا اور نہ ہی وہ کسی بچہ کا تصور کرسکتی تھیں۔ بادشاہ نے زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا: اے حبشہ والو! خدا کی قسم یہ اس تنکے کے برابر بھی اسمیں اضافہ نہیں کرتے جو ہم عیسیٰ علیہ السلام بارے میں نظریہ رکھتے ہیں۔ تمہارا اور جن کی طرف سے تم نمائندے بن کر آئے ہو انکا آنا مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ وہی ہیں جنکا تذکرہ ہم انجیل میں پاتے ہیں اور وہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکے بارے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے خوشخبری دی' تم جہاں چاہو رہو۔ اللہ کی قسم! اگر میں بادشاہ نہ ہوتا تو میں خود چل کر اسکے جوتے اُٹھاتا"۔ پھر اس نے تحفوں کے بارے میں حکم دیا کہ کافروں کو دیئے جائیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یمن سے آکر بدر میں شرکت فرمائی اور انکا یہ خیال تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نجاشی کی موت کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے بخشش کی دُعا کی۔ اس حدیث کی اسناد درست ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی۔ اگرچہ انہوں نے بعض راویوں سے

Marfat.com

مدرج ذکر نہیں کیا۔

فائدہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بارے میں صحیح روایت یہی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت یمن میں تھی۔ جب انکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا علم ہوا تو وہ (پچاس اور کچھ لوگ) کشتی پر سوا ہو کر نجاشی کے پاس آ گئے۔ وہیں انکی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئی اور پھر اُنہی کیساتھ رہنے لگے۔

حافظ ''ابونعیم'' نے اپنی کتاب ''الدلائل'' میں ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیساتھ نجاشی کے پاس جانے کا حکم دیا۔ اسکی اطلاع قریش کو ہوگئی تو انہوں نے عمرو بن العاص اور عمار بن ولید کو تحفے دیکر نجاشی کے پاس بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں پہنچے تو انہوں نے ہدیہ پیش کیا اور سجدہ کیا' نجاشی نے انکا تحفہ قبول کر لیا' پھر عمرو بن العاص نے کہا: ہمارے علاقے کے کچھ لوگوں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے اور تمہاری سرزمین پر آ بسے ہیں' نجاشی نے پوچھا: کیا وہ حبشہ میں ہیں؟ عمرو نے کہا: ہاں! نجاشی نے ہمارے پاس پیغام بھیجا' جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی بات نہیں کریگا' آج میں تمہارا نمائندہ ہوں' جب ہم نجاشی کے پاس پہنچے تو وہ اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور عمرو بن العاص دائیں طرف' جبکہ عمارہ بائیں طرف بیٹھا تھا' اور باقی درباری صرف در صف بیٹھے تھے۔ عمرو اور عمارہ نے بادشاہ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ سجدہ نہیں کریں گے' جب ہم دربار میں پہنچے تو درباریوں اور عیسائی پادریوں نے آگے بڑھ کر کہا: بادشاہ کے لئے سجدہ کرو۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تو اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور جب نجاشی کے قریب پہنچے تو اس نے پوچھا: تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہم تو صرف اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا' یہ وہی رسول رضی اللہ عنہ ہے جس کی خوشخبری عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی کہ میرے بعد ایک رسول آئیگا جسکا نام احمد ہوگا۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں' اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' نمازیں قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں' ایسے ہی ہمیں نیک کام

Marfat.com

کرنے اور بُرے کام چھوڑنے کا حکم دیا۔ نجاشی کو انکی باتیں اچھی لگیں۔ جب عمرو بن العاص نے یہ دیکھا تو اس نے کہا: اللہ بادشاہ کو سلامت رکھے' یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے حوالہ سے تمہاری مخالفت کرتے ہیں' نجاشی نے جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارا یہ ساتھی ابن مریم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اُن کے بارے میں وہی کہتا ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ اللہ کی روح اور کلمہ ہے جو اللہ نے کنواری مریم سے پیدا کئے' انکو نہ کسی انسان نے چھوا تھا اور نہ ہی وہ کسی بچہ کا تصور کر سکتی تھیں۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور کہا: اے درباریو اور پادریو! یہ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں نمائندے بن کر اس تنکے کے وزن کے برابر بھی زیادہ نہیں کہتے جو ہم کہتے ہیں' تمہارا اور جن کی طرف سے تم آئے ہو انکا آنا مبارک ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں' اور وہی ہیں جنکی خوشخبری عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی' اگر میں بادشاہت کے بکھیڑوں میں نہ پڑا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپکے جوتے چوم لیتا تم جہاں چاہو میرے ملک میں رہو۔ پھر ہمارے کھانے اور کپڑے کا حکم دیا' اور قریشی وفد کے بارے میں کہا: انکے تحفے واپس لوٹا دو۔

حافظ بیہقی نے "الدلائل" میں اسی اسناد کیساتھ ذکر کیا اور پھر فرمایا: یہ اسناد صحیح ہے' اور اسکے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو موسیٰ مکہ میں تھے اور آپ رضی اللہ عنہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے نکلے تھے' اور صحیح روایت یہی ہے جو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "ہمیں یمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا تو ہم پچاس اور کچھ لوگوں کیساتھ ایک کشتی پر سوار ہو کر ہجرت کے لئے نکلے۔ اس کشتی نے ہم کو حبشہ میں نجاشی کے پاس پہنچا دیا' وہاں پر ہم جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیساتھ مل گئے۔ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور نجاشی کے درمیان گفتگو بھی سُنی تھی' جب انکو اس بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے کہا: ہو سکتا ہے راوی کو اس سے وہم ہوا ہو: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جانے کا حکم دیا"۔

بخاری نے بھی باب "ھجرۃ الحبشۃ" میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ہمیں یمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج کا علم ہوا' ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے' ہماری کشتی ہمیں حبشہ میں

Marfat.com

نجاشی کے پاس لے گئی، ہم جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے اور اُن کے ساتھ رہے یہاں تک کہ فتح خیبر کے موقع پر ہم حضورؐ سے ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے کشتی والو! تمہیں دو ہجرتوں کا ثواب مل گیا''۔

بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہمیں یمن میں حضور ﷺ کی بعثت کا علم ہوا، ہم ہجرت کر کے آپ ﷺ کی طرف نکلے، میں اور میرے بھائی تھے جن میں سے میں سب سے چھوٹا تھا، ایک کا نام ابوبردہ اور دوسرے کا ابورھم تھا، پھر یا فرمایا: ''ہمارے ساتھ چند'' یا فرمایا: ترپن یا باون آدمی قوم کے تھے۔ ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ جس نے ہمیں حبشہ شہر میں نجاشی کے پاس پہنچا دیا، وہاں ہم جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیساتھ مِل گئے اور اُن کے ساتھ ہی رہے، یہاں تک کہ ہم اکٹھے ہی خیبر کے موقع پر حضور ﷺ کے پاس آئے۔ بعض لوگ ہم سے کہنے لگے: ہم تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے ہیں۔

اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ آئی تھی، وہ حضرت حفصہؓ کے پاس ملاقات کے لئے آئی (اس سے پہلے وہ حبشہ کی طرف ہجرت بھی کر چکی تھی) ابھی وہ بیٹھی ہوئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے، انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت حفصہؓ نے فرمایا: اسماء بنت عمیسؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا یہ وہی حبشہ والی، کشتی والی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے کہا: ہاں، ہم ہجرت میں ان سے سبقت لے گئے ہیں، ہم حضور ﷺ کے بارے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں، وہ غصہ ہو گئی اور اس نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ہرگز نہیں، ہم حضور ﷺ کے بارے میں ان سے زیادہ حقدار ہیں، تم تو حضور ﷺ کے ساتھ تھے، وہ تمہارے بھوکوں کو کھلاتے، تمہارے جاہلوں کو سکھاتے تھے، اور ہم دور اور ناپسندیدہ جگہ حبشہ میں تھے، اور وہ سب کچھ ہم نے اللہ، رسول کی خاطر برداشت کیا۔ اللہ کی قسم: اب میں اسوقت نہیں کھاؤں، پیوں گی جب تک حضور ﷺ سے اسکے بارے میں پوچھ نہ لوں، میں نہ جھوٹ بولوں گی، نہ کم کروں گی اور نہ زیادہ، جب حضور ﷺ آئے تو اس نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ، عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے کہا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''تو تم نے کیا کہا؟'' کہنے لگی: میں نے ایسے ایسے کہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ تم سے زیادہ حقدار نہیں، انکو اور انکے ساتھیوں کو تو ایک

Marfat.com

ہجرت کا اور تم کشتی والوں کو دو ہجرتوں کا ثواب ہوگا''۔ فرماتی ہیں: اسکے بعد ابو موسیٰ اور کشتی والے اکثر میرے پاس آتے اور مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتے' اور انکے لئے حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز خوش کن اور بڑی نہ تھی۔

ابو بُردہ رضی اللہ عنہ حضرت اسماءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ یہ حدیث بار بار مجھ سے سنتے تھے۔

حضرت ابو بُردۃ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں رات کے وقت اشعریین کے ساتھیوں کی آواز قرآن سے پہچان لیتا ہوں اور اگر کسی وجہ سے میں دن کے وقت انکے ٹھکانے نہ دیکھ سکوں تو رات کو قرآن کی آواز سے انکے ٹھکانے جان جاتا ہوں۔ ان میں ایک دانا آدمی بھی ہے جو کسی گھوڑا سوار یا دشمن سے ملتا ہے تو کہتا ہے: میرے ساتھی تمہیں انتظار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

ابن اسحاق نے حبشہ سے مکہ واپس لوٹنے والوں کو ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ جب انکو اہلِ مکہ کے اسلام لانے کا علم ہوا تو واپس مکہ آ گئے' لیکن یہ افواہ درست نہیں تھی' اگر چہ اس افواہ کا ایک سبب بھی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ مشرکین کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپؐ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری:

﴿وَالنَّجمِ اِذَا هَوىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوىٰ﴾ (سورۃ النجم:۱،۲)

آپ ﷺ نے پوری سورت پڑھی اور آخر میں سجدہ کیا تو آپ ﷺ کے ساتھ وہاں موجود مسلمان' مشرک، جنات وانس سب نے سجدہ کیا۔

بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا: ''نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو سب نے آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے کے جس نے سنگریزوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور پیشانی کیساتھ لگا کر کہنے لگا: مجھے یہی کافی ہے' میں نے بعد میں دیکھا کہ وہ کافر ہو کر مرا''۔ (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی)۔

مقصد یہ ہے کہ ناقل نے جب مشرکوں کو حضور ﷺ کیساتھ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے سمجھا کہ وہ اسلام لے آئے ہیں اور انہوں نے آپ ﷺ کیساتھ صلح کر لی ہے اور

Marfat.com

اب انکا آپس میں کوئی جھگڑا نہیں رہا' اس طرح یہ خبر اُڑ کر پھیل گئی' یہاں تک کہ مہاجرین حبشہ کو حبشہ میں پتہ چل گیا۔ انہوں نے اس خبر کو صحیح سمجھا' چنانچہ ایک جماعت واپس آ گئی اور باقی وہیں رہے' اور اپنے تئیں دونوں درست تھے۔ واپس لوٹنے والے یہ تھے: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی رقیہ بنت رسول ﷺ' ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی سہلۃ بنت سہیل رضی اللہ عنہا' عبداللہ بن جحش بن رباب رضی اللہ عنہ' عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ' مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ' سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ' طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' مقداد رضی اللہ عنہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ابوسلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام سلمۃ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا' شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ' سلمۃ بن ھشام رضی اللہ عنہ' عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ (ان دونوں کو مکہ میں قید کیا گیا تھا' یہاں تک کہ غزوہ بدر' احد اور خندق گزر گیا) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور انکے بارے میں شک ہے کہ حبشہ گئے بھی تھے کہ نہیں' معتب بن عوف رضی اللہ عنہ' عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ انکے بیٹے سائب رضی اللہ عنہ اور بھائی قدامہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ' خنیس بن حذافۃ رضی اللہ عنہ' ھشام بن العاص بن وائل رضی اللہ عنہ' عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی لیلی بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا' عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ (انکو غزوہ بدر تک قید کیا گیا تھا' لیکن یہ کسی طرح وہاں سے نکل کر بدر میں شریک ہو گئے تھے) ابوسبرۃ بن ابی رھم رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام کلثوم بنت سہیل رضی اللہ عنہا' سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا (انکا مکہ میں انتقال ہو گیا تھا اور حضور ﷺ نے حضرت سودۃ سے نکاح کر لیا تھا) سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ' ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ' عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ' سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ اور عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ' یہ کل تینتیس مرد ہوئے۔

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے دکھایا گیا ہے کہ میرا دارالہجرۃ دو کالے پتھروں والی گھاٹیوں کے درمیان کھجوروں والی سرزمین ہو گی'' چنانچہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنیوالوں کی اکثریت بھی مدینہ آ گئی۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: ''ہم نماز کے دوران

Marfat.com

بھی حضور ﷺ کو سلام کرلیا کرتے تھے اور آپ ﷺ اس دوران جواب بھی دیا کرتے تھے لیکن جب ہم حبشہ سے واپس آئے اور ہم نے سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا' ہم نے کہا: یارسول ﷺ اللہ! ہم آپکو سلام کیا کرتے تھے اور آپ ہمیں جواب بھی دیا کرتے تھے' لیکن اب جب سے ہم حبشہ سے واپس آئے ہیں آپ ﷺ ہمیں جواب ہی نہیں دیتے؟ فرمایا: ''نماز میں ایک خاص عمل ہوتا ہے''۔ (راوہ البخاری' مسلم' ابوداؤد والنسائی)۔

اس سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تائید بھی ہوتی ہے جو صحیحین میں ہے: ''ہم نماز میں باتیں کرلیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ کا یہ حکم نازل ہوا:

﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۸)

''اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے''

پھر ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا اور باتوں سے منع کیا گیا' آیت میں خطاب سے مراد جنسِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں' کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ انصاری اور مدنی صحابی ہیں' اور مذکورہ روایت سے نماز میں کلام کی حرمت مکہ میں ثابت ہوتی ہے' اس لیے مذکورہ قول کے مطابق ہی مراد ہوگی۔ باقی یہ کہنا کہ حضرت زید کا آیت کو ذکر کرنا درست نہیں کیونکہ وہ مدنی ہیں اور آیت مکی ہے' ہوسکتا ہے انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق اس کو کلام کی حرمت کا ذریعہ سمجھا ہو' حالانکہ حرمت کی وجہ اسکے علاوہ اور بھی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حبشہ سے آنیوالوں نے اہل مکہ میں سے کسی نہ کسی کی پناہ لے لی۔ چنانچہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے ولید بن مغیرہ کی پناہ لی۔ ابوسلمۃ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ نے ابوطالب کی پناہ لی' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جب میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آزمائشوں میں مبتلا دیکھا اور میں خود ولید بن مغیرہ کی پناہ کی وجہ سے محفوظ تھا' میں نے سوچا خدا کی قسم! میرا ایک کافر کی پناہ میں آنا جانا اور میرے ساتھیوں کا ایسی آزمائشوں میں مبتلا ہونا' میری کسی کمی کی وجہ سے ہے۔ پھر میں ولید بن مغیرہ کے پاس گیا اور کہا: اے ابوعبدالشمس! تیری پناہ پوری ہوگئی' اور میں نے تیری پناہ تجھے لوٹا دی' اس نے کہا: اے بھتیجے! کیوں' کیا تمہیں میری قوم میں سے کسی نے تکلیف دی ہے' میں نے

Marfat.com

کہا: نہیں، لیکن میں اللہ کی پناہ سے راضی ہوں میں کسی اور سے پناہ نہیں لینا چاہتا، پھر میں نے کہا: میرے ساتھ مسجد چلو اور میری پناہ علی الاعلان واپس کر دو جیسے میں نے علیٰ الاعلان تمہاری پناہ لی تھی، چنانچہ ہم دونوں مسجد آئے، ولید نے کہا: یہ عثمان میری پناہ مجھے واپس لوٹانے آیا ہے۔ میں نے کہا: ہاں یہ سچ کہتا ہے، میں نے اس کو شریف اور بہترین پناہ دینے والا پایا ہے۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ اللہ کی پناہ کے سوا کسی کی پناہ نہ لوں، اس لیے میں نے اس کی پناہ لوٹا دی۔ پھر ایک دن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ قریش کی ایک مجلس سے گزرے جس میں لبید بن ربیعہ اشعار سنا رہا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی وہیں بیٹھ گئے تو لبید نے کہا:

الا کل شی ما خلا اللہ باطل

"آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے"۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، پھر لبید نے کہا:

وکلُّ نعیم لا محال زائل

اور ہر نعمت کو لامحالہ ختم ہونا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جھوٹ، جنت کی نعمتیں تو ختم نہیں ہونگی۔ لبید نے کہا: اے قریش والو! تمہارے ہمنشین کو تو تکلیف نہیں دی جاتی تھی، یہ تمہارے درمیان نیا کون پیدا ہو گیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا: یہ دیگر بیوقوفوں میں سے ایک بیوقوف ہے، انہوں نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے، تم اپنے دل میں اس کی کوئی بات نہ رکھنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا تو ان کے درمیان تلخی بڑھ گئی وہ آدمی اٹھا اور اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر ایسا تھپڑ مارا کہ زخمی کر دیا، ولید بن مغیرہ قریب سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا، اس نے کہا: اللہ کی قسم! اے میرے بھتیجے، تم جس کی پناہ میں ہو اسکے ہوتے ہوئے تمہاری آنکھ کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلکہ اللہ کی قسم! میری صحیح آنکھ اس کی زیادہ محتاج ہے جو اس کی بہن کو اللہ کی راہ میں پہنچا ہے، اور میں اس ذات کی پناہ میں ہوں جو تجھ سے زیادہ معزز اور قدرت والی ہے اے ابو عبدالشمس۔ ولید نے کہا: بھتیجے! اپنی پرانی پناہ میں آ جاؤ، میں نے کہا: نہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہجرتِ حبشہ کا ارادہ کرنا

ابن اسحاق حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں: ''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مکہ کی سرزمین تنگ ہوگئی' آپ رضی اللہ عنہ کو مختلف قسم کی تکالیف پہنچائی گئیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے قریش والوں کو بھی دیکھا کہ وہ حضورؐ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ کیا معاملہ کررہے ہیں' تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت مانگی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے نکلے' لیکن ابھی مکہ سے ایک دو دن کی مسافت طے ہی کی تھی کہ راستہ میں ابن الدغنہ مل گیا' وہ ان دنوں قریش کے ایک قبیلہ احابیش کا سردار تھا' اس نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا' مجھے تکلیفیں دیں اور میرے اوپر زمین تنگ کردی' اس نے کہا: کیوں؟ خدا کی قسم! تو تو بہترین سلوک کرنیوالا اور بے سہاروں کی مدد کرنے والا ہے' تو نیک کام کرتا ہے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتا ہے' واپس چلا جا' آج کے بعد تو میری پناہ میں ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ واپس مکہ آ گئے۔ ابن الدغنہ نے اعلان کیا اے قریش والو! میں نے ابن ابی قحافہ کو پناہ دی ہے' اب بھلائی کے سوا کوئی اس کو کچھ نہ کہے' چنانچہ سب لوگ باز آ گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: بنی جمح میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اپنے گھر کے دروازہ کے سامنے مسجد تھی اور آپ رضی اللہ عنہ وہیں نماز پڑھا کرتے تھے' آپ رضی اللہ عنہ اتنے نرم دل تھے کہ جب قرآن پڑھتے تو رو پڑتے' آپ رضی اللہ عنہ کو روتا دیکھ کر بچے' غلام اور عورتیں کھڑی ہو جاتیں اور تعجب سے دیکھتیں' یہ حالت دیکھ کر قریش کے کچھ لوگ ابن الدغنہ کے پاس آئے اور کہنے لگا: آپ نے اس کو پناہ اس لیے تو نہیں دی تھی کہ ہمیں تکلیف دے۔ یہ ایسا آدمی ہے کہ جب نماز پڑھتا ہے اور محمدؐ کا لایا ہوا کلام پڑھتا ہے تو اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور ہمیں اپنے بچوں' غلاموں اور عورتوں پر ڈر ہے کہ کہیں وہ ان کو فتنہ میں نہ ڈال دے' تم اس کو کہو کہ گھر میں جو چاہے کیا کرے لیکن بالکل راستہ کے ساتھ نہ پڑھا کرے۔ چنانچہ ابن الدغنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے تجھے اس لیے پناہ نہیں دی تھی کہ تو اپنی قوم کو ہی

Marfat.com

تکلیف دینے لگے' وہ تیری اس جگہ کو ناپسند کرتے ہیں جہاں تو کھڑا ہوتا ہے اس سے انکو تکلیف ہوتی ہے' آپ اپنے گھر میں جو چاہیں کریں یا پھر میں تیری پناہ کو لوٹادوں اور تو اللہ کی پناہ سے راضی ہوجائے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے' میری پناہ مجھے لوٹادو' اس نے کہا: میں نے لوٹادی' پھر اس نے کھڑے ہوکر اعلان کیا: اے قریش والو! ابن ابی قحافہ نے میری پناہ مجھے واپس کردی ہے' اب تم جانو اور وہ جانے''۔

امام بخاری نے تنہا خود بھی اس کو بیان کیا ہے' لیکن اس میں کچھ اضافہ ہے اور وہ اس طرح کہ حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے' میں نے اپنے والدین کو دین حق پر قائم دیکھا ہے' اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جسمیں حضور ﷺ صبح یا شام ہمارے گھر نہ آتے ہوں' جب مسلمانوں پر آزمائشیں آنے لگیں' تو ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے' اور جب یمن یا مکہ کے بُرک الغماد نامی مقام پر پہنچے تو آپ کو قارہ قبیلہ کا سردار ابن الدغنہ ملا' اس نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کہا کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے' اب میں زمین پر چل پھر کر اپنے رب کی عبادت کرنا چاہتا ہوں' اس نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہارے جیسے لوگ نہ نکلتے ہیں نہ نکالے جاتے ہیں' تم تو گرے پڑوں کو سہارا دیتے ہو' صلہ رحمی کرتے ہو' ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتے ہو' مہمان نوازی کرتے ہو اور حق بات کے پھیلانے میں مدد کرتے ہو' میں تمہیں پناہ دیتا ہوں' جاؤ اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے' اس وقت ابن الدغنہ بھی ان کے ساتھ تھا' رات کو ابن الدغنہ نے قریش کے سرداروں سے ملاقاتیں کیں اور کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے آدمیوں کو نہ نکلنا چاہیے اور نہ نکالنا چاہیے' کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو گرے پڑوں کو سہارا دیتا ہے' صلہ رحمی کرتا ہے' ضرورتمندوں کا بوجھ اٹھاتا ہے مہمان نوازی کرتا ہے اور حق بات میں مدد کرتا ہے؟ کسی نے ابن الدغنہ کی پناہ کو نہ جھٹلایا' لیکن انہوں نے کہا: ابوبکر سے کہو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے' وہیں جو چاہے نماز یا تلاوت کرے' ہمیں تکلیف نہ دے اور نہ ہی علی الاعلان ایسا کرے' کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو فتنہ میں نہ

Marfat.com

ڈال دے۔ جب ابن الدغنہ نے یہ ساری باتیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہیں تو آپ رضی اللہ عنہ ان کی خواہش کے مطابق اپنے گھر میں نماز روزہ کرنے لگے اور کہیں اور تلاوت نہ کرتے' کچھ عرصہ بعد ان کے ذہن میں ایک بات آئی اور انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی' اور وہیں نمازیں اور تلاوت وغیرہ کرنے لگے۔ مشرکین کی عورتوں اور بچوں کو اس سے تعجب ہوتا اور وہ رک رک کر آپ کو دیکھتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت رونے والے تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کرتے تو آپ کی آنکھیں چھلک پڑتی تھیں۔ اس حالت سے قریش کے سردار گھبرا گئے' انہوں نے ابن الدغنہ کے پاس ایک وفد بھیجا اور کہا: ہم نے تمہارے کہنے پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں عبادت کرے گا' لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اس میں علی الاعلان نماز پڑھتا ہے اور تلاوت کرتا ہے' ہمیں اپنے بچوں اور عورتوں کا ڈر ہے۔ اگر وہ اپنے گھر تک محدود ہو کر عبادت کرنا چاہے تو بہت اچھا ورنہ اس سے کہو کہ وہ تمہاری پناہ واپس لوٹا دے' کیونکہ ہم آپ کے عہد کو توڑنا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی علی الاعلان سب کچھ کرتا نہیں چھوڑ سکتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ابن الدغنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: تمہیں پتہ ہے کہ میں نے قریش کیساتھ کن شرائط پر معاہدہ کیا ہے' یا تو تم معاہدہ کے مطابق گھر تک محدود رہو' ورنہ میری پناہ اور ذمہ داری مجھے لوٹا دو' میں عربوں کو یہ کہتا ہوا نہیں سن سکتا کہ انہوں نے میرا عہد توڑ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تمہاری پناہ واپس لوٹاتا ہوں اور اللہ کی پناہ اور ذمہ داری چاہتا ہوں''۔ پھر بخاری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت والی روایت بیان کی' جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

نجاشی کی موت

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''جس دن نجاشی کا انتقال ہوا اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعلان کیا' پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو لیکر جنازگاہ گئے اور صف بندی کے بعد جنازہ پڑھایا''۔

Marfat.com

فائدہ

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نجاشی پر حضور ﷺ نے جنازہ پڑھایا یہ وہی نجاشی تھا جس نے ابتداءً مسلمانوں کو ٹھکانہ دیا تھا اور پناہ دی تھی' بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ کیا یہ وہی نجاشی ہے جس کو حضور ﷺ نے خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تھی' جیسا کہ ۶ ہجری کو تمام شاہان کو لکھا تھا؟ بعض حضرات اس طرف گئے ہیں کہ یہ وہی ہے' جبکہ دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ وہ نجاشی جس کی طرف حضور ﷺ نے خط لکھا تھا وہ بادشاہ تھا جس نے اس مسلمان نجاشی کے بعد حکومت حاصل کی تھی اور جس کے بارے میں ظاہر یہی ہے کہ وہ اسلام نہیں لایا تھا' ان علماء نے صحیح مسلم میں مذکور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا:

''حضور ﷺ نے قیصر' کسریٰ' نجاشی اور ہر بادشاہ کیطرف پیغام لکھا اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس پر حضور ﷺ نے نماز پڑھی''۔ بخاری نے اسی عنوان ''موت النجاشی'' کے تحت باب قائم کیا' پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی:

''حضور ﷺ نے نجاشی کی موت کے دن فرمایا: آج ایک نیک انسان مرا ہے' چلو اور اپنے بھائی اَصْحَمہ کا جنازہ پڑھو''۔

یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور انکے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ پھر بعض روایات میں اس کا نام ''اصحمة'' ہے اور ایک روایت میں ''مصحمة'' ہے' جبکہ پورا نام ''اصحمة بن الجبر'' ہے۔ یہ نیک' ذہین' عادل اور عالم تھا۔

ابن اسحاق سے نقل کرتے ہوئے یونس نے کہا: نجاشی کا نام ''مصحمہ'' ہے اور ایک روایت میں جس کو بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے ''اصحم'' ہے۔ یہ عربی میں عطیہ اور بخشش کو کہتے ہیں اور ''نجاشی'' یہ حبشہ کے بادشاہوں کو کہا جاتا ہے جیسے قیصر و کسریٰ' ہرقل وغیرہ بادشاہوں کو کہا جاتا تھا۔

میں کہتا ہوں: ''قیصر'' سے مراد وہ بادشاہ جو روم کے ملک پر حکمرانی کرنے والا ہو۔ ''کسریٰ'' ملک فارس کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ ''فرعون'' پورے مصر پر حکمرانی کرنے والے کو کہتے تھے۔ ''المقوقس'' اسکندریہ کے بادشاہ۔ ''تبع'' یمن اور شحر کے علاقوں کا

Marfat.com

حکمران ہوتا تھا۔ ''النجاشی'' حبشہ کا بادشاہ، ''بطلیموس'' یونان کا حکمرن اور ''خلقان'' ترک کے بادشاہوں کا نام تھا۔

بعض علماء نے کہا: نجاشی پر نمازِ جنازہ اس لیے پڑھی گئی کہ وہ اپنی قوم سے ایمان چھپاتا تھا اور مرتے وقت اس پر نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں تھا' اس لیے حضور ﷺ نے اس پر جنازہ پڑھا۔ علماء کہتے ہیں: غائب پر اگر اس کے شہر میں نماز جنازہ پڑھی گئی ہو' تو دوسرے شہر میں اس پر نماز نہیں پڑھی جاسکتی اور اس لیے مدینہ کے علاوہ مکہ یا کسی اور جگہ پر حضور ﷺ پر بھی جنازہ نہیں پڑھا گیا اور نہ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ پر پڑھا گیا۔ ان حضرات پر بھی صرف انکے شہروں میں پڑھا گیا تھا۔

میں کہتا ہوں: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا نجاشی کے جنازہ میں شریک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا انتقال فتح خیبر کے بعد ۶ھ میں ہوا تھا' جس سال مہاجرین حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں حبشہ سے آئے اور ان کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور اشعریین بھی تھے۔

سہیلی کہتے ہیں: نجاشی کا انتقال رجب کے مہینہ میں ۹ ہجری کو ہوا' لیکن اس میں نظر ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ ناکام ہو کر قریش کے پاس آ گئے اور نجاشی نے ان کے مطالبات پوری نہیں کیے اور دوسری طرف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے لوگ ایمان لائے جو کسی کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے تو اس سے مسلمانوں کو تحفظ حاصل ہو گیا اور قریش مزید غضبناک ہو گئے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کعبہ کے پاس نماز نہیں پڑھ سکتے تھے' جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے قریش کیساتھ جھگڑ کر وہاں نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی۔

میں کہتا ہوں: صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں تب سے ہم معزز ہو گئے ہیں''۔

زیاد البکائی نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت عمر کا اسلام لانا' اسلام کی

Marfat.com

فتح تھی اور انکی ہجرت' اسلام کی مدد اور انکی امارت رحمت تھی' اور ہم کعبہ کے پاس نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے' جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے قریش سے جھگڑ کر خود بھی کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ہم نے بھی پڑھی''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا' حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجرت کے بعد تھا۔

میں کہتا ہوں' اس سے تو ان لوگوں کے قول کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چالیسویں مسلمان تھے' کیونکہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے اسّی سے زیادہ تھے' الا یہ کہا جائے کہ مہاجرین کے بعد چالیسویں آدمی تھے اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے گزر چکا۔

بیہقی نے ''الدلائل'' میں باب قائم کرتے ہوئے کہا: باب ''ماجاء فی کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی'' پھر ابن اسحاق کے حوالے سے خط کا مضمون نقل کیا جو اس طرح ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحم کو پیغام ہے' اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ' رسول پر ایمان لائے۔ اور جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد' اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (سورۃ آل عمران:۶۴)

''تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا کسی کو اور نہ بناوے کوئی کسی کو رب کے سوا اللہ کے پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں''۔

بیہقی نے اس واقعہ کو ہجرت حبشہ کے واقعہ کے بعد ذکر کیا ہے' لیکن یہاں ذکر کرنے میں

Marfat.com

کچھ کلام ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ خط اس نجاشی کی طرف تھا جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بعد والا تھا۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ ﷺ نے تمام شاہانِ عرب و عجم کو فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل خطوط لکھے تھے ان میں ہرقل قیصرِ شام' کسریٰ فارس' مقوقسِ مصر اور نجاشی حبشہ ہے۔

زہری کہتے ہیں: حضور ﷺ کے خطوط سب کی طرف یکساں تھے' جن میں سورۃ آل عمران والی آیت تھی جو مدنی ہے اور سورت کے ابتداء میں ہی ہے۔ اسکی ابتدائی تیرای آیتیں وفدِ نجران کے بارے میں اُتری ہیں' گویا یہ خط دوسرے نجاشی کی طرف تھا نہ کہ پہلے کی طرف۔ باقی روایت میں جو لفظ ''اصحم'' بھی ساتھ ذکر ہے تو شاید یہ راوی کے اپنے گُمان کے مطابق اضافہ ہو۔

اس سے کہیں زیادہ بہتر روایت وہ ہے جو بیہقی نے محمد بن اسحاق سے نقل: حضور ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمیری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف' جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھیوں کے معاملہ میں بات چیت کرنے کیلئے بھیجا اور ان کو ایک خط بھی لکھ کر دیا جس میں تھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحم کی طرف خط ہے' تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو حاکم' نہایت پاک' امن دینے والا اور نگہبان ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور کلمہ ہے جو اس نے کنواری' عفیفہ اور پاکدامن مریم علیہا السلام پر القاء کیا تو وہ عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں' پھر اسکو اپنے روح اور پھونک سے پیدا کیا۔ جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ اور پھونکنے سے پیدا کیا تھا' اور میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو تنہا ہے اور اسکے ساتھ کوئی شریک نہیں' اور اس طرف بلاتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرے' اور میری پیروی کرتے ہوئے مجھ پر ایمان لائے' کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے تمہاری طرف اپنے چچازاد بھائی جعفر اور چند دیگر مسلمانوں کو بھیجا ہے' اگر وہ تیرے پاس آئیں تو انکی مہمان نوازی کرنا اور اُن پر ظلم نہ کرنا' میں تجھے اور تیری سپاہ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پیغام پہنچا دیا اور نصیحت کر دی اب تمہیں اسکو قبول کرنا ہے۔ سلامتی ہو ہدایت کی پیروی کرنے والے پر''۔

Marfat.com

نجاشی نے حضور ﷺ کو جواب میں لکھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' نجاشی اور اصحم بن ابجر کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف' تم پر سلامتی ہو اے اللہ کے نبی ﷺ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ یا رسول اللہ! مجھے آپ کا خط ملا ہے۔ جسمیں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا۔ آسمان وزمین کے رب کی قسم! جو کچھ آپ نے ذکر کیا عیسیٰ اس سے بڑھ کر نہیں تھے' ہم نے آپ کی نبوت کو بھی پہچان لیا' اور آپ کے چچا زاد کی بھی مہمان نوازی کی' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور برحق رسول ہیں' میں نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے چچا زاد بھئی کے ہاتھ پر بھی بیعت کی' اور اسکے ہاتھوں پر میں نے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اسلام قبول کرلیا' میں نے آپ کے پاس ارحا بن الاصحم کو بھیجا ہے' اسکے سوا تو میں صرف اپنی جان کا ہی مالک ہوں' اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی طرف آؤں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ برحق ہے۔

گھاٹی کا محاصرہ اور ظالمانہ معاہدہ

اس باب کے اندر قریش کے قبیلے بن ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے درمیان حضور ﷺ کے بارے میں مخالفت اور آپس میں معاہدہ کا ذکر ہوگا' جسمیں انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اُن سے لین دین' شادی بیاہ اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ وہ حضور ﷺ کو انکے حوالہ نہ کردیں۔ ایسے ہی اسمیں شعب ابی طالب میں ایک مدت تک حضور کا رہنا' ایک معاہدہ کا لکھنا اور اس سلسلہ کی آیات اور احادیث کا تذکرہ آئے گا۔

موسیٰ بن عقبہ بن الزھری کہتے ہیں: پھر مشرکوں نے مسلمانوں پر بدترین تشدد شروع کردیا اور انکی جان کو آ گئے' اور انکی تکلیفوں میں اضافہ ہوگیا۔ قریش نے حضور ﷺ علی الاعلان قتل کرنے کی سازش کی جب ابوطالب کو اسکا علم ہوا تو انہوں نے بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور انکو حکم دیا کہ حضور ﷺ کو اپنے حصار میں لے لیں اور قاتلوں کو اپنے ارادے سے باز رکھیں۔ چنانچہ سب مسلموں اور کافروں نے اس پر اتفاق کردیا' بعض نے تو قومی حمیت

Marfat.com

میں ایسا کیا اور بعضوں نے ایمان و یقین کی بنیاد پر ساتھ دیا۔ جب قریش کو پتہ چلا کہ قوم نے رسول ﷺ کو حصار میں لے لیا ہے تو انہوں نے دوبارہ مشورہ کیا اور اس پر اتفاق رائے کیا کہ نہ انکے ساتھ بیٹھیں گے، نہ لین دین کریں گے اور نہ انکے گھروں میں جائیں گے یہاں کہ وہ حضور ﷺ کو حوالے نہ کر دیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے معاہدے لکھے اور اس پر دستخط کئے۔ اُن میں یہ بھی تھا کہ بنی ہاشم سے نہ صلح کی جائیگی اور نہ صلہ رحمی کی جائے گی۔ بنی ہاشم اُس گھاٹی میں تین سال تک قید رہے، اس دوران وہ سخت آزمائش میں رہے ان کو بازار آنے جانے سے روک دیا گیا، کفّار کوئی کھانے کی چیز یا غلّہ وغیرہ اُن تک نہیں پہنچنے دیتے تھے بلکہ آگے بڑھ کر خود خرید لیتے تھے، اس سے انکا مقصد حضور ﷺ کا خون بہانا تھا۔ جب سب لوگ سو جاتے تو ابو طالب آپ ﷺ کو بھی سونے کا کہتے تاکہ اگر کسی کے ذہن میں سازش ہو تو وہ ظاہر ہو جائے، پھر جب لوگ سو جاتے تو اپنے بیٹے بھائی یا چچا زاد سے کہتے کہ وہ آپ ﷺ کے بستر سو جائے اور حضور ﷺ کو انکے بستروں پر سُلا دیتے۔ جب تین سال ہو گئے تو بنی عبدالمطلب اور قصی کے بعض لوگ آپسمیں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، وہ سمجھنے لگے کہ انہوں نے قطع رحمی اور حق تلفی کی ہے، چنانچہ وہ ایک رات اکٹھے ہوئے اور انہوں نے معاہدہ توڑنے کا ارادہ کر لیا۔ دوسری طرف اللہ نے اس معاہدہ کو دیمک لگا دی، جس نے پورے معاہدہ کو کھا لیا، دیمک نے اسمیں موجود اللہ کے تمام نام کھا لیے اور اسمیں انکا شرک، ظلم اور قطع رحمی ہی رہ گئی۔ اللہ نے حضور ﷺ کو بتا دیا کہ انکے صحیفہ کیساتھ کیا ہوا ہے تو حضور ﷺ نے اسکا تذکرہ ابو طالب سے کیا، ابو طالب نے کہا: ستاروں کی قسم! اس نے آج تک مجھ سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ بنی عبدالمطلب کے چند اور سرداروں کیساتھ مسجد آئے جو اس وقت قریش سے بھری ہوئی تھی، جب قریش والوں نے اُنہیں آتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھے کہ شدت تکلیف سے مجبور ہو گئے ہیں اور حضور ﷺ کو سپرد کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ابو طالب نے کہا: تمہارے اندر ایک نیا واقعہ پیش آیا ہے، جو ہم نے تمہیں نہیں بتایا، تم اپنا وہ صحیفہ لے آؤ جس پر تمہارا معاہدہ ہوا ہے، ہو سکتا ہے ہمارے اور تمہارے درمیان صلح ہو جائے۔ یہ انہوں نے اس ڈر سے کہا تھا کہ کہیں وہ صحیفے

Marfat.com

میں پہلے دیکھ نہ لیں وہ حیران و پریشان صحیفہ لے آئے اور انکو پورا یقین ہو چلا تھا کہ اب وہ ضرور حضور ﷺ کو حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے صحیفہ پیش کرتے ہوئے کہا: اب وقت آ گیا ہے کہ تم ہماری بات مان لو! اور ایسی بات مان لو جس پر سب کا اتفاق رائے ہو جائے کیونکہ اس ایک آدمی نے ہمارے درمیان دوریاں ڈالیں اور تم نے اسکی خاطر اپنی قوم خاندان اور سب کچھ ہلاکت کے خطرہ میں ڈالا۔ ابوطالب نے کہا: میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تا کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس صحیفہ سے بری ہے' اللہ نے اس میں شامل اپنے تمام ناموں کو مٹا دیا ہے اور صرف تمہاری غداری' قطع رحمی اور ہمارے خلاف ظلم والے الفاظ کو چھوڑا ہے۔ اگر میرے بھتیجے کی باتیں ایسی ہی ہیں جیسے اس نے بتائیں تو سمجھ لو کہ خُدا کی قسم ہم اس وقت تک تمہارے حوالے نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارا آخری آدمی نہ مر جائے اور اگر جو اُس نے بتایا غلط ثابت ہوا تو ہم تمہارے حوالے کر دیں گے اور تمہاری مرضی ہو گی کہ تم زندہ رکھو یا مارو۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' ہم آپ سے اتفاق کرتے ہیں' انہوں نے صحیفہ کھولا تو اسکو ایسے ہی پایا جیسے حضور ﷺ نے بتایا تھا۔ جب قریش نے دیکھا کہ یہ تو ویسے ہی ثابت ہو گیا ہے جیسے ابوطالب نے کہا تھا تو وہ کہنے لگے: خُدا کی قسم! یہ تمہارے ساتھی کا کوئی جادو ہی معلوم ہوتا ہے' چنانچہ انہوں نے کہا: جھوٹے اور جادوگر ہم نہیں کوئی اور ہیں' ہم جانتے کہ تمہارا جو ہم سے مقاطعہ پر معاہدہ ہوا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر جادوگری ہے' اگر تمہارا جادو پر اتفاق نہ ہوتا تو تمہارے ہاتھوں میں یہ صحیفہ نہ خراب ہوتا چہ جائیکہ صرف اللہ کے ناموں کا مٹنا اس سے بغاوت والے الفاظ کا مٹنا' تو ہم جادوگر ہیں یا تم۔ اس وقت بنی عبد مناف اور بنی قصی میں سے ابوالبختری' مطعم بن عدی' زہری بن ابی امیہ' زمعۃ بن الاسد اور ھشام بن عمرو (انکے پاس صحیفہ تھا) نے سرداروں کی موجودگی میں کہا: جو کچھ اس صحیفہ میں ہے ہم اس سے بری ہیں' ابوجہل نے کہا: یہ پہلے سے طے شدہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے۔

بیہقی نے کہا: ہمارے شیخ ابوعبداللہ الحافظ نے بھی ایسے ہی نقل کیا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: ہجرت حبشہ حضور ﷺ کے حکم سے شعب ابی طالب میں

Marfat.com

داخل ہونے کے بعد تھی۔ بیہقی نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے دعوت و تبلیغ شروع کی تو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب انکے خلاف ہوگئے اور انکی بات قبول کرنے سے انکار کردیا۔ مخالفت میں وہ بھی اپنی قوم کی طرح تھے لیکن انہوں نے حضور ﷺ کو ذلیل نہیں کیا اور نہ انکو قریش کے سپرد کیا۔ جب قریشیوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ تک پہنچنا مشکل ہے تو انہوں نے آپس میں ایک معاہدہ طے کیا کہ وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کیساتھ نہ شادی بیاہ کریں گے نہ خرید و فروخت' انہوں نے یہ معاہدہ لکھ کر کعبۃ اللہ میں لٹکا دیا' پھر انہوں نے مسلمانوں کو تکلیفیں دینا شروع کیں اور انہیں سخت ترین تشدد کا نشانہ بنایا۔ پھر بیہقی نے شعب ابی طالب میں داخل ہونے اور وہاں کی آزمائشوں کا ذکر کیا کہ گھاٹی سے بھوک کی وجہ سے بچوں کے بلبلانے کی آوازیں آتی تھیں' پھر قریش میں سے ہی بعض لوگوں کو یہ بات اچھی نہ لگی اور انہوں نے اس ظالم صحیفہ کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا' اور کہا کہ اللہ نے خاص اپنی رحمت سے قریش کے صحیفے کو کیڑا لگایا جس نے اللہ کا کوئی نام نہیں چھوڑا اور اسمیں صرف ظلم' قطع رحمی اور بہتان بازیاں رہ گئی ہیں' پھر اللہ نے حضور ﷺ کو بتایا جنہوں نے آگے اپنے چچا ابو طالب کو بتا دیا۔ پھر بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق واقعہ ذکر کیا۔

ابن ھشام' محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں: جب قریش نے دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسی سرزمین پر جا بسے ہیں جہاں ان کو امن و قرار مل گیا ہے اور نجاشی نے انکو پناہ دیکر تحفظ دے دیا ہے۔ دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لے آئے ہیں اور اسلام دوسرے قبائل تک پھیلنا شروع ہوگیا ہے تو انہوں نے آپس میں بیٹھ کر یہ سازش تیار کی کہ وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے نہ شادی بیاہ کریں گے اور نہ خرید و فروخت۔ جب اس پر اتفاق ہوگیا تو انہوں نے ایک صحیفہ لکھا اور اسکی توثیق وغیرہ کر کے کعبۃ اللہ کے اندر لٹکا دیا یہ صحیفہ لکھنے والا منصور بن عکرمۃ بن عامر تھا' اور بعض کہتے ہیں نضر بن حارث تھا' حضور ﷺ نے اسکے خلاف بددعا کی تو اسکے ہاتھ کی انگلیاں شل ہوگئیں۔ واقدی کہتے ہیں: صحیفہ لکھنے والا طلحہ بن ابی طلحہ العبدری تھا۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: مشہور یہی ہے کہ منصور بن عکرمہ تھا اور اسی کا ہاتھ شل ہوا تھا' جس کو بعد میں وہ استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ قریش والے معاہدہ طے وقت کہا کرتے تھے منصور بن عکرمہ کو کہ کہہ یہ لکھ دے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب قریش نے یہ معاہدہ طے کیا تو بنی ہاشم اور بنی المطلب' ابوطالب کے پاس گھاٹی میں چلے گئے' البتہ بنی ہاشم میں سے ابولہب قریش والوں کیساتھ رہا اور انکی حمایت کی۔

حسین بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ''اپنی قوم سے علیحدہ ہونے اور قریش کی حمایت کے بعد ابولہب کی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اے بنتِ عتبہ! کیا میں نے لات وعزیٰ کی مدد اور انکے مخالفوں کی مخالفت نہیں کی؟ اس نے کہا: کیوں نہیں' اے ابوعتبہ! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابولہب اکثر کہا کرتا تھا' محمد مجھے ایسی چیزوں کے بارے میں کہتا رہتا ہے جن کو میں نے کبھی نہیں دیکھا' اسکا خیال ہے کہ یہ مرنے کے بعد مجھے پیش آنے والی ہیں' یہ سُننے کے بعد میرے ہاتھوں کو کیا ہوا' پھر اپنے ہاتھوں میں پھونک مار کر کہتا: تمہارے لئے ہلاکت ہو' میں تم میں تو کوئی ایسی چیز نہیں دیکھتا جو محمد کہتا ہے' اس موقع پر اللہ نے یہ آیت اُتاری:

﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ (سورۃ المسد:۱)

''ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ''

ابن اسحاق کہتے ہیں: دو تین سال تک مسلمان اسی حالت میں رہے' اس دوران انکو کوئی چیز قریش سے چھپ کر ہی پہنچتی تھی۔ ایک دن ابوجہل کو حکیم بن حزام اور انکا غلام ملا جو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے پاس گندم لے جا رہے تھے۔ ابوجہل انکے آڑے آ گیا اور کہا: کیا تم بنی ہاشم کے پاس کھانا لے جاتا ہو' خدا کی قسم! اب تو اس وقت تک خود بھی نہیں جا سکتا اور اپنا کھانا بھی نہیں لے جا سکتا جب تک میں تجھے مکہ میں رسوا نہ کر دوں' ابوجہل کے پاس ابوالبختری بن ہاشم آیا اور اس نے کہا: تم نے اس کو کیوں روکا؟ ابوجہل نے کہا: وہ

Marfat.com

ابن ہاشم کے پاس کھانا لے جارہا تھا' ابوالبختری نے کہا: اسکی پھوپھی کا کچھ غلہ اس کے پاس پڑا ہوا تھا' تو کیا تو اسکو غلہ پہنچانے سے روکتا ہے؟ اسکا راستہ چھوڑ دے۔ ابوجہل نے انکار کیا تو وہ آپسمیں جھگڑنے لگے۔ ابوالبختری نے اسکے اونٹ کی گردن پکڑی اور وار کر کے زخمی کر دیا' پھر ابوجہل کو بری طرح زدوکوب کیا۔ قریب ہی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے' اسلئے قریش والوں کو ڈر ہوا کہ کہیں وہ حضور ﷺ کو نہ بتا دیں تو وہ انکو گالیاں دیں اور مذاق اڑائیں۔ دوسری طرف حضور ﷺ دن رات' علی الاعلان اور پوشیدہ طور پر قوم کو دعوت دیتے رہے اور اس سلسلہ میں کسی سے نہ ڈرے۔ جب قریش نے دیکھا کہ ابوطالب بنی ہاشم اور بنی المطلب' حضور ﷺ کی حفاظت اور حمایت پر کھڑے ہوگئے ہیں' تو انہوں نے آپ کے بارے میں باتیں بنانا شروع کر دیں' آپ ﷺ کے ساتھ مذاق کرنے لگ گئے۔ پھر قرآن بھی انکے خلاف اترنا شروع ہو گیا' بعضوں کے تو نام لے کر بیان کیا اور بعضوں کو عام کافروں میں شمار کر کے انکے بارے میں بتایا گیا۔

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ ابولہب کے بارے میں سورۃ المسد نازل ہوئی' امیہ بن خلف کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (سورۃ الھمزہ: ۱)

''خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی''۔

عاص بن وائل کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ (سورۃ مریم: ۷۷)

''بھلا تو نے دیکھا اسکو جو منکر ہوا ہماری آیتوں کا اور کہا مجھ کو مل کر رہے گا مال اور اولاد''۔

ابوجہل بن ھشام نے حضور ﷺ کو کہا تھا: آپ ہمارے بتوں کو گالیاں دینا چھوڑ دیں' ورنہ ہم تیرے خدا کو برا بھلا کہیں گے تو اللہ نے یہ آیت اتاری:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

(سورۃ الانعام: ۱۰۷)

''اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے

Marfat.com

اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے''

نضر بن حارث بن کلدۃ' اکثر حضور ﷺ کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اور جب آپ ﷺ قرآن مجید تلاوت کرتے تو اسکے بعد یہ رستم' اسفندیار اور فارسیوں کے زمانے کی جنگوں کے واقعات بیان کر کے کہتا: محمد مجھ سے کچھ اچھا بیان نہیں کرتا' اسکی باتیں صرف پہلوں کی کہانیاں ہی ہوتی ہیں اور وہ ہمیں اس طرح آ کر بیان کر دیتا ہے جس طرح میں بیان کر رہا ہوں' اسکے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

(سورۃ الفرقان:۵)

''خرابی ہے ہر جھوٹے گناہ گار کے لئے''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ایک دن حضور ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو نضر بن حارث بھی آ کر بیٹھ گیا' اس مجلس میں قریش کے اور سردار بھی تھے' حضور ﷺ نے کچھ باتیں کیں تو نضر بن حارث نے آپ ﷺ کو ٹوک دیا اور اعتراضات کئے' حضور ﷺ نے ان کا جواب دیکر اسکو لا جواب کر دیا' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ ○ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء:۹۸'۱۰۰)

''تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ایندھن دوزخ کا تم اس کو اُس پر پہنچنا ہے۔ اگر ہوتے یہ بت معبود تو نہ پہنچتے اس پر اور سارے اس میں سدا پڑے رہیں گے۔ انکو وہاں چلانا ہے اور وہ اس پر کچھ نہ سُنیں گے''۔

پھر حضور ﷺ چلے گئے اور عبداللہ بن الزّبعری آ کر مجلس میں بیٹھ گیا' ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا: خدا کی قسم! نضر بن حارث یہاں تھوڑی دیر بھی نہیں رکا' کیونکہ محمد ﷺ کا گمان ہے کہ ہم جو ان چیزوں کی پوستش کرتے ہیں یہ جہنم کے ایندھن ہیں۔ عبداللہ بن الزبعری نے کہا: اگر مجھے ملا تو میں ضرو اس سے پوچھوں گا' بھلا اس سے پوچھوں تو سہی: کیا

Marfat.com

ہم جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں کیا وہ اپنے معبودوں سمیت جہنم کا ایندھن بنیں گے' پھر تو ہم فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں' یہود عزیر علیہ السلام کی اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی' ولید اور حاضرین مجلس کو عبداللہ کی یہ باتیں بڑی اچھی لگیں اور وہ سمجھنے لگے کہ ضرور یہ محمد ﷺ سے بات کر سکیں گے۔ حضور ﷺ کے سامنے اسکا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز بھی اللہ کے سوا اپنی پرستش کروانا پسند کرے گی وہ اپنے پرستش کرنے والوں کیساتھ جہنم میں ہوگی' اور یہ تو حقیقت میں شیطان کی اور جن کی وہ کہے اسکی پرستش کرتے ہیں' پھر اللہ نے یہ آیت اُتاری:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴾

(سورۃ الانبیاء: ۱۰۱' ۱۰۲)

''جن کے لئے پہلے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیک وہ اُس سے دور رہیں گے نہیں سنیں گے اُس کی آہٹ اور وہ اپنے جی کے مزوں میں سدا رہیں گے''۔

عبداللہ بن الزبعری کے قول سے متاثر ہونے والے کافروں کے بارے میں یہ آیتیں اتریں:

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَیْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

(سورۃ الزخرف: ۵۷،۵۸)

''اور جب مثال لائے مریم کے بیٹے کی تبھی قوم تیری اُس سے چلانا لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یہ مثال جو ڈالتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو''۔

جو جھگڑا وہ کر رہے تھے وہ غلط تھا۔ اور وہ جانتے بھی تھے کیونکہ اہل لسان تھے اور سمجھتے تھے کہ ''ما'' غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے' تو اللہ کے ارشاد:

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾

سے مراد وہ پتھر ہیں جو بتوں کی شکل میں ہیں فرشتے اسمیں شامل نہیں' نہ ہی حضرت عزیر' عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر صلحاء مراد ہیں' اس لئے کہ یہ لفظ انکو شامل نہیں' نہ لفظاً اور نہ

Marfat.com

معنی۔ وہ جانتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی جو مثال بیان کی ہے وہ بالکل غلط ہے جیسے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

''یہ مثال جوڈالتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو''

پھر فرمایا:

﴿اِنْ هُوَ﴾ ''وہ کیا ہے'' یعنی عیسیٰ علیہ السلام

﴿اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾

''ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا''۔ یعنی اپنی نبوت کیساتھ

﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ﴾

''کھڑا کر دیا اسکو بنی اسرائیل کے واسطے''

یعنی اپنی قدرت کی نشانی بنایا کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ جیسے انکو مذکر کے بغیر صرف عورت سے بنایا' اور حضرت حواء علیہا السلام کو عورت کے بغیر مرد سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو نہ مرد سے پیدا کیا۔ نہ عورت سے اور باقی تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا' ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿وَلِنَجْعَلَهٗ آيَةً لِّلنَّاسِ﴾ ''یعنی اپنی واضح قدرت کی علامت ونشانی بنادیں''

﴿وَرَحْمَةً مِّنَّا﴾ ''اسکے ذریعہ ہم جن پر چاہیں رحم کریں''

اخنس بن شریق کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ٥ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ٥ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ٥ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ٥ اَنْ كَانَ ذَامَالٍ وَّ بَنِيْنَ ٥ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ٥ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾

(سورۃ القلم: ۱۰۔۱۶)

''اور تو کہا مت مان کسی قسمیں کھانے والے بے قدر کا طعنے دینے چغلی کھاتا پھرے' بھلے کام سے روکنے حد سے بڑھنے بڑا گناہ گار اُجڈ ان سب کے پیچھے بدنام اس واسطے۔

Marfat.com

کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے جب سنائے اسکو ہماری باتیں کہے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی''۔

ایسے ہی ولید بن مغیرہ جس نے یہ کہا تھا: محمد پر وحی اُترتی ہے اور مجھے چھوڑ دیا جاتا ہے' حالانکہ میں قریش کا وڈیرہ اور سردار ہوں' اور ابو مسعود الثقفی کو چھوڑ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ بنی ثقیف کا سردار ہے؟ ہم دونوں سردار ہیں۔ اسکے بارے میں یہ آیتیں اُتریں:

﴿وَقَالُوا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَّرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

(سورۃ الزخرف: ۳۱'۳۲)

''اور کہتے ہیں کیوں نہ اُترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دونوں بستیوں میں کے۔ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ہم نے بانٹ دی ہے اُن میں روزی اُن کی دنیا کی زندگانی میں اور بلند کر دیئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو خدمت گار اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے اُن چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں''۔

ایک دفعہ اُبی بن خلف نے عقبہ بن ابی معیط سے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم محمد کیساتھ بیٹھے ہو اور اس سے باتیں بھی سُنی ہیں؟ خدا کی قسم! مجھ پر تمہارا چہرہ دیکھنا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ محمد کے چہرہ پر نہ تھوک دو' اس نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے یہ آیتیں نازل کیں:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾

(سورۃ الفرقان: ۲۷۔۲۹)

''اور جس دن کاٹ کاٹ کھائے گا گناہ گار اپنے ہاتھوں کو کہے گا اے کاش کہ میں نے پکڑا ہوتا رسول ﷺ کے ساتھ رستہ اے خرابی میری کاش نہ پکڑا ہوتا میں نے فلانے کو دوست اس نے تو بہکایا مجھ کو نصیحت سے مجھ تک پہنچ چکنے کے پیچھے اور ہے شیطان آدمی کو

Marfat.com

وقت پر دغا دینے والا“۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ایک دن اُبی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لیکر حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! تیرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کریں گے۔ پھر ہڈی کو چورا چور کر کے حضور ﷺ کی طرف پھونک مار کر اُڑایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! میں یہ کہتا ہوں‘ اللہ اسکو بھی اور تجھ کو بھی دوبارہ زندہ کرے گا‘ پھر تجھے جہنم میں داخل کریگا“ اس کے بارے میں اللہ نے یہ آیات اُتاریں:

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ O قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ O الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مِنْهُ تُوْقِدُوْنَ O اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ O اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ O فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

(سورۃ یٰس: ۷۸۔۸۳)

”اور بٹھلاتا ہے ہم پر ایک مثال اور بھول گیا اپنی پیدائش‘ کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کھوکھری ہو گئیں تو کہہ اُسکو زندہ کرے گا جس نے بنایا اُنکو پہلی بار اور سب بنانا جانتا ہے‘ جس نے بنا دی تم کو سبز درخت سے آگ پھر اب تم اُس سے سُلگاتے ہو کیا جس نے بنائے آسمان اور زمین نہیں بنا سکتا ان جیسے کیوں نہیں اور وہ ہی ہے اصل بنانے والا سب کچھ جاننے والا۔ اُس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اُسکو ہو وہ اسی وقت ہو جائے‘ سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اس کی طرف پھر کر چلے جاؤ گے“۔

ایک دفعہ اسود بن المطلب‘ ولید بن مغیرہ‘ امیہ بن خلف اور عاص بن وائل نے حضور ﷺ کو طواف کے دوران روک کر کہا: اے محمد! آؤ جس کی تم عبادت کرتے ہو اسکی ہم کرتے ہیں اور جسکی ہم کرتے ہیں اسکی تم کرو‘ اس طرح ہمارا اور تمہارا معاملہ مشترکہ ہو جائیگا‘

Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اُتاریں:

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ o لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ o وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ o وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ o وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ o لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ o﴾

(سورۃ الکافرون)

''تو کہہ اے منکرو میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجو جس کو میں پوجوں۔ اور نہ مجھ کو پوجنا ہے اُسکا جس کو تم نے پوجا۔ اور نہ تم کو پوجنا ہے اُسکا جس کو میں پُوجوں۔ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ''۔

ابو جہل نے شجرۃ الزقوم کے بارے میں سُنا تو کہا: کیا تم جانتے ہو الزقوم کیا ہوتا ہے؟ یہ اُن کھجوروں کو کہا جاتا ہے جن پر مکھن لگا ہوتا ہے' پھر کہا: آؤ اس زقوم سے کھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ o طَعَامُ الْاَثِیْمِ﴾ (سورۃ الدخان:۴۳-۴۴)

''مقرر درخت سیہنڈ کا کھانا ہے گناہ گار کا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ایک دن حضور ﷺ ولید بن مغیرہ سے باتیں کررہے تھے اسدن مغیرہ بھی اس انداز میں سُن رہا تھا کہ حضور ﷺ کو اسکے اسلام لانے کی اُمید ہوگئی۔ اس دوران وہاں سے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ گزرے' انہوں نے حضور ﷺ سے باتیں شروع کردیں اور حضور ﷺ سے قرآن سننے پر اصرار کرتے رہے' حضور ﷺ کو یہ بات ناگوار گُزری اور آپ تنگ دل ہوگئے' اس لئے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو ولید سے قطع کلامی کروائی تھی' حالانکہ حضور ﷺ کو اسکے اسلام لانے کی اُمید ہو چلی تھی۔ حضور ﷺ انکو ترش روئی میں چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اُتاریں:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰۤى o اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾

''تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اسکے پاس اندھا''

یہاں تک

﴿مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ﴾ (سورۃ عبس:۱-۱۴)

Marfat.com

''اونچے رکھے ہوئے نہایت ستھرے''

بعض حضرات کہتے ہیں: ابن ام مکتومؓ کی آمد کے وقت حضور ﷺ امیہ بن خلف سے باتیں کر رہے تھے۔

صحیفہ (معاہدہ) کا توڑنا

ابن اسحاق کہتے ہیں: بنی ہاشم اور بنی المطلب اس معاہدہ کی پاداش میں جو قریش والوں نے انکے خلاف لکھا تھا آزمائش میں مبتلا تھے۔ پھر قریش میں سے بعض لوگ اس معاہدہ کے خلاف ہو گئے اور سب سے اہم کردار اسمیں ہشام بن عمرو بن الحارث کا تھا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ انکا ایک ماں شریک بھائی نضلہ بن ہاشم تھا جو بنی ہاشم کے لئے نرم گوشہ رکھتا تھا۔ وہ ذاتی حثیت سے بھی اپنی قوم میں مقام و مرتبہ والا تھا۔ ہشام اونٹوں پر کھانا وغیرہ لاد کر گھاٹی کے قریب لاتا جہاں بنی ہاشم اور بنی المطلب پہلے سے ہی موجود ہوتے گھاٹی کے قریب پہنچ کر وہ اپنا لپٹا ہوا چہرہ کھولتا اور دائیں بائیں مارتا اور پھر اونٹ لے کر گھاٹی میں داخل ہو جاتا' اسکے بعد جو وغیرہ بھی اسی طرح لے جاتا۔ ایک دفعہ وہ زہیر بن ابی امیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے زہیر! کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ تو خود کھانا کھائے' کپڑے پہنے' عورتوں سے نکاح کرے اور تیرے ماموں زاد اس حالت میں ہیں کہ نہ خرید و فروخت کر سکتے ہیں نہ ان سے شادی بیاہ کیا جاتا ہے؟ خُدا کی قسم! اگر ابوالحکم بن ہشام کے ننھیال کیساتھ اس طرح کیا جاتا اور پھر تم اسکو اسی طرح کی دعوت دیتے جس طرح کہ اس نے تمہیں دی ہے تو وہ کبھی بھی تمہارا ساتھ نہ دیتا۔ زہیر نے کہا: پھر میں کیا کروں؟ میں تو اکیلا ہوں' اگر ساتھ کوئی ایک آدمی بھی ہوتا تو میں ضرور اس معاہدہ کو توڑ دیتا۔ ہشام نے کہا: میں نے وہ آدمی ڈھونڈ لیا ہے' اس نے کہا: کون! کہا: میں' زہیر نے کہا: پھر تیسرا بھی تلاش کرو' چنانچہ وہ مطعم بن عدی کے پاس گیا اور کہا: اے مطعم! کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ بنی عبد مناف کے دو قبیلے مر جائیں' اور تو اس پر گواہ بھی ہو اور قریش کا ساتھ بھی دے رہا ہو' اگر تم انکی جگہ ہوتے پھر تمہارے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا تو یقیناً وہ اس سے زیادہ جلد بازی کا مظاہرہ

Marfat.com

کرتے'اس نے کہا: میں کیا کروں' میں اکیلا ہوں۔ ہشام نے کہا: میں نے تمہارے ساتھ دوسرا آدمی پالیا ہے'اس نے کہا: کون! کہا: میں'اس نے کہا! کوئی تیسرا بھی تلاش کرو'اس نے کہا: میں نے ڈھونڈ لیا" اس نے کہا: وہ کون ہے؟ کہا: زہیر بن ابی امیہ'اس نے کہا: چوتھا آدمی بھی ساتھ ملاؤ' چنانچہ وہ ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا اور اسکو بھی ایسے ہی کہا جیسے مطعم بن عدی کو کہا تھا' اس نے کہا: اس معاملے میں تمہاری مدد کرنے والا کوئی اور بھی ہے؟ کہا: ہاں' پوچھا: کون؟ کہا: زہیر بن امیة' مطعم بن عدی اور میں' اس نے کہا: کسی پانچویں کو بھی ڈھونڈو چنانچہ وہ زمعة بن الاسود کے پاس گیا' اس سے بات کی اور انکی قرابت و حقداری کا تذکرہ کیا' اس نے کہا: جس کام کی طرف تم مجھے بلاتے ہو کیا اس پر کوئی اور بھی ہے؟' اس نے کہا: ہاں' پھر سب کے نام بتائے۔ سب نے رات کے وقت حطم الحجون نامی جگہ پر جمع ہونے کا وعدہ کیا' اور رات کو وہاں جمع ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ صحیفہ کے سلسلہ میں اتفاق رائے قائم کر کے اسکو تڑوائیں گے' زہیر نے کہا: ٹھیک میں تمہاری طرف سے پہل کر کے ابتداء کرونگا۔ صبح کے وقت وہ اپنی اپنی مجلسوں میں چلے گئے۔ زہیر نے ایک اچھا سا جوڑا پہنا' بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے مکہ والو! کیا ہم کھانا کھائیں' کپڑے پہنیں اور بنی ہاشم یوں ہی مرتے رہیں' نہ خود خرید و فروخت کر سکیں اور نہ کوئی اُن سے کرے؟ خُدا کی قسم! میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ ظالم صحیفہ پھاڑ نہ دیا جائے۔ ابوجہل نے جو مسجد کے کونے میں بیٹھا ہوا تھا' کہا: خُدا کی قسم! کوئی اس کو نہیں پھاڑ سکتا۔ زمعہ بن الاسود نے کہا: تو جھوٹا ہے' اسکے لکھے جانے کے وقت بھی ہم راضی نہ تھے۔ ابوالبختری نے اسکی تائید کرتے ہوئے کہا: ہاں زمعہ نے صحیح کہا' اسمیں لکھے ہوئے سے ہم راضی نہیں اور نہ ہی اسکا اقرار کرتے ہیں۔ مطعم بن عدی نے کہا: تم نے سچ کہا اور جو اس کے سوا کہے وہ جھوٹا ہے' ہم اس صحیفہ اور اسمیں لکھی ہوئے چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ہشام بن عمرو نے بھی اسی طرح کے الفاظ کہے تو ابوجہل نے کہا: لگتا ہے اس کام کا رات کو فیصلہ کیا گیا ہے اور اس جگہ کے علاوہ کہیں اور اسکے لئے مشورہ کیا گیا تھا۔

Marfat.com

مطعم بن عدی اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لئے آگے بڑھا تو دیکھا کہ دیمک نے اسکو کھالیا تھا۔ اور "باسمك الله" کے سوا کچھ نہیں بچا۔ اس صحیفہ کو لکھنے والا منصور بن عکرمہ تھا' جس کے بعد میں ہاتھ شل ہو گئے تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں: بعض اہل علم کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے ابوطالب سے کہا: اے چچا! اللہ نے قریش کے صحیفہ پر دیمک مسلط کر دی ہے' اس نے اللہ کا نام چھوڑا ہے اور ظلم، قطع رحمی اور بہتان بازی کو کھالیا ہے۔ ابوطالب نے کہا: کیا تمہارے رب نے تمہیں بتایا ہے؟ فرمایا: ہاں' کہا: اچھا' کسی اور کو فی الحال نہ بتانا۔ پھر قریش کے پاس گئے اور کہا: اے قریش والو! میرے بھتیجے نے مجھے ایسے ایسے بتایا ہے' تم اپنا صحیفہ لاؤ' اگر وہ ایسا ہی ہو جیسے اس نے بتایا ہے تو تم ہماری قطع رحمی سے باز آجاؤ' اور اگر جھوٹ ہو تو میں اپنا بھتیجا تمہارے حوالے کر دونگا۔ لوگوں نے کہا: ہم راضی ہیں' اس پر وہ راضی ہو گئے۔ پھر انہوں نے صحیفہ دیکھا تو وہ ایسا ہی تھا جیسے حضور ﷺ نے فرمایا تھا' اس سے وہ مزید برافروختہ ہو گئے' اسوقت قریش کی ایک جماعت نے صحیفہ کو توڑنے کے لئے مشورہ کیا اور پلان بنایا۔

محمد بن اسحاق نے صحیفہ ختم کرنے کے بعد بہت سے ایسے واقعات کا تذکرہ کیا جس سے حضور ﷺ کے حق میں قریش کی دشمنی' عرب قبیلوں کو نفرت دلانا' حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کو نفرت دلانا' ایسے ہی معجزات وغیرہ کا اظہار کرنا تھا۔ جس سے حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کی سچائی اور قریش والوں کی دشمنی اور دھوکہ بازی کی تکذیب تھی۔

بیہقی نے بیان کیا: اس موقع پر حضور ﷺ نے اُن پر ایسی قحط سالی کی بددعا کی جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اُن میں سے پانچ پوری ہو گئیں: بدر کے دن قریش کے سرداروں کی ہلاکت' روم کی فتح' دھواں' بڑا واقعہ اور چاند گرہن۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اسطرح بھی ہے کہ جب قریش نے حضور ﷺ کی نافرمانی کی اور اسلام لانے میں غفلت کی تو حضور ﷺ نے انکے خلاف بددعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! اُن پر ایسا قحط نازل فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں

Marfat.com

نازل کیا تھا۔ چنانچہ ایسی قحط سالی ہوئی جس نے ہر چیز کو ختم کر دیا' یہاں تک کہ وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے' اور یہاں تک کہ اُن میں سے ایک آدمی کو شدتِ بھوک کی وجہ سے آسمان پر دھواں نظر آنے لگا۔ پھر حضور ﷺ نے دُعا کی تو اللہ نے وہ عذاب ہٹا دیا' اسکے بعد حضرت عبداللہ یہ آیت پڑھا کرتے تھے:

﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ﴾ (سورۃ الدخان:۱۵)

''ہم کھولے دیتے ہیں یہ عذاب تھوڑی مدت تک تم پھر وہی کرو گے''

چنانچہ وہ پھر گئے اور دوبارہ کفر کرنے لگے تو اُن پر عذاب قیامت تک یا بدر تک مؤخر کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر قیامت تک ہوتا تو عذاب ختم نہ ہوتا:

﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ (سورۃ الدخان:۱۶)

''جس دن پکڑیں گے ہم بڑی پکڑ تحقیق ہم بدلہ لینے والے ہیں یعنی بدر کے دن''

ایک روایت میں ہے: جب حضور ﷺ نے لوگوں میں روگردانی دیکھی تو فرمایا: ''اے اللہ! ان پر ایسا قحط نازل کر جیسے یوسف علیہ السلام پر کیا تھا''۔ چنانچہ اُن پر ایسا قحط پڑا کہ وہ مردار' چمڑے اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ ابوسفیان اور کچھ اور لوگ آئے اور انہوں نے کہا: اے محمد! تیرا خیال ہے کہ تو باعثِ رحمت ہے اور یہ تیری قوم ہلاک ہوا چاہتی ہے' تم انکے لئے اللہ سے دُعا کرو۔ حضور ﷺ نے دُعا فرمائی تو اتنی بارش ہوئی کہ سات دن تک لگاتار ہوتی رہی' لوگوں نے زیادہ بارش ہونے کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے اردگرد ہو' ہم پر نہ ہو''۔ چنانچہ بادل انکے سروں سے سرک کر اردگرد برسنے لگا۔ اور پیچھے گزر چکا کہ ان پر دھواں' بھوک' آیت الروم' بطشۃ الکبریٰ اور جنگ میں ہلاکت کے عذابات مسلّط ہوئے اور یہ سب جنگِ بدر تک پائے گئے۔

بخاری نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: ''ابوسفیان حضور ﷺ کے پاس بھوک کے خلاف مدد مانگنے کے لئے آیا تھا کیونکہ انکے پاس کھانے کو کچھ نہیں رہا تھا اور وہ خون والے چمڑے کھانے پر مجبور ہو گئے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری:

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾

Marfat.com

(سورۃ المؤمنون:۷۶)

"اور ہم نے پکڑا تھا اُن کو آفت میں پھر نہ عاجزی کی اپنے رب سے آگے اور نہ گڑ گڑائے"۔ حضورا نے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب ختم کر دیا۔

بیہقی کہتے ہیں: ابوسفیان کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کے بعد پیش آیا تھا، ہوسکتا ہے، کہ دو دفعہ پیش آیا ہو۔

حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال

ابوطالب کے بعد حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں: انکا انتقال حضرت خدیجہؓ سے پہلے ہوا تھا، لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے۔ یہ دونوں حضور ﷺ کے ہمدرد تھے، یہ ظاہراً اور وہ باطناً، یہ کافر رہے اور وہ مسلمان ہو گئی تھیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت خدیجہ اور ابوطالب دونوں کا انتقال ایک سال میں ہوا، حضرت خدیجہؓ کے انتقال سے حضور ﷺ پر مشکلات کا اضافہ ہو گیا کیونکہ مصیبتوں کے وقت وہی آپ ﷺ کی سچی غمخوار تھیں اور آپ ﷺ کو دلا سے دیا کرتی تھیں۔ ایسے ہی حضرت ابوطالب جو آپ ﷺ کے دستِ راست، محافظ اور نگران تھے، انکے انتقال سے آپ ﷺ پر سے شفقت کا سایہ اُٹھ گیا۔ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے پیش آیا۔ جب انکا انتقال ہوا تو قریش کو ایسی تکلیفیں دینے میں بھی جرأت ہو گئی جنکی ہمت وہ حضرت ابوطالب کی موجودگی میں نہیں کر سکتے تھے، یہاں تک کہ ایک قریشی نے دست درازی کرتے ہوئے آپ ﷺ کے سر پر مٹی ڈال دی۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی، تو آپ ﷺ کی ایک صاحبزادی سر دھوتی جاتیں اور روتی جاتیں، حضور ﷺ نے فرمایا: "بیٹی! نہ رو، اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کرنے والا ہے"۔ اور پھر فرمایا: ابوطالب کے انتقال سے پہلے مجھے قریش کی طرف کوئی ناگوار تکلیف نہیں پہنچی۔

Marfat.com

نسائی' ابن جریر اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش والے آئے' حضور ﷺ بھی حضرت ابوطالب کے سرہانے کی طرف بیٹھے ہوئے تھے' ابوجہل اُٹھا تا کہ آپ ﷺ کو روکے اور اس نے ابوطالب سے شکایت بھی کی۔ ابوطالب نے کہا: اے بھتیجے! تو اپنی قوم سے کیا چاہتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے چچا! میں اُن سے ایسی بات چاہتا ہوں جس سے عرب انکے سامنے جھک جائیں گے اور عجم جزیہ دینے پر مجبور ہو جائیں گے' صرف ایک کلمہ"۔ انہوں نے کہا: وہ کونسا؟ فرمایا: "لا الٰہ الا اللّٰہ"۔ انہوں نے کہا: اچھا' کیا اس نے کئی خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے؟ یہ تو بڑی تعجب کی بات ہے۔ اسی کے بارے میں یہ آیتیں اتریں:

﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝﴾ (سورۃ ص: ۱-۷)

"قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور میں ہیں اور مقابلہ میں بہت غارت کر دیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خامی کا اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا اُنکے پاس ایک ڈر سنانے والا انہی میں سے اور کہنے لگے منکر یہ جادوگر ہے جھوٹا کیا اس نے کر دی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات اور چل کھڑے ہوئے کئی پنچ ان میں سے کہ چلو اور جمے رہو اپنے معبودوں پر بیشک اس بات میں کوئی غرض ہے یہ نہیں سنا ہم نے اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ بنائی ہوئی بات ہے"۔

بخاری نے حضرت ابن المسیب کے والد سے نقل کیا: "جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا آپ ﷺ تشریف لے گئے' وہاں ابوجہل بھی پہلے سے موجود تھا' آپ

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا: اے چچا! لاالٰہ الّا اللّٰہ پڑھ لے میرے پاس ایک کلمہ تو ہو جسے میں اللہ کے دربار میں پیش کرسکوں"۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تو عبدالمطلب کی ملت سے پھرتا ہے؟ پھر وہ انکو ورغلاتے رہے یہاں تک کہ آخر میں ابوطالب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے: میں عبدالمطلب کی ملت پر مرتا ہوں' حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت تک تمہارے لئے بخشش مانگتا رہوں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُوْلِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ (سورۃ التوبہ:۱۱۳)

"لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے جب کہ کھل چکا اُن پر کہ وہ ہیں دوزخ والے"۔

اور یہ آیت بھی اُتری:

﴿اِنَّكَ لَاتَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ (سورۃ القصص:۵٦)

صحیحین نے اس سے ملتی جلتی ایک اور روایت بھی نقل کی جس میں ہے: حضور ﷺ بار بار کلمہ پیش کرتے رہے اور کفار بھی بار بار ورغلاتے رہے' یہاں تک کہ انکے آخری الفاظ یہ تھے: میں عبدالمطلب کی ملت پر مرتا ہوں' اور لاالٰہ الّا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے لیے بخشش مانگتا رہوں گا' جب تک منع نہ کیا جاؤں"۔ پھر اللہ نے مذکورہ بالا آیتیں ابوطالب کے بارے میں نازل کیں۔

امام احمدؒ' مسلمؒ' ترمذیؒ اور نسائیؒ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ انکے پاس آئے اور فرمایا: "اے چچا! لاالٰہ الّا اللہ پڑھ لے کہ قیامت کے دن میں تیرے حق میں گواہی دے سکوں"۔ ابوطالب نے کہا: اگر مجھے قریش کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے موت سے ڈر گیا ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا' اور صرف اس لئے کہتا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی:

Marfat.com

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ (سورۃ قصص:۵۶)

''تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، مجاہدؒ، شعبیؒ اور قتادہؒ نے کہا: یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اسوقت نازل ہوئی جب حضور ﷺ نے انکو یہ پیشکش کی کہ وہ لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھ لیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور سب سے آخر میں یہی کہا: میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں ان سب روایات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: آپ ﷺ کی ذات سے آپ کے چچا کو کیا فائدہ ہوا' وہ تو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی خاطر لوگوں کی ناراضگی مول لیتے تھے'۔ فرمایا: وہ تھوڑی آگ میں ہونگے' اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے حصہ میں ہوتے''۔

صحیحین میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے انکے چچا کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہوسکتا ہے میری سفارش انکو قیامت کے دن فائدہ دے اور انکو کم آگ میں ڈال دیا جائے' جو انکے ٹخنوں تک پہنچے اور اس سے انکا دماغ ابلنے لگے''۔ مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے فرمایا: سب سے ہلکا آگ کا عذاب ابوطالب کو ہوگا' جو آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہونگے اور اس سے دماغ اُبل رہا ہوگا''۔

ابوداؤد طیالسی نے ماجیہ بن کعب سے نقل کیا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سُنا: جب میرے باپ کا انتقال ہوا تو میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: ''آپ کے چچا کا انتقال ہوگیا ہے'' فرمایا: ''اچھا جاؤ اور انکو دفن کردو''۔ میں نے کہا: ''وہ تو مشرک مرے ہیں''، فرمایا: ''جاؤ اور انکو دفن کردو اور واپس آنے تک کوئی اور کام نہ کرنا''۔ میں نے ایسے ہی کیا اور پھر آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم دیا۔ (راوہ النسائی)

Marfat.com

ابوداؤد اور نسائی نے ناجیہ بن علی سے نقل کیا: "جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے بوڑھے اور گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا ہے اب انکو کون کفنائے دفنائے؟ فرمایا: "جاؤ اور اپنے باپ کو دفن کرو اور واپس آنے تک کچھ نہ کرنا"۔ میں واپس آیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم دیا، پھر مجھے ایسی دعائیں دیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ انکے بدلے زمین کی کوئی چیز بھی مل جائے۔

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ابوطالب کس طرح حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے حفاظت اور حمایت کرتے تھے اور انکی خاطر ناراضگیاں بھی مول لیتے تھے۔ ایسے ہی پیچھے حضور ﷺ کے حق میں انکے اشعار اور تعریفی کلمات بھی گزرے اور یہ کہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ سچے، نیکوکار اور ہدایت یافتہ ہیں۔ اسکے باوجود وہ دل سے ایمان نہیں لائے اور ہمیشہ انکے دل و زبان میں فرق رہا۔ اسکی گواہی قرآن مجید نے دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۴۶)

"جن کو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اسکو جیسے پہچانتے اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک فرقہ اُن میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر"۔

اس سے پہلے فرعون کے بارے میں اللہ نے کہا تھا:

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾ (سورۃ النمل:۱۴)

اور موسی علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا:

﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ (سورۃ الاسراء:۱۰۲)

"بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اتاریں مگر آسمان اور زمین کے مالک نے سمجھانے کو اور میری اٹکل میں فرعون تو غارت ہوا چاہتا ہے"

ابوطالب حضور ﷺ کو لوگوں تکلیف سے زبان سے، ہاتھ سے، جان اور مال سے روکتے تھے اسکے باوجود اللہ نے انکے لئے ایمان مقدر نہیں کیا تھا۔ اسکے اندر بھی اللہ کی ایک

Marfat.com

عظیم اور پوشیدہ حکمت تھی جس پر ایمان لانا اور اسکو ماننا ضروری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مشرکین کے استغفار کرنے سے منع نہ کرتے تو ہم ابوطالب کے لئے بخشش مانگتے اور انکے لئے اللہ کی رحمت کے طلبگار ہوتے۔

سفر طائف

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو قریش نے حضور ﷺ کو وہ تکلیفیں دیں جو وہ ابوطالب کی موجودگی میں نہیں دے پائے تھے۔ حضور ﷺ طائف تشریف لے گئے تا کہ بنی ثقیف سے مدد اور قوم کے خلاف تحفظ مانگیں، اور یہ بھی اُمید کئے ہوئے تھے کہ وہ اللہ کی طرف دیئے ہوئے دین کو قبول کرلیں، چنانچہ آپ ﷺ تنہا نکلے۔

محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ طائف پہنچے تو بنی ثقیف کے سرداروں میں سے تین بھائیوں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملے۔ ان میں سے ایک کے گھر میں بنی جمح کی ایک قریشی عورت بھی بیاہی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے انکو دعوت دی اور ان سے دینِ اسلام کی حمایت اور مدد کی بات چیت کی اور اپنی قوم کے خلاف ان سے عہدو پیمان کرنا چاہا۔ ان میں سے ایک نے پہل کرتے ہوئے کہا: اللہ نے تجھے ہی بھیجا ہے؟ دوسرے نے کہا: اللہ کو تیرے سوا بھیجنے کو کوئی نہیں ملا؟ تیسرے نے کہا: خدا کی قسم! میں تم سے بات نہیں کرونگا، اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہوئے جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو تم اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہو گے کہ میں تمہارا کلام لوٹا دوں اور نہ مانوں۔ اور اگر تم اللہ کے بارے میں جھوٹ بول رہے ہوئے تو پھر مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ ثقیف کی بھلائی سے مایوس ہو کر وہاں سے اُٹھے۔ اور جیسے مجھ تک پہنچا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو اس بات کو اپنے تک رکھنا"۔ حضور ﷺ کو یہ ناپسند تھا کہ قوم کو انکے خیالات پہنچ جائیں اور انکو حضور ﷺ کے خلاف اُبھار دیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنے غلاموں اور لڑکوں کو حضور ﷺ کے پیچھے لگا دیا جو آپکو گالیاں دینے لگے اور چیخنے چلانے لگے۔ اس سے بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے

Marfat.com

آپ ﷺ کو عتبہ اور ربیعہ بن شیبہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا' پھر لوگ منتشر ہو گئے اور آپ ﷺ انگوروں کے ایک درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گئے۔ شیبہ کے دونوں بیٹے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے اور آوارہ لڑکوں کی طرف جو آپ کو تکلیفیں پہنچ رہی تھیں وہ بھی دیکھ رہے تھے۔ اس دوران آپ ﷺ اس قریشی عورت سے بھی ملے تو اس سے کہا: "دیکھو ہمیں تمہارے پیکے سے کیا ملا ہے؟"۔ جب آپ ﷺ کو تھوڑا سا اطمینان ہوا تو فرمایا: "اے اللہ میں آپ کے سامنے اپنی طاقت کی کمی کی اور لوگوں پر ہلکا ہونے کی شکایت کرتا ہوں' اے مہربانوں کے مہربان! تو ہی کمزوروں کا رب ہے' اور میرا بھی رب' مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے' ایسے اجنبی کے جو میرے ساتھ ترشروئی سے پیش آتا ہے یا ایسے دشمن کی طرف جسکو تو نے میرے معاملہ کا مختار بنایا ہے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں' تیری کشادہ عافیت ہی میرے لئے کافی ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں تیرے اس چہرہ کیساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہوگئیں اور اس سے دنیا اور آخرت کے کام درست ہو گئے' کہ مجھ پر تیرا عذاب نازل ہو یا تو مجھ پر غصہ ہو' تیرے ہی رضا مقصود ہے کہ تو راضی ہو جائے۔ تیرے سوا نیک کاموں کی توفیق اور بُرے کاموں سے بچانے والا کوئی نہیں"۔ کہتے ہیں: جب ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے یہ دیکھا تو انکو رحم آ گیا اور انہوں نے اپنے ایک نصرانی غلام جسکا نام "عداس" تھا' بلایا۔ اور کہا: یہ انگوروں کا خوشہ لے لو اور اس کو ایک پلیٹ میں رکھ کر لیجاؤ' اور اس آدمی کو دے آؤ' اور اس سے کہو کہ کھالے۔ عداس نے ایسے ہی کیا' اور حضور ﷺ کے سامنے رکھ کر فرمایا: کھایئے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ آگے بڑھایا اور فرمایا: "بسم اللہ"، پھر کھایا۔ عداس نے آپ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا: خُدا کی قسم! اس شہر والے تو ایسا کوئی کلام نہیں کہتے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: "اے عداس! تمہارا کونسا علاقہ ہے اور تمہارا دین کیا ہے؟" اس نے کہا: میں نصرانی ہوں اور میرا تعلق اہل نینوی سے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "تمہارا تعلق ایک نیک مرد یونس بن متّٰی سے ہے؟" عداس نے کہا: آپ کو یونس بن متّٰی کے بارے میں کیسے معلوم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ میرے بھائی تھے۔ وہ بھی نبی تھے' میں بھی نبی ہوں"۔ یہ سنتے ہی عداس حضور ﷺ کے قدموں میں گر گیا اور آپ

Marfat.com

ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ دوسری طرف ربیعہ کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس نے تمہارے غلام کو خراب کر دیا ہے۔ جب عدّاس آیا تو انہوں نے کہا: اے عدّاس! تمہیں کیا ہو گیا تھا' تم کیوں اس آدمی کے ہاتھ پاؤں چوم رہے تھے؟ اس نے کہا: آقا! اس وقت روئے زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی چیز اچھی نہیں۔ اس نے مجھے ایک ایسی بتائی ہے جس کا علم نبی کو ہی ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: اے عدّاس! تمہارے لئے ہلاکت ہو' کہیں وہ تمہیں تمہارے دین سے نہ پھیر دے' تمہارا دین اسکے دین سے بہتر ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے بھی اس سیاق سے ملتی جلتی روایت نقل کی' لیکن انہوں نے بددُعا ذکر نہیں کی اور اسمیں یہ بھی ہے: طائف والے راستے کے دونوں طرف بیٹھ گئے اور جب آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو آپ ﷺ جو قدم اُٹھاتے اس پر وہ پتھر مارتے' اس سے آپ کے پاؤں لہولہان ہو گئے' جب آپ ﷺ نے قوم سے چھٹکارا پایا تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون بہہ رہا تھا' آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس باغ میں عتبہ اور شیبہ بھی تھے' آپ ﷺ نے وہاں بیٹھنا پسند نہ فرمایا' پھر انہوں نے گزشتہ واقعہ کی طرح عدّاس نصرانی کا واقعہ ذکر کیا۔

امام احمد نے خالد بن ابی جبل العدوانی سے نقل کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو ثقیف کے مشرق میں دیکھا کہ آپ کمان یا لاٹھی کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ پڑھ رہے ہیں' یہاں تک کر ختم کر لی۔ بعد میں وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے جاہلیت میں ہی جبکہ میں مشرک تھا سورۃ الطارق کو یاد کر لیا تھا' پھر میں نے اسلام لانے کے بعد بھی پڑھی۔ مجھے ثقیف والوں نے بُلایا اور کہا: اس آدمی سے تم نے کیا سُنا؟ میں نے پڑھ کر سُنا دیا۔ انکے ساتھ جو قریشی تھے انہوں نے کہا: ہم اپنے ساتھی کو بہتر سمجھتے ہیں' اگر وہ برحق ہوتا تو ہم ضرور اسکی اتباع کرتے۔

صحیحین میں حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ان سے حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: کیا آپ ﷺ پر اُحد سے بڑھ کر بھی کوئی دن سخت گزرا ہے؟ فرمایا: مجھ پر عُقبہ سے بڑھکر کوئی دن بھاری نہیں گُورا' جب میں نے

Marfat.com

اپنے آپ کو ابن عبد یالیل کے سامنے پیش کیا تو اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں وہاں سے مایوس ہو کر چلا اور قرن الثعالب (اہل نجد کی میقات) پہنچ کر ٹھہرا' میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو ایک بادل نے میرے اوپر سایہ کیا ہوا ہے اور اسمیں جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: اللہ نے تمہاری قوم کی باتیں بھی سُن لی ہیں اور جو انہوں نے تمہیں کہا ہے اسکو بھی سُن لیا ہے' اللہ نے میرے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ طائف والوں کے بارے میں آپ ﷺ جو چاہیں وہ کر گزریں' پہاڑ کے فرشتے نے مجھے پکارا اور کہا: اے محمد ﷺ! اللہ نے آپ کی اور قوم کی باتیں سُن لی ہیں' میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں' مجھے رب نے بھیجا ہے تا کہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں' اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو ملا دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں' بلکہ میں یہ اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکی نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں گے جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے''۔

محمد بن اسحاق نے طائف سے واپسی پر نخلہ کے مقام پر جن کی قرأت سننا بھی ذکر کیا ہے کہ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھائی تو جنوں نے وہاں آپ ﷺ کی قرأت سُنی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: انکی تعداد سات تھی' انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری:

﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ﴾ (سورۃ الاحقاف: ۲۹)

''اور جس وقت متوجہ کر لئے ہم نے تیری طرف کتنے اک لوگ جنوں میں''

پھر حضور ﷺ مطعم بن عدی کی پناہ میں مکہ داخل ہوئے اور قریش کی طرف سے دشمنی اور سرکشی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ اموی نے اپنے مغازی میں بیان کیا: حضور ﷺ نے اُریقط کو اخنس بن شریق کے پاس پیغام دے کر بھیجا' اور اس سے مطالبہ کیا کہ انہیں مکہ میں پناہ دیں۔ اس نے کہا: قریش کے حلیف انکے سرداروں کو پناہ نہیں دیتے۔ پھر سہیل بن عمرو کی طرف بھیجا تا کہ وہ پناہ دے دیں' اس نے کہا: بنی عامر' بنی کعب بن لوی کے خلاف پناہ نہیں دے سکتے۔ پھر مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا تو اسنے کہا: ہاں' اسکو دو کہ آ جائے۔

Marfat.com

حضور ﷺ آئے اور انکے پاس رات گزاری، صبح کو مطعم اپنے چھ یا سات بیٹوں کیساتھ ہاتھوں میں تلواریں لئے مسجد میں داخل ہوا اور حضور ﷺ سے کہا: طواف کرو اور خود مطاف میں تلواروں کی پیٹیوں سے کمریں اور پاؤں باندھ کر بیٹھ گئے۔ ابوسفیان، مطعم کے پاس آیا اور کہنے لگے: پناہ لئے ہوئے ہے یا تابع ہے؟ مطعم نے کہا: نہیں بلکہ پناہ میں ہے، کہا: اچھا پھر تو تیری پناہ نہیں توڑی جائے گی پھر وہیں انکے ساتھ بیٹھ گیا، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اپنا طواف مکمل کرلیا۔ جب آپ نے طواف مکمل کرلیا تو وہ آپ کے ساتھ چلے گئے اور ابوسفیان اپنے ہمنشینوں کیساتھ چلا گیا۔ پھر کچھ دنوں بعد آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت ہوگئی، آپ ﷺ کی ہجرت کے کچھ دنوں بعد ہی مطعم بن عدی کا انتقال ہوگیا۔

اسراء و معراج

ابن عساکر نے اسراء کی احادیث بعثت کے شروع میں ذکر کیں، اور ابن اسحاق نے انکو بعثت کے دس سال بعد یہاں ذکر کی ہیں۔

بیہقی نے زھری کے حوالہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کو مدینہ جانے سے ایک سال پہلے اسراء کروایا گیا۔

فائدہ

مشہور قول یہی ہے اور ابن حزم کا بھی یہی قول ہے، اور یہ واقعہ طائف سے واپسی پر سوموار کی رات ستائیس رجب کو پیش آیا تھا۔

اس سلسلہ میں وارد احادیث ہم نے تفسیر میں اللہ کے ارشاد:

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ﴾

(سورۃ الاسراء:۱)

''پاک ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اسکو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سننے والا

Marfat.com

دیکھنے والا‘‘۔ کے موقع پر ذکر کردی ہیں‘ اور اس پر تفصیلی کلام بھی وہاں کر دیا ہے‘ جو اس موقع کے لئے کافی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: ’’فتح القدیر‘ تہذیب تفسیر ابن کثیر‘‘ ص ۲۷۰ ج ۳)۔

ابن اسحاق مذکورہ فصلیں ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اسراء کروایا گیا۔ یہ ایلیاء میں واقع بیت المقدس ہے۔ اسوقت تک اسلام مکہ میں پھیل چکا تھا اور قریش کے بعض قبیلے اور ارد گرد کے اکثر قبیلے اسلام لا چکے تھے۔

حضور ﷺ کی اسراء کے بارے میں‘ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ‘ ابو سعید رضی اللہ عنہ ‘ عائشہؓ معاویہ رضی اللہ عنہ ام ھانی بنت ابی طالبؓ‘ حسن بن حسن رضی اللہ عنہ ابن شہاب زھریؒ اور قتادہؒ جیسے اہل علم حضرات سے روایات منقول ہیں جس سے اس واقعہ کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔

• آپ ﷺ کی اسراء کا مقصد آزمائش اور حضور ﷺ کو حوصلہ مند کرنا تھا‘ آپ ﷺ کی اسراء اللہ کے حکموں میں سے ایک حکم عقلمندوں کیلئے عبرت اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت‘ رحمت اور ثابت قدمی کا سبب تھی۔ یہ ایک یقینی اور محکم واقعہ تھا‘ جسمیں اللہ تعالیٰ نے جہاں اور جب تک چاہا اسراء کروائی‘ تاکہ اپنی نشانیوں میں سے جو چاہیں دکھائیں اور آپ ﷺ نے بھی وہاں پر اللہ کی قدرت اور عظمت کے عجیب وغریب کارنامے دیکھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: حضور ﷺ کے پاس براق لائی گئی‘ یہ وہ سواری ہے جس پر حضور ﷺ سے پہلے انبیاء کو سوار کیا جاتا تھا۔ اسکا ایک پاؤں نظر کی انتہاء تک پڑتا تھا‘ آپ ﷺ کو اس پر سوار کروا کر زمین وآسمان پر موجود نشانیوں کو دیکھتے ہوئے بیت المقدس پہنچایا گیا‘ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ موجود تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ کو دودھ‘ شراب اور پانی کے تین برتن پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے دودھ پی لیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ نے اور آپ کی امت نے بھی ہدایت پائی۔

ابن اسحاق نے حسن بصری سے نقل کیا: حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو جگایا اور مسجد حرام کے دروازہ پر لے آئے‘ پھر براق پر سوار کیا۔ یہ خچر اور گدھے کا درمیانی جانور

Marfat.com

تھا' اسکے پہلو میں دو پر بھی تھے جس سے وہ بڑی بڑی اُڑانیں بھرتا تھا' اسکا ایک قدم نظر کی انتہاء پر پڑتا۔ حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے ساتھ اس طرح چلتے رہے کہ کوئی ایک دوسرے سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔ حسن نے آگے بیان کیا: حضور ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام چلے' حتّی کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ وہاں پر حضرت ابرہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاء کیا کی ایک جماعت کیساتھ موجود تھے۔ حضور ﷺ نے انکوامامت کروائی اور نماز پڑھائی' پھر آپ ﷺ نے شراب کے مقابلے میں دودھ کے اختیار کرنے کا تذکرہ کیا' جسکے بارے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے بعد میں کہا: آپ ﷺ خود بھی ہدایت یافتہ ہوئے اور آپ کی امت کو بھی ہدایت ملی اور آپ ﷺ پر شراب حرام کی گئی۔ پھر آپ ﷺ مکہ تشریف لے آئے اور صبح آپ ﷺ نے قریش والوں کو بتایا تو اکثر لوگوں نے تکذیب کی اور ایک گروہ اسلام لانے کے بعد مرتد بھی ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق میں پہل کرتے ہوئے فرمایا: میں تو انکی صبح وشام کی آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں کیا بیت المقدس کی تصدیق نہ کروں؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق پوچھا اور آپ ﷺ نے بتادیا اور اس دن سے انکا نام ''صدیق رضی اللہ عنہ'' پڑ گیا۔

اسی کے بارے میں اللہ نے یہ آیت اُتاری:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (سورۃ الاسراء:۶۰)

''اور وہ دکھلاوا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کے''

ابن اسحاق نے ام ہانیؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کو اسراء میرے گھر سے ہوا۔ اس رات عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد آپ ﷺ ہمارے گھر سو گئے اور فجر سے پہلے ہمیں جگادیا' اور جب صبح ہوئی اور ہم نے آپ ﷺ کیساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ام ہانی! میں نے آپ کیساتھ عشاء کی نماز اس وادی (مکہ) میں پڑھی' پھر میں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی' پھر فجر کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ اسکے بعد آپ نکلنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ بات کسی کو نہ بتانا کہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں گے اور تکلیفیں دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

”خدا کی قسم! میں تو ضرور بتاؤں گا“۔ چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں سے تذکرہ کیا اور حسب توقع قوم نے جھٹلا دیا۔ فرمایا: ”اسکی نشانی یہ ہے کہ میں بنی فلاں کے قافلہ پر فلاں فلاں جگہ سے گزرا اور براق کیوجہ سے انکے جانور بدک گئے‘ انکا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا تو میں نے ان کو بتا دیا۔ پھر میں ”ضجنان“ نامی جگہ پر گزرا اور بنی فلاں کے قافلہ کو وہاں پایا‘ وہ سوئے ہوئے تھے‘ انکے پاس پانیوں کے برتن تھے‘ جو کسی چیز سے ڈھکے ہوئے تھے‘ میں نے ڈھکن ہٹا کر پانی پیا اور اسکو ویسے ہی لوٹا دیا جیسے تھا‘ اب وہ تنعیم کی وادی سے گزر رہے ہیں اور سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو تھیلے (توڑے) تھے‘ ایک سیاہ اور ایک سیاہ وسفید رنگ والا۔ چند گھنٹوں بعد قافلہ ظاہر ہوا تو اُن میں سے پہلا اونٹ اسی طرح کا تھا‘ جس طرح کا حضور ﷺ بتایا تھا۔ لوگوں نے ان برتن سے اور گمشدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ایسے ہی بتایا جیسے حضور ﷺ بتا چکے تھے۔

ام ہانی کی حدیث میں کچھ غرابت ہے‘ کیونکہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ اسراء مسجد سے حجرِ اسود کے مقام سے ہوئی تھی۔ لیکن اس روایت کے سیاق میں بھی کئی لحاظ سے غرابت ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اسمیں ہے یہ وحی سے پہلے کی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کا پہلی دفعہ آنا وحی سے پہلے تھا‘ اس رات انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ پھر دوسری رات بھی آئے (جسکا یہاں تذکرہ نہیں) بلکہ ایک روایت کے مطابق وحی کے کچھ عرصہ بعد آئے (جیسا کہ ایک گروہ کا خیال ہے) یا دس سال بعد آئے جیسا کہ اکثر کا خیال ہے اور یہی ظاہر ہے۔ اس رات اسراء سے پہلے آپ ﷺ کا سینہ بھی دوسری یا تیسری دفعہ کے لئے دھویا گیا‘ کیونکہ وہ اسوقت ملاءِ اعلیٰ کے مطلوب تھے اور اللہ کے دربار میں باریابی مقصود تھی۔ پھر آپ ﷺ کے مرتبہ کو بلند کرنے کے لئے اور تعظیم وتکریم کے لئے آپ کو براق پر سوار کیا گیا‘ جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے تو اپنی سواری کو اُس کنڈے کیساتھ باندھا جس سے انبیاء باندھتے تھے‘ پھر آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں تحیۃ المسجد پڑھی‘ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے بیت المقدس داخل ہونے‘ سواری باندھنے اور نماز پڑھنے کا انکار کر دیا‘ لیکن یہ درست نہیں اور سابقہ نص کے بھی خلاف ہے۔

Marfat.com

پھر انبیاء علیہم السلام کے جمع ہونے اور انکو نماز پڑھانے کے بارے میں اختلاف ہے' آیا یہ آسمانوں پر چڑھنے سے پہلے تھا جیسا کہ گزر گیا' یا آسمان سے اترتے وقت تھا' جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے' جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

بعض کہتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانا آسمان پر تھا' ایسے ہی برتنوں میں سے شراب اور دودھ کو منتخب کرنے کا اختیار بھی بیت المقدس میں ہوا تھا یا آسمان میں جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے؟

مقصد یہ ہے کہ جب آپ بیت المقدس کے معاملہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کے لئے معراج نصب کیا گیا' اور یہ وہ سیڑھی ہے جس سے آپ آسمان پر چڑھے' یہ چڑھنا براق کے ذریعہ نہیں تھا جب کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ براق کو مسجد کے دروازے سے باندھا چھوڑ دیا تھا تا کہ اس پر مکہ واپس لوٹ سکیں' آپ ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر چڑھے' یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ گئے۔ ہر آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات وہاں کے مقربین' فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان انبیاء کا تذکرہ بھی کیا جن کو آپ ﷺ نے نمایاں طور پر دیکھا' جیسے آسمانِ دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام دوسرے پر یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام' اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام چھٹے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ساتویں میں حضرت ابرہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی دیوار سے ٹیک لگائے دیکھا' یہ بیت المعمور وہی ہے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے اور طواف کرتے ہیں' پھر قیامت تک انکی باری نہیں آتی۔ پھر آپ ﷺ ان تمام سے بھی گزر گئے اور ایسے مقام تک پہنچ گئے جہاں پر قلموں کے چلنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر آپ ﷺ کے سامنے سے سدرۃ المنتہیٰ کا پردہ ہٹا دیا گیا' اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح چوڑے' اور اسکے پودے ہجر مقام کے انگوروں کے تنوں کی طرح تھے۔ آپ ﷺ نے وہاں عجیب عجیب چیزیں دیکھیں' طرح طرح کے رنگ' فرشتوں کی کثرت جو تعداد میں اتنے زیادہ تھے جتنے درخت پر کوے ہوتے ہیں' سونے کے بستر۔ وہیں آپ ﷺ کو تجلیات ربانی نے گھیر لیا۔ اور آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی حالت میں دیکھا کہ انکے چھ سو پر تھے

Marfat.com

اور ہر دو پروں کے درمیان اتنا فاصلہ تھا جتنا زمین و آسمان کا۔

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰیO عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰیO عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰیO اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰیO مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾

(سورۃ النجم: ۱۳۔۱۷)

''اور اُسکو اس نے دیکھا ہے اُترتے ہوئے ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اُسکے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی جب چھا رہا تھا اُس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی''

یعنی آپ ﷺ دائیں بائیں نہیں بھکے اور نہ ہی اس مقام سے بلند ہوئے جو آپکے لئے بطور حد مقرر کی گئی تھی اور یہ بڑی ثابت قدمی اور ادب کا تقاضا تھا۔ حضرت جبریل ں کو جو یہ اصلی شکل میں دیکھنا تھا تو دوسری دفعہ تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔ اسکے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد زیادہ مناسب ہے:

﴿عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰیO ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰیO وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰیO ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیO فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰیO فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی﴾

(سورۃ النجم: ۵۔۱۰)

''اُسکو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے زور آور نے پھر سیدھا بیٹھا اور وہ تھا اونچے کنارہ پر آسمان کے پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر یا اس سے نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا''

یہ واقعہ ابطح میں پیش آیا تھا۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے سامنے اپنی اصل شکل میں ظاہر ہوئے' اس وقت وہ زمین و آسمان کو ڈھانپے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے اور جبریل علیہ السلام کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ تھا۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی شریک کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث الاسراء میں نقل کرنا: پھر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور لٹک آئے' اور وہ ہو گئے دو قوسوں کے

Marfat.com

برابر یا اس سے بھی کم۔ تو یہ راوی کے اپنے فہم کے مطابق ہو سکتا ہے اور اس نے اپنے علم کے مطابق اسکو حدیث کا حصہ سمجھ لیا ہوگا۔ اور اگر کہیں لکھا ہوا بھی ہو تب بھی یہ آیت کی تفسیر نہیں، بلکہ اسکے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس پر آیت کے معنیٰ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

اس رات اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور انکی امت پر پچاس نمازیں دن رات میں مقرر کیں۔ پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر اللہ سے کم کرواتے رہے یہاں تک کہ پانچ ہو گئیں، اور فرمایا یہ پانچ ہیں لیکن اجر میں پچاس کے برابر ہیں، نیکی دس کے بدلے میں۔ اس طرح اللہ کیساتھ حضور ﷺ کی بات چیت ہوئی۔ تقریباً تمام ائمہ کا اس سے ملتا جلتا مذہب ہے، لیکن رؤیت میں اختلاف ہے تو بعض نے کہا: آپ ﷺ نے دل سے دو دفعہ دیکھا، اس قول کے قائل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے رؤیت کو مطلق رکھا ہے جو تقیید پر محمول ہے۔ اس رؤیت کو مطلق رکھنے والوں میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور امام احمدؒ بھی ہیں۔ بعض نے اسکی تشریح یہ کی کہ رؤیت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے اور اسکو ابن جریر اور بعض ائمہ متاخرین نے بھی اختیار کیا ہے۔ اس قول کے مؤید میں سے حضرت ابو الحسن اشعری بھی ہیں اور شیخ ابو زکریا نووی نے اسکو اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ''روشنی کو میں کیسے دیکھ پاتا''۔ اور ایک روایت میں ہے: ''میں نے نور دیکھا''۔ اسلئے علماء کہتے ہیں: اس فانی آنکھ سے باقی کو نہیں دیکھا جا سکتا، اس مسئلہ میں اختلاف علماء میں مشہور ہے۔

پھر آپ ﷺ بیت المقدس اُترے اور ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ تکریم و تعظیم کے لئے انبیاء علیہم السلام بھی اُترے، جیسے عام طور پر وفدوں کے آنے جانے کا طریقہ کار ہے کہ وہ پہلے جمع نہیں ہوتے جاتے ہوئے آپ ﷺ کا جن پر انبیاء علیہم السلام بھی گزر ہوا، حضرت جبریل علیہ السلام انکے بڑھنے پر فرماتے: یہ فلاں ہے اسکو سلام کیجئے، تو اگر وہ پہلے سے جمع تھے تو آسمانوں پر دوبارہ ان سے تعارف کروانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اسکی ایک دلیل

Marfat.com

یہ بھی ہے کہ حدیث میں ہے: جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے نماز پڑھائی۔ اس سے بعض علماء نے یہ مسئلہ نکالا کے بڑا امام' گھر کے مالک سے بھی امامت میں مقدم ہوتا ہے' کیونکہ بیت المقدس انکی رہائش اور جائے قامت تھی' اسکے باوجود حضور ﷺ نے امامت کروائی۔

پھر آپ ﷺ وہاں سے نکلے اور براق پر بیٹھ کر مکہ آ گئے' صبح آپ ﷺ بڑے ہشاش بشاش اور مطمئن تھے۔ اس رات آپ ﷺ نے وہ کچھ دیکھا کہ اگر کوئی اور دیکھتا تو مدہوش ہو جاتا یا عقل باختہ ہو جاتا۔ لیکن آپ ﷺ حسب معمول صبح اطمینان سے نکلے لیکن ڈر بھی رہے تھے کہ اگر آپ ﷺ نے بتانے میں پہل کی تو قوم جھٹلا نہ دے' اسلئے شروع میں آپ ﷺ نے آہستہ آہستہ بتانا شروع کیا کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے تھے۔ اسکا واقعہ یوں پیش آیا کہ ابو جہل نے حضور ﷺ کو مسجد حرام میں خاموش بیٹھے ہوئے پایا تو کہا: کیا کوئی خبر ہے؟ کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں' اس نے کہا: وہ کیا؟ فرمایا: "مجھے رات کو بیت المقدس لے جایا گیا؟ اس نے کہا: بیت المقدس!؟ فرمایا: ہاں" کہا: اگر میں سب لوگوں کو بلاؤں تو کیا تم انکو یہ خبر دے سکتے ہو جو تم مجھے بتا رہے ہو؟ فرمایا: "ہاں"۔ ابو جہل نے قریش کو جمع کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ سنا لیں' حضور ﷺ بھی انکو سنانے کے لئے جمع کرنا چاہتے تھے تا کہ ان تک بات پہنچ جائے۔ ابو جہل نے کہا: اے قریش والو! اور پوری قوم کو انکی مجلسوں سے اکٹھا کر لیا پھر حضور ﷺ سے کہا: جو کچھ آپ ﷺ نے مجھے کہا ہے اپنی قوم کو بھی کہیے۔ حضور ﷺ نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور جو کچھ دیکھا تھا بعینہ بتا دیا کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے تھے اور وہاں نماز پڑھی تھی۔ حضور ﷺ کا واقعہ بیان کرنا تھا کہ کوئی سیٹیاں بجانے لگا اور کوئی تالیاں پیٹنے لگا' سب نے اسکو محال سمجھا' دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر مکہ میں پھیل گئی۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ محمد ﷺ یوں یوں کہہ رہا ہے انہوں نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو اور غلط ان کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا: نہیں' خدا کی قسم! وہ ایسے ہی کہہ رہے ہیں' فرمایا: اگر واقعی انہوں نے ایسا کہا ہے تو یہ سچ ہے۔ پھر وہ حضور ﷺ کے پاس جبکہ قریش والے بھی بیٹھے ہوئے تھے' آتے ہی پوچھا اور حضور ﷺ نے بھی سارا بتا دیا۔ پھر بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں' تا کہ قریش مکہ سُن لیں

Marfat.com

اور جان لیں کہ جو کچھ آپ ﷺ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے اور صحیح ہے۔ مشرکوں نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا' فرماتے ہیں: "میں انکو نشانیاں بتانے لگا تو بعض چیزیں مجھ پر مشتبہ ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا' یہاں تک مجھے اسکی ہر چیز نظر آنے لگی اور میں دیکھ دیکھ کر انکو بتانے لگا"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نشانیاں تو صحیح بتائی ہیں۔

ابن اسحاق نے یہ بھی ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے انکو قافلہ سے گزرنے اور ان کے مشکیزہ سے پانی پینے کا بھی بتایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت قائم کر دی اور ان پر معاملہ روشن کر دیا۔ ایمان لانے والے اللہ کی ہدایت سے ایمان لے آئے' اور کفر کرنے والے حجت قائم ہونے کے بعد بھی کافر رہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (سورۃ الاسراء: ۶۰)

"اور وہ دکھلایا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ رؤیت آنکھوں کیساتھ تھی' جیسا کہ جمہور سلف علماء کا مذہب ہے کہ آپ ﷺ کو روح اور بدن کیساتھ معراج ہوئی اور جیسا کہ دوسری بعض دلیلیں جیسے سوار ہونا' اُترنا' آسمان پر چڑھنا بھی دلالت کرتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾

(سورۃ الاسراء: ۱)

"پاک ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جسکو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اسکو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا"

اور تسبیح عجیب و غریب چیزوں پر کی جاتی ہے' معلوم ہوا جسم مع الروح تھا' اور "عبد" سے مراد یہ دونوں ہیں۔ اور اگر خواب ہوتا تو قریش مکہ والے بھی نہ جھٹلاتے' اسلئے کہ پھر کوئی ناممکن بات نہ ہوتی۔ اس سے پتہ چلا کہ آپ نے انکو یہی بتایا تھا کہ آپ ﷺ کو اسراء بیداری میں

Marfat.com

ہوا تھا خواب میں نہیں۔ باقی حضرت شریک والی روایت میں حضور ﷺ کا یہ کہنا: "پھر میں بیدار ہوا تو کمرے میں تھا" تو یہ شریک کی غلطیوں میں سے ہے یا اس پر محمول ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقلی کو بیداری سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ والی حدیث میں ہے جب حضور ﷺ طائف گئے تو انہوں نے جھٹلا دیا اس پر حضور انے فرمایا: "میں غمزدہ واپس ہوا اور قرن الثعالب پر ہی جا کر رُکا"۔

ابن اسحاق نے بیان کرتے ہوئے کہا: حضرت عائشہؓ سے مروی کہ وہ اکثر کہا کرتی تھیں: حضور ﷺ کا جسم گم نہیں پایا گیا بلکہ آپ ﷺ کی روح کو اسراء کروایا گیا"۔

یعقوب بن معتب کہتے ہیں: جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے اسراء کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: یہ اللہ کی طرف سے سچے خواب تھے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ان دونوں قولوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ حضرت حسن فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (سورۃ الاسراء:۶۰)

"اور وہ دکھلاوا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کو"۔

اسی سے ملتا جلتا قول حضرت ابرہیم علیہ السلام سے بھی مروی ہے جس میں:

﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ﴾ (سورۃ الصفات:۱۰۲)

"اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں"

اور حدیث میں ہے: "میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے"۔

فائدہ

یہ روایت بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے: "حضور ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا"۔ ایسے ہی حضرت عائشہؓ نے بھی باب "قیام النبی علیہ السلام بالليل" میں بھی ان الفاظ کیساتھ نقل کیا: میری آنکھیں سوتی ہیں' دل نہیں سوتا"۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: اللہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ کونسی حالت میں تھا۔

بہر حال یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو اسراء ہوا اور آپ ﷺ نے عجیب وغریب

Marfat.com

چیزیں بھی دیکھیں اب یہ بیداری میں ہوں یا خواب میں سب حق و سچ تھے۔

میں کہتا ہوں: ابن اسحاق نے اس بارے میں توقف اختیار کیا ہے اور دونوں کاموں کو جائز رکھا ہے لیکن تحقیقی بات یہی ہے کہ آپ لامحالہ بیدار تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ اور حضرت عائشہؓ کے کلام کا یہ مقصد نہیں کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک موجود رہا اور اسراء روح سے ہوئی یعنی خواب میں ہوئی جیسا کہ ابن اسحاق نے سمجھا بلکہ اسراء حقیقی طور پر روح کیساتھ ہوئی تھی جبکہ آپ ﷺ بیدار تھے نہ کہ خواب میں۔ آپ ﷺ براق پھر بھی سوار ہوئے بیت المقدس بھی آئے آسمانوں پر بھی چڑھے اور جو کچھ آپ ﷺ نے دیکھا وہ بھی بعینہ حقیقتاً دیکھا نہ کہ خواب میں۔ تو حضرت عائشہؓ کا یہ مقصد ہے کہ ان مواقع پر حضور ﷺ کا جسم گم نہیں ہوا تھا بلکہ موجود تھا۔

تنبیہ

ہم اسراء سے پہلے کسی خواب کا انکار نہیں کرتے نہ اسراء کے بعد کسی ایسے خواب کا انکار کرتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ جو خواب دیکھتے تھے وہ صبح روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی تھی اور حدیث بدء الوحی میں گزر چکا کہ جو کچھ آپ ﷺ ظاہر میں دیکھتے وہ آپ ﷺ کو پہلے خواب میں دکھایا جاتا تا کہ آپ ﷺ اس سے مانوس ہو کر کم از کم بوجھ محسوس کریں اس طرح دونوں احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

پھر علماء کا اسمیں اختلاف ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں ہوئے یا ہر ایک علیحدہ علیحدہ ایک ایک رات میں ہوئے تھے؟ بعض کا خیال ہے کہ اسراء بیداری میں اور معراج خواب میں ہوا تھا۔

مہلب بن ابی صفرہ نے اپنی کتاب بخاری کی شرح میں ایک جماعت سے یہ نقل کیا کہ اسراء دو دفعہ ہوئی تھی۔ ایک دفعہ روح کیساتھ خواب میں اور ایک دفعہ روح اور جسم کیساتھ بیداری میں۔ حافظ ابوالقاسم سہیلی نے اسکو اپنے شیخ ابوبکر بن عربی سے بھی نقل کیا۔ سہیلی کہتے ہیں: یہ قول تمام احادیث کو جامع بھی ہے کیونکہ شریک رضی اللہ عنہ کی حدیث

Marfat.com

یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسراء خواب میں تھا اور دوسرے علماء سے بیداری میں بھی ثابت ہے۔

بعض حضرات بیداری میں بھی متعدد اسراء کے قائل ہیں' یہاں تک کہ بعض حضرات نے کہا کہ چار دفعہ ہوا' اور بعض نے کہا: ان میں سے کچھ مدینہ میں بھی ہوئے تھے۔

شیخ شہاب الدین ابوشامہؒ نے اسراء کے بارے میں مروی مختلف احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور انہوں نے اسکو تین دفعہ قرار دیا۔ ایک دفعہ مکہ سے صرف بیت المقدس تک' دوسری دفعہ مکہ سے آسمان تک براق کے ذریعہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے اور ایک دفعہ مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمان تک۔

ہم کہتے ہیں: اگر انہوں نے یہ قول اختلافِ روایات کی بنیاد پر لیا ہے' تو اس بارے میں حدیث کے الفاظ ان تین حالتوں سے بڑھ کر واضح ہیں' اور جسکو تفصیل کی ضرورت ہو وہ ''فتح القدیر' تہذیب تفسیر ابن کثیر'' ص ۲۷۸ ج ۳'' میں اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا﴾ کی تفسیر میں دیکھے۔

اور اگر انہوں نے اس تقسیم کو تین حالتوں پر محمول کیا ہے بیت المقدس اور آسمانوں کی طرف نسبت کے لحاظ سے' تو اس حصرِ عقلی سے وجود فی الخارج لازم نہیں آتا جب تک کہ کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

تعجب تو اس بات پر ہے کہ امام بخاریؒ نے اسراء کے تذکرہ کو ابو طالب کی موت کے تذکرہ کے بعد ذکر کیا' گویا معراج کو دس سال کے واقعات کے بعد ذکر کر کے انکی موافقت کی اور ابو طالب کی موت کے بعد ذکر کرنے کی مخالفت کی' کیونکہ ابن اسحاق نے ابو طالب کی موت کو اسراء کے بعد ذکر کیا۔

امام بخاریؒ نے اسراء اور معراج میں فرق کرتے ہوئے ہر ایک کے لئے علیحدہ باب قائم کیا' چنانچہ فرمایا: ''باب حدیث الاسراء'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: جب قریش نے میرا کہا نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس ظاہر کر دیا' میں اُنہیں اسکی نشانیاں

Marfat.com

دیکھ دیکھ کر بتانے لگا۔ اس حدیث کو مسلمؒ ' ترمذیؒ ' نسائیؒ وغیرہ نے بھی ذکر کیا۔

پھر بخاری نے کہا: "باب المعراج"۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں لیلتہ الاسراء کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا: میں حطیم میں سویا ہوا تھا کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے یہاں سے یہاں تک چیرا۔ میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے جارود (ابن ابی سبرۃ بصری) سے کہا: یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا سینے کی پسلیوں سے لیکر ناف تک' اور بعض کے مطابق سینے کے اوپر سے لیکر ناف کے اوپر تک۔ پھر میرا دل نکالا' اور سونے کا ایک برتن لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا' اس سے میرا دل دھویا گیا' پھر اس کو اپنی جگہ رکھ کر سی دیا گیا۔ پھر ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی"۔ جارود نے کہا: اے ابوحمزہ! یہ براق تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! وہ ایک پاؤں نظر کی انتہا تک رکھتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا' اور جبریل علیہ السلام ہمیں لیکر چلے یہاں تک کہ آسمانِ دنیا پر پہنچے تو وہاں اجازت چاہی' کہا گیا: کون ہے؟ کہا: جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ' کہا گیا انہیں بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: انکا آنا مبارک ہو' پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں آگے بڑھا تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام تھے' جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں' انہیں سلام کریں' میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا' اور کہا: نیک بیٹے اور نبی کا آنا مبارک۔ پھر دوسرے آسمان پر چڑھایا گیا اور دروازہ کھولنے کی اجزت مانگی گئی تو کہا گیا: کون ہے؟ کہا: جبریل علیہ السلام کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ' پوچھا گیا: کیا انہیں بھیجا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں! کہا گیا: پھر تو انکا آنا مبارک ہو اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں' انکو سلام کریں' میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نبی کی آمد مبارک ہو۔ پھر مجھے تیسرے آسمان پر چڑھایا گیا اور جبریل نے دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبریل علیہ السلام کہا گیا! تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد علیہ السلام' پوچھا گیا: کیا انہیں بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: پھر تو انکا

Marfat.com

آنا مبارک ہے' جب میں وہاں پہنچا تو جبرئیل نے کہا: یہ یوسف علیہ السلام ہیں' انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک نبی اور بھائی کا آنا مبارک ہو۔ پھر مجھے چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا اور جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبریل' پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد ﷺ' پوچھا گیا: کیا انہیں بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: پھر تو انکا مبارک ہے' جب وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام تھے' جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں' انہیں سلام کیجئے' میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک نبی اور بھائی کا آنا مبارک ہو۔ پھر مجھے پانچویں آسمان پر لیجایا گیا اور جبریل نے دروازہ کھلوایا تو کہا گیا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد ﷺ' پوچھا گیا: کیا انہیں بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا پھر تو انکا آنا مبارک ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں انہیں سلام کریں' میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک نبی اور بھائی کا آنا مبارک ہو۔ پھر مجھے چڑھایا گیا یہاں تک کہ چھٹا آسمان آ گیا جبریل علیہ السلام نے اجازت مانگی تو پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبریل علیہ السلام پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد ﷺ' پوچھا گیا: کیا انہیں بھیجا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں! کہا گیا: پھر تو انکا آنا مبارک ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں' انہیں سلام کیجئے' میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نبی کی آمد مرحبا۔ جب ہم آگے بڑھے تو وہ رونے لگے' ان سے کہا گیا: آپ کیوں روئے؟ فرمایا: میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک آدمی میرے بعد آیا اور اسکی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہو گی۔ پھر مجھے ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا اور جبریل علیہ السلام نے اجازت مانگی تو کہا گیا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام' پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد علیہ السلام پوچھا گیا: کیا انہیں بھیجا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں' کہا گیا: ان کا آنا مبارک ہے۔ جب میں آگے بڑھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے' مجھے کہا گیا: یہ تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' انہیں سلام کریں' میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک بیٹے اور نبی کی آمد

Marfat.com

مبارک ہو۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر چڑھایا گیا تو وہاں چار نہریں تھیں، دو ظاہری اور دو باطنی، میں نے کہا: اے جبریل علیہ السلام! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: دو باطنی نہریں جنت میں ہیں اور دو ظاہری نیل اور فرات کی نہریں ہیں۔ پھر مجھے بیت المعمور دکھایا گیا، جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ پھر میرے پاس ایک شراب کا، ایک دودھ کا اور ایک شہد کا پیالہ لایا گیا تو میں نے دودھ والا لے لیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں، میں لوٹا اور موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرا تو انہوں نے کہا: تمہیں کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا: مجھے روزانہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے، انہوں نے کہا: تیری امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، خدا کی قسم! میں نے تجھ سے پہلے لوگوں کو دیکھ لیا ہے اور میں نے بنی اسرائیل کی اصلاح بھی بہت کی، واپس جایئے اور اپنے رب سے اپنی امت کے لئے کمی کروایئے، میں واپس لوٹا تو اللہ نے دس کم کر دیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہوں نے ویسے ہی کہا، تو میں واپس پلٹا اور اللہ نے دس مزید کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: اب بھی زیادہ ہیں اور کم کروائیں، تو میں نے مزید دس کم کرا لیں۔ پھر مجھے دس نمازوں کا کہا گیا: میں واپس ہوا تو اللہ نے پانچ کر دیں۔ میں واپس لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اب کتنی کا حکم ہوا ہے؟ فرمایا: پانچ نمازوں کا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں نے تم سے پہلے لوگوں کو آزما لیا ہے اور بنی اسرائیل پر بڑی سختی کی، جایئے اور اپنے رب سے مزید کم کروائیں۔ میں نے کہا: اب مزید کم کروانے میں مجھے شرم آتی ہے، میں اسی پر راضی ہوں۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا: تو نے فرض کو باقی رکھا اور بندوں پر کمی بھی کی"۔

بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس انداز میں بیان کیا ہے، جبکہ مسلم، ترمذی اور نسائی نے قتادہ کے حوالہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی، اور ہم نے "فتح القدیر، تہذیب تفسیر ابن کثیر" ص ۲۷۲ ج ۳ میں اسکو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی اور اسکے مختلف طرق بیان کیے، لیکن اسمیں

Marfat.com

بیت المقدس کا ذکر نہیں۔ ہوسکتا ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ بعض راوی چیزوں کو معلوم ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں یا بھول جاتے ہیں یا ان چیزوں کو ذکر کر دیتے ہیں جو انکے نزدیک اہم ہوتی ہیں اور جس نے ہر روایت کو علیحدہ طور پر اپنے طریقہ کے مطابق بیان کیا تو وہ بہت دور نکل گئے۔ کیونکہ ہر روایت میں ان پر نمازیں بھی فرض ہو رہی ہیں' تو پھر تعدّد واقعات کا قول کیسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

پھر بخاری نے کہا: حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (سورۃ الاسراء:۶۰)

''اور جو دکھلایا تجھ کو دکھلایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کے''۔

کے بارے میں منقول ہے: یہ آنکھوں سے دکھائی دینی والی چیزیں ہیں جو آپ ﷺ نے اسراء والی رات دیکھیں' اور فرمایا:

﴿وَالْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ﴾ (سورۃ الاسراء:۶۰)

''اور ایسے ہی وہ درخت جس پر پھٹکار ہے قرآن میں''۔ فرمایا: یہ زقوم کا درخت ہے۔

جب حضور ﷺ لیلۃ الاسراء کی صبح بیدار ہوئے تو زوال کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو نماز کی کیفیت اور اوقات بتلائے۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا' تمام جمع ہو گئے' اور اس دن حضرت جبریل علیہ السلام نے نمازیں پڑھائیں۔ مسلمان حضور ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور حضور ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے: ''جبریل نے مجھے بیت اللہ کے سامنے دو دفعہ امامت کروائی'' اس میں انہوں نے ابتدائی اور آخری اوقات بتائے اور انکے درمیانی وقت کی گنجائش کی بھی وضاحت کی' لیکن مغرب میں وقت کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''ابتداء میں نماز دو رکعتیں ہی فرض ہوئیں پھر سفر کی نماز برقرار رہی اور قیام کی نماز میں اضافہ کیا گیا''۔ لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سفر میں نماز پوری پڑھا کرتے تھے' اس مسئلے کی مزید تفسیر اللہ کے ارشاد:

Marfat.com

﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ (سورۃ النساء:۱۰۱)

''اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستائیں گے تم کو کافر''۔

بیہقی نے کہا: حسن بصری اس طرف گئے ہیں کہ ابتداءً قیام کی نماز چار رکعتیں فرض ہوئی تھیں' جیسا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے مرسلاً نقل کیا کہ لیلۃ الاسراء کی دوسری صبح حضور ﷺ نے ظہر کی چار' عصر کی چار' مغرب کی تین (پہلی دو میں جہری قرأت)' عشاء کی چار رکعتیں (جن میں سے پہلی دو میں جہری قرأت تھی) پڑھائیں' اور صبح کی دونوں رکعتوں میں قرأت جہری تھی۔

میں کہتا ہوں: شاید حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہو کہ اسراء سے پہلے رکعتیں دو دو ہوتی تھیں پھر جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو قیام کی نمازیں اسی طرح فرض ہوئیں جس طرح اب ہیں' اور سفر میں یہ رخصت دی گئی کہ دو رکعتیں پڑھی جائیں جیسا کہ ابتداء میں تھا اس طرح بالکل اعتراض نہیں رہتا۔

حضور ﷺ کا قبائل عرب کو دعوت دینا

ابن اسحاق کہتے ہیں: طائف سے نااُمید ہو کر حضور ﷺ مکہ واپس آئے تو قریش مکہ پہلے سے بھی زیادہ مخالفت اور خصومت میں بڑھ گئے' سوائے اُن چند لوگوں کے جو ایمان لے آئے تھے جب حج کا موسم آتا تو آپ ﷺ آنے والے قبائل عرب کو دعوت دیتے اور انہیں بتاتے کہ وہ اللہ نبی کے ﷺ ہیں' اور ان سے کہتے کہ آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور تحفظ دیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حسین بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ربیعہ بن عباد نے میرے والد کو بتایا کہ میں اپنے ایک غلام کیساتھ منیٰ میں تھا کہ میں نے حضور ﷺ کو قبیلوں میں یہ کہتے سنا:

''اے بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ﷺ ہوں' میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اور اللہ کے سوا جن چیزوں کی تم

Marfat.com

عبادت کرتے ہو انکو چھوڑ دو۔ مجھ پر ایمان لے آؤ' میری تصدیق کرو اور اسوقت تک مجھے تحفظ دو کہ میں اپنی مراد بیان کرنے میں کامیاب ہو جاؤں"۔ انکے پیچھے ایک خوبصورت اور عدنانی چادر میں ملبوس ایک آدمی بھی تھا' جب آپ ﷺ اپنی بات سے فارغ ہو جاتے تو وہ کہتا: اے بنی فلان! یہ تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تم اپنی گردنوں سے لات وعزیٰ کی اطاعت کا قلادہ اُتار دو' یہ جو گمراہی اور نیا دین لے کر آیا ہے اس پر تمہارے بنی مالک بن اقیش بھی ہیں' لہذا نہ اسکی بات سنو اور نہ مانو"۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے باپ سے پوچھا: اے باپ یہ آدمی کون ہے جو انکے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور انکی باتوں کی تردید کرتا ہے؟ باپ نے کہا: یہ انکا چچا عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب (ابولہب) ہے۔

امام احمد نے نقل کیا کہ ربعیہ بن عباد (پہلے کافر تھا بعد میں اسلام لے آیا) نے بتایا: میں نے جاہلیت میں حضور ﷺ کو ہی المجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ ﷺ کہہ رہے ہیں: "اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو' کامیاب ہو جاؤ گے"۔ لوگ انکے اِردگرد اکٹھے تھے' اور انکے پیچھے ایک خوبصورت چوٹیاں کیئے ہوئے آدمی تھا' جو کہتا جاتا: یہ بے دین اور جھوٹا ہے۔ اور جہاں آپ ﷺ جاتے ساتھ ساتھ جاتا' میں نے اسکے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ انکا چچا ابولہب ہے۔

بیہقی نے اس حدیث کو ربیعہ دئلی سے ان الفاظ میں نقل کیا: میں نے رسول ﷺ کو ذی المجاز بازار میں دیکھا' آپ ﷺ لوگوں کے پاس انکے ٹھکانوں میں جاتے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے' انکے پیچھے ایک خوبصورت گوندھے ہوئے بالوں والا آدمی تھا وہ کہتا: اے لوگو! کہیں یہ تمہیں تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کے دین کے بارے میں دھوکہ میں نہ ڈال دے' میں نے کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ابولہب ہے۔

اسی روایت کو بیہقی نے یوں بھی نقل کیا: میں نے حضور ﷺ کو ذی المجاز بازار میں دیکھا' آپ ﷺ کہہ رہے تھے: "اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو' کامیاب ہو جاؤ گے' آپ ﷺ کے پیچھے ایک آدمی تھا جو آپ ﷺ پر خاک ڈالتا اور کہتا جاتا: اے لوگو! کہیں یہ تمہیں تمہارے دین کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈال دے' یہ چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ کی عبادت چھوڑ دو"۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ "کندہ قبیلے میں آئے اور انکے سردار "ملیح" کو اللہ کی طرف بلایا اور اپنے تحفظ کے لئے اُس سے پناہ چاہی لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: محمد بن عبد الرحمن بن حصین بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ "بنی کلب" کی ایک شاخ بنی عبد اللہ میں آئے اور اپنے تحفظ کے لئے اُن سے پناہ چاہی اور یہاں تک کہا: "اے بنی عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام بڑا اچھا رکھا ہے لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا"۔

حضرت عبد اللہ بن کعب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ "بنی حنیفہ" کے پاس انکے ٹھکانوں پر آئے اور انہیں اللہ کی طرف بُلایا' لیکن تمام عرب میں ان سے بڑھ کر کسی نے بُرا جواب نہیں دیا۔ زھری نے بیان کیا کہ حضور ﷺ "بنی عامر بن صعصعہ" کے پاس آئے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اور اپنے تحفظ کے لئے اُن سے پناہ چاہی' اُن میں سے ایک آدمی بحیرۃ بن فراس نے کہا: خُدا کی قسم! اگر میں قریش سے یہ نوجوان لے لوں تو اسکے ذریعہ پورے عرب پر غالب آ جاؤں' پھر کہنے لگا: اگر ہم اس معاملہ آپ کی پیروی کریں' پھر اللہ تعالیٰ آپ کو مخالفین پر غالب کر دے' تو کیا آپ کے بعد یہ معاملہ ہم میں چلے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ معاملہ تو اللہ کا ہے' وہ جہاں چاہے اسکو رکھے"۔ اس نے کہا: ہم تو آپ کی خاطر عرب سے مخالفت مول لیں' اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے تو معاملہ ہمارے علاوہ کسی اور کو مل جائے؟ ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب لوگ حج کر کے واپس جانے لگے تو بنی عامر اپنے ایک بزرگ کے پاس گئے' جو اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ حج وغیرہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ جب اسکے پاس جاتے تھے تو اُسے حج کے دوران پیش آنے والے واقعات سناتے' اس بار جب وہ لوٹے تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس قریش میں سے بنی عبد المطلب کا ایک لڑکا آیا تھا' جسکا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے' وہ ہم سے اپنا تحفظ چاہتا تھا اور اپنے ساتھ لے جانے کو کہتا تھا۔ بوڑھے نے سر پر ہاتھ رکھا پھر کہا: کیا اسکی تلافی ہو سکتی ہے؟ کیا اسکی وضاحت کا کوئی مطلب ہو سکتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے دستِ قدرت میں فلاں کی جان ہے' اس کو کسی اسماعیلی نے نہیں کہا' یہ برحق ہے' اس وقت تمہاری عقل کہاں تھی؟۔

Marfat.com

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: اُن سالوں میں حضور ﷺ حج کے موقع پر قبائلِ عرب میں جاتے' اور ہر سردار سے بات کرتے' ان سے کہتے: ''میں کسی کو مجبور نہیں کرتا' جو تم میں سے اس بات پر راضی ہو تو بہت اچھی بات اور جو نا پسند سمجھے تو میں اسکو مجبور نہیں کرونگا' میرا مقصد تو یہ ہے کہ میرے خلاف جو قتل کی سازشیں ہو رہی ہیں ان میں تم میرے ساتھ تعاون کرو تا کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچادوں' اور یہاں تک کہ اللہ میرے اور میرے پیروکاروں کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے'' لیکن ان میں سے کسی نے کوئی بات قبول نہیں کی۔

آپ ﷺ جس کے پاس بھی جاتے وہ یہی کہتا: قوم کے آدمی اپنے آدمی کو بہتر سمجھتے ہیں' ایک آدمی ہماری اصلاح چاہتا ہے حالانکہ خود اسکی قوم نے اسکا کہا نہیں مانا بلکہ شہر سے نکال دیا؟! یہ اعزاز اللہ نے انصار کیلئے محفوظ کر رکھا تھا کہ وہ حضور ﷺ کو پناہ دیں اور انکی مدد کریں۔

واقدی نے ان تمام قبیلوں کا ایک ایک نام لیا جسکے پاس حضور ﷺ چل کر گئے تھے۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں: بنی عامر' بنی غسان' بنی فزارۃ' بنی مرۃ' بنی حنیفۃ' بنی سُلیم' بنی عبس' بنی نضر بن ھوازن' بنی ثعلبہ' بنی کندہ' بنی کلب' بنی الحارث' بنی عُذرۃ' قیس بن الحطیم وغیرہ۔

ان سب کی تفصیلات اور خبریں بیان کیں' جن میں سے چند ایک کو ہم نے بھی ذکر کر دیا۔

امام احمدؒ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے بیان کیا: حضور ﷺ موقف میں اپنے آپ ﷺ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور کہتے: ''کیا مجھے کوئی اپنی قوم کے پاس لیجا سکتا ہے؟ قریش نے تو مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک دیا ہے؟''۔ ہمدان کا ایک آدمی آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے کہا: ''ہمدان سے'' فرمایا: ''کیا تمہاری قوم میرا تحفظ کر سکتی ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں! پھر اس آدمی کو ڈر ہوا کہ کہیں اسکی قوم بدعہدی نہ کر دے۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں اپنی قوم کو بتاؤنگا اور آئندہ سال آپ کے پاس آؤنگا'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے'' وہ چلا گیا اور اگلے سال رجب میں انصار کا وفد لے کر آیا۔

Marfat.com

انصار کا اسلام قبول کرنا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ یہی کرتے رہے کہ جب کبھی لوگ حج میں جمع ہوتے تو قبائل کے پاس آتے اور انہیں اللہ اور اسلام کی طرف بُلاتے' اور انکے سامنے اپنی نبوت اور ہدایت ورحمت رکھتے۔ آپ کو جب کبھی پتہ چلتا کہ کوئی بڑا سردار مکہ آ رہا ہے' آپ ﷺ اسکے پاس جاتے اور اُسے اسلام کی دعوت دیتے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: سوید بن الصامت یا سوید بن الصلت بن حوط' حج یا عمرہ کے لئے مکہ آیا۔ وہ اپنی قوم میں کامل کے نام سے مشہور تھا' کیونکہ وہ طاقت' شرافت' نسبت اور شعر گوئی ہر لحاظ سے کامل تھا۔ اور اس نے یہ اشعار کہے تھے جنکا ترجمہ ہے

(۱) بعض دفعہ تو کسی دوست کو پکارتا ہے اور اگر' عدم موجودگی میں اسکی گفتگو سُن لے تو تجھے اسکا جھوٹ بولنا اچھا نہ لگے۔

(۲) جب تک وہ موجود رہتا ہے اسکی گفتگو شہد جیسی رہتی ہے' اور عدم موجودگی میں صرف گلے سے نکلی ہوئی بات ہے۔

(۳) اسکی ظاہری حالت تجھے خوش کردے گی اور اسکی جلد کے نیچے سراسر دھوکہ ہے جو پیٹھ کے پیچھے سے ظاہر ہوتی ہے۔

(۴) اسکی نگاہیں عیاں کر دیتی ہیں جو وہ دھوکہ باز اور غصیلی آنکھوں میں چھپائے ہوئے ہے۔

(۵) مجھ پر تاوان ڈال خیر کا جب تک تو نے مجھے نجات دی' بہترین آقا وہ ہوتا ہے جو تاوان تو ڈالتا ہے لیکن قرضے کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

حضور ﷺ کو جب اسکی آمد کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس سے ملاقات کی۔ اسے اللہ اور اسلام کی طرف بلایا' سوید نے کہا: ''ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ کے پاس ہے وہ میرے پاس بھی ہو'' حضور ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اچھا مجھے کچھ سناؤ''۔ اس نے سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اچھا کلام ہے' میرے پاس اس سے کہیں زیادہ اچھا کلام ہے' وہ قرآن ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا یہ نور اور ہدایت ہے۔ پھر حضور ﷺ نے کچھ آیتیں

Marfat.com

تلاوت کیں اور اُسے اسلام کی طرف دعوت دی' اس نے کہا: کلام تو اچھا ہے۔ پھر وہ مدینہ اپنی قوم میں آ گیا' لیکن وہاں تھوڑا عرصہ ہی رہا تھا کہ بنی خزرج کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اسکی قوم والے کہا کرتے تھے! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کی حالت میں قتل ہوا ہے۔ اسکا یہ قتل انصار کے وفد کی آمد سے قبل تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب ابوالحیسر انس بن رافع مکہ آیا' تو اسکے ساتھ بنو عبدالاشہل کے چند نوجوان بھی تھے جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا' یہ خزرج کے خلاف قریش سے مدد لینے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے انکی آمد کا سُنا تو انکے پاس آئے اور کہا: ''کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جس کے لئے تم آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ''وہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''میں بندوں کی طرف اللہ کا رسول ﷺ ہوں' میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' مجھ پر ایک کتاب بھی نازل ہوئی ہے'' پھر آپ ﷺ نے اسلام کا تذکرہ کیا اور قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کیں۔ ایاس بن معاذ نے جو سب سے کم عمر والے تھے کہا: اے قوم: یہ تو واقعی اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو تم لے کر آئے ہو۔ اس پر انس بن رافع نے مٹی کی مٹھی بھری اور ایاس کے منہ پر مار کر کہا: چپ ہو جا' ہم کسی اور کام کے لئے آئے ہیں۔ ایاس خاموش ہو گیا اور حضور ﷺ اُٹھ کر آ گئے۔ پھر وہ مدینہ چلے گئے اور یہ وہ زمانہ تھا جب اوس اور خزرج میں جنگ ہوئی تھی' ایاس کچھ دن زندہ رہ کر مر گیا۔ محمد بن لبید کہتے ہیں: اسکے قبیلے کے لوگ کہا کرتے تھے: وہ اسکو تسبیح وتہلیل اور تحمید پڑھتے ہوئے سنا کرتے تھے' اس لئے انکو یقین تھا کہ وہ مسلمان مرا ہے۔ اصل میں وہ حضور ﷺ کی باتیں سُن کر اسی مجلس میں اسلام کو قبول کر چکا تھا۔

''بعاث'' ایک جگہ کا نام ہے جہاں اوس اور خزرج میں ایک زبردست معرکہ ہوا تھا اور اسمیں انکے اکثر بڑے سردار مارے گئے تھے۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''بعاث کا دن وہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے حق میں معاملہ کرنے کے لئے برپا کیا تھا۔ حضور ﷺ مدینہ آئے تو انکا شیرازہ بکھر چکا تھا اور قیدی قتل ہو گئے تھے''۔

Marfat.com

انصار کا اسلام قبول کرنا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ یہی کرتے رہے کہ جب کبھی لوگ حج میں جمع ہوتے تو قبائل کے پاس آتے اور انہیں اللہ اور اسلام کی طرف بُلاتے' اور انکے سامنے اپنی نبوت اور ہدایت و رحمت رکھتے۔ آپ کو جب کبھی پتہ چلتا کہ کوئی بڑا سردار مکہ آ رہا ہے' آپ ﷺ اسکے پاس جاتے اور اُسے اسلام کی دعوت دیتے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: سوید بن الصامت یا سوید بن الصلت بن حوط' حج یا عمرہ کے لئے مکہ آیا۔ وہ اپنی قوم میں کامل کے نام سے مشہور تھا' کیونکہ وہ طاقت' شرافت' نسبت اور شعر گوئی ہر لحاظ سے کامل تھا۔ اور اس نے یہ اشعار کہے تھے جنکا ترجمہ ہے

(۱) بعض دفعہ تو کسی دوست کو پکارتا ہے اور اگر' عدم موجودگی میں اسکی گفتگو سُن لے تو تجھے اسکا جھوٹ بولنا اچھا نہ لگے۔

(۲) جب تک وہ موجود رہتا ہے اسکی گفتگو شہد جیسی رہتی ہے' اور عدم موجودگی میں صرف گلے سے نکلی ہوئی بات ہے۔

(۳) اسکی ظاہری حالت تجھے خوش کر دے گی اور اسکی جلد کے نیچے سراسر دھوکہ ہے جو پیٹھ کے پیچھے سے ظاہر ہوتی ہے۔

(۴) اسکی نگاہیں عیاں کر دیتی ہیں جو وہ دھوکہ باز اور غصیلی آنکھوں میں چھپائے ہوئے ہے۔

(۵) مجھ پر تاوان ڈال خیر کا جب تک تو نے مجھے نجات دی' بہترین آقا وہ ہوتا ہے جو تاوان تو ڈالتا ہے لیکن قرضے کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

حضور ﷺ کو جب اسکی آمد کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس سے ملاقات کی۔ اسے اللہ اور اسلام کی طرف بلایا' سوید نے کہا: ''ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ کے پاس ہے وہ میرے پاس بھی ہو'' حضور ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اچھا مجھے کچھ سناؤ''۔ اس نے سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اچھا کلام ہے' میرے پاس اس سے کہیں زیادہ اچھا کلام ہے' وہ قرآن ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا یہ نور اور ہدایت ہے۔ پھر حضور ﷺ نے کچھ آیتیں

Marfat.com

تلاوت کیں اور اُسے اسلام کی طرف دعوت دی' اس نے کہا: کلام تو اچھا ہے۔ پھر وہ مدینہ اپنی قوم میں آ گیا' لیکن وہاں تھوڑا عرصہ ہی رہا تھا کہ بنی خزرج کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اسکی قوم والے کہا کرتے تھے! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کی حالت میں قتل ہوا ہے۔ اسکا یہ قتل انصار کے وفد کی آمد سے پہلے قبل تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب ابوالحیسر انس بن رافع مکہ آیا' تو اسکے ساتھ بنو عبدالاشہل کے چند نوجوان بھی تھے جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا' یہ خزرج کے خلاف قریش سے مدد لینے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے انکی آمد کا سُنا تو انکے پاس آئے اور کہا: ''کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جس کے لئے تم آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ''وہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''میں بندوں کی طرف اللہ کا رسول ﷺ ہوں' میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' مجھ پر ایک کتاب بھی نازل ہوئی ہے'' پھر آپ ﷺ نے اسلام کا تذکرہ کیا اور قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کیں۔ ایاس بن معاذ نے جو سب سے کم عمر والے تھے کہا: اے قوم: یہ تو واقعی اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو تم لے کر آئے ہو۔ اس پر انس بن رافع نے مٹی کی مٹھی بھری اور ایاس کے منہ پر مار کر کہا: چپ ہو جا' ہم کسی اور کام کے لئے آئے ہیں۔ ایاس خاموش ہو گیا اور حضور ﷺ اُٹھ کر آ گئے۔ پھر وہ مدینہ چلے گئے اور یہ وہ زمانہ تھا جب اوس اور خزرج میں جنگ ہوئی تھی' ایاس کچھ دن زندہ رہ کر مر گیا۔ محمد بن لبید کہتے ہیں: اسکے قبیلے کے لوگ کہا کرتے تھے: وہ اسکو تسبیح وتہلیل اور تحمید پڑھتے ہوئے سنا کرتے تھے' اس لئے انکو یقین تھا کہ وہ مسلمان مرا ہے۔ اصل میں وہ حضور ﷺ کی باتیں سُن کر اسی مجلس میں اسلام کو قبول کر چکا تھا۔

''بعاث'' ایک جگہ کا نام ہے جہاں اوس اور خزرج میں ایک زبردست معرکہ ہوا تھا اور اسمیں انکے اکثر بڑے سردار مارے گئے تھے۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''بعاث کا دن وہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے حق میں معاملہ کرنے کے لئے برپا کیا تھا۔ حضور ﷺ مدینہ آئے تو انکا شیرازہ بکھر چکا تھا اور قیدی قتل ہو گئے تھے''۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا اظہار اور نبی کو نبوت سے سرفراز کرنا چاہا اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ اس حج میں نکلے جسمیں آپ کو انصار کا ایک وفد ملا۔ حضور ﷺ نے حسب عادت اپنے آپ ﷺ کو پیش کیا! آپ ﷺ عقبہ گھاٹی کے پاس تھے کہ آپ کو خزرج کا ایک گروہ ملا جنکے لئے اللہ نے خیر کا فیصلہ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے اُن سے مل کر کہا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا: "خزرج کے قبیلے سے"۔ حضور ﷺ نے پوچھا: "یہود کے موالی میں سے؟" انہوں نے کہا: "ہاں"۔ حضور ﷺ نے کہا: "کیا تم تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ نہیں سکتے کہ میں تم سے چند باتیں کہہ سکوں؟" انہوں نے کہا: کیوں نہیں، پھر وہ بیٹھ گئے اور حضور ﷺ نے انکو اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید سُنایا۔ انکے اسلام لانے کی ایک وجہ یہ بھی بنی کہ مدینہ میں یہودی رہتے تھے جو اہل علم اور کتاب تھے، جبکہ یہ اہل شرک اور بت پرست تھے، یہودی انکے ساتھ لڑتے رہتے تھے جب بھی انکے درمیان لڑائی ہوتی وہ کہتے: عنقریب ایک نبی مبعوث ہونیوالا ہے، جنکی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے، ہم انکے ساتھ مل کر تمہیں قوم عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے۔ جب حضور ﷺ نے اس جماعت سے بات کی تو انہوں نے آپس میں کہا: اے قوم؟ تم جانتے ہو کہ یہ وہی نبی ہے جس کا وعدہ تم سے یہودی کرتے تھے اب وہ سبقت نہ لے جائیں۔ پھر انہوں نے آپ کی بات مان لی اور آپ کی تصدیق کر کے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنی قوم کو جنگ کی حالت میں چھوڑا ہے، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے انکو اکٹھا کر دے، ہم انکے پاس جائیں گے اور نہیں بھی اسکی دعوت دیں گے، اور اپنے دین کا بتائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ انکو بھی توفیق دے دے آپ سے بڑھ کر کوئی آدمی معزز نہیں ہوگا، پھر وہ اپنے شہر واپس چلے گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق انکی تعداد چھ تھی اور سب کا تعلق خزرج سے تھا۔ انکے نام یہ ہیں: ابو امامۃ اسعد بن زرارۃ بن عدس۔ ابو نعیم کہتے ہیں: خزرج کے انصار میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے یہی تھے، اور اوس میں سے ابو الھیثم بن التیھان تھے، بعض کہتے ہیں: سب سے پہلے اسلام لانے والے رافع بن مالک رضی اللہ عنہ اور معاذ

Marfat.com

بن عفراء رضی اللہ عنہ تھے۔ ایسے ہی عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ رافع بن مالک بن العجلان رضی اللہ عنہ قطبہ بن عامر بن حدیدۃ رضی اللہ عنہ عقبہ بن عامر بن نابی رضی اللہ عنہ جابر بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔

شعبی اور زھری سے بھی یہی مروی ہے کہ اس رات خزرج کے چھ افراد تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا کہ حضور رضی اللہ عنہ کی سب سے پہلی ملاقات آٹھ آدمیوں سے ہوئی تھی' جو یہ تھے: معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ' اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ' رافع بن مالک رضی اللہ عنہ' ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ' عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ' ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ابو الهیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ اور عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ۔ یہ سب اسلام لے آئے اور انہوں نے آئندہ سال آنے کا وعدہ کیا۔ واپس قوم میں جا کر انکو دعوت دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ اور رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جو ہمیں سکھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا' جو اسعد بن زرارۃ کے ہاں ٹھہرے۔ پھر موسیٰ بن عقبہ نے تمام واقعہ ایسا نقل کیا جیسے ابن اسحاق نے بیان کیا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب وہ اپنی قوم کے پاس مدینہ پہنچے' تو انکے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کی دعوت کا تذکرہ کیا' جس سے دین کا چرچا عام ہو گیا اور کوئی گھر ایسا نہیں بچا جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ نہ ہوا ہو۔ جب دوسرا سال ہوا تو انصار میں سے بارہ مرد آئے' جو یہ تھے: ابوامامۃ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ' عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ' معاذ بن الحارث (عفراء کے دونوں بیٹے)' رافع بن مالک رضی اللہ عنہ' ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ' عبادۃ بن الصامت بن قیس رضی اللہ عنہ' ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ' عباس بن عبادۃ بن نضلہ رضی اللہ عنہ' عقبہ بن عامر بن نابی رضی اللہ عنہ' قطبہ بن عامر بن حدیدۃ رضی اللہ عنہ' یہ دس تو خزرج سے تھے۔ اوس کے دو آدمی یہ تھے: عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ اور ابو الهیثم مالک بن التیہان رضی اللہ عنہ۔

مقصد یہ ہے کہ یہ بارہ آدمی اس سال حج میں آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کا فیصلہ کیا' چنانچہ وہ عقبہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے اور یہ عقبہ اولیٰ تھا۔

ابونعیم کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سورۃ ابراہیم کی یہ آیت پڑھی:

Marfat.com

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا﴾ (سورۃ ابراہیم:۳۵)

''اور جب کہا ابراہیم نے اے رب بنا اس شہر کو امن والا''

ابن اسحاق نے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو عقبہ اولیٰ میں موجود تھے۔ ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھوں پر عورتوں کی بیعت کی طرح کی بیعت کی، جس میں یہ تھا: ''ہم اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، کوئی جان بوجھ کر بہتان نہیں باندھیں گے، نیک کام میں حضور ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اگر تم اسکو پورا کرو گے تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر اس میں سے کوئی چھوڑ دو گے تو تمہار معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے'' امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے بھی اس حدیث کو ایسے ہی بیان کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے عقبہ اولیٰ میں حضور ﷺ کے ہاتھوں پر ان شرطوں پر بیعت کی کہ اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، جان بوجھ کر بہتان نہیں باندھیں گے، نیک کام میں حضور ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے، حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم یہ پوری کر لو تمہارے لئے جنت ہے، اور اگر اس میں سے کوئی کم کرو اور اسکا بدلہ دنیا میں پالو تو وہی کفارہ ہے اور اگر وہ قیامت تک پوشیدہ رہے تو تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے''۔

حدیث میں مذکور لفظ ''علیٰ بیعۃ النساء'' سے مراد یہ ہے کہ اس بیعت کی طرح جو عورتوں سے فتح مکہ کے دن لی گئی تھی اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کئی مقامات پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے موافق بھی کئی آیتیں اُتریں، اور یہ بیعت وحی غیر متلو کے الفاظ سے ہوئی تھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب انصار مدینہ جانے لگے تو حضور ﷺ نے انکے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ انہیں قرآن مجید پڑھائیں، اسلام کی

Marfat.com

تعلیم دیں اور دین سکھائیں۔

بیہقی نے ابن اسحاق سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو اسوقت بھیجا جب انہوں نے مطالبہ کیا اور حضور ﷺ کو خط لکھا' اور اس سے مراد وہی ہے جو اوپر موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں گذرا۔ گویا انہوں نے دوسری دفعہ کو پہلی دفعہ ہی شمار کیا۔ بیہقی کہتے ہیں: اسحاق کی روایت زیادہ مکمل ہے۔

ابنِ اسحاق کہتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں پہلی بیعت عقبہ کو نہیں جانتا''۔ اس پر ابن اسحاق کہا کرتے تھے: کیوں نہیں' یہ عقبہ کے بعد عقبہ تھی۔

آگے مذکورہ راویوں نے کہا: حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے ہاں جا کر ٹھہرے' اور انکو مدینہ میں مقرئ کہا جاتا تھا۔

ابن اسحاق نے یہ بھی نقل کیا: وہ انہیں نمازیں بھی پڑھایا کرتے تھے کیونکہ اوس اور خزرج ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: محمد بن ابی امامۃ نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے نقل کیا: میں اپنے باپ کی نگاہ چلے جانے کے بعد انکے ساتھ ساتھ راہنمائی کے لئے جایا کرتا تھا' جب میں انہیں جمعہ کے لئے لیکر جاتا اور انھیں جمعہ کی اذان کی آواز سُنائی دیتی تو اسعد بن زرارۃ کو دعائیں دیتے' کچھ عرصے تک ایسے ہی ہوتا رہا کہ جب کبھی اذان کی آواز سُنی تو اسکے لئے دعائیں کیں' میں نے اپنے دل میں کہا: میں اپنے باپ سے ضرور پوچھوں گا؟ ایک دن میں نے کہا: اے باپ! کیا بات ہے جب کبھی جمعہ کے لئے اذان ہوتی ہے آپ اسعد بن زرارۃ کو دعائیں دینے لگ جاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: بیٹے' مدینے کے قریب بنی بیاضہ کی زمینوں پر بقیع الخضمات کے مقام پر سب سے پہلے انہوں نے ہی ہمیں جمع کر کے جمعہ کا آغاز کروایا۔ میں نے کہا: اس وقت تم کتنے تھے؟ کہا: چالیس آدمی اس حدیث کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے تو محمد بن اسحاق کے حوالہ سے نقل کیا' اور دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ وہ نمازِ جمعہ پڑھائیں' لیکن اسکی سند میں کچھ غرابت ہے۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں: عبداللہ بن المغیرۃ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کی حویلی میں لے جانے کے لئے نکلے' اور بنی ظفر کے ایک باغ میں بئر مرق کے نام سے موسوم کنوئیں پر جا کر بیٹھ گئے' وہ باغ میں بیٹھ گئے اور اسلام لانے والے کچھ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آ گئے۔ دوسری طرف سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر جو (بنی عبدالاشہل کے سردار بھی تھے اور اس وقت مشرک تھے) کو پتہ چلا تو سعد نے اُسید سے کہا: تیرا باپ نہ ہو' ان دو آدمیوں کے پاس جاؤ' جو ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بناتے ہیں' انہیں منع کرو اور انہیں دوبارہ آنے سے روکو اگر اسعد بن زرارۃ کا رشتہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں اکیلا ہی اسکے لئے کافی تھا لیکن چونکہ وہ میرا خالوزاد ہے اسلئے میرا کہنا مناسب نہیں۔ اُسید بن حضیر نے اپنا نیزہ لیا پھر انکی طرف بڑھا جب اسعد بن زرارۃ نے انکو آتے ہوئے دیکھا تو مصعب سے کہا: یہ قوم کا سردار آ رہا ہے۔ مصعب نے کہا: اگر وہ بیٹھنے پر آمادہ ہو گیا تو میں اس سے بات کر کے دیکھوں گا۔ اسید بڑے غصے میں انکے سروں پر آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: تم ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانے کے لئے کیوں آئے ہو؟ اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ بیٹھ کر ہماری بات تو سُنیں؟ اگر تمہیں پسند آئے تو قبول کر لینا' اور اگر پسند نہ آئے تو چھوڑ دینا؟ اس نے کہا: آپؓ نے انصاف کیا' پھر اپنا نیزہ ایک جگہ گاڑھ کر انکے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اس سے اسلام کی بات کی' اور قرآن مجید پڑھ کر سُنایا۔ اُن سے بیان کردہ روایت میں کہا جاتا ہے: خُدا کی قسم! اسکے اسلام لانے سے پہلے ہی ہم نے اسکے چہرے پر اسلام کے آثار دیکھ لئے تھے۔ پھر اس نے کہا: یہ کتنا عمدہ کلام ہے' اگر کوئی اس دین میں داخل ہونا چاہے تو اس کو کیا کرنا پڑتا ہے؟ انہوں نے کہا! غُسل کر کے پاک صاف ہو جاؤ اور صاف ستھرے کپڑے پہنو' پھر کلمہ شہادت پڑھ کر نمازیں شروع کر دو۔ اس نے کھڑے ہو کر غسل کیا' پاک کپڑے پہنے پھر دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا: میں اپنے پیچھے ایک آدمی چھوڑ کے آیا ہوں' اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو پوری قوم میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا' اُسے میں

Marfat.com

تمہاری طرف بھیجونگا۔ پھر اپنا نیزہ لیکر سعد اور انکی قوم کے پاس گئے' وہ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت سعد نے انکو آتے ہوئے دیکھا تو کہا: خُدا کی قسم! اُسید کا آتے ہوئے وہ چہرہ نہیں ہے جو جاتے ہوئے تھا۔ اور جب حضرت اُسید مجلس کے قریب پہنچے تو حضرت سعد نے کہا: ہاں! تم نے کیا کِیا؟ انہوں نے کہا: میں نے دونوں سے بات کی' مجھے تو ان میں کوئی حرج نظر نہیں آیا' میں نے انہیں منع کرنا چاہا تو انہوں نے کہا: جیسے آپ پسند کریں گے' ہم ویسے ہی کریں گے۔

ایک روایت کے مطابق بنو حارثہ اسعد بن زرارۃ کو قتل کرنے کیلئے نکلے' تاکہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے خالوزاد کو قتل کر کے انکو حقیر کردیں۔ حضرت سعد کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور بڑے غصّے کی حالت میں جلدی میں نکلے۔ وہاں پہنچ کر اُسید بن حضیر کو کہا: خُدا کی قسم! تو نے تو کوئی فائدہ نہیں دیا' پھر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ وغیرہ کے پاس گئے' جب انہیں مطمئن دیکھا تو پہچان گیا کہ اسید کا مقصد اُن سے سُنتا تھا۔ وہ بڑے غصّے کیساتھ حضرت اسعد بن زرارۃ کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے ابواُمامہ! اگر میرے اور تیرے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی 'تو مجھ سے یہ سلوک نہ دیکھتا۔ کیا تم ہمارے گھروں میں ایسے کام کرنے لگ گئے ہو جسے ہم ناپسند سمجھتے ہیں؟ اس سے پہلے اسعد مصعب رضی اللہ عنہ سے کہہ چکے تھے: یہ قوم کا سردار آیا ہے' سب قوم اسکے پیچھے ہوتی ہے' اگر یہ تمہاری بات مان لیں تو دو آدمی بھی بے ایمان نہیں رہیں گے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ بیٹھ کر کوئی بات سُن سکتے ہیں' اگر تمہیں کوئی بات اچھی لگے تو اسکو قبول کرلینا' ورنہ چھوڑ دینا؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے انصاف کیا' پھر وہ نیزہ گاڑ کر وہاں مجلس میں بیٹھ گیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن مجید پڑھا' موسیٰ بن عقبہ نے کہا: مصعب رضی اللہ عنہ نے سورۃ ''الزخرف'' پڑھی تھی' خُدا کی قسم! ہم نے اسی وقت انکے چہرے پر اسلام کی علامتیں دیکھ لی تھیں' سعد نے کہا: اسلام میں داخل ہونے کے لئے اور دین اپنانے کے لئے تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: غسل کر کے پاکی حاصل کرو' اپنے کپڑے صاف کرو' پھر کلمہ شہادت پڑھو اور دو رکعتیں پڑھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنا نیزہ لے کر قوم کی

Marfat.com

مجلس میں آئے' انکے ساتھ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب انکی قوم نے انہیں دیکھا تو کہا: خدا کی قسم! سعد کے چہرے کا وہ رنگ نہیں جو جاتے ہوئے تھا' قریب پہنچنے پر انہوں نے کہا: اے بنی عبدالاشہل! تم مجھے اپنے اندر کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے سردار' بہترین رائے والے اور سب سے عمدہ اخلاق والے ہیں۔ انہوں نے کہا: تمہاری عورتوں اور مردوں سے باتیں کرنا مجھ پر اسوقت تک حرام ہیں جب تک کہ تم سب اللہ اور رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ خدا کی قسم! رات تک کوئی ایسا گھر نہیں رہا جس میں مرد اور عورتیں اسلام نہ لائے ہوں۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور مصعب رضی اللہ عنہ' حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہی کے پاس ٹھہر کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یوں انصار کا کوئی ایسا گھر نہیں بچا جسمیں مسلمان مرد یا عورتیں نہ ہوں' سوائے ''اوس اللہ'' کے چند گھرانوں بنی امیہ بن زید' خطمۃ' وائل اور واقف وغیرہ۔ کے اور انکے بھی اسلام نہ لانے کی وجہ یہ بنی کہ ان میں ابوقیس بن الاسلت نامی آدمی تھا جس کا نام ''صیفی'' تھا۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں: اسکا نام ''حارث'' تھا۔ بعض کہتے ہیں: عبداللہ تھا۔ یہ انکا شاعر بھی تھا اور قائد بھی اسکی باتیں سنتے بھی تھے اور مانتے بھی تھے' اس نے انہیں غزوہ خندق کے بعد تک روکے رکھا۔ میں کہتا ہوں: اس ابوقیس کے لئے ابن اسحاق نے بہت سے اشعار بھی نقل کیے جو امیہ بن الصلت کے اشعار سے ملتے جلتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابوقیس قریش کو پسند کرتا تھا کیونکہ انکا داماد تھا' اسکی ماتحتی میں ارنب بنتِ اسد تھی' یہ اپنی بیوی سمیت کئی کئی سالوں تک انکے پاس رہتا۔ اس نے قریش کے بارے میں ایک قصیدہ بھی کہا جس میں انکی عزت کو بڑھا کر پیش کرتا ہے اور قریش کو جنگ سے منع کرتا ہے' انکے فضائل اور مناقب بیان کرتا ہے' انہیں اللہ کی آزمائش اور اصحابِ فیل کا واقعہ یاد دلاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں روکنے کی کوشش کرتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ابوقیس بن الاسلت نے جاننے اور سمجھنے کے باوجود حضرت مصعب بن عمیرؓ کی مدینہ آمد سے فائدہ اُٹھایا' مصعب رضی اللہ عنہ نے مدینہ والوں کو اسلام کی دعوت دی تھی اور وہاں کے اکثر لوگ ایمان لے آئے تھے اور تقریباً کوئی ایسا گھر نہیں رہا تھا جسمیں کوئی

Marfat.com

مسلمان مرد یا عورت نہ ہو سوائے بنی واقف کے قبیلے ابوقیس کے، جس نے انہیں اسلام سے منع کیا۔ اسی نے کہا ہے۔

(۱) لوگوں کے رب کی قسم! کچھ چیزیں ایسی تھیں، جن میں سے مشکل کو ذلیل کرنے کیساتھ لپیٹا گیا۔

(۲) لوگوں کے رب کی قسم! جب ہم گمراہ تھے تو اس نے ہمیں سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دی۔

(۳) اگر ہمارا رب رحم نہ کرتا تو ہم یہودی رہتے، حالانکہ یہودیوں کا دین تحریف شدہ ہے۔

(۴) اگر ہمارا رب مہربانی نہ کرتا تو ہم نصاریٰ ہوتے، اور رہبانوں کیساتھ کسی پہاڑ میں ہوتے۔

(۵) لیکن ہم جب پیدا کیے گئے تو سیدھے دین پر پیدا کیے گئے ہمارا دین ہر کجروی سے محفوظ ہے۔

(۶) ہم ھدی کو ہانگ کر لیجاتے ہیں جبکہ وہ بندھے ہوئے اور مطیع ہوتے ہیں، اور وطن سے دور کندھوں پر نشان زدہ ہوتے ہیں۔

انکی گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اس نے جو حضور ﷺ کی بعثت کے بارے میں سُنا تو اسکے بارے میں سخت متعجب ہے، اسلیئے واقعی جاننے، پہچاننے کے باوجود اسلام لانے سے رُک گئے۔ اور سب سے پہلے اسکو اسلام سے روکنے والا عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا، جس نے ابوقیس کو بتایا تھا کہ حضور ﷺ وہی ہیں جنکی بشارت یہودیوں نے دی تھی، لیکن اسکے ساتھ اسے اسلام قبول کرنے سے منع بھی کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: یہ اور اسکا بھائی فتح مکہ تک اسلام نہیں لائے۔ زبیر بن بکار نے ابوقیس کے اسلام لانے کا انکار کر دیا، اور کہا: ابتداء میں اس نے اسلام لانے کا عزم کر لیا تھا، لیکن عبداللہ بن ابی نے اسکو ڈانٹا تو اس نے قسم کھائی کہ ایک سال تک اسلام نہیں لائے گا لیکن ذی قعدہ میں مر گیا۔ ابن الاثیر نے اپنی کتاب "اسد الغابة" میں ذکر کیا کہ جب اسکی موت کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ نے اسکو اسلام کی دعوت دی تو لوگوں نے اسکو کلمہ پڑھتے سُنا۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے انصار میں سے ایک آدمی کی عیادت کی اور کہا: "ماموں! لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو"، اس نے کہا: "ماموں یا

Marfat.com

چچا؟'' فرمایا: ''ماموں'' اس نے کہا: ''پھر تو میرے لئے بہتر ہے کہ میں لا الہ الا اللہ پڑھ لوں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔

ابن اسحاق اور سعید بن یحیٰ الاموی نے اپنے مغازی میں بیان کیا: ابوقیس نے جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی' اور بتوں کی پوجا چھوڑ دی تھی۔ وہ جنابت سے غسل کرتا' اور حیض سے فارغ ہونیوالی عورتوں کے لئے غسل کو ضروری قرار دیتا اور نصرانیت کیطرف راغب ہو گیا' پھر اس سے بھی رُک گیا اور اپنے ایک گھر میں خلوت نشین ہو گیا اور اسکو مسجد بنا لیا' جہاں کوئی حائضہ یا جنبی داخل نہیں ہوتے تھے' اور کہنے لگا! میں ابراہیم کے معبودوں کی پرستش کرونگا۔ جب حضور ﷺ آئے تو وہ اسلام لے آیا اور اس پر اچھے طریقے سے عمل کیا' وہ بوڑھا تھا' وہ حق کا بڑا مداح تھا اور جاہلیت میں بھی اللہ کی بڑائی کا قائل تھا۔ اسی نے یہ اشعار کہے' جنکا ترجمہ ہے۔

(۱) ابوقیس روزانہ کے معمول کے مطابق صبح اُٹھ کر کہتا ہے' میری وصیتوں میں سے تم سے جو ہو سکے عمل کرو۔

(۲) میں تمہیں اللہ سے ڈرنے' نیکی کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں' اپنی عزت کی حفاظت کرنا اور اللہ کے لئے نیکی کرنا سب سے مقدم ہے۔

(۳) اگر تمہاری قوم سرداری کرے تو اُن سے حسد نہ کرنا' اور اگر تم سردار بن گئے تو عدل کرنا۔

(۴) اگر تمہاری قوم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اپنے آپ کو قبیلے کے ناموس کے لئے فنا کر لینا۔

(۵) اگر اُن پر کوئی تاوان پڑ جائے تو ان سے نرمی کرنا' اور جو انہوں نے تمہاری ملامتیں برداشت کیں تو تم بھی برداشت کرنا۔

(۶) اگر تم زیادہ بکریوں والے ہوئے تو عفت و پاکیزگی اختیار کرنا اور اگر تمہارے اندر خیر زیادہ ہو تو خیر والا معاملہ کرنا۔ کسی اور موقع پر اس نے کہا:

(۱) ہر صبح کے طلوع ہونے پر اللہ کی پاکی بیان کرو' جس پر سورج طلوع ہو یا چاند نکلے'

(۲) وہ ظاہر اور پوشیدہ دونوں کو جاننے والا ہے' جو ہمارے رب نے کہا وہ غلط نہیں ہو سکتا۔

(۳) اسی کے حکم سے پرندے اکٹھے ہوتے ہیں اور' بڑی آفات سے بچنے کے لئے

Marfat.com

گھونسلوں میں ٹھکانہ بناتے ہیں۔

(۴) اسی کے لئے یہ درندے ہیں جو جنگلوں میں دکھائی دیتے ہیں' ریگستانوں اور مٹی کے صحراؤں میں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابوقیس نے ایسے اشعار بھی کہے جس سے حضور ﷺ کی عزت واکرام کا اندازہ ہوتا ہے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ واپس آ گئے' اور انصارِ مدینہ میں سے کچھ لوگ حج کے موقع پر مکہ آئے تو انہوں نے عقبہ کے مقام پر ایام تشریق کے دونوں میں حضور رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کا وقت طے کرلیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ جو عقبہ کے عینی شاہد اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے تھے' بیان کرتے ہیں ہم اپنی قوم کے مشرک حاجیوں کے ساتھ نکلے' اس وقت تک ہم نمازیں بھی پڑھتے تھے اور اکثر مسائل بھی جان چکے تھے۔ ہمارے ساتھ براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے' جو ہمارے سردار تھے اور سب سے بڑی عمر والے بھی۔ جب ہم سفر کیلئے مدینہ سے نکلے تو براء رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ اسمیں تم میری موافقت کرو گے یا مخالفت؟ ہم نے کہا: وہ کونسی ہے؟ کہا: میرا یہ خیال ہے کہ اس معزز گھر کو پیٹھ پیچھے نہ چھوڑا جائے' بلکہ اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔ ہم نے کہا: ہمیں تو یہی پتہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ شام کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور ہم انکی مخالفت نہیں کرنا چاہتے' اس نے کہا: میں تو اسی کی طرف نماز کر کے پڑھوں گا ہم نے کہا: لیکن ہم تو ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ جب نماز کا وقت ہوتا تو ہم شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو اس نے کہا: اے بھتیجے! مجھے حضور ﷺ کے پاس لیجاؤ تاکہ میں اس سے اس چیز کے بارے میں پوچھوں جو میں نے سفر میں کیا کیونکہ تمہاری مخالفت کی وجہ سے میرے ذہن میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم نکلے اور حضور ﷺ کے بارے میں پوچھنے لگے کیونکہ اس سے

Marfat.com

پہلے ہم نے آپ کو دیکھا نہ تھا اور نہ ہی ہم آپ کو پہچانتے تھے۔ ہمیں ایک آدمی ملا تو اس سے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھا' اس نے کہا: کیا تم انکو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں' اس نے کہا: کیا تم عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں' کیونکہ عباس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تجارت کے لیے آتے رہتے تھے۔ پھر اس نے کہا: جب مسجد میں داخل ہو تو وہ آدمی جو عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہو گا وہ حضور ہونگے۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے کہا: "اے ابو الفضل! کیا تم ان دو آدمیوں کو جانتے ہو؟" انہوں نے کہا: ہاں' یہ براء بن معرور ہے قوم کا سردار ہے اور یہ کعب بن مالک ہے' خدا کی قسم! میں حضور ﷺ کا کلام نہیں بھول سکتا' حضور ﷺ نے کہا تھا "کیا وہ جو شاعر ہے" اس نے کہا۔ ہاں: حضرت براء نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں سفر میں نکلا تھا' اللہ نے مجھے اسلام کی توفیق دے رکھی ہے' میں سمجھتا ہوں کہ اس گھر کی طرف پیٹھ نہ کروں' چنانچہ میں اسکی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا رہا۔ لیکن میرے ساتھیوں نے میری مخالفت کی جسکی وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو گیا' اب آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "تم قبلہ کی طرف ہی منہ کر رہے تھے' اگر اسی کی طرف متوجہ رہتے اور صبر کرتے تو بہتر ہوتا۔ پھر حضرت براء حضور ﷺ کے قبلہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ انکے گھر والوں کا خیال ہے کہ وہ مرتے دم تک کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن یہ درست نہیں۔

کعب بن مالک کہتے ہیں: پھر ہم حج کے لئے نکلے اور ہم نے حضور ﷺ سے ایامِ تشریق میں عقبہ کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا' جب حج سے فارغ ہوئے اور یہ وہی رات تھی جسمیں ہم نے حضور ﷺ سے ملنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ ہمارے ساتھ ایک بڑا سردار عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تھا' اور ہم نے اپنی یہ ملاقات دوسرے مشرک ساتھیوں سے چھپائی ہوئی تھی' ہم نے عبداللہ بن عمرو سردار سے بات کرتے ہوئے کہا: اے ابو جابر! تم ہمارے سردار اور معزز آدمی ہو' اور ان چیزوں کے ہوتے ہوئے ہمیں یہ پسند نہیں کہ کل آپ جہنم کا ایندھن

Marfat.com

نہیں' پھر اُسے اسلام کی دعوت دی' اور اُسے حضور ﷺ کیساتھ ملنے کی جگہ بتائی' تو وہ اسلام لے آیا اور ہمارے ساتھ عقبہ میں شریک رہا اور حضور ﷺ نے اسکو نقیب بھی بنا دیا۔

امام بخاری کہتے ہیں: عطاء کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے! ''میں میرا باپ اور ماموں اصحابِ عقبہ'' میں سے ہیں۔ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں: ابن عینہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک براء بن معرور تھا امام احمدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ دس سال مکہ میں رہے' آپ ﷺ لوگوں کے مجموعوں' عکاظ' مجنۃ اور حجوں میں جاتے اور کہتے: ''مجھے کون پناہ دیگا'' ''میری کون مدد کریگا تا کہ میں اللہ کا پیغام پہنچا دوں اور اسکے لئے جنت ہے؟'' لیکن آپ ﷺ کو کوئی ایسا نہیں ملتا تھا جو آپ کو ٹھکانہ دیتا یا مدد کرتا' بلکہ اگر یمن یا مضر میں سے کوئی آدمی اپنے رشتہ داروں میں مکہ وغیرہ آتا تو وہ کہتے: اس قریشی نوجوان سے بچ کر رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کردے' آپ ﷺ انکے پڑاؤ کے قریب گزر رہے ہوتے تو وہ ہاتھوں سے اشارے کرتے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یثرت سے انکی مدد کے لئے بھیجا' ہم نے اُنھیں ٹھکانہ دیا اور انکی تصدیق کی ہم میں سے ایک آدمی آتا تو ایمان لے آتا اور قرآن سُنتا' وہ اپنے گھر والوں کے ہاں جاتا تو وہ بھی اسکے اسلام لانے سے اسلام لے آتے' یہاں تک کہ انصار کا کوئی ایسا گھر نہیں رہا جس میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نہ ہو' پھر ہم سب اکٹھے ہوئے اور ہم نے مشورہ کرتے ہوئے کہا: کب تک حضور ﷺ یوں چکر لگاتے رہیں گے' اور آپ ﷺ کو بھٹکایا جاتا رہے گا؟ چنانچہ ہم میں سے ستر آدمی حج کے لئے آئے اور ہم نے آپ ﷺ سے عقبہ کی گھاٹیوں میں ملنے کا وعدہ کیا' مقررہ وقت پر ہم ایک ایک دو دو آدمی کر کے وہاں جمع ہوئے اور ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کس چیز پر ہم بیعت کریں؟ فرمایا: ''اس بات پر کہ تم فرمانبرداری کرو گے' چستی اور سستی میں' تنگی اور خوشحالی میں خرچ کرو گے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے' اللہ کا کلمہ بلند کرتے رہو گے اور اس سلسلہ میں کسی ملامت والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے' میری مدد کرو گے اور جب میں آؤں گا تو میری ایسی حفاظت کرو گے جس طرح کہ تم اپنی جان' بیوی بچوں اور آل اولاد کی کرتے ہو' اسکے بدلہ میں تمہیں جنت ملے گی''۔ ہم بیعت کے لئے

Marfat.com

اُٹھے، لیکن اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ نے جو ہم میں سے سب سے چھوٹے تھے آگے بڑھکر حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے یثرب والو! ٹھہر جاؤ، یقیناً ہم نے سفر اسلئے کیا کہ ہم جانتے تھے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، لیکن انکو نکالنا اور اپنے ساتھ لے جانے کا مقصد ہے عرب کی مخالفت مول لینا، بڑوں کا قتل ہونا اور تلواروں کا مقابلہ کرنا اگر تم اس پر صبر کرسکو تو اسکی حامی بھرو اور اسکا ثواب اللہ ہی دیگا، اور اگر تمہیں کوئی ڈر ہو تو چھوڑ دو اور معذرت کردو کہ یہی تمہارے لئے اللہ کے ہاں بھی عذر ہوگا۔ انہوں نے کہا: اے اسعد! خاموش ہوجا: خُدا کی قسم! ہم اس بیعت کو نہیں چھوڑیں گے، پھر ہم اُٹھے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی آپ ﷺ نے ہم سے بعض چیزوں پر بیعت لی اور ہم سے جنت کا وعدہ کیا۔

ابن اسحاق نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ہم اس رات اپنی قوم کیساتھ اپنے پڑاؤ میں گئے، جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا، تو ہم اپنی جگہوں سے نکلے ہم چوروں کی طرح احتیاط سے چل رہے تھے، یہاں تک کہ عقبہ کے پاس گھاٹی میں جمع ہوگئے۔ ہم تہتر مرد تھے ہمارے ساتھ دو عورتیں نُسیبہ بنت کعب اور اسماء بنت عمرو بن عدی بھی تھیں۔

ابن اسحاق نے یونس بن بکیر کی روایت میں انکے نام اور نسبوں کو بھی تصریح سے ذکر کیا اور یہ کہ انکی تعداد ستر تھی، اور عموماً عرب والے کسر کو بیان نہیں کرتے۔ عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ ستر مرد اور ایک عورت تھی۔ ان میں سے چالیس بوڑھے اور تیس نوجوان تھے۔ اور سب سے چھوٹے ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ تھے۔

کعب بن مالک کہتے ہیں: جب گھاٹی میں جمع ہوگئے تو ہم حضور ﷺ کا انتظار کرنے لگے، آپ ﷺ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کیساتھ آئے۔ وہ اگرچہ اس وقت غیر مسلم تھے لیکن اپنے بھتیجے کے معاملہ میں حاضر رہنا چاہتے تھے۔ جب آپ ﷺ بیٹھ گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خزرج والو! محمد ﷺ کا جو قبیلے میں مقام ہے وہ تو تم جانتے ہی ہو، ہم نے اب تک قوم سے اسکی حفاظت کی ہے، جس کی وجہ سے انکی رائے ہماری جیسی ہے۔ وہ اپنی قوم میں عزت کیساتھ ہیں اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ اب وہ تمہارے

Marfat.com

پاس جانا چاہتے ہیں اور تمہارے ساتھ ملنا چاہتے ہیں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم وہ وعدہ پورا کر سکو گے جو تم کر رہے ہو اور مخالفین سے بچا سکو گے تو جو وعدہ کرو اسکو برقرار رکھو اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری طرف نکلنے کے بعد یہ ذلیل ہو جائیں گے یا تم حفاظت نہ کر سکو گے تو ابھی سے چھوڑ دو' وہ اپنی قوم میں عزت اور حفاظت میں ہے۔ ہم نے کہا: جو آپ نے کہا' ہم نے سُن لیا' یارسول اللہ! آپ بولئے' آپ ﷺ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے وہ کیجئے جو آپ ﷺ کو پسند ہو۔ حضور ﷺ نے بات شروع کرتے ہوئے تلاوت کی اور اسلام کی طرف رغبت دلانے کے بعد فرمایا: ''میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ایسے ہی حفاظت کرو گے جیسے اپنے بیوی بچوں کی کرتے ہو؟''۔ براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا' ہم آپ کی اُن تمام چیزوں سے حفاظت کریں گے جن سے اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ ہم سے بیعت لیں' خُدا کی قسم ہم جنگجو ہیں' حق کی خاطر لڑنے کا طریقہ ہمیں وراثت میں مِلا ہے۔ ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ درمیان میں ابوالہیثم بن التیھان بول پڑا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کچھ اختلافات ہیں' اگر ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں' پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کر دے تو کہیں آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس تو نہیں چلے آئیں گے' حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''بلکہ میں خون میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا اور صلح میں بھی' میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے' جس سے تم لڑو گے میں بھی اس سے لڑوں گا' اور جس سے تم صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا''۔ حضرت کعب کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اپنی قوم میں سے بارہ نقیب بناؤ جو قوم کے ذمہ دار ہونگے۔ چنانچہ بارہ نگران مقرر کئے گئے' نو خزرج میں سے اور تین اوس میں سے''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: وہ یہ ہیں: ابوامامہ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ' سعد بن الربیع بن عمرو رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ' رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ' براء بن معرور رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ' عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ' سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمرو

Marfat.com

بن خنیس رضی اللہ عنہ' یہ نو تو خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور اوس میں سے تین یہ ہیں: اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ' سعید بن خثمہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور رفاعہ بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ۔

ابن ہشام کہتے ہیں: اہل علم رفاعۃ کے بجائے ابوالہیثم بن التیہان کو ان میں شمار کرتے ہیں۔ سہیلی اور ابن الاثیر نے "اسد الغابۃ" میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: بنی نجار کا خیال ہے کہ ابوامامہ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بنی عبدالاشہل یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے ابوالہیثم بن التیہان تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے براء بن معرور تھے' پھر باقی لوگوں نے بیعت کی ابن الاثیر نے "اُسد الغابۃ" میں کہا: بنو سلمہ کا یہ خیال ہے کہ اس رات سب سے پہلے بیعت کرنے والے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تو اس کے بعد کہا کرتے تھے: "میں حضور ﷺ کیساتھ لیلۃ العقبہ میں موجود تھا جہاں ہم نے اسلام پر عہد کیا تھا' اور میں پسند نہیں کرتا کہ اسکے بدلہ میں بدر ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ لوگوں میں مشہور بدر ہی ہے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: عقبہ ثانیہ میں حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے انصار جب مدینہ واپس لوٹے تو انہوں نے وہاں اسلام پھیلایا' لیکن اُن میں بعض بوڑھے ایسے بھی تھے جو ابھی تک شرک پر ڈٹے ہوئے تھے جیسے عمرو بن الجموح' اگرچہ انکا بیٹا معاذ بن عمرو عقبہ کے شرکاء میں سے تھا' لیکن عمرو ابھی تک مشرک ہی تھا۔ وہ اپنی قوم کا سردار اور معزز شمار ہوتا تھا' اس نے دیگر سرداروں کی طرح اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بُت بنایا ہوا تھا جسکا نام "مناۃ" تھا۔ جب انکے بیٹے اور بنی سلمۃ کے کچھ لڑکے مسلمان ہوئے تو رات کے وقت عمرو کے بت خانہ میں داخل ہوئے اور بُت کو اُٹھا کر قریبی گڑھے میں پھینک دیا' جہاں عموماً لوگوں کے پاخانے ہوتے۔ جب صبح ہوئی تو عمرو نے کہا: تمہارے لئے

Marfat.com

ہلاکت ہو! کس نے ہمارے معبودوں کیساتھ ایسا کیا؟ اس نے بُت تلاش کیا' ڈھونڈ کر اسکو نہلایا دُھلایا اور خوشبو لگائی' پھر کہا: خُدا کی قسم! اگر مجھے پتہ چل گیا کہ کس نے ایسا کیا ہے تو ضرور اسکو ذلیل کرونگا؟۔ جب رات ہوئی اور عمرو سو گیا تو وہ دوبارہ داخل ہوئے اور اسی طرح کیا' اب تو یہ ہونے لگا کہ وہ اسکو گندگی میں لتھڑا ہوا پاتا تو دھو کر خوشبو لگاتا' پھر رات کے وقت وہ ایسا ہی کرتے' جب وہ زیادہ کرنے لگے تو ایک دن صاف کرنے بعد اس نے اپنی تلوار بُت کی گردن میں لٹکائی پھر کہا: خُدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کون ایسا کرتا ہے' اگر تم میں کوئی خیر ہے تو یہ تلوار لے اور اسکے ساتھ دشمن کو روک۔ جب رات کو عمرو سویا' تو انہوں نے اسکی گردن سے تلوار اُتاری اور ایک مُردہ کتا لے کر اسکے ساتھ رسّی سے باندھ دیا اور اسکو بنی سلمہ کے ایک ویران کنوئیں میں پھینک دیا جسمیں لوگوں کی گندگیاں پڑی ہوئی تھیں۔ صبح کو عمرو نے بُت کو اپنی جگہ نہ پایا تو اس کی تلاش میں نکلا' اور اسکو ایک کنوئیں میں کتے کیساتھ باندھا ہوا اوندھے منہ، گرا ہوا پایا' جب اپنے معبود کو اس حالت میں پایا' تو اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ دوسری طرف قوم کے کچھ لوگوں نے اس سے اسلام کے بارے میں بات کی تو وہ اسلام لے آیا۔

عقبہء ثانیہ کے شرکاء کے نام

عقبہ ثانیہ کے شرکاء جن کی تعداد تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ انکے نام یہ ہیں: قبیلہ اوس کے گیارہ مرد یہ ہیں: اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ابوالہیثم بن التیھان رضی اللہ عنہ' سلمۃ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ عنہ' ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ' ابوبُردہ بن دینار رضی اللہ عنہ' نھیر بن الہیثم بن نابی رضی اللہ عنہ' سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ' رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ' معن بن عدی بن الجد رضی اللہ عنہ' عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ۔

خزرج کے ساٹھ مرد یہ ہیں:

ابو ایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ' بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں روم کی سرزمین پر شہید ہوئے۔ معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ۔ عوف بن حارث رضی اللہ عنہ۔ معوذ بن حارث یہ تینوں بدری ہیں۔ عُمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ یہ

Marfat.com

بدر میں اور بعد کے غزوات میں شریک رہے اور یمامہ میں شہید ہوئے۔اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ ' نقیبوں میں سے ایک نقیب ہیں' انکا انتقال بدر سے پہلے ہوا۔سہل بن عتیک رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔اوس بن ثابت بن المنذر رضی اللہ عنہ یہ بھی بدری ہیں۔ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ ' بدری صحابی ہیں۔قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف رضی اللہ عنہ' بدر کے دن ایک لشکر کے امیر تھے۔عمرو بن غزیہ۔سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ' یہ دونوں بھی بدری ہیں احد میں شہید ہوئے خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ' بدر میں شریک ہوئے اور اُحد کے دن شہید ہوئے۔عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ' نقیب بھی ہیں اور اُحد' بدر' خندق میں شریک رہے۔جنگ مؤتہ میں بطورِ سردار شہید ہوئے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ ' بدری ہیں۔عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے خواب میں اذان سُنی تھی۔خلاد بن سوید ا' بدر' اُحد اور خندق میں شریک رہے' غزوہ بنو قریظہ میں شہید ہوئے' ان پر ایک چکی گر گئی جس سے یہ زخمی ہو گئے۔حضور ا نے ان کے بارے میں فرمایا: ''انکے لئے دو شہیدوں کے برابر اجر ہے''۔ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' بدری ہیں۔ابن اسحاق کہتے ہیں: یہ عقبہ میں شرکت کرنے والوں میں سے سب سے چھوٹے تھے' بدر میں شریک نہیں ہوئے۔زیادہ بن لبید رضی اللہ عنہ بدری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔فروۃ بن عمرو بن ودفہ رضی اللہ عنہ۔خالد بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہ' بدری ہیں۔رافع بن مالک رضی اللہ عنہ' نقیبوں میں سے تھے۔ذکوان عبد قیس رضی اللہ عنہ' انکو مہاجر انصاری کہا جاتا تھا' کیونکہ یہ حضور ا کے پاس مکہ میں رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی' یہ بدری بھی ہیں اور اُحد کے دن شہید ہوئے۔عباد بن قیس بن عامر رضی اللہ عنہ' بدری ہیں۔حارث بن قیس بن عامر رضی اللہ عنہ ' بدری ہیں۔براء بن معرور رضی اللہ عنہ نقیب بھی ہیں اور بنو سلمہ کے مطابق سب سے پہلے بیعت کرنے والے بھی' یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے پہلے فوت ہو گئے' انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثلث مال کی وصیت کی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے وارثوں کو لوٹا دی۔بشیر بن البراء رضی اللہ عنہ' یہ بدر' اُحد' خندق میں شریک ہوئے اور خیبر میں شہید ہوئے۔اور خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ زہریلا گوشت کھانے والوں میں سے ہیں۔سنان بن صیفی بن صخر رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔طفیل بن نعمان بن خنساء رضی اللہ عنہ ' بدری ہیں خندق کے دن شہید ہوئے۔معقل بن المنذر بن سرح

Marfat.com

ضحاک رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ مسعود بن زید بن سبیع رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ ضحاک بن حارثہ بن زید رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ یزید بن خذام بن سبیع رضی اللہ عنہ۔ جبار بن صخر رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ سلیم بن عامر بن حدیدۃ رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ قطبہ بن عامر بن حدیدۃ رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ ابو المنذر ریزید رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ صیفی بن سواد بن عباد رضی اللہ عنہ۔ ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہ۔ بدری ہیں اور خندق میں شہید ہوئے۔ عمرو بن غنمہ بن عدی رضی اللہ عنہ۔ عبس بن عامر بن عدی رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ خالد بن عمرو بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ نقیبوں میں سے ہیں بدری بھی ہیں اور اُحد میں شہید ہوئے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ ثابت بن الجذع رضی اللہ عنہ بدری ہیں طائف میں شہید ہوئے۔ عمیر بن الحارث بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ خدیج بن سلامۃ رضی اللہ عنہ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عمواس طاعون سے فوت ہوئے۔ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نقیب ہیں بدر اور اسکے بعد میں غزوات کے شریک رہے۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ یہ مکہ میں رہے پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اسلئے انکو مہاجر انصاری کہا جاتا تھا اُحد میں شہید ہوئے۔ ابو عبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ۔ عمرو بن الحارث بن کندۃ رضی اللہ عنہ۔ رفاعہ بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔ عقبہ بن وہب بن کلدۃ رضی اللہ عنہ بدری ہیں یہ بھی مکہ گئے اور وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ گئے اس لئے انکو مہاجر و انصاری کہا جاتا تھا۔ سعد بن عبادۃ بن دلیم رضی اللہ عنہ نقیبوں میں سے ہیں۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ نقیب بھی ہیں اور بدری اُحدی بھی بئر معونہ کے دن شہید ہوئے۔ دو عورتیں یہ تھیں: ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمر بن عوف رضی اللہ عنہا ابن اسحاق کہتے ہیں: یہ حضور ﷺ کیساتھ جنگ میں شریک ہوئیں انکی بہن خاوند زید بن عاصم رضی اللہ عنہ دونوں بیٹے خبیب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے خبیب رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب نے شہید کیا تھا۔ وہ ان سے کہتا! کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں؟ وہ کہتے! ہاں پھر وہ کہتا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ وہ کہتے: میں سن

Marfat.com

نہیں رہا۔ وہ ان کا ایک ایک عضو کاٹتا یہاں تک کہ انکا انتقال ہوگیا۔ حضرت امّ عمارہ رضی اللہ عنہا ان مسلمانوں کیساتھ بھی تھیں جو یمامہ کی طرف نکلے تھے اس جنگ میں مسیلمہ قتل ہوگیا تھا اور حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو بارہ زخم آئے تھے۔

دوسری: حضرت ام منیع رضی اللہ عنہا اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمۃ رضی اللہ عنہا تھیں۔

Marfat.com

﴿تیسری فصل﴾

مدنی عہدِ نبوت سنہ ۹ ہجری تک

☆ مکہ سے مدینہ ہجرت۔
☆ حضور ﷺ کے خلاف مشرکین کی سازش۔
☆ ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کیساتھ مدینہ ہجرت۔
☆ قباء میں حضور ﷺ کی آمد اور مسجد کی تعمیر۔
☆ مدینہ میں حضور ﷺ کا پہلا جمعہ۔
☆ مدینہ میں داخل ہونا۔
☆ مسجدِ نبوی کی تعمیر۔
☆ مسجدِ نبوی اور مسجد قباء کی فضیلت۔
☆ ازواج مطہرات کیلئے حجروں کی تعمیر۔
☆ مدینہ کی آب وہوا کا موافق نہ ہونا۔
☆ یہودِ مدینہ سے معاہدہ۔
☆ انصار ومہاجرین میں مؤاخات۔
☆ مدینہ منورہ کے فضائل۔
☆ ہجرتِ نبویہ سے تاریخ کی ابتداء۔
☆ چند صحابہ کے ایمان لانے کے واقعات۔
☆ مدینہ کا سب سے پہلا میت۔
☆ مدینہ کا سب سے پہلا مولود۔
☆ اذان کی مشروعیت۔
☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سن ۹ ہجری میں حج کروانا۔

Marfat.com

اور یہ "ابو جہل" تھا۔ اس حدیث کے متن میں "ابو جہل" ہی کہا گیا' لیکن یہ راوی کا وہم بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کبھی ابو جہل ہو اور کبھی ابولہب' کیونکہ وہ دونوں حضور ﷺ کو تکلیف دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

مکہ سے مدینہ ہجرت

زہری نے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "ایک دن حضور ﷺ نے مکہ میں صحابہ ؓ سے فرمایا: "مجھے دارالہجرۃ خواب میں دکھایا گیا ہے' میں نے دو وادیوں کے درمیان سیاہ پتھروں کا ٹکڑا دیکھا"۔ جب حضور ﷺ نے یہ بیان کیا تو کچھ لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جو حبشہ گئے ہوئے تھے وہ بھی مدینہ ہجرت کر کے آ گئے۔ (راوہ البخاری)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ میرے ذہن میں پہلا خیال یہ آیا کہ یہ یمامہ یا ھَجَر ہے' لیکن جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ مدینہ (یثرب) ہے"۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کے حوالہ سے نقل کیا اور یہ ایک طویل حدیث ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: "جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت:

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾

(سورۃ الحج: ۳۹،۴۰)

"حکم ہوا اُن لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جنکو نکالا گیا گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے"۔

کے ذریعہ جہاد کی اجازت دی۔ اور اس مسئلہ پر انصار نے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور مسلمانوں کو پناہ بھی دی تو حضور ﷺ نے صحابہ کو اور دیگر مسلمانان کو ہجرت کرنے کا حکم دیا اور انہیں کہا کہ وہ مدینہ جا کر انصار کیساتھ مل جائیں اور فرمایا: "اللہ نے

Marfat.com

تمہارے لئے بھائی پیدا کر دیئے اور ایسے ٹھکانے دے دیئے ہیں جن سے تم امن حاصل کر سکتے ہو"۔ وہ مختلف گروہوں کی شکل میں نکلے اور حضور ﷺ مکہ میں ہی رہے اور رب کی طرف سے مکہ سے نکلنے اور مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت کے منتظر رہے۔

قریش کے قبیلہ بنی مخزوم میں سے سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضور ﷺ کے صحابی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے بیعتِ عقبہ سے ایک سال پہلے اس وقت ہجرت کی تھی جب یہ حبشہ سے واپس آئے تھے اور قریش نے انکو سخت تکلیفیں دی تھیں۔ پہلے انہوں نے حبشہ ہی واپس جانا چاہا' لیکن پھر انکو پتہ چلا کہ مدینہ میں بھی کچھ مسلمان ہیں تو انہوں نے وہاں جانے کا ارادہ کر لیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے: جب ابوسلمہ نے مدینہ جانا چاہا تو اس نے ایک اونٹ بھیجا اور مجھے اس پر سوار کیا' میرے ساتھ میرا بیٹا سلمۃ بھی تھا' پھر میرے اونٹ کو لے کر چلنے لگا۔ جب بنی مغیرہ کے کچھ لوگوں نے انکو دیکھا تو کہا: آپ اپنے بارے میں تو ہم سے جھگڑ سکتے ہیں' لیکن ہماری خاندان کی لڑکی کو نہیں لیجا سکتے؟ ہم کس طرح اسکو چھوڑ سکتے ہیں کہ تم اسکو لئے پھرو؟ انہوں نے اونٹ کی نکیل ابوسلمۃ سے لے لی اور مجھے بھی پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر ابوسلمہ کے خاندان والے بنو عبدالاسد بھی غصہ ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم اپنا بیٹا انکے پاس نہیں چھوڑ سکتے' چنانچہ وہ میرے بیٹے کو چھیننے لگے تو اسکا ہاتھ نکل گیا' بنو عبدالاسد اسکو لے گئے اور مجھے بنی المغیرہ نے قید کر دیا' جبکہ میرا خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ چلا گیا۔ میں روزانہ صبح میدان میں نکلتی اور شام تک وہاں بیٹھے روتی رہتی' تقریباً ایک سال تک میرا یہی معمول رہا ایک دفعہ بنی مغیرہ میں سے میرا کوئی رشتہ دار وہاں سے گزرا اور اس نے مجھے اس حال میں دیکھا تو اسکو رحم آ گیا اور بنی مغیرہ سے کہنے لگا: تم اس بیچاری کو چھوڑتے کیوں نہیں؟ تم نے اسکے خاوند اور بچے کو جدا کر دیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا: اگر تو چاہے تو اپنے خاوند کے پاس چلی جا۔ بنی عبدالاسد نے میرا بیٹا بھی واپس کر دیا' میں اپنے بیٹے کو لیکر نکلی اور مدینہ اپنے خاوند کے پاس جانے کا ارادہ کیا' اس وقت میرے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ جب میں تنعیم پہنچی تو مجھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملا' اس نے مجھ

Marfat.com

سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں مدینہ جانا چاہتی ہوں' اس نے کہا: تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ اللہ اور اس بچے کے سوا کوئی نہیں' اس نے کہا: خدا کی قسم! اسطرح اکیلا تو تجھے نہیں چھوڑا جا سکتا' پھر اس نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور مجھے لے کر جانے لگا' خدا کی قسم! عربوں میں سے کوئی میں نے اس سے بڑھکر شریف نہیں پایا۔ جب وہ کسی پڑاؤ پر اُترتا تو میرے اونٹ کو بٹھا دیتا اور خود پیچھے ہٹ جاتا' جب میں اُتر جاتی تو میرے اونٹ سے بوجھ اُتارتا اور اسکو درخت کیساتھ باندھ دیتا اور خود درخت کے نیچے ایک کونے میں سو جاتا۔ پھر جب جانیکا وقت آتا تو میرے اونٹ پر کجاوہ کستا اور میرے قریب کر کے پیچھے ہٹ جاتا اور کہتا سوار ہو جاؤ' پھر اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑتا' اسطرح اُترتے سوار ہوتے ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ جب قبا میں بنی عمرو بن عوف کا گاؤں دِکھائی دیا تو اس نے کہا: تمہارا خاوند اسی بستی میں ہے' اللہ کا نام لے چلی جاؤ' پھر وہ وہیں سے مکہ لوٹ گیا۔ حضرت ام سلمہؓ کہا کرتی تھیں: مجھے نہیں معلوم کہ کسی گھرانہ کو آل ابی سلمہ کی طرح تکلیفیں پہنچی ہوں' اور میں نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے بڑھکر کسی کو شریف نہیں پایا۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے' انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکٹھی ہجرت کی۔ اُحد کے دن اسکا باپ' بھائی حارث رضی اللہ عنہ' کلاب رضی اللہ عنہ اور مسافع رضی اللہ عنہ' چچا عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ مارا گیا۔ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے انکو اور آل شیبہ کو کعبۃ اللہ کی چابیاں دیں' اور اسلام میں بھی انکے پاس رہنے دیں جس طرح کہ جاہلیت میں انکے پاس تھیں۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾ (سورۃ النساء:۵۸)

"بے شک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو"

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابوسلمہ کے بعد سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت عامر بن ربیعۃ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی بنت ابی حثمہ العدویۃ رضی اللہ عنہا کیساتھ تھے' پھر عبداللہ بن جحش بن رئاب رضی اللہ عنہ تھے جو اپنے گھر والوں اور بھائیوں کیساتھ ہجرت کی' اسکا نام عبد تھا اور بعض کہتے ہیں ثمامہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ابو احمد اندھا تھا' یہ مکہ کے اوپر اور نیچے سے طواف کرتا' یہ شاعر بھی

Marfat.com

تھا اور اسکی ماتحتی میں فارعۃ بنت ابی سفیان تھی' اسکی ماں امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھی' ہجرت کرنے کیوجہ سے بنی جحش کا گھر" ویران ہو گیا۔ایک دن عتبہ بن ربیعہ' عباس بن عبدالمطلب' ابوجہل بن ہشام وہاں سے گزرے اور چلتے چلتے انکے گھر کے سامنے پہنچ گئے' دیکھا کہ ہوا کی وجہ سے دروازے کے کواڑ بج رہے ہیں: عتبہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا:

وَكُلُّ دَارٍ وَّاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النَّكْبَاءُ وَالْحُوْبُ۔

"ہر گھر اگرچہ اسکی سلامتی کو کئی دن گزر جائیں' ایک نہ ایک دن مصیبتیں اور تکلیفیں انکو گھیر کر رہیں گی"۔

پھر اس نے کہا: آج بنی جحش کا گھر مکینوں سے خالی ہے۔ابوجہل نے کہا: اس پر کیوں روتے ہو' حضرت عباس نے کہا: یہ تمہارے بھتیجے کا کام ہے' اس نے ہماری جماعت کو توڑ دیا ہمارے معاملہ کو بکھیر دیا اور ہمارے درمیان دوریاں پیدا کر دیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابوسلمہ رضی اللہ عنہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور بنی جحش قباء میں مبشر بن عبدالمنذر کے ہاں اُترے' پھر مہاجرین بھی ایک ایک کر کے وہاں آنے لگے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: بنو غنم بن دودان نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا' اور انکے تمام مردوں' عورتوں نے بھی مدینہ ہجرت کی' مردوں میں سے یہ ہیں: عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ' ابواحمد رضی اللہ عنہ' عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ شجاع رضی اللہ عنہ' عقبہ رضی اللہ عنہ' اربد بن جمیرۃ رضی اللہ عنہ' منقذ بن بناتہ رضی اللہ عنہ' سعید بن رقیش رضی اللہ عنہ' محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ' زید بن رقیش رضی اللہ عنہ' قیس بن جابر رضی اللہ عنہ' عمرو بن محصن رضی اللہ عنہ' مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ' صفوان بن عمرو رضی اللہ عنہ' ثقف بن عمرو رضی اللہ عنہ' ربیعۃ بن اکثم رضی اللہ عنہ' زبیر بن عبیدۃ رضی اللہ عنہ' تمام بن عبیدہ رضی اللہ عنہ' سخبرۃ بن عبیدۃ رضی اللہ عنہ۔

اور محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں سے: زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' حمنۃ بن جحش رضی اللہ عنہا' ام حبیب بنت جحش رضی اللہ عنہا' آمنۃ بنت رقیش رضی اللہ عنہا اور سخبرۃ بنت تمیم رضی اللہ عنہا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عیاش بن ربیعۃ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے' چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں: "جب میں نے مدینہ ہجرت کرنے ارادہ کیا تو میں نے' عیاش بن ابی ربیعۃ رضی اللہ عنہ اور ہشام

Marfat.com

بن عاص تینوں نے سَرِف کے قریب ایک جگہ کا وعدہ کیا اور ہم نے کہا: جو صبح تک وہاں نہ پہنچے تو سمجھ لیا جائے کہ وہ گرفتار ہو گیا ہے اور اسکے دوسرے ساتھی چلے جائیں' فرماتے ہیں: صبح میں اور عیاش رضی اللہ عنہ تو وہاں پہنچ گئے' لیکن ہشام کسی طرح گرفتار ہو گئے' جب ہم مدینہ آئے تو ہم قباء میں بنی عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ کچھ عرصہ بعد ابو جہل اور حارث بن ہشام عیاش رضی اللہ عنہ کے پاس' وہ انکے چچا زاد بھی لگتے تھے' انہوں نے کہا: تیری ماں نے نذر مانی ہے کہ جب تک تجھے دیکھ نہ لے وہ کنگھی نہیں کرے گی اور سایہ میں نہیں بیٹھے گی' عیاش رضی اللہ عنہ کا دِل پسیج گیا' میں نے کہا: خُدا کی قسم! یہ صرف تجھے آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہیں' ان سے بچو' اگر تمہاری ماں کے سَر پر جوئیں پڑ گئیں تو وہ کنگھی کر لے گی اور جب ملّہ کی گرمی بڑھے گی تو وہ خو بخود سایہ میں بیٹھے گی۔ اس نے کہا: میں اپنی ماں کی قسم پوری کرنا چاہتا ہوں اور میرا وہاں مال بھی ہے وہ بھی لینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: تو جانتا ہے کہ تمام قریش والوں میں سے میں سب سے زیادہ مال والا ہوں' میرا نصف مال لے لو لیکن انکے ساتھ نہ جاؤ' لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور جانے پر اصرار کیا' میں نے کہا: اچھا اگر تم نے جانا ہی ہے تو یہ میری اونٹنی لے لو' یہ فرمانبردار اور تیز اونٹنی ہے' اگر تمہیں قوم کی طرف سے کسی دھوکہ کا خطرہ ہوا یا کسی حرکت پر شک ہوا تو اس کے ذریعہ بچ جانا' وہ انکے ساتھ اس اونٹنی پر نکلا' راستے میں ایک جگہ ابو جہل نے کہا: میرے بھائی! میری اونٹنی سُست پڑ گئی ہے' تم مجھے اپنے ساتھ پیچھے نہیں بٹھا سکتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' اس نے اونٹ بٹھایا تو انہوں نے بھی بٹھایا تا کہ اس پر منتقل ہوں' جب زمین پر اُترے تو انہوں نے اچانک حملہ کر کے اسکو باندھ دیا اور ملّہ لے گئے' اور عذاب دینے لگے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ہم آپس میں کہا کرتے تھے: طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا ہونیوالوں سے اللہ توبہ قبول نہیں کریگا' یہ بات وہ اپنے بارے میں کہا کرتے تھے'

پھر حضور ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ

Marfat.com

وَاَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (سورۃ الزمر: ۵۳۔۵۵)

"کہہ دے اے بندو میرے جنھوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا اور چلو بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یہ آیتیں لکھ کر ہشام بن عاص کو بھیج دیں' اور ہشام کہتے ہیں جب میرے پاس یہ آیتیں پہنچیں تو میں انکو بار بار دُھرانے لگا لیکن سمجھ نہیں آ رہی تھی میں نے دُعا کی: یا اللہ! مجھے سمجھا دے' اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے! اور اسمیں وہی کچھ ہے جو ہم آپس میں کہتے تھے یا ہمارے بارے میں کہا جاتا تھا' پھر میں اپنے اونٹ پر بیٹھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آ گیا۔

امام بخاریؒ حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: سب سے پہلے مدینہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے' پھر عمار رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ آئے"۔

بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا: سب سے پہلے مدینہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے: یہ لوگوں کو پڑھاتے بھی تھے' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ' سعد رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آئے' پھر حضرت بن الخطاب بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں آئے' پھر آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے اس دن سے بڑھ کر اہل مدینہ کو خوش ہوتے نہیں دیکھا حتّٰی کہ لونڈیاں اور بچیاں بھی ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے ہیں' انکے آنے کے ساتھ ہی میں نے سورۃ "سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی"۔ اس حدیث کو مسلمؒ نے بھی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور اسمیں یہ تصریح بھی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت کی' اور صحیح قول پہلا ہی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں زید بن

Marfat.com

الخطاب رضی اللہ عنہ عمرو بن سراقہ بن المعتمر رضی اللہ عنہ‘ عبداللہ بن سراقۃ بن المعتمر رضی اللہ عنہ‘ خنیس بن خذافہ رضی اللہ عنہ سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ‘ واقد بن عبداللہ التـمیـمـی رضی اللہ عنہ‘ خولی بن ابی خولی رضی اللہ عنہ‘ مالک بن ابی خولی رضی اللہ عنہ‘ بنوالکبیر میں سے ایاس رضی اللہ عنہ‘ خالد رضی اللہ عنہ‘ عاقل رضی اللہ عنہ اور عامر رضی اللہ عنہ سمیت بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ میں سے رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبیر رضی اللہ عنہ کے ہاں قباء میں ٹھہرے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر مہاجرین لگا تار جانے لگے‘ چنانچہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ خبیب بن اِساف رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے‘ بعض یہ کہتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اسعد بن زرارۃ کے ہاں ٹھہرے۔ ابن ہشام کہتے ہیں: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو کفارِ قریش نے کہا: تم ہمارے پاس خالی ہاتھ اور مفلس آئے تھے‘ ہمارے ہاں تمہارا مال بھی زیادہ ہوا اور آج اس مقام تک پہنچ گئے ہو‘ پھر اب تم اپنا مال و جان لے کر جانا چاہتے ہو‘ یہ نہیں ہوسکتا‘ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میرا مال تمہارا ہے: حضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’صہیب کامیاب ہوگیا‘ اس نے فائدہ کا سودا کیا‘‘۔

بیہقی نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دارالہجرۃ کو دو وادیوں کے درمیان سبز جگہ پر دیکھا ہے‘ تو یا وہ ھجر ہوسکتا ہے یا یثرب‘‘۔ حضور ﷺ مدینہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ نکلے: میں نے بھی انکے ساتھ نکلنا چاہا لیکن قریش کے چند نوجوانوں نے مجھے روک لیا‘ اور رات بھر مجھے کھڑا رکھا اور بھوکا رہا‘ لیکن میں نے کوئی شکایت نہیں کی‘ جب وہ سو گئے تو میں نکلا‘ ان میں سے کچھ لوگوں نے میرا پیچھا کیا اور کچھ آگے جا کر مجھے پکڑ لیا تاکہ مجھے لوٹائیں‘ میں نے کہا: اگر میں تمہیں سونا دوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں: میں مکہ واپس آیا اور میں نے کہا: دروازہ چوکاٹھ کے نیچے کھودو‘ یہاں سونا دبا ہوا ہے‘ وہ لے لو۔ اور فلاں جگہ عورت کے پاس جاؤ اور اس سے دو جوڑے لے لو‘ پھر میں نکلا اور حضور ﷺ کو قباء میں ہی پالیا‘ جب حضور ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ’’اے ابویحیٰ! تم نے بڑی اچھی تجارت کی‘‘ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھ سے پہلے تو آپ کو کوئی نہیں ملا‘ یقیناً جبریل علیہ السلام نے ہی

Marfat.com

آپ ﷺ کو بتایا ہوگا"۔

فائدہ

بعض روایات میں ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُوْفٌ بِالْعِبَادِ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۰۷)

"اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ‘ زید بن الحارثہ رضی اللہ عنہ‘ ابو مرثد کنانہ بن الحصین رضی اللہ عنہ‘ مرثد الغنویان رضی اللہ عنہ‘ انسہؓ اور ابو کبشہؓ‘ حضرت کلثوم بن الھرمؓ کے پاس ٹھہرے‘ بعض کہتے ہیں سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اُترے اور بعض کہتے ہیں: حمزہ رضی اللہ عنہ اسعد بن زرارۃ کے ہاں ٹھہرے۔

ایسے ہی عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ‘ طفیل بن الحارث رضی اللہ عنہ‘ حصین بن الحارث رضی اللہ عنہ‘ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ سویبط بن سعد بن حدیملہ رضی اللہ عنہ‘ طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور خباب رضی اللہ عنہ بلعجلان کے بھائی عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ عنہ کے ہاں قباء میں اُترے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کچھ اور مہاجروں کیساتھ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔

ایسے ہی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور ابو سبرۃ بن ابی رھم رضی اللہ عنہ‘ منذر بن محمد بن عقبہ کے ہاں عصبۃ میں اُترے‘ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سعد بن معاذ کے ہاں ٹھہرے‘ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ اور انکے غلام سالم‘ سلمۃ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے‘ اور ایک قول کے مطابق خبیب بن اِساف کے ہاں رہے۔ اسیطرح عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ عباد بن بشر بن وقش کے ہاں ٹھہرے ایسے ہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بنی النجار میں سے حضرت حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں اُترے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: اکثر غیر شادی شدہ مہاجرین حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں ٹھہرے کیونکہ یہ بھی غیر شادی شدہ تھے۔

Marfat.com

یعقوب بن سفیان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا: ہم مکہ آئے تو ہم عصبہ میں اُترے اسوقت ہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سالم رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ ہی ہمیں امامت کراتے تھے کیونکہ یہی زیادہ قاری تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی سازش

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّی مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾ (سورۃ الاسراء: ۸۰)

''اور کہہ اے رب داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا اور عطا کر دے مجھ کو اپنے پاس سے حکومت کی مدد''۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ دُعا پڑھا کریں' تاکہ اللہ تعالیٰ انکو درپیش مصیبت اور مشکلات سے نکال دیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ ہجرت کی اجازت دے دی جہاں انصار کے جیسے دوست تھے' مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن بن گیا اور مدفن بھی اور مدینہ والے معاون و مددگار بن گئے۔

احمد بن حنبلؒ اور عثمان بن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اُتاری گئی:

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّی مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾

قتادہ کہتے ہیں:

﴿اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ﴾

سے مراد مدینہ منورۃ اور

﴿اَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ﴾

سے مراد مکہ سے ہجرت ہے' اور

﴿وَاجْعَلْ لِّی مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾

Marfat.com

سے مراد کتاب اللہ اور اسکے فرائض وحدود ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مہاجرین کے بعد حضور ﷺ خود مکہ میں ہی رہے' آپ ﷺ ہجرت کی اجازت ملنے کا انتظار کر رہے تھے' آپ ﷺ کیساتھ مکہ میں وہی رہے جو یا تو قید تھے یا آزمائشوں میں مبتلا تھے' البتہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دو ایسے صحابی رضی اللہ عنہ تھے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجرت کرنے کے باوجود ابھی تک مکہ میں ٹھہرتے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے توکئی دفعہ ہجرت کی اجازت بھی چاہی لیکن ہر دفعہ حضور ﷺ نے یہی فرمایا: جلدی نہ کر' ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کوئی آدمی کر دے''۔ حضورؐ کی اس بات کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اُمید ہوتی کہ شاید حضور ﷺ کی صحبت ہی نصیب ہو جائے' جب قریش نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے پیروکار تو مکہ سے باہر اور شہروں میں بھی ہو گئے ہیں' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی اکثریت بھی ہجرت کر گئی ہے' انکو پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کو نہ صرف ٹھکانہ مِل گیا ہے بلکہ تحفظ بھی مِل گیا ہے' اس اکٹھ جوڑ کی قیادت کے لئے اگر کسی طرح حضور ﷺ بھی پہنچ جاتے تو یقیناً انکے خلاف لڑنے سے انکو کوئی نہ روک سکتا' چنانچہ وہ دارالندوۃ میں جمع ہوئے اور آپسمیں مشورہ کرنے لگے کہ حضور ﷺ کے معاملہ میں کیا کریں' کیونکہ اب حضور ﷺ کی طرف سے انکو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب انہوں نے طے کر لیا اور آپس میں وعدہ کر لیا کہ دارالندوہ میں اکٹھے ہو کر حضور ﷺ کے بارے میں سوچیں گے' چنانچہ دوسرے دن حسب وعدہ وہ اکٹھے ہوئے اس دن کو ''یوم الزحمۃ'' کہا جاتا تھا' دوسری طرف ابلیس ایک بوڑھے شیخ کی شکل میں ظاہر ہوا اور گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا' جب قریشیوں نے اسکو دیکھا تو پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: اہل نجد کا ایک بوڑھا' میں نے تمہارے جمع ہونے کے بارے میں سُنا تو حاضر ہو گیا تاکہ تمہاری باتیں خود سُن سکوں' ہوسکتا ہے کوئی اچھی رائے بھی دے دوں' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' پھر اندر آجاؤ۔ وہ اندر داخل ہوا تو وہاں قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ' شیبہ' ابوسفیان طعیمہ بن عدی' جبیر بن مطعم بن عدی' حارث بن عامر' نضر بن حارث' ابوالبختری بن ہشام' زمعۃ بن

Marfat.com

الاسود، حکیم بن حزام، ابوجہل، نُبیہ بن حجاج، مُنبہ بن حجاج اور امیہ بن خلف بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: اس آدمی کا معاملہ وہاں تک پہنچ چکا ہے جہاں تک تم جانتے ہو، اب غیروں کی پیروی سے ہمیں اسکی طرف سے حملہ سے بھی اطمینان نہیں لہذا اسکے بارے میں کوئی مشترکہ فیصلہ کرو۔ انہوں نے آپس میں مشورہ شروع کیا اور ایک آدمی (ابوالبختری ہشام) نے کہا: اسکو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دو اور کمرہ پر پہرہ لگا دو، یہاں تک زہیر اور نابغہ شعراء کی طرح قید میں ہی مر جائے، شیخ نجدی نے کہا: نہیں، یہ رائے اچھی نہیں، اگر تم نے اُسے قید کیا تو اسکی خبر اسکے ہمنواؤں کو پہنچ جائے گی، اور کوئی بعید نہیں کہ وہ تم پر حملہ کر کے اسکو چھڑا لیں، پھر تمہارے خلاف لوگوں کو بڑھکا کر حملہ کر دے، لہذا یہ رائے ٹھیک نہیں۔ ایک اور آدمی نے کہا: ہم اسکو نکال دیتے ہیں اور اپنے شہر سے جلاوطن کر دیتے ہیں، جب وہ چلا جائیگا تو ہماری بلا سے جو اسکے ساتھ گزرے، اسکے غائب ہونے کیساتھ ہی ہم اسکی طرف سے مطمئن ہو کر اپنے معاملہ کو درست کر سکیں گے اور سابقہ اُلفت و محبت کو بحال کر سکیں گے۔

شیخ نجدی نے پھر کہا: نہیں، خدا کی قسم! یہ رائے بھی ٹھیک نہیں؟ کیا تم نے نہیں دیکھا اسکی باتیں کتنی اچھی ہوتی ہیں اور اسکی گفتگو میں کتنی مٹھاس ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے؟ اگر تم نے ایسا کیا، تو مجھے اس سے اطمینان نہیں کہ وہ کسی قبیلے میں جائے اور اپنی سحر بیانی سے انکو متاثر کر کے اپنا ہمنوا بنالے، پھر انہیں لے کر تم پر چڑھ دوڑے اور نیست و نابود کر دے، اور تم پر غلبہ پا کے جو چاہے کرے، نہیں، اسکے بارے میں کوئی اور رائے دو۔ ابوجہل نے کہا: میرے پاس ایک رائے ہے اور میرا نہیں خیال کہ تم نے اسکے بارے میں سوچا بھی ہو، انہوں نے کہا! وہ کیا ہے، اے ابوالحکم؟ اس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان، طاقتور، معزز اور جنگجو آدمی لیا جائے، پھر ہر نوجوان کو ایک تیز تلوار دی جائے، پھر سب اس پر یکبارگی حملہ کریں اور اسکو قتل کریں، اس طرح ہم اس سے چھٹکارا پالیں گے، کیونکہ وہ اگر ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اسکا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائیگا اور بنو عبد مناف تمام قبائل سے لڑ نہیں سکے گی، اور دیت پر ہی راضی ہو جائیگی اور وہ دیت ہم ہی دے دیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ ہوئی نا بات اس کے سوا کوئی اور اچھی

Marfat.com

رائے ہو ہی نہیں سکتی' سب اس پر متفق ہو کر منتشر ہو گئے' دوسری طرف حضور ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: یہ رات آپ ﷺ اس بستر پر نہ گزاریں جہاں روزانہ سوتے ہیں' جب رات کا اندھیرا بڑھا تو وہ دروازے کے پاس اکٹھے ہو گئے اور گھات لگا کر بیٹھ گئے تا کہ آپ ﷺ سوئیں اور وہ آپ ﷺ پر حملہ کر دیں۔ حضور ﷺ نے جب انکو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے بستر پر سو جاؤ اور میری چادر اوڑھ لو تمہیں انکی طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچے گی"۔

یہ واقعہ جو ابن اسحاق نے نقل کیا' اسکو واقدی نے حضرت عائشہؓ ابن عباس رضی اللہ عنہ' سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ سے نقل کیا' اگر چہ حدیث کے الفاظ تقریباً سب کے مختلف ہیں لیکن سب ملتی جلتی ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: محمد بن کعب القرظی سے منقول ہے کہ جب وہ دروازے پر اکٹھے ہوئے تو ان میں ابوجہل بھی تھا' اس نے کہا: محمد ﷺ کا خیال ہے کہ اگر تم اسکی پیروی کر لو تو تمام عرب وعجم پر حکمرانی کرنے لگ جاؤ' اور مرنے کے بعد تمہیں ایسے ہی باغات ملیں جیسے اُردن کے باغات ہیں۔ اور اگر نہ کرو تو ہلاک کر دیئے جاؤ اور مرنے کے بعد بھی جہنم میں ڈالے جاؤ۔ پھر حضور ﷺ نکلے اور اپنے ہاتھ میں مٹی لے کر فرمایا: "ہاں' میں یہ کہتا ہوں' اور تو بھی اُن میں سے ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے انکی نگاہوں پر پردہ ڈال دیا تو وہ آپ کو نہ دیکھ سکے' چنانچہ حضور ﷺ انکے سروں پر خاک ڈالتے جاتے اور یہ تلاوت کرتے جاتے:

﴿یٰسٓ ○ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○﴾ یہاں تک ﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ﴾ (سورۃ یٰس: ۱۔۹)

"قسم ہے اُس پکے قرآن کی تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے اوپر سیدھی راہ کے اور بنائی ہم نے انکے آگے دیوار اور پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا سو اُن کو کچھ نہیں سوجھتا"۔

کوئی آدمی ایسا نہیں بچا جسکے سر پر مٹی نہ ڈالی ہو' پھر آپ ﷺ چلے گئے' تھوڑی دیر بعد وہاں سے ایک آدمی گزرا جو انکے ساتھ شریک نہیں تھا' اس نے کہا: یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟

Marfat.com

انہوں نے کہا: محمد ﷺ کا' اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں ناکام کرے' خدا کی قسم! حضور ﷺ نکل چکے ہیں' اور انہوں نے تمہارے سروں پر خاک ڈالی دی ہے اور خود چلے گئے ہیں' تمہیں پتہ نہیں تمہارے سروں پر کیا ہے؟ ہر ایک آدمی نے اپنا سر دیکھا تو اس پر مٹی تھی' پھر وہ جھانکنے لگے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی چادر اوڑھے ہوئے اور سوتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے: یہ محمد ﷺ اپنی چادر اوڑھے ہوئے ہے' اور صبح تک وہیں کھڑے رہے' صبح حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اُٹھے تو انہوں نے کہا: رات کو جس آدمی نے ہمیں بتایا تھا' اس نے سچ کہا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: اس رات جو انہوں نے سازش کی تھی اور جو مشورے کئے تھے اسکو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا:

﴿وَاِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْيَقْتُلُوْكَ اَوْيُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (سورۃ الانفال: ۳۰)

''اور جب فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

اور فرمایا:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ○ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ﴾ (سورۃ الطور: ۳۰'۳۱)

''یا کہتے ہیں یہ شاعر ہے ہم منتظر ہیں اُس پر گردش زمانہ کے تو کہہ تم منتظر رہو کہ میں بھی منتظر ہوں تمہارے ساتھ''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: اسوقت اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت دی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ حضور ﷺ کی ہجرت

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا: ''حضور ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنا کر بھیجا گیا' مکہ میں آپ ﷺ تیرہ سال رہے' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور آپ ﷺ وہاں دس سال رہے' جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی''۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی ہجرت ربیع الاوّل کے مہینہ میں تیرہ ہجری کو ہوئی' اور دن سوموار کا تھا' جیسے امام احمد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''تمہارے نبی سوموار کو پیدا ہوئے' مکہ سے سوموار کے دن نکلے' سوموار کے دن انکو نبوت ملی' مدینہ میں بھی سوموار کے دن داخل ہوئے اور آپ ﷺ کی وفات بھی سوموار کو ہوئی''۔

محمد ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی حضور ﷺ سے ہجرت کی اجازت مانگتے حضور ﷺ فرماتے: جلدی نہ کر' ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کسی کو کر دے اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اُمید ہوئی کہ ہوسکتا ہے وہ حضور ﷺ ہی ہوں' چنانچہ انہوں نے دو سواریاں خرید کر گھر میں باندھ لیں اور انہیں سفر کے لئے تیار کرنے لگے۔

واقدی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم میں وہ خریدے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آنے میں کبھی غلطی نہیں کرتے تھے' آپ ﷺ یا صبح کو آتے یا شام کو' یہاں تک کہ جس دن حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا اس دن آپ ﷺ صبح سویرے ایسے وقت میں آئے' جب آپ ﷺ نہیں آیا کرتے تھے' یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت حضور ﷺ ضرور کسی ضرورت کے تحت ہی آئے ہیں' جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بیٹھنے کے لئے جگہ دی' حضور ﷺ نے فرمایا: ''انکو بھیج دو'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہ میری بیٹیاں ہیں' ان سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں بھی آپ کیساتھ ہونگا؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: خدا کی قسم! مجھے اس دن سے پہلے یہ نہیں پتہ تھا کہ کوئی خوشی سے بھی روتا ہے' کیونکہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خوشی سے روتے دیکھا' پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ' یہ دو سواریاں میں نے اسی لئے تیار کی تھیں' پھر انہوں نے عبداللہ بن ارقد یا عبداللہ بن اُریقط نامی آدمی اُجرت پر لیا تاکہ وہ انکی راہنمائی کرے' یہ مشرک تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواریاں پہلے سے ہی اسکے پاس چھوڑ دی ہوئی تھیں اور وہ انکو چراتا تھا۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور انکے گھر والوں کے سوا کسی کو حضور ﷺ کی روانگی اور ہجرت کا علم نہیں ہوا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا تاکہ لوگوں کی وہ امانتیں لوٹا دیں جو حضور ﷺ کے پاس پڑی ہوئی تھیں۔ کیونکہ مکہ کے کسی بھی آدمی کو جب اپنی کسی چیز کے تلف ہونے کا خطرہ ہوتا تو وہ حضور ﷺ کے پاس رکھوا دیتا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب حضور ﷺ نے نکلنے کا ارادہ کرلیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دونوں گھر کی پچھلی کھڑکی سے نکل کر گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر وہ غارِ ثور میں گئے اور وہاں چھپ گئے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ دن میں لوگوں کی خبریں سُنیں اور رات کو آکر انکو دن بھر کی باتیں بتائیں۔ اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا تھا کہ دن کو بکریاں چرانے کے بعد واپسی پر غار کے قریب سے بکریاں لے جائیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ پورا دن قریش میں رہتے اور حضور ﷺ کیخلاف کی جانے والی سازشیں سُنتے رہتے اور رات کے وقت آکر انکو سب اطلاعات دے دیتے۔ ایسے ہی عامر بن فہیرہ دن بھر مکہ کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتے اور شام کے وقت غار کے پاس بکریاں لے آتے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انکو دودھ دیتے اور کھانے کے لئے ذبح کرلیتے۔ پھر جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چلے جاتے تو انکے نشاناتِ قدم پر بکریاں لے جاتے' جس سے نشانات مٹ جاتے اور تعاقب کا خطرہ نہ رہتا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ انکی ضرورت کے مطابق رات کو غار میں کھانا لیجاتیں۔ خود حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو قریش کے کچھ لوگ ہمارے گھر آئے جن میں ابوجہل بھی تھا۔ انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا' میں نکلی تو انہوں نے پوچھا: تمہارا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا: خدا کی قسم! مجھے نہیں پتہ کہ وہ کہاں ہے' ابوجہل نے بگڑ کر مجھے ایسا طمانچہ مارا کہ میری بالی گر گئی' پھر وہ چلے گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ اور حضرت

Marfat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی کل جمع پونجی پانچ یا چھ ہزار درہم بھی اپنے ساتھ لے گئے' ہمارے دادا ابو قحافہ آئے اور انہوں نے کہا: مجھے لگتا ہے وہ اپنی جان کیساتھ ساتھ پیسے بھی لے گیا ہے۔ میں نے کہا: نہیں' دادا جان! انہوں نے تو ہمارے لئے بہت خیر چھوڑا ہے' پھر میں نے کنکریاں لیں اور اس تھیلی میں ڈال دیں جس میں میرے والد صاحب مال رکھا کرتے تھے اور اسکو کپڑے سے ڈھانپ دیا' پھر اپنے دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ دیکھو' مال کو ہاتھ لگا کر خود دیکھ لو کہ انہوں نے ہمارے لئے کتنا چھوڑا ہے۔ انہوں نے ہاتھ سے چھو کر کہا: اگر اس نے یہ مال چھوڑا ہے تو پھر جانے میں کوئی حرج نہیں' بلکہ اس نے اچھا کیا کہ خرچہ کے لئے کچھ چھوڑ گیا۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: خُدا کی قسم! انہوں نے تو کچھ نہیں چھوڑا تھا البتہ میں انہیں مطمئن کرنا چاہتی تھی۔

بیہقی نے نقل کیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں: چند لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسے انداز میں تعریف کی گویا انکو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے رہے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا تو فرمایا: اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات تمام آلِ عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک دن آلِ عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے۔ جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کچھ دیر آگے اور کچھ دیر پیچھے چلتے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے پیچھے چلنے لگ جاتے ہو اور کبھی پیچھے؟ فرمایا: یارسول اللہ! جب مجھے تعاقب کا خطرہ ہوتا ہے تو میں پیچھے چلنے لگتا ہوں اور جب گھات لگانے کا خطرہ ہوتا ہے تو آگے چلنے لگ جاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اگر کوئی آجاتا تو کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہیں نقصان پہنچے اور مجھے کچھ نہ ہو؟" فرمایا: ہاں جب غار کے قریب پہنچے تو فرمایا: یارسول اللہ! ٹھہریئے تاکہ میں غار صاف کرلوں۔ چنانچہ وہ غار میں داخل ہوئے اور غار میں موجود تمام سوراخیں بھی بند کردیں لیکن ایک سوراخ بند کرنا بھول گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کا کہا تو انکو یاد آیا کہ ایک سوراخ رہ گئی تھی' انہوں نے فوراً فرمایا: یارسول اللہ! ٹھہریئے میں غار صاف کرلوں' وہ سوراخ بھی بند کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا: اب داخل ہوجایئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں

Marfat.com

میری جان ہے' وہ رات عمر رضی اللہ عنہ کے تمام خاندان سے بہتر ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ﴾ (سورۃ الانفال: ۳۰)

اور جب فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں۔

کے متعلق نقل کیا: ایک دن قریش والوں نے مکہ میں مشورہ کیا کہ جب صبح ہو تو حضور ﷺ کو باندھ دو' بعض نے کہا: قتل کر دو' دوسروں نے کہا: جلاوطن کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مطلع کر دیا' اس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بستر پر سوئے' اور حضور ﷺ نکلے اور غار میں تشریف لے گئے۔ دوسری طرف مشرکین تمام رات گھر کا پہرہ دیتے رہے وہ سمجھتے رہے کہ اندر حضور ﷺ ہیں۔ جب صبح ہوئی اور انہوں نے حملہ کرنا چاہا تو دیکھا کہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے پوچھا: تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ فرمایا: مجھے نہیں پتہ۔ انہوں نے نشانات کا تعاقب کیا اور جب پہاڑ پر پہنچے تو ان پر راستہ خلط ملط ہو گیا۔ پھر وہ پہاڑ پر چڑھے اور غار پر گزرے لیکن وہاں مکڑی کا جالا تھا' انہوں نے کہا: اگر یہاں کوئی داخل ہوتا تو مکڑی کا جالا نہ ہوتا' حضور ﷺ وہاں تین راتیں رہے"۔

غار کے دھانے پر جالا تننے کے بارے میں یہ صحیح ترین سند ہے۔ یہ سب اللہ نے حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے کیا تھا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: میں نے ہوش و حواس سنبھالتے ہی اپنے والدین کو دینِ حق پر چلتے ہوئے پایا' اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جس میں حضور ﷺ صبح یا شام ہمارے گھر نہ آتے ہوں۔ جب مسلمانوں پر طرح طرح کی آزمائشیں آئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے نکلے' لیکن جب "برک الغماد" مقام پر پہنچے تو انکو بنی الھوان کا مشہور سردار ابن الدغنہ ملا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے وہ سارا واقعہ بیان کیا جو پیچھے ہجرتِ حبشہ کے عنوان کے تحت گزر چکا' جس میں آخر کار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: میں تمہاری پناہ کو واپس لوٹاتا ہوں اور اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ نے مسلمانوں سے کہا: "مجھے خواب میں دارالہجرۃ کھجوروں والی سرسبز زمین دکھائی گئی ہے۔

Marfat.com

چنانچہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ ہجرت کی اور وہ لوگ بھی جو حبشہ گئے ہوئے تھے وہاں سے مدینہ آنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رُک گئے اور دو سواریاں اس غرض کے لئے تیار کیں اور چار ماہ کا راشن اور ایندھن جمع کر لیا۔

ابن شہاب کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک دن ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسوقت ضرور کسی خاص کام کی وجہ سے ہی آئے ہونگے، حضور رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے داخل ہونے کی اجازت مانگی اور داخل ہونے کے بعد فرمایا: ''اپنے پاس سے ان کو نکال دو میں تم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہوں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ آپ کے گھر والے ہی ہیں''۔ فرمایا: ''مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا میرا ساتھ بھی ہے؟'' فرمایا: ''ہاں'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یارسول اللہ! ان سواریوں میں سے ایک لے لیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لے لیتا ہوں لیکن قیمت کیساتھ''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: پھر ہم نے انکے لئے زادِ سفر تیار کیا، اور چمڑے کے دو تھیلے بنائے، حضرت اسماءؓ نے اپنے دوپٹے کے ٹکڑے کر کے اس سے تھیلوں کو باندھ دیا، اور اسی وجہ سے انکا نام ''ذات النطاقین'' پڑ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جبلِ ثور کے پہاڑ میں چھپ گئے اور وہاں تین راتیں رہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جو ایک ذہین نوجوان تھے وہ انکے پاس رات کے وقت آ جاتے اور صبح کے وقت واپس مکہ اور قریش والوں میں گھل مل جاتے اور انکے خلاف ہونے والی جو سازش یا خبر پاتے رات کا اندھیرا پھیلنے پر انکو بتا دیتے۔ ایسے ہی عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ دن کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں چراتے اور رات کو جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا، دودھ دوہ کر انکو دے آتے، تین دنوں تک نے ایسا ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی الدّیل میں سے ایک ماہر راہنما اُجرت پر لے لیا تھا، وہ اگرچہ کافر تھا لیکن اس پر اعتبار کیا جا سکتا تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سواریاں بھی اسکے حوالے کر دیں اور تین دن بعد غارِ ثور پر اس سے ملنے کا وعدہ کر لیا۔ حسب وعدہ تیسرے دن صبح کو وہ غار کے

Marfat.com

پاس آیا اور حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کیساتھ اسکی اور معیت راہنمائی میں ساحلِ سمندر کی طرف والا راستہ اختیار کیا۔

ابن شہاب سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے سردار آئے اور انہوں نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے والے کے لئے انعام مقرر کیا۔ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا! اے سراقہ! ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے ساحلِ سمندر کی طرف کچھ سائے دیکھے ہیں' میرا خیال ہے وہ محمد ﷺ اور اسکے ساتھی کے سائے تھے' سراقہ کہتے ہیں: میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہونگے' لیکن میں نے کہا: یہ وہ نہیں ہیں بلکہ تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا جو ہمارے سامنے ہی گئے ہیں۔ میں وہاں تھوڑی دیر بیٹھا پھر گھر آ کر اپنی باندی کو حکم دیا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے پہاڑیوں کے پیچھے لے جائے اور میرا انتظار کرے میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کے پچھلے حصے سے چل دیا۔ نیزہ میں نے اپنی بغل میں اُڑس لیا تھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ جب میں انکے قریب پہنچا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں گر پڑا' پھر میں نے اُٹھ کر تیر نکالا اور شگون لیا کہ میرا تعاقب فائدہ میں ہے یا اس سے مجھے نقصان ہوگا۔ قرعہ نقصان کا نکلا' لیکن میں نے تیر کی بات نہ مانی اور دوبارہ اُٹھ کر انکا تعاقب کیا یہاں تک کہ اتنا پہنچ گیا کہ میں نے حضور ﷺ کی تلاوت کی آواز بھی سُنی' حضور ﷺ سیدھا دیکھ رہے تھے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ دائیں بائیں نظر رکھے ہوئے تھے۔ میں مزید آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ میرے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں گر گیا۔ میں اُٹھ کر گھوڑے کو ڈانٹنے لگا اور اس دلدل سے اسکو نکالنے میں کامیاب ہوا تو نیچے سے دھواں نکلا' میں نے پھر فال نکالی تو میرے خلاف نکلی' میں نے اُن سے امان مانگا تو وہ رُک گئے' اور میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آ گیا۔ جب میرے ساتھ یہ بات پیش آئی تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ حضور ﷺ کا معاملہ ظاہر ہو کر رہے گا' میں نے کہا: "تمہاری قوم نے تمہارے خلاف انعامات مقرر کر دیئے ہیں' میں نے انکو لوگوں کے عزائم سے آگاہ کیا اور زادِ راہ پیش کیا لیکن

Marfat.com

انہوں نے کچھ نہ لیا اور نہ ہی مانگا' صرف اتنا کہا: ہمارے مسئلہ کو کم کرنے کی کوشش کرو۔ میں نے اُن سے کہا کہ مجھے پناہ کا خط لکھ دیں حضور ﷺ نے حضرت عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے مجھے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر دے دیا۔ پھر حضور ﷺ چلے گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انکی قیافہ شناسی کرنے والا اور نشانات پر تعاقب کرنے والا "سراقۃ بن مالک تھا" لیکن واقدی نے موسیٰ بن محمد سے یہ بھی نقل کیا کہ قدم شناسی کرنے والا "کرز بن علقمہ" تھا۔ میں کہتا ہوں: ہوسکتا ہے دونوں ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (سورۃ التوبہ:۴۰)

"اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اُسکو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے اُس پر تسکین اور اسکی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے"۔

حضور ﷺ کیساتھ جہاد سے پہلو تہی کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ﴾

یعنی اگر تم مدد نہیں کرو گے تو اللہ اسکا محافظ اور مددگار ہے

﴿اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

یعنی جیسے اسوقت مدد کی تھی جب اہل مکہ نے انکو نکال دیا تھا اور انکے ساتھ ابوبکرؓ کے سوا کوئی نہ تھا' اسلئے فرمایا:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾

Marfat.com

یعنی جب انہوں نے غار میں پناہ لی اور وہاں تین دن رہے تا کہ انکی تلاش کا معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مشرکین نے جب انکو موجود نہ پایا تو انہوں نے ہر طرف سراغ رساں دوڑائے اور گرفتار کر کے یا قتل کر کے لانے والے کے لئے سو اونٹ انعام مقرر کیا اور انکے پاؤں کے نشانات سے تعاقب کیا' لیکن آگے چل کران پر نشانات گڈمڈ ہو گئے۔ قریش کا قیافہ شناس "سُراقہ بن مالک" تھا' وہ تعاقب کرتے ہوئے پہاڑ تک پہنچ گئے اور پہاڑ کے غار کے دھانے کے اوپر سے بھی گزرے' انکے پاؤں غار کے اندر سے دکھائی بھی دیئے' لیکن اللہ کی حفاظت کی وجہ سے وہ انکو دیکھ نہیں پائے۔ امام احمدؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے کہا: اگر کسی نے پاؤں کی طرف دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے' حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تمہارا اُن دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو؟"۔ امام بخاری اور مسلم نے بھی انکو نقل کیا۔ جب سراقہ واپس ہوا تو اس نے راستے میں جس کو بھی پایا انکو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ میں اس طرف دیکھ کر آ گیا ہوں' اس طرف کوئی نہیں۔ اور جب یہ پتہ چلا کہ حضور ﷺ مدینہ پہنچ گئے ہیں تو سراقہ لوگوں کو حضور ﷺ کے فضائل اور معجزات بتانے لگا اور انکو گھوڑے کا واقعہ بتانے لگا۔ انکا یہ واقعہ اتنا مشہور ہو گیا کہ قریش والوں کو ڈر ہو گیا کہ کہیں لوگ اس کو سُن کر مسلمان نہ ہو جائیں' کیونکہ سراقہؓ بنی مدلج کا امیر اور سردار تھا' ابو جہل نے اسکے قبیلے کے دوسرے سرداروں کو لکھا:

(۱) بنی مدلج میں تمہارے بیوقوف سراقہ سے ڈرتا ہوں' جو محمد کی مدد میں گمراہ ہوا ہے۔

(۲) اسکا خیال کرو کہیں تمہاری جماعت میں پھوٹ نہ ڈلوا دے تو' عزت و سرداری کے بعد تمہاری جماعت ٹوٹ جائے۔

سراقہ نے اسکا جواب دیتے ہوئے کہا:

(۱) ابو الحکم' خدا کی قسم! اگر تو دیکھتا' میرے گھوڑے کا معاملہ جب اسکے پاؤں دھنس رہے تھے۔

(۲) تجھے تعجب ہوتا اور تو شک نہ کرتا کہ' محمد اللہ کے رسول اور دلیل ہیں تو انکا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔

Marfat.com

(۳) تم اپنا خیال کرو اور قوم کو اسکی مخالفت سے باز رکھو میرے خیال میں ایک نہ ایک دن اسکی علامات ظاہر ہو کر رہیں گی۔

(۴) ایک ایسے معاملہ میں تو مدد چاہتا ہے حالانکہ تمام لوگ اسکو ماننے والے ہیں۔

بخاری نے حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا کہ حضور ﷺ مسلمانوں کی ایک جماعت کیساتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ملے جو تاجر تھے اور شام سے واپس آرہے تھے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے۔ دوسری طرف مدینہ کے مسلمانوں کو بھی حضور ﷺ کے نکلنے کا علم ہوا تو وہ روزانہ مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں حضور ﷺ کا انتظار کرتے اور ظہر کی گرمی سے مجبور ہو کر واپس ہو جاتے۔ ایک دن جب یہ لوگ طویل انتظار کے بعد واپس ہوئے اور اپنے گھروں کو چلے گئے تو ایک یہودی نے کسی کام سے محل سے جھانک کر دیکھا، اسکو دور سے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک سراب کی طرح نظر آگئے، یہ دیکھ کر یہودی سے رہا نہ گیا اور اس نے بلند آواز سے کہا: اے عرب والو! یہ تمہارے وہ بزرگ ہیں جنکا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سُننا تھا کہ مسلمان فوراً مسلح ہو کر نکلے اور میدان میں حضور ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ حضور ﷺ دائیں طرف کے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے۔ یہ واقعہ سوموار کے دن ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیش آیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضور ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ انصار میں سے جن لوگوں نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر نبی ﷺ سمجھا اور انکو سلام کرنے لگے۔ لیکن جب بعد میں سورج کی گرمی بڑھ گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے سے حضور ﷺ پر سایہ کیا تو لوگوں کو پتہ چل گیا کہ حضور ﷺ یہ نہیں وہ ہیں۔ حضور ﷺ بنی عمرو بن عوف میں دس اور کچھ راتیں رہے، اس دوران آپ ﷺ نے ایک مسجد بھی تعمیر کی، آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی۔ پھر اپنی سواری پر سوار ہو گئے اور لوگوں کیساتھ چلنے لگے یہاں تک کہ مدینہ میں مسجد کی جگہ میں جا کر اونٹنی بیٹھ گئی۔ وہاں کچھ لوگ پہلے سے نمازیں پڑھا بھی کرتے تھے یہ جگہ دو یتیم بھائیوں سہیل کی تھی، جب اونٹنی وہاں بیٹھی تو حضور ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ یہی ہماری منزل

Marfat.com

ہے پھر آپ ﷺ نے دونوں بچوں کو بلایا اور اُن سے اس جگہ کی قیمت پوچھی تا کہ وہاں مسجد تعمیر کی جائے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کو یہ جگہ ھبہ کرتے ہیں حضور ﷺ نے انکار فرمایا اور اُن سے خرید کر وہاں مسجد کی تعمیر شروع کروادی۔ تعمیر کے دوران حضور ﷺ بھی صحابہ ؓ کے ساتھ مٹی اور پتھر اُٹھا کر لے جارہے تھے اور ساتھ ہی یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔

(۱) اے اللہ اصل اجر تو آخرت کا اجر ہے' اے اللہ انصار و مہاجرین پر رحم فرمایا۔

(۲) یہ مٹی اُٹھانا خیبر کے میوہ جات اُٹھانے کی طرح نہیں' یہ زیادہ ثواب اور پاکیزگی کا باعث ہے۔

پھر آپ ﷺ نے کسی اور شاعر کے اشعار پڑھے۔ ابن شہاب کہتے ہیں: اس شعر کے علاوہ کہیں احادیث میں یہ نہیں کہ حضور ﷺ نے پورے اشعار پڑھے ہوں۔

امام احمدؒ براءؓ بن عازب ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ؓ نے عازب سے ایک چراغ تیرہ درہم میں خریدا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے عازب سے کہا: براء سے کہو کہ اسکو میرے گھر پہنچادے' اس نے کہا: نہیں' اس وقت نہیں کہوں گا جب تک آپ ﷺ یہ نہیں بتائیں گے کہ حضور ﷺ کیساتھ نکلنے کے بعد آپ ﷺ نے کیا کیا؟ حضرت ابوبکر ﷺ نے فرمایا: ہم نکلے اور غار میں چھپ گئے' وہاں ہم ایک دن رات رہے' دوسرے دن ظہر کے وقت میں نکلا تا کہ ارد گرد کہیں سایہ دار جگہ دیکھوں' ایک جگہ میں نے پتھر اُبھرا ہوا دیکھا جس کا سایہ ابھی تک موجود تھا' میں نے اسکو حضور ﷺ کے لئے درست کیا اور حضور ﷺ کے لئے اپنی چادر بچھادی اور کہا: یارسول اللہ ﷺ کچھ دیر آرام فرمالیجئے۔ حضور ﷺ سو گئے' میں پھر نکلا تا کہ دیکھوں کوئی ہمارے تعاقب میں تو نہیں' باہر آکر میں نے ایک چرواہا دیکھا' میں نے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا: فلاں قریش کا' اور اسکا نام لیا جسکو میں جانتا تھا' میں نے کہا: تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں' میں نے کہا: تو کیا تو میرے لئے دودھ نکال سکتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں' میں نے اسکو دودھ نکالنے کا کہا تو اس نے ایک بکری کو پکڑ کر باندھا' پھر میں نے اسکو کہا تو اس نے بکری کا تھن صاف کیا اور اسکے بعد اپنے ہاتھ

Marfat.com

جھاڑے۔ میرے پاس ایک بوتل تھی جس پر ڈھکن بھی تھا' اس نے مجھے تھوڑا سا دودھ دوہ کر دے دیا' وہ میں نے پیالے میں ڈالا اور حضور ﷺ کے پاس لے آیا۔ حضور ﷺ بیدار ہو گئے تھے' میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! نوش فرمایئے' حضور ﷺ نے اتنا پیا کہ مجھے اطمینان ہو گیا' پھر میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم نکلے اور قوم ہمیں ڈھونڈ رہی تھی' لیکن سراقہ بن مالک کے سوا کوئی ہم تک نہ پہنچ سکا' میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہ سراقہ ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''گھبراؤ نہیں' اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے'' پھر وہ ہمارے اتنے قریب آ گیا کہ ہمارا اور اسکے درمیان ایک دو تیروں کا فاصلہ رہ گیا' میں نے پھر کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہ سراقہ بالکل قریب پہنچ گیا ہے' اور شدت جذبات کیوجہ سے میں رو پڑا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''روتے کیوں ہو''؟ فرمایا: ''میں اپنے لئے نہیں رُو رہا' مجھے آپ ﷺ پر رونا آ رہا ہے' کہیں آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے''۔ حضور ﷺ نے بددُعا فرمائی اور کہا: اے اللہ! تو ہی ہماری طرف سے اسکو کافی ہو''۔ حضور ﷺ کا یہ کہنا تھا کہ اسکے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں بھی پیٹ تک دھنس گئے اور وہ خود گر گیا' پھر اس نے کہا: اے محمد ﷺ! میں جانتا ہوں یہ تمہاری وجہ سے ایسا ہوا ہے' اللہ سے دُعا کرو کہ اللہ مجھے اس سے بچالے' خدا کی قسم! میں اپنے پیچھے آنیوالوں کو رُوک دونگا' اور یہ میرا ترکش ہے' اس سے تیر لے لو' اور آپ ﷺ فلاں فلاں جگہوں سے گزریں گے اور وہاں میرے اونٹ اور بکریاں ہیں' آپ ﷺ اُن میں سے جتنا چاہیں لے لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اسکی ضرورت نہیں پھر اسکے لیے دُعا کی جس سے وہ آزاد ہو گیا اور واپس چلا گیا۔ پھر ہم مدینہ آ گئے' اور یہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کا بھرپور استقبال کیا' حتّی کہ لوگ گھروں کی چھتوں سے دیکھنے لگے اور بچے' غلام راستے میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ آ گئے ہیں' محمد ﷺ آ گئے ہیں۔ پھر قوم آپس میں لڑنے لگی کہ حضور ﷺ انکے ہاں ٹھہریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: آج تو میں اپنے ننھیال بنی النجار میں رہونگا' دوسرے دن آپ ﷺ آگے بڑھ گئے۔

حضرت براء ﷺ کہتے ہیں: مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس

Marfat.com

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے' پھر ابن ام مکتوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس سواروں کی معیت میں آئے۔ہم نے پوچھا: حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے' حضور ﷺ کی آمد سے پہلے ہی میں نے مفصل سورتیں یاد کرلی تھیں۔

حضور ﷺ نے ہجرت کے لئے سمندری راستہ اختیار کیا تھا' جو عام راستے سے ہٹ کر اور دور تھا۔راستے میں آپ ﷺ کا گزر ''ام معبد الخزاعیہ'' پر بھی ہوا' جس کا واقعہ بڑا مشہور ہے اور جو مختلف احادیث میں تھوڑے تھوڑے فرق سے مذکور ہے۔

ابن اسحاق نقل کرتے ہیں: حضور ﷺ ''ام معبد'' کے ہاں اُترے' انکا نام عاتکہ بنت خلف تھا' حضور ﷺ نے اُن سے کھانے کا تقاضا کیا تو اس نے کہا: ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں اور نہ ہی کوئی دودھ والی بکری ہے' بلکہ یہ کچھ بکریاں ہیں لیکن انکا دودھ بھی خشک ہوگیا ہے' حضور ﷺ نے بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور ایک بڑا پیالہ لبالب بھر کر ''ام معبد'' کو دے دیا اور فرمایا: ''ام معبد! پی لو' اس نے کہا: آپ ﷺ پی لیں' آپ زیادہ حقدار ہیں''۔حضور ﷺ نے دوبارہ اُسکو دیا تو اس نے سیر ہو کر پیا۔پھر آپ نے ایک اور بکری کا دودھ دوہا' اور اسکا دودھ خود نوش فرمایا' پھر ایک اور بکری کو دوہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا اور چوتھی بکری سے عامر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔پھر آپ ﷺ چلے گئے۔جب قریش حضور ﷺ کا پیچھا کرتے ہوئے ام معبد کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس اس حلیے کا آدمی دیکھا ہے؟ اس نے کہا: مجھے نہیں پتہ تم کیا کہہ رہے ہو' البتہ اتنا ضرور ہے کہ ایک نوجوان آیا تھا اور اس نے خشک بکریوں کا بھی دودھ دوہ لیا تھا' قریش نے کہا: ہمیں اُسی کی تلاش ہے۔

حافظ ابوبکر البزار حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: جب حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے غار میں داخل ہوئے تو غار میں بہت سے سوراخ تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس ڈر سے کہ کہیں ان میں سے کوئی چیز نکل کر حضور ﷺ کو نقصان نہ پہنچائے رات بھر اس کی طرف پیٹھ کیے رہے۔غار میں تین دن رہے اور پھر ام معبد کے

Marfat.com

ہاں ٹھہرے۔ امّ معبد رضی اللہ عنہا نے انکی طرف پیغام بھیجا کہ تم چہرے سے اچھے لوگ معلوم ہوتے ہو اور گاؤں والے مجھ سے کہیں زیادہ تمہاری مہمان نوزای کر سکتے ہیں۔ لیکن جب رات تک آپ ﷺ وہیں رہے تو اس نے ایک بکری اور چھری بچے کے ہاتھ بھیجی تا کہ وہ ذبح کر دیں تو انکو پکا دے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "چھری لیجاؤ اور ایک پیالہ لے آؤ"۔ امّ معبدؓ نے پیغام بھیجا کہ اس بکری کا نہ تو دودھ ہے نہ بچے دیتی ہے' حضور ﷺ نے فرمایا: "بس تم پیالہ لے آؤ"۔ پیالہ آیا تو آپ ﷺ نے اسکے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اسکا دودھ اُتر آیا۔ حضور ﷺ نے دودھ دھویا اور پیالہ بھر کر خود بھی پیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا۔ پھر دوبارہ پیالہ بھر کر امّ معبدؓ کو بھجوادیا۔

بیہقی نے "امّ معبدؓ" کا واقعہ اس سے کہیں زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے' انہوں نے ایک اور واقعہ بھی بیان کیا جو اس سے مِلتا جلتا ہے اور ہوسکتا ہے وہ بھی "امّ معبد رضی اللہ عنہا" کا واقعہ ہی ہو۔

قباء میں حضور ﷺ کی آمد اور مسجد کی تعمیر

ابن اسحاق نے حضرت عبدالرحمٰن بن عویم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا کہ مجھ سے حضور ﷺ کے چند ساتھیوں نے بیان کیا: جب ہمیں حضور ﷺ کے مکہ سے نکلنے کا علم ہوا اور آپ ﷺ کی آمد کی اُمید ہوئی' تو ہم فجر کی نماز پڑھ کر کھلے میدان میں نکل جاتے اور حضور ﷺ کی آمد کا انتظام کرتے' اور اُس وقت واپس ہوتے جب دوپہر کی گرمی ہمیں مجبور کر دیتی اور سایہ لینے کے لئے کوئی جگہ نہ رہتی۔ جس دن حضور ﷺ تشریف لائے تو اس دن بھی ہم حسب معمول انتظار کرتے رہے تھے' اور جب کوئی سایہ نہیں رہا تھا تو ہم گھر واپس چلے گئے تھے۔ ابھی ہم گھر داخل ہوئے ہی تھے کہ حضور ﷺ کی آمد کا شور پڑ گیا' اور سب سے پہلے آپ ﷺ کو ایک یہودی نے دیکھا تھا' جس نے چیخ کر کہا تھا: اے بنی قیلہ والو! یہ تمہارے بزرگ آگئے ہیں' ہم گئے تو حضور ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کیساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو انکے ہم عمر تھے' ہم میں سے اکثر لوگ حضور ﷺ کو جانتے بھی نہیں تھے اور اس سے پہلے کبھی اُن سے ملنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا

Marfat.com

تھا۔ اس لئے اکثر لوگ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں فرق نہیں کر پا رہے تھے۔ جب درخت کا سایہ ختم ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر اپنی چادر کیساتھ حضور ﷺ پر سایہ کیا تو ہمیں پتہ چلا کہ حضور ﷺ وہ ہیں۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: میں اُن بچوں کیساتھ بھاگے جا رہا تھا جو یہ کہہ رہے تھے "محمد ﷺ آ گئے ہیں"۔ میں بھاگتا رہا لیکن مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ پھر کہتے "ہاں ہاں محمد ﷺ آ گئے ہیں"۔ میں پھر بھاگتا لیکن وہ مجھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ آگے فرماتے ہیں: حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آ کر مدینہ سے باہر ٹھہر گئے اور انہوں نے ایک آدمی انصار کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ پانچ سو مسلح انصار نے انکا استقبال کیا اور اُن سے کہا: "بے خوف ہو کر تشریف لائیے"۔ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انکے جلوے میں تشریف لائے، تو باندیاں گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر انکو دیکھ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: ان دونوں میں حضور ﷺ کون سے ہیں؟۔ ہم نے اس سے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایسا منظر یا تو ہم نے حضور ﷺ کی آمد کے وقت دیکھا یا وفات کیوقت۔

صحیحین میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ والی حدیثِ ہجرت کے حوالے سے منقول ہے: "جب ہم مدینہ پہنچے تو لوگ راستوں پر اور چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور غلام بھی ایک دوسرے کو کہتے پھر رہے تھے: اللہ اکبر! رسول اللہ ﷺ آ گئے ہیں، اللہ اکبر! محمد ﷺ آ گئے ہیں۔ دوسرے دن صبح حضور ﷺ وہاں چلے گئے جہاں آپ کو جانے کا حکم ہوا تھا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: قباء میں حضور ﷺ کلثوم بن الہدم کے ہاں اُترے۔ بعض کہتے ہیں: سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اُترے تھے۔ کلثوم بن الہدم کے ہاں اُترنے کے قائلین کہتے ہیں: اصل میں اُترے تو کلثوم کے پاس تھے، لیکن لوگوں کی خاطر سعد بن خیثمہ کے گھر میں آ کر بیٹھا کرتے تھے، کیونکہ وہ غیر شادی شدہ تھے اور انکا گھر خالی تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خبیب بن اِساف رضی اللہ عنہ کے ہاں اُترے، بعض کہتے ہیں: خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تین دن رات

Marfat.com

رہے اور حضور ﷺ کے پاس رکھی ہوئی امانتیں لوٹائیں، پھر حضور ﷺ کے ساتھ آ کر کلثوم بن الہدم کے گھر مل گئے قبا میں حضور ﷺ قیام صرف ایک دو راتیں ہی تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: قباء میں بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ میں حضور ﷺ سوموار، منگل، بدھ اور جمعرات کے دن رہے۔ اس دوران آپ ﷺ نے وہاں مسجد۔ تعمیر کی، پھر جمعہ کے دن وہاں سے نکلے لیکن بنی عمرو بن عوف کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور ﷺ انکے ہاں زیادہ دن رہے۔ عبداللہ بن ادریس محمد بن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کے مطابق حضور ﷺ اُن میں اٹھارہ دن رہے۔

بخاری نے حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ قباء میں دس اور کچھ دن رہے اور اس دوران مسجد قباء تعمیر کی۔

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے مجمع بن یزید سے نقل کیا: حضور ﷺ ہم (بنی عمرو بن عوف) میں بائیس دن رہے۔ واقدی کہتے ہیں: چودہ دن اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: تین دن۔ اور مشہور قول بخاری کا ہے کہ حضور ﷺ سوموار سے لیکر جمعہ تک رہے۔

اس مدت کے دوران آپ ﷺ نے مسجد قباء تعمیر کی۔

سہیلی نے دعویٰ کیا کہ حضور ﷺ نے اپنی آمد کیساتھ ہی پہلے دن تعمیر شروع کر دی تھی، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا:

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ، فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۰۸)

"البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیز گاری پر اول دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں اُس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو"۔

جیسا کہ اسکے بارے میں ہم نے "فتح القدیر، تہذیب تفسیر ابن کثیر" ص ۱۵۹ ج ۳ میں حدیث بیان کی۔ مسلم نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کونسی مسجد ہے جو تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہے؟ حضور ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور

Marfat.com

انہیں زمین پر پھینک کر پھر کہا: ''وہ تمہاری یہ مسجد یعنی مسجدِ نبوی ہے''۔ اسکا جواب بھی ہم نے وہاں تفصیل سے دے دیا اور اسکے مقابلے میں امام احمدؒ کی عویم بن ساعد رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث بھی نقل کی کہ حضور ﷺ انکے پاس مسجد قباء میں آئے اور کہا: ''اللہ تعالیٰ نے پاکی حاصل کرنے کے بارے میں، تمہاری مسجد کے تذکرہ والی آیتوں میں تمہاری تعریف کی ہے تو وہ کیسی پاکی ہے جو تم حاصل کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہمیں زیادہ علم تو نہیں، البتہ ہمارے پڑوسی یہودی تھے جو ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی بھی استعمال کرتے تھے، ہم نے بھی پانی استعمال کرنا شروع کر دیا''۔

اس حدیث کو ابنِ خزیمہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا، اسکے کئی شواہد بھی ہیں۔ یہ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ، محمد بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

اس مسجد سے مسجد قباء مراد لینے والوں میں سے حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابن ابن عباس رضی اللہ عنہ ایسے ہی شعبی، حسن بصری، قتادہ، سعید بن جبیر، عطیۃ العوفی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہ ہیں۔

حضور ﷺ اکثر آتے رہتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے رہتے تھے، اور اکثر ہفتہ کے دن آیا کرتے تھے، کبھی سوار ہو کر کبھی پیدل۔ اور حدیث میں ہے: ''مسجد قباء میں نماز عمرہ کیطرح ہے'' اس روایت کو احمدؒ، ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے بھی ذکر کیا۔

گویا یہ پہلی مسجد تھی جو مدینہ میں تعمیر ہوئی اور اسکو عمومی لوگوں کے لئے بنایا گیا، اس لئے کہ اس سے پہلے اگرچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے سامنے مکہ میں مسجد بنائی تھی جہاں وہ عبادت کیا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے، لیکن وہ صرف انکے ساتھ خاص تھی، عام لوگوں کے لئے نہیں تھی۔

مدینہ میں حضور ﷺ کا پہلا جمعہ

پھر حضور ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر جمعہ کے دن قباء سے نکلے اور مدینہ جانیکا ارادہ کیا۔ راستے میں بنی سالم بن عوف کی بستی کے قریب زوال کا وقت ہو گیا تو لوگوں کو جمعہ پڑھایا، اور یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور ﷺ نے لوگوں کو پڑھایا، یہ خود حضور ﷺ کا بھی پہلا خطبہ تھا،

Marfat.com

کیونکہ مکہ میں قریش کی مخالفت کیوجہ سے آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسا جمعہ نہ پڑھا سکتے تھے جسمیں اعلان کیساتھ باقاعدہ جمعہ ہوا اور تقریر و خطبہ ہو۔

ابن جریر کہتے ہیں: حضور ﷺ کا وہ پہلا خطبہ جو آپ نے بنی سالم بن عمرو بن عوف کی بستی میں جمعہ پڑھاتے ہوئے دیا وہ یہ تھا: ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں' میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں' اسی سے بخشش مانگتا ہوں اور ہدایت طلب کرتا ہوں۔ اس پر ایمان لاتا ہوں اور اس کو جھٹلاتا نہیں' بلکہ جھٹلانے والوں کی مخالفت کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اسکے ساتھ کوشریک نہیں' اور محمد اسکے بندہ اور رسول ہیں جن کو ہدایت' دینِ حق' نور اور حکمت دیکر اس وقت بھیجا جب رسولوں کا زمانہ زیادہ گزر گیا' علم کم ہو گیا' لوگوں میں گمراہی عام ہو گئی' زمانہ منقطع ہو گیا' قیامت اور موت قریب ہو گئی۔ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے اس نے ہدایت کو پایا اور جو انکی نافرمانی کرے تو وہ گمراہ ہے اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں' تم اُن چیزوں سے بچو جس سے اللہ تعالیٰ نے بچنے کا کہا ہے' اس سے بڑھکر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ کوئی تذکرہ' یہ اس آدمی کے لئے بچاؤ ہے جو اُمید اور خوف کیساتھ عمل کرے اور اس سچائی کے لئے مددگار ہے جو تم آخرت کے لئے تلاش کرتے ہو' اور جو اللہ اور اپنے درمیان معاملہ ظاہر یا پوشیدہ طور پر درست رکھے اور اس کا مقصد بھی صرف اللہ کی رضا ہو تو یہ اسکے لئے دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں ثواب کا باعث ہو گا۔ جس دن انسان اپنے ہاتھوں سے بھیجے ہوئے اعمال کی کمی کی وجہ سے محتاج ہو گا' اور جو اسکے سوئی ہو تو اسکے لئے یہی تمنا کرے گا کہ اسکے اور انکے درمیان فاصلہ ہی ہو۔ اللہ تمہیں ڈراتا ہے اور وہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے اپنا قول سچ کر دکھایا اور وعدہ پورا کر دیا' اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ وہ خود کہتا ہے:

﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (سورۃ ق:۲۹)

''بدلتی نہیں بات میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر''۔

تم اللہ سے دیر اور جلد ظاہرہ اور پوشیدہ ہونے والے تمام اعمال میں ڈرو کیونکہ

Marfat.com

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا﴾ (سورۃ الطلاق:۵)

''اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے اُتار دے اُس پر سے اسکی برائیاں اور بڑھا دے اُسکو ثواب''۔

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۷۱)

''اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اُسکے رسول کے اس نے پائی بڑی مراد''۔

بے شک اللہ کا تقویٰ اللہ کے بغض سے بچاتا ہے' اسکی سزا اور غصے سے بچاتا ہے' اور اللہ کا تقویٰ چہروں کو سفید کرتا ہے اور رب کو راضی کرتا ہے' درجات بلند کرتا ہے۔ تم اپنا حصہ لو اور اللہ کے معاملہ میں اضافہ نہ کرو۔ اللہ نے تمہیں اپنا طریقہ بھی دکھایا اور کتاب بھی سکھائی' تاکہ سچوں اور جھوٹوں کا پتہ چل جائے' جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ اچھائی والا معاملہ کیا تم بھی کرو۔ اسکے دشمنوں سے اللہ کی راہ میں لڑو' اسی نے تمہیں منتخب کیا ہے اور تمہارا مسلمان نام رکھا ہے تاکہ جو مرے تو وہ بھی دلیل کیساتھ مرے اور جو جیئے تو وہ بھی حجت کیساتھ جیئے۔ بیشک نیکی کی طاقت اللہ ہی دینے والا ہے۔ اللہ کا ذکر زیادہ کیا کرو اور مرنے کے بعد والی زندگی کے لئے کچھ کرلو۔ جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کرلیا اللہ اسکو لوگوں کی طرف سے کافی ہوگا' کیونکہ اللہ لوگوں پر طاقت رکھتا ہے وہ اسکے خلاف نہیں کرسکتے اور لوگوں پر ایسی قدرت رکھتا ہے جو وہ نہیں رکھتے۔ اللہ سب سے بڑا ہے' اسکے سوا نیکی کی طاقت دینے والا کوئی نہیں وہ بلند اور بزرگی والا ہے''۔

بیہقی نے باقاعدہ اسکا باب قائم کرتے ہوئے کہا: (یہ باب ہے اس خطبہ کے بیان میں جو حضور ﷺ نے مدینہ آمد پر سب سے پہلے دیا) پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا: پہلا خطبہ جو حضور ﷺ نے مدینہ میں دیا وہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! کام کرلو' خدا کی قسم! ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ جس میں تم میں سے کسی پر قیامت قائم ہوگی اور وہ اسقدر ہولناک ہوگی کہ بکریاں بغیر چرواہوں کے چھوٹتی پھریں گی۔ پھر انسان سے اللہ تعالیٰ بغیر کسی ترجمان یا پردے کے کہے گا: کیا تمہارے پاس میرے رسول نے آکر پیغام نہیں پہنچایا تھا؟ کیا میں نے تمہیں مال نہیں دیا اور تجھ پر انعامات نہیں کیے؟ بتا تو نے آج کے لئے کیا بھیجا؟۔ وہ

Marfat.com

دائیں بائیں دیکھے گا لیکن اُسے کوئی چیز نظر آئے گی' پھر وہ سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ جو تم میں سے کھجور کے ٹکڑے کے بدلے بھی جہنم سے بچ سکے تو اسکو چاہیے کہ صدقہ کر کے اپنے آپ کو بچائے اور اگر کسی کے پاس نہ ہو تو اچھا کلمہ ہی کہہ دے کیونکہ ہر اچھائی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔ اور سلام ہو رسول اللہ پر اور اللہ کی برکتیں اور رحمتیں ہوں''۔ پھر حضورا نے دوسرا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں' میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اُسی سے مدد مانگتا ہوں' ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ سے اپنے نفس کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے۔ جس کو اللہ ہدایت دے تو اسکو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو گمراہ کرے تو پھر کوئی ہدایت دینے والا بھی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں' بیشک بہترین کلام اللہ کا کلام ہے' وہ آدمی کامیاب ہے جس کے دل کو اللہ نے قرآن سے مزین کیا ہو اور کفر کے بعد اسلام اسکے دل میں داخل کر دیا ہو اور جس نے قرآن کو لوگوں کی باقی باتوں پر اختیار کیا ہو' بے شک یہ بہترین کلام ہے' تم بھی اس چیز کو پسند کرو جس کو اللہ نے پسند کیا ہے۔ اللہ کو تہ دل سے چاہو' اللہ کے کلام اور ذکر سے روگردانی نہ کرو اور انہیں چھوڑ کر اپنے دلوں کو سخت نہ کرو' جو اللہ کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ اسکو اچھے اعمال' اچھے بندوں اور اچھی بات اور بلند مقام عطا کرتا ہے۔ پس اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ سے ایسے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے۔ اپنی زبانوں سے سچی باتیں ہی کہو' اور اللہ کے لئے آپس میں محبت کرو۔ اللہ تعالیٰ عہد توڑنے پر غصہ ہوتا ہے' والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اختلافِ الفاظ کے باوجود پہلی حدیث کی تقویت اور تائید کرتی ہے۔

مدینہ میں داخل ہونا

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بنی عمرو بن عوف کے ہاں سے چلنے سے پہلے انصار حضور ﷺ کو لینے کے لئے آ گئے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی اونٹنی کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہر ایک حضور ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑنے کے لئے اپنے ساتھی سے جھگڑنے لگا۔

Marfat.com

راستے میں جس کا گھر پڑتا وہ حضور کے پاس آ کر کہتا: آپ میرے ہاں ٹھہر جایئے اور حضور ﷺ کہتے: "اونٹنی کو چھوڑ دو' اسکو اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے' میں وہیں اُتروں گا جہاں اللہ مجھے اُتاریں گے"۔ جب اونٹنی ابوایوب انصاری ﷺ کے گھر کے قریب پہنچی تو بیٹھ گئی' آپ ﷺ اُترے اور انکے ہاں رہائش اختیار کر لی۔ وہیں آپ ﷺ نے مسجد بنائی اور ازواجِ مطہرات کے لئے حجرے بھی تعمیر کروائے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب اونٹنی حضور ﷺ کو لے کر بیٹھی تو حضور ﷺ نہ اُترے تھوڑی دیر میں اونٹنی پھر کھڑی ہوگئی اور تھوڑی سی آگے چلے گئی۔ اس دوران حضور ﷺ نے مہار پکڑی ہوئی نہیں تھی بلکہ اسکی گردن پر ڈالی ہوئی تھی' چلتے چلتے اونٹنی پیچھے مڑی اور وہیں آ کر بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ اس دفعہ اس نے اپنی گردن بھی زمین پر بچھادی' حضور ﷺ اُترے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا سامان اُتار کر گھر میں رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے اس جگہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ کس کی ہے؟ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ دو یتیموں سہل اور سہیل کی ہے' جن کا میں کفیل ہوں' میں انہیں راضی کرنے کی کوشش کروں گا۔ حضور ﷺ نے وہاں مسجد بنانے کا حکم دیا' اور خود اس وقت تک حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں رہے جب تک مسجد اور اس سے ملحق حجرے تعمیر نہیں ہو گئے۔ اس تعمیر میں حضور ﷺ مسلمان مہاجرین اور انصار کیساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ جس کا تفصیلی واقعہ آگے آئیگا۔

بیہقی نے "دلائل" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ مدینہ آئے اور ہم انکو لیکر مدینہ داخل ہوئے تو انصار اپنے مردوں اور عورتوں کو لے آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ ہمارے پاس آ جایئے' حضور ﷺ نے فرمایا: "اونٹنی کو چھوڑ دو' اسکو اللہ کی طرف سے حکم ملا ہوا ہے"۔ چنانچہ وہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی' بنی نجار کی بچیاں ہاتھوں میں دَف لئے نکلیں اور حضور ﷺ کی آمد کی خوشی میں یہ گیت گانے لگیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَارِ　　　يَاحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

"ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں محمدؐ کتنے اچھے پڑوسی ہیں"۔

Marfat.com

حضور ﷺ انصار کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟'' انصار نے کہا: ''ہاں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ''۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ پوچھا پھر فرمایا: ''خدا کی قسم! میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں''۔ اس حدیث کو اس انداز میں اصحابِ سنن میں سے کسی نے بیان نہیں کیا' صرف حاکم نے اپنے مستدرک میں بیان کیا' اس لئے یہ حدیث غریب ہے۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ بنی النجار کے ایک قبیلے سے گزرے تو چھوٹی بچیاں دف کیساتھ یہ کہہ رہی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَارِ يَاحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

''ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں' محمد کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ جانتا ہے انصار والو کہ میرا دل بھی تم سے محبت کرتا ہے''۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے' تھوڑے سے انتظار کے بعد جب وہ قریب سے گزرے تو حضور ﷺ نے اردگرد موجود انصار سے کہا: ''خدا جانتا ہے! لوگوں میں سے تم مجھے محبوب ترین ہو''۔ یہ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا۔

امام احمدؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سواری پر انکے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تاجر ہونے کی وجہ سے مشہور تھے' جبکہ حضور ﷺ کو اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔ حضور ﷺ کی صحت ماشاء اللہ اچھی تھی جس سے وہ بھرپور نوجوان نظر آتے تھے۔ راستے میں جو بھی ملتا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملتا اور پوچھتا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ تمہارے آگے کونسا آدمی ہے؟ وہ فرماتے: یہ مجھے راستہ دکھاتا ہے' پوچھنے والا سمجھتا کہ شاید کوئی راہنما ہے جو مدینہ کا راستہ دکھا رہا ہے' جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مراد خیر اور نیکی کا راستہ تھا۔ ایک جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک گھڑ سوار کو تعاقب کرتے ہوئے پایا' فرمایا: یارسول اللہ! یہ کوئی گھڑ سوار ہمارا تعاقب کر رہا ہے اور ہمارے قریب پہنچنے والا ہے''۔ حضور ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور

Marfat.com

فرمایا: ''اے اللہ! اسکو پچھاڑ (گرا) دے''۔ حضور ﷺ کا یہ کہنا تھا کہ گھڑ سوار کو گھوڑے نے پٹخ دیا اور پھر کھڑے ہو کر ہنہنانے لگا۔ اس سوار نے کھڑے ہو کر کہا: ''اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ جو چاہیں مجھے حکم دیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہیں سے واپس چلے جاؤ' اور کسی کو ہمارے پیچھے نہ آنے دو''۔ مدینہ کے قریب پہنچنے کے بعد حضور ﷺ ایک کھلے میدان میں اُترے اور آپ ﷺ نے انصار کو پیغام بھیجا' وہ آ کر کہنے لگے: آپ ﷺ بے خوف ہو کر چلیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ سوار ہوئے اور انہوں نے آپکو مسلح گھیرے میں لے لیا۔ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو لوگ آپ ﷺ کو دیکھنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ وہ کہنے لگے! اللہ کے نبی آ گئے ہیں' حضور چلتے چلتے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب پہنچ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باتیں کرنے لگے۔ باتوں کی آواز سُن کر ایک یہودی عبداللہ بن سلام (بعد میں مسلمان ہو گئے) جو قریب ہی کھجوریں چُن رہے تھے' بھاگم بھاگ آئے' کھجوروں کا تھیلا انکے ہاتھ میں ہی پکڑا ہوا تھا' وہ آئے' حضور ﷺ کی باتیں سُنیں پھر چلے گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ہمارے رشتہ داروں میں سے یہاں قریب ترین گھر کس کا ہے؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا اے اللہ کے نبی' یہ دیکھئے یہ میرا گھر ہے اور یہ اسکا دروازہ ہے''۔ فرمایا: ''اچھا جاؤ' اور ہمارے لئے جگہ بناؤ''۔ وہ گئے اور جگہ بنائی' پھر فرمایا: ''یارسول اللہ! میں نے جگہ بنا دی ہے' آپ ﷺ اللہ کی برکت سے تشریف لائیے''۔ جب حضور ﷺ تشریف لے آئے تو انکے پاس عبداللہ بن سلام آیا اور اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے برحق نبی ہیں' اور آپ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے' پھر کہا: یہود میرے بارے میں جانتی ہے کہ میں انکا سردار اور سردار کا بیٹا ہوں' ایسے ہی اُن میں سے سب سے زیادہ جاننے والا ہوں' آپؐ انہیں مجلس میں بلایئے اور ان سے پوچھیے' وہ آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے یہودیو! اللہ سے ڈرو' قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں' بیشک تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا برحق رسول ہوں اور جو چیز میں لیکر آیا ہوں وہ بھی برحق ہے' اس لئے اسلام لے آؤ''۔ انہوں نے تین دفعہ کہا: ہم نہیں جانتے''۔ اس حدیث کو بخاری نے بھی روایت کیا۔

Marfat.com

بیہقی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ انکے ہاں ٹھہرے تو انہوں نے نیچے کمرے میں سکونت اختیار کی اور ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بالاخانے میں' پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے کہا: کیا ہم حضور ﷺ کے سَر پر چلیں؟ چنانچہ وہ بھی حضور ﷺ کے پہلو میں رہنے لگے۔ پھر حضور ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے نیچے والا حصّہ زیادہ آرام دِہ ہے'' حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس چھت پر نہیں رہوں گا جس کے نیچے آپ ﷺ ہوں۔ حضور ﷺ اوپر چلے گئے اور ابوایوب رضی اللہ عنہ نیچے رہنے لگے۔ وہ حضور ﷺ کیلئے کھانا پکایا کرتے تھے اور جب کھانا واپس آتا تو پوچھتے: حضور ﷺ نے کہاں سے کھایا ہے اور پھر وہیں سے کھاتے۔ ایک دن آپ ﷺ کے لئے ایسا کھانا تیار کیا گیا جس میں تھوم تھا' جب کھانا واپس آیا اور انہوں نے حسب معمول پوچھا کہ حضور ﷺ نے کہاں سے کھایا ہے؟ تو اُنہیں بتایا گیا کہ آج حضور ﷺ نے کھانا نہیں کھایا' اس پر وہ گھبرا گئے اور فوراً حضور ﷺ کے پاس آکر پوچھا: کیا یہ حرام ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں' لیکن میں اُسے پسند نہیں کرتا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں بھی ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہوں جس کو آپ ﷺ ناپسند کرتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے: حضور ﷺ اسلئے ناپسند کرتے تھے کہ انکے پاس فرشتہ آیا کرتا تھا۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضور ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پتے دار سبزیاں تھیں' حضور ﷺ نے پوچھا تو آپ کو بتایا گیا۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا تو کھانا پسند نہیں کیا بلکہ فرمایا: تم کھالو' میں ایسے آدمی سے باتیں کرتا ہوں جن سے تم نہیں کرتے''۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر رہائش اختیار کرنے کے بعد پہلا ہدیہ جو میں حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر گیا وہ دودھ اور گھی میں بنی ہوئی چوری تھی جو میں ایک بڑے پیالے میں لے کر حاضر ہوا۔ میں نے کہا: یہ میری والدہ نے بھیجا ہے' فرمایا: ''اللہ اسمیں برکت دے''۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو بلایا اور انہوں نے آکر

Marfat.com

کھالیا۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ گوشت اور ثرید لے آئے' اس دن رات گئے تک تین چار آدمی کھانا لاتے رہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کھاتے رہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر حضور ﷺ سات ماہ تک رہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر پر اقامت کے دوران حضور ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دیکر بھیجا تاکہ وہ حضرت فاطمہؓ' ام کلثومؓ' حضرت سودۃ بنت زمعۃؓ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لے آئیں۔ حضرت رقیہؓ اپنے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے ہی ہجرت کر چکی تھیں اور حضرت زینبؓ اپنے خاوند ابو عاص بن ربیع کیساتھ مکہ میں تھیں۔ واپسی پر ان کے ساتھ ام ایمنؓ اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو لے کر آگئے جن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں۔ اس وقت تک انکی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ حضور ﷺ انکے گھر رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بصرآئے اور ان دنوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے عامل تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انکا استقبال کیا اور انہیں اپنے گھر میں ایسے ہی ٹھہرایا جس طرح انہوں نے حضور ﷺ کو ٹھہرایا تھا اور اپنے گھر کی وہ چیزیں جو اوروں کے لئے نہیں کھولی اور بتائی جاتی تھیں وہ انکے لئے روا رکھیں پھر جب انہوں نے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں بیس ہزار درہم اور چالیس غلام دیئے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد وہ گھر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے غلام افلح کی تحویل میں آگیا اور مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے ان سے ایک ہزار دینار میں خرید لیا اور ضروری مرمت کروا کے مدینہ کے اہل بیت میں سے فقراء کو ہبہ کر دیا۔

ایسے ہی حضور ﷺ کا دار بنی نجار میں اترنا بھی انکے لے بڑی سعادت کی بات تھی۔ کیونکہ مدینہ میں بڑے بڑے نو محلّے یا حویلیاں تھیں' ہر حویلی کے اپنے گھر' کھیت' باڑے وغیرہ ہوا کرتے تھے اور ہر حویلی میں ایک قبیلے کے آدمی رہتے تھے۔ اس طرح وہ آپسمیں ایک طرح کے ملے ہوئے گاؤں تھے' اللہ تعالیٰ نے ان نو قبیلوں میں سے بنی نجار کو حضور ﷺ

Marfat.com

کی خدمت کے لئے چنا۔

صحیحین میں حضرت شعبہؒ سے مروی ہے کہ میں نے قتادہ کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: انصار کے گھروں میں سے بنو النجار کے گھر سب سے افضل ہیں' پھر بنو عبدالاشہل' پھر بنو الحارث بن خزرج' پھر بنو ساعدۃ۔ اور انصار کے ہر گھر میں خیر ہے"۔ حضرت سعد بن عُبادۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرا خیال تھا کہ حضور رضی اللہ عنہ نے ہم پر اوروں کو فضیلت دی ہے تو کسی نے کہا: تم کو بھی تو بہت سوں پر فضیلت دی ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں امام بخاری اور مسلم نے ان کو انس رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا۔

ابوحمید بھی حضور ﷺ سے ایسے ہی نقل کرتے ہیں' لیکن اسمیں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ابو اسید رضی اللہ عنہ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے انصار کے مراتب بیان کیے تو ہمیں سب سے آخر میں رکھا"۔ حضرت سعد حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ نے انصار کے خیر کے مراتب بیان کیے اور ہمیں سب سے آخر میں رکھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہارے لئے یہی کافی نہیں کہ تم اخیار میں سے ہو جاؤ؟"۔

اہل مدینہ میں سے مسلمان ہونے والے تمام انصار کے لئے دین و دنیا میں شرف اور بلندی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (سورۃ التوبۃ:۱۰۰)

"اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنیوالے اور مدد کرنے والے اور جو اُنکے پیروکار ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوئے اس سے اور تیار رکھے ہیں واسطے اُنکے باغ کہ بہتی ہیں نیچے اُنکے نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی نیچے اُنکے نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی"۔

Marfat.com

بخاری اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا''۔ بخاری، مسلم اور نسائی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ ایک گھاٹی اور وادی میں جائیں تو میں اس گھاٹی یا وادی میں جانا پسند کرونگا جس میں انصار ہوں''۔

مسلمؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''انصار میری جماعت میں سے اور خاص معتمدین میں سے ہیں''۔

بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضور ﷺ کو کہتے ہوئے سُنا: انصار سے محبت مؤمن ہی کرے گا اور انصار سے بُغض منافق ہی رکھے گا۔ جو اُن سے محبت کرے گا اللہ اُن سے محبت کرے گا اور جو اُن سے بُغض رکھے گا اللہ اُن سے بُغض رکھے گا''۔ ابوداؤد کے سوا باقی سب نے اسکو بیان کیا۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ایک علامت انصار سے محبت بھی ہے اور نفاق کی نشانی انصار سے بُغض ہے''۔

ابو قیس صُرمة بن ابی انس انصاری شاعر نے حضور ﷺ کی آمد، انصار کی حضور ﷺ کیساتھ مدد اور غم خواری کے متعلق اشعار کہے، جن میں اسلام کے لئے اپنے اکرام اور حضور رضی اللہ عنہ کیساتھ برتاؤ کا تذکرہ کرتا ہے۔

(۱) وہ قریش میں دس اور کچھ سالوں تک پھرتے رہے تا کہ کوئی غم خوار دوست پائیں۔

(۲) اور حج کے دونوں میں قبائل پر اپنے آپ کو پیش کرتے تھے، تو کوئی ٹھکانہ دینے والے یا دعوت قبول کرنے والے نہ پاتے تھے۔

(۳) جب وہ ہمارے پاس آئے تو اللہ نے دین کو غالب کیا، اور حضور ﷺ بھی مدینہ میں خوش اور راضی ہو گئے۔

(۴) انہوں نے وہاں دوست بھی پائے جس سے آپ ﷺ مطمئن ہو گئے، اور وہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے واضح طور پر مددگار بن گئے۔

(۵) وہ ہمیں بتاتے تھے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا کہا، اور موسیٰ علیہ السلام نے کیا کہا

Marfat.com

جب انہوں نے منادی کو جواب دیا۔

(۶) آپ ﷺ مدینہ میں کسی سے ڈرنے والے نہ تھے' نہ کسی قریبی اور نہ کسی دور کے لوگوں سے۔

(۷) ہم نے انکے لئے اپنا عمدہ مال خرچ کیا' اور جنگ اور ضرورت کے وقت ہم نے اپنی جانیں بھی پیش کیں۔

(۸) ہم بھی اُس سے دشمنی کرنے لگے جن سے لوگوں میں سے انہوں نے دشمنی کی' اگرچہ وہ ہمارا پیارا غم خوار ہی کیوں نہ ہو۔

(۹) ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی چیز نہیں' اور اللہ کی کتاب ہی ہدایت کا باعث ہے۔

ان اشعار کو ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ مدینہ آئے تو مدینہ کے شمال میں بنی عمرو بن عوف نامی قبیلے میں چودہ دن تک رہے' پھر بنی نجار کو پیغام بھیجا تو وہ مسلح ہو کر آ گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اب بھی میری آنکھوں میں وہ منظر موجود ہے کہ حضور ﷺ کے پیچھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک سواری پر سوار ہیں اور بنی نجار کے لوگ اُن کے اِردگرد تلواریں لئے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے پہنچ گئے۔ اس دوران جہاں کہیں بھی نماز کا وقت ہوتا وہیں نماز پڑھ لیتے حتّٰی کہ بکریوں کے باڑوں میں بھی پڑھ لیتے۔ پھر آپ ﷺ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا تو بنی نجار کو بُلا کر فرمایا: ''بنی نجار والو! مجھ سے اس جگہ کی قیمت طے کر کے لے لو'' انہوں نے کہا: ''خدا کی قسم! اسکی قیمت تو ہم اللہ سے لیں گے''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس پلاٹ میں کچھ مشرکوں کی قبریں' کھنڈرات اور درخت تھے' حضور ﷺ نے حکم دیا تو قبریں اُکھیڑ دی گئیں' کھنڈرات کو برابر کر دیا گیا اور درخت کاٹ لئے گئے۔ پھر فرمایا: درختوں کے تنے مسجد کے محراب کی طرف ترتیب سے لگا دو اور ستون پتھروں کے بنالو۔ چنانچہ وہ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور ساتھ اشعار پڑھ رہے تھے' حضور ﷺ بھی

Marfat.com

انکے ساتھ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے' اے اللہ! انصار ومہاجرین کی مدد فرما''۔ اس حدیث کو بخاری نے کئی مقامات پر اور مسلم نے بھی بیان کیا۔

پیچھے ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ حضور ﷺ کی ہجرت'' کے عنوان کے تحت گزر چکا کہ مسجد کا وہ پلاٹ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں رہنے والے دو یتیم بچے سہل اور سہیل کا تھا' حضور ﷺ نے ان سے بھاؤ تول کرنا چاہا تو انہوں نے کہا: ''یارسول اللہ! ہم آپ ﷺ کو ہبہ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے انکار فرما دیا اور پھر خرید کر وہاں مسجد تعمیر کی۔ مٹی اور پتھر وغیرہ منتقل کرتے ہوئے حضور ﷺ یہ اشعار بار بار پڑھ رہے تھے:

هَذَا الحِمَالُ لَاحِمَالُ خَيْبَرْ هَذَا الْبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَر

''یہ تعمیر کے لئے محنت کرنا خیبر کی کھجوریں چننے کی طرح نہیں ہیں' یہ ہمارے رب کے ہاں زیادہ پاکیزگی اور ثواب کا باعث ہے''۔ پھر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَة فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

''اے اللہ اجر تو آخرت کا اجر ہے' اے اللہ! انصار ومہاجرین کو بخش دے''۔

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا: اسعد بن زرارۃ نے ان یتیموں اسکے عوض اپنے باغ کے کچھ کھجور کے درخت دے دیئے۔ بعض کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اُن سے وہ جگہ خرید لی تھی۔

میں کہتا ہوں: محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ دو یتیم بچے سہل اور سہیل معاذ بن عفراء کی کفالت اور نگرانی میں تھے۔

بیہقی نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا: جب آنحضرت ﷺ مسجد تعمیر کر رہے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم بھی باہم آپ ﷺ سے تعاون کر رہے تھے حتّٰی کہ پتھر اور مٹی لینے دینے کی وجہ سے آپ ﷺ کا سینہ مبارک بھی غبار آلود ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اسکو ویسے ہی تعمیر کرو جیسے موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ تھا' میں نے حسن سے پوچھا: موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ کیسے تھا؟ فرمایا: جب ہاتھ اُٹھاتے تو چھت تک پہنچ جاتا تھا''۔

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی' اسکی چھت کھجوروں کے پتے اور ستون کھجور کے تنوں سے بنے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسمیں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسمیں کچھ جگہ کا اضافہ تو کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی کچی اینٹوں، پتوں اور کھجور کے تنوں سے ہی بنائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسمیں بہت سا اضافہ کیا اور انہوں نے اسکی دیواریں منقش پتھروں اور گچ سے بنادی، ایسے ہی ستون بھی منقش پتھروں اور چھت ساکھو کی لکڑی سے بنایا"۔ اس روایت کو بخاری نے بھی ایسے ہی ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ اضافہ اس حدیث کی بنیاد پر کیا تھا جس کو امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "جس نے اللہ کی خاطر پرندے کے انڈے کے برابر بھی مسجد تعمیر کی، اسکے لئے اللہ جنت میں گھر تعمیر کریگا"۔ اور اس وقت موجود صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکی موافقت کی اور بعد میں بھی کسی نے اسکو بدلنے کی کوشش نہیں کی۔

اسی سے استدلال کرتے ہوئے علماء کہتے ہیں: زیادتی کا حکم مزید کے حکم کی طرح ہوتا ہے لہذا وہ مسجد کے تمام احکام مثلاً نماز کے ثواب کے دُگنا ہونے، اسکی طرف ثواب کی نیت سے جانے میں بھی لاگو ہوگیا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے اضافہ کیا گیا اور اسمیں ازواجِ مطہرات کے حجرات شامل کئے گئے، پھر اسکے بعد تو بہت اضافہ کیا گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں اُترے، یہاں تک کہ مسجد اور حجرے تعمیر ہوگئے۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت کی تاکہ مسلمانوں کو ترغیب ہو، چنانچہ مہاجرین اور انصار سب نے اسمیں شرکت کی، ایک مسلمان نے کہا:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

"اگر ہم بیٹھے رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کام کرتے رہیں، تو یہ ہمارا بڑا ہی بُرا (گمراہ کن) عمل ہوگا"

مسلمانوں نے کام کرتے ہوئے یہ اشعار بھی گائے۔

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْآخِرَۃ اَللّٰھُم ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

"اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اے اللہ انصار اور مہاجرین کے حال پر رحم فرما"

Marfat.com

حضور ﷺ نے بھی فرمایا: ''اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے' اے اللہ! انصار و مہاجرین کو بخش دے'' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور اُن پر بہت سی اینٹوں (پتھروں) کا بوجھ لدا ہوا تھا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! انہوں نے تو مجھے مار دیا' خود اتنی نہیں اُٹھاتے جتنی مجھے دے دیتے ہیں''۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں ''میں نے دیکھا حضور ﷺ خود اپنے ہاتھ سے اسکی چادر سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور فرماتے ہیں: ''ابن سمیہؓ کے لئے ہلاکت ہو' یہ وہ نہیں ہیں جو تجھے قتل کریں گے' تجھے تو ایک باغی گروہ قتل کریگا''۔ یہ حدیث منقطع ہے بلکہ محمد بن اسحاق سے لیکر حضرت امّ سلمہؓ تک کے درمیان کے راوی مذکور نہیں۔

مسلم نے اپنی کتاب میں حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے فرمایا: ''عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کریگا''۔ مسلم نے حضرت امّ سلمہؓ سے یہ بھی نقل کیا: حضور ﷺ نے عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا جبکہ وہ پتھر لے جا رہے تھے: ''ابن سمیہؓ! تمہارے لئے ہلاکت ہو! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔

بیہقی نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ہم مسجد کی تعمیر میں ایک ایک اینٹ یا پتھر اُٹھا کر لے جا رہے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ دو دو۔ حضور ﷺ نے انکو دیکھا تو اُن سے مٹی جھاڑنے لگے اور کہنے لگے: ''عمار کے لئے ہلاکت ہو ایک باغی گروہ اسکو قتل کریگا' یہ اُنہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اسے جہنم کی طرف بلائیں گے''۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

امام بخاری نے اس حدیث کو عبدالوہاب الثقفی سے نقل کیا لیکن اس میں یہ ذکر نہیں: ''تجھ کو ایک باغی گروہ ہلاک کریگا''۔

بیہقی کہتے ہیں: لگتا ہے وہ اسکو چھوڑ گئے ہیں' کیونکہ مسلم نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تیرے لیے ہلاکت ہو اے ابن سمیہ! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

ابوداؤد طیالسیؒ سے ابو سعید رضی اللہ عنہ نقل کیا: جب حضور ﷺ خندق کھود رہے تھے تو سارے لوگ ایک ایک اینٹ اُٹھا رہے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ درد سے کراہنے کے باوجود دو دو

Marfat.com

اینٹیں اُٹھا رہے تھے۔ ابو سعید کہتے ہیں: مجھے بعض ساتھیوں نے بتایا کہ حضور ﷺ اس کے سر سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''ابن سمیہ رضی اللہ عنہ! تمہارے لئے ہلاکت ہو تمہیں باغی گروہ قتل کریگا''۔

بیہقی کہتے ہیں: ابو سعید رضی اللہ عنہ کی خود اپنی سُنی ہوئی اور اپنے ساتھیوں سے منقول حدیث میں فرق ہے اس لئے ہوسکتا ہے ''خندق'' کا لفظ انکا اپنا وہم ہو یا ہوسکتا ہے حضور ﷺ نے مسجد تعمیر کرتے ہوئے اور خندق کھودتے ہوئے دونوں وقت ایسا کہا ہو۔

میں کہتا ہوں: خندق کھودنے میں اینٹیں اُٹھانے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی، اسلئے لگتا یہی ہے کہ ناقل کو شبہ ہوا ہے۔ یہ حدیث حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے کیونکہ اسمیں حضور ﷺ نے بطور پیشین گوئی فرمایا کہ انہیں ایک باغی گروہ قت کریگا، اور واقعی جنگِ صفین میں اہل شام نے انکو قتل کردیا جبکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑ رہے تھے۔

اس معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حق بجانب تھے۔ لیکن باغی کہنے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا کافر ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ بعض جاہل شیعوں نے ان کو باغی ثابت کرنیکی کوشش کی، کیونکہ بظاہر مدّ مقابل ہونے کے باوجود جنگ کے معاملہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ہر مجتہد کا اجتہاد درست نہیں ہوتا، بلکہ غلط اجتہاد کرنے والے کو ایک اور درست اجتہاد کرنے والے کو دوہرا اجر ملتا ہے۔

باقی جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا: عمّار انہیں جنت کی طرف بُلا رہا ہوگا اور وہ اُسے جہنم کی طرف لیجانا چاہیں گے'' اسکا مطلب یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی اہلِ شام کو الفت اور اتحاد و اتفاق کی طرف بُلا رہے ہونگے اور اہل شام حقدار کی موجودگی میں بھی اس معاملہ کو اُلجھانے اور بھڑکانے کی کوشش کریں گے۔ دوسرا اسکا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر لشکر کا اپنا امام اور امیر ہوگا، اس سے جماعت میں گروہ بندی اور اُمت میں اختلاف پیدا ہوجائیگا، گویا انکے نہ چاہتے ہوئے بھی اُن سے یہ کام سرزد ہوگئے اور اُن دونوں کے اپنے اپنے موقف سے یہ بات سامنے آئی اگرچہ وہ نہیں چاہتے تھے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو لوگوں سے خطاب کرنے کے لئے کوئی منبر نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ ایک تنے سے ٹیک لگا کر تقریر کیا کرتے تھے اور خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ کے لئے منبر بنایا گیا تو آپ ﷺ خطبے کے لئے اس منبر کی طرف بڑھے، لیکن ابھی اس ستون سے گزرے ہی تھے کہ وہ دس ماہ کی گابھن اونٹنی کی طرح رونے لگا، حضور ﷺ واپس لوٹے اور اُسے تسلیاں دیں یہاں تک کہ وہ اس طرح خاموش ہو گیا جس طرح بچے کو تھپکیاں دی جائیں تو وہ ہچکیاں لیکر خاموش ہوتا ہے۔ یہ حدیث سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ام سلمہؓ سے بھی منقول ہے۔

حسن بصریؒ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے: ''اے مسلمانو! تنا تو حضور ﷺ کے شوق میں روئے، تو کیا جن کو حضور ﷺ کے ملنے کی اُمید ہے وہ اس کے زیادہ حق دار نہیں کہ حضور ﷺ سے ملنے کا شوق رکھیں؟''۔

مسجد نبوی اور قباء کے فضائل

امام احمد نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: بنی خدرۃ اور بنی عمرو بن عوف کے دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا کہ وہ کونسی مسجد ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے ''اُسِّسَ علی التقویٰ''۔ خدری نے کہا: وہ مسجد نبوی ہے اور عمری نے کہا: مسجد قباء ہے، وہ دونوں حضور ﷺ کے پاس آئے اور اس کے بارے میں پوچھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ یہی مسجد ہے اور فرمایا: ''مسجد قباء میں بہت زیادہ خیر ہے''۔

امام احمدؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: دو آدمی اس مسجد کے بارے میں جھگڑنے لگے جسکے بارے میں کہا گیا ہے ''اُسِّسَ علی التقویٰ''۔ پھر انہوں نے سابقہ روایت کی طرح ذکر کیا۔

صحیح مسلم میں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی سعید سے پوچھا: تم نے اپنے باپ سے ''اُسِّسَ علی التقویٰ'' والی مسجد کے بارے میں کیا سُنا؟ اُس کہا: میرے باپ نے بتایا: میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور میں نے اُن سے پوچھا

Marfat.com

کہ اس سے کونسی مسجد مراد ہے۔ حضور ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور انہیں زمین پر مارا' پھر فرمایا: ''وہ یہی مسجد ہے''۔

امام احمد نے سہل بن سعد سے نقل کیا: حضور ﷺ کے زمانے میں دو آدمیوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہوا جس کو تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک نے کہا: وہ حضور ﷺ کی مسجد ہے' دوسرے نے کہا: مسجدِ قباء ہے' وہ دونوں حضور ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا تو فرمایا: ''وہ میری مسجد ہے''۔

امام احمد نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ مسجد جسکی تعمیر تقویٰ کی بنیاد پر ہوئی وہ میری یہ مسجد ہے''۔

یہ متعدد طریقے ہیں اور ان کے ظاہر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجدِ نبوی ہے' اس کی طرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' سعید بن المسیب'' وغیرہ گئے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں: آیت کا مسجدِ قباء کے بارے میں اُترنے اور ان احادیث میں کوئی منافاۃ نہیں کیونکہ یہ مسجد ان صفات کیساتھ متصف ہونے کی زیادہ حق دار ہے اور ان تین مساجد میں سے ایک ہے جس کی طرف سفر کرنا درست ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''سفر نہیں اختیار کیا جاسکتا مگر تین مسجدوں کی طرف' میری یہ مسجد' مسجدِ حرام اور مسجد بیت المقدس''۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں: ''سفر نہیں اختیار کیا جاسکتا مگر تین مسجدوں کی طرف'' اور پھر پوری حدیث ذکر کی۔

صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز باقی مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجدِ حرام کے''۔

مسند احمد میں اسکے بعد یہ اضافہ بھی ہے ''وہ اس سے بھی افضل ہے''۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے''۔

Marfat.com

امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ مسجد نبوی مسجدِ حرام سے بھی افضل ہے کیونکہ بیت اللہ کو ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ہے اور مسجدِ نبوی کو حضور ﷺ نے' اور یہ بات تو واضح ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی افضل ہیں جمہور علماء اسکے خلاف گئے ہیں اور انکا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد حرام افضل ہے' کیونکہ وہ ایک ایسے شہر میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین کی پیدائش سے محترم بنایا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور علیہ السلام نے بھی اسکو محترم ہی رکھا۔ لہذا اس میں ایسی صفات ہیں جو کسی اور میں نہیں۔

ازواج مطہرات کے لئے حجروں کی تعمیر

حضور ﷺ نے اپنے لئے اور گھر والوں کے لئے مسجد کے اِرد گرد حجرے تعمیر کروائے' جو چھوٹے اور نیچی چھتوں والے تھے۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں: میں حضور ﷺ کے حجروں کی سب سے اونچی چھت کو اپنے ہاتھ سے چھولیا کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: حضرت حسن بصریؒ لمبے قد والے تھے اسلئے اپنے ہاتھ سے چھت چھو لیا کرتے تھے۔ سہیلی روض میں کہتے ہیں: حضور ﷺ کے تعمیر کردہ حجرے کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے تھے جن پر مٹی لیپی ہوئی تھی اور بعض اوپر نیچے چُنے ہوئے پتھروں سے بنے ہوئے تھے اور چھتیں سب کی کھجور کے پتوں کی تھی۔

بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ کے گھروں کے دروازوں کو ہاتھوں سے کھٹکھٹایا جاتا تھا' اس سے پتہ چلتا ہے کہ انکی کنڈیاں نہیں تھیں۔ یہ تمام حجرے حضور ﷺ کی وفات کے بعد مسجد میں شامل کر لئے گئے۔

واقدی اور ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں: جب عبداللہ بن اُریقط الدئلی مکہ واپس لوٹے تو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ انکے گھروالوں کو مکہ سے لے آئیں' انکے ساتھ دو اونٹ اور پانچ سو درہم بھی بھیجے تھے' تاکہ انکے ساتھ مزید اونٹ وادی قدید سے خرید لیں۔ وہ گئے اور حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت ام کلثومؓ اور فاطمہؓ اور دونوں بیویاں حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ اور انکی والدہ ام رومان کو لے آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ کے یہ گھر والے واپسی

Marfat.com

پر حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ آئے تھے' راستے میں حضرت عائشہؓ اور ان کی والدہ ام رومان کا اونٹ بدکنے لگا' ام رومان نے کہا: ہائے میری بچی! حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے کسی کو کہتے سُنا: اسکی لگام چھوڑ دے' میں نے چھوڑ دی تو وہ اللہ کے حکم سے رُک گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا' یہ حضرات وہاں سے چلے اور مدینہ کے قریب آ کر پڑاؤ کیا۔ پھر آٹھ مہینے بعد شوال کے مہینے میں حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح فرمایا۔ انکے ساتھ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی آئی تھیں جو اس وقت حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے حاملہ تھیں۔

مدینہ کی آب و ہوا کا مخالف ہونا

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا۔ فرماتی ہیں: میں انکے ہاں گئی اور کہا: ابا جی رضی اللہ عنہ! کیا حال ہے؟ اے بلال رضی اللہ عنہ! اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو؟ فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار ہو جایا کرتا تھا تو وہ کہا کرتے تھے:

كُلُّ امرىءٍ مُصَبَّحٌ فِي اَهْلِه   وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نعله

"ہر آدمی اپنے گھر والوں میں اس حال میں صبح کرتا ہے کہ موت اسکے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے"

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب اُتر جاتا تو کہا کرتے تھے:

اَلَالَيْتَ شِعْرِى هَلْ اَبِيْتَنَّ لیلة   بوادٍ وحولى اِذ خرة وجَلِيلُ؟

وهَلْ اَرِدَنَّ یوماً میاهٔ مجنَّةٍ   وهل يبدون لى شامةٌ وَطُفیلُ؟

"اے کاش! میں ایسی وادی میں رات گزاروں کہ میرے اِردگرد اذخر اور جلیل گھاس ہو۔ کیا میں مجنہ کے پانیوں کی گھاٹوں پر کبھی اُتروں گا' اور کیا میرے لئے شامہ اور طفیل ظاہر ہوں گے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں حضور ﷺ کے پاس آئی اور انہیں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی ہی محبت ڈال دے جیسے ہمیں مکہ سے

Marfat.com

محبت تھی یا اس سے بھی زیادہ' اسے ہمارے لئے صحیح بنا دے اور ہمارے لئے اسکے صاع اور مُدّ (دو پیمانے) میں برکت ڈال' اسکے بخار اور وباء کو نکال کر جحفہ پر ڈال دے"۔

مسلم نے بھی اسکو مختصراً ذکر کیا۔ بخاری کے لئے ایک روایت حضرت عائشہؓ سے یہ بھی ہے جس میں حضرت عائشہؓ کے مذکورہ قول کے بعد یہ ہے: "اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما' جنہوں نے ہمیں وبائی سرزمین کی طرف نکلنے پر مجبور کر دیا" پھر حضور ﷺ نے دُعا فرمائی: "اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی ہی محبت ڈال دے جیسے ہمیں مکہ سے محبت تھی یا اس سے بھی زیادہ' اُسے ہمارے لئے دوست بنا دے اور ہمارے لئے اسکے صاع اور مُدّ میں برکت ڈال' اور اسکے بخار کو جحفہ منتقل کر دے"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ہم مدینہ آئے تو یہ سب سے زیادہ وبائی جگہ تھی' اسکے کنوئیں میں بہت کم پانی تھا۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر ؓ' انکے غلام عامر بن فہیرہ ؓ اور بلال ؓ کو بخار ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے عیادت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے دے دی' چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے حضرت ابوبکر ؓ سے پوچھا: اپنے آپ کو کیسے پاتے ہیں؟

انہوں نے کہا:

كُلُّ امْرِىءٍ مُصَبَّحٌ فِي اَهله   والموتُ اَدنى مِن شِرَاكِ نَعْله

"ہر آدمی اپنے گھر میں اس حال میں صبح کرتا ہے کہ موت اسکے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے"۔

حضرت عامر ؓ سے حال پوچھا تو انہوں نے کہا:

اِنّی وجدت الموتَ قبل ذَوقِه   اِنَّ الجبَانَ حتفُهُ من فَوقِه

"میں نے موت کو چکھنے سے پہلے ہی پا لیا' بے شک بزدلوں کی موت اوپر سے ہی ہوتی ہے"۔

حضرت بلال ؓ سے خیر خیریت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

یالیت شعری هل ابیتنَّ لیلةً   بفخ وحولی اِذخرٌ وجلیل

Marfat.com

"اے کاش! میں فخ مقام پر ایک رات گزارتا' جبکہ میرے ارد گرد اذخر اور جلیل کا گھاس ہوتا"۔

حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کے پاس آئیں اور انہیں بتایا۔ حضور ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ! ہمارے دل میں مدینہ کی ایسی محبت پیدا کردے جیسے مکہ کی تھی یا اس سے بھی زیادہ' اے اللہ! ہمارے صاع اور مُدّ میں برکت فرما' اور اسکی وباء مَهْيَعَة (جحفہ) منتقل فرمادے"

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے دیکھا گویا کالی رنگت اور پراگندہ بالوں والی عورت مدینہ سے نکلی اور مَهْيَعَة (جحفہ) چلی گئی' میں نے اسکی تعبیر یہ نکالی کہ مدینے کی وباء مَهْيَعَة منتقل ہوگئی ہے۔ یہ بخاری کے لفظ ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا۔

ہشام کہتے ہیں: اسکے بعد جحفہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو بالغ ہونے سے پہلے بخار ہو جاتا۔ یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے نقل کیا: جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں وباء پھیلی ہوئی تھی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف اور بیماری نے آلیا' لیکن حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: عمرۃ القضاء کے سال چار ذی القعدۃ کو حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے' تو مشرکین نے کہا: اب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن کو یثرب کی وباء نے کمزور کردیا ہے' حضور ﷺ نے انکو حکم دیا کہ طواف میں رمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان چل لیں' تمام چکروں میں رمل کرنے سے انکی کمزوری کو مدنظر رکھ کر فرمایا۔

میں یہ کہتا ہوں: عمرۃ القضاء سات ہجری اور ذی القعدہ کے مہینے میں تھا' تو حضور ﷺ نے جو وباء منتقل ہونے کی دعا کی تھی وہ یا اسکے بعد قریب تھی یا بخار تو ختم ہوگیا تھا لیکن اسکے کچھ اثرات باقی تھے اور پورے زائل نہیں ہوئے تھے۔

یہودِ مدینہ سے معاہدہ

مدینہ میں یہودیوں کے بہت سے قبیلے آباد تھے۔ جن میں سے مشہور ترین "بنو قینقاع' بونضیر' بنو قریظہ" وغیرہ تھے' جو طبری کی روایت کے مطابق مقدس مقامات پر "بخت

Marfat.com

نصر" کے حملہ کے زمانے سے یہاں کر آباد ہو گئے تھے' پھر جب قوم سبا پر سیلاب کا عذاب آیا اور وہ تتر بتر ہو گئے تو "اوس" اور "خزرج" کے قبیلے بھی مدینہ آ کر آباد ہو گئے' انہوں نے یہودیوں سے معاہدے کر لئے اور یہودیوں کی علمیت کی وجہ سے انکی وضع قطع اختیار کرنے لگے' لیکن اللہ کی شان کہ یہ مشرک تو ہدایت اور اسلام سے معمور ہوئے اور وہ حسد اور تکبر کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

امام احمدؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخاۃ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر کروائی"۔

احمدؒ' بخاریؒ' مسلمؒ' ابوداؤدؒ میں یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس طرح منقول ہے: "حضور رضی اللہ عنہ نے قریش اور انصار کے درمیان معاہدہ میرے گھر میں کروایا"۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان ایک معاہدہ لکھا: "وہ ایک دوسرے کا تاوان ادا کریں' قیدیوں کا فدیہ اچھے طریقے سے ادا کریں اور لوگوں کے درمیان صلح کریں"۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے! "ہر قبیلے پر اسکی دیت ہوگی"۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان ایک معاہدہ لکھا' جس میں یہودیوں سے وعدہ کیا اور انہوں نے بھی معاہدہ کیا جسمیں انکو انکے دین و مال پر رکھا' وہ معاہدہ کچھ اس طرح تھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم' یہ محمد کی طرف سے قریشی مؤمنین' مسلمین اور یثرب والوں کے درمیان معاہدہ ہے۔ قریش آپسمیں ایک قوم ہیں' ان قریشیوں میں سے جو مہاجرین ہیں وہ اپنی عادت کے مطابق دیت ادا کریں گے' اور قیدیوں کا فدیہ اچھے طریقے سے ادا کریں گے۔ بنی عوف بھی اپنی پہلی عادت کیمطابق دیت وغیرہ ادا کریں گے' اور ہر گروہ اپنے قیدیوں کو فدیہ دیکر اچھے طریقے سے چھڑوائے گا' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے انصار کے تمام قبائل گنے' ایسے ہی بنی ساعدۃ' بنی جشم' بنی النجار' بنی عمرو بن عوف اور بن النبیت سب کا تذکرہ

Marfat.com

کیا۔ آگے فرمایا: مؤمنین اپنے درمیان کسی ایسے مقروض کو نہیں چھوڑیں گے جو فدیہ یا دیت کی وجہ سے زیر بار ہو کوئی مؤمن کسی دوسرے مؤمن کیخلاف کسی کو حلیف نہیں بنائے گا۔ مؤمنین سب کے سب باغیوں ظلم گناہ سرکشی اور مسلمانوں میں فساد کرنے والوں کے خلاف اکٹھے اور متحد لڑیں گے اگرچہ وہ کسی کی اولاد ہی کیوں نہ ہو کسی مؤمن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا کسی کافر کی مومن کے خلاف مدد نہیں کی جائے گی اللہ کی پناہ سب کے لئے برابر ہوگی اور چھوٹے سے چھوٹا بھی کسی کو پناہ دے سکے گا مؤمنین آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہونگے۔ جو یہودی ہمارے پاس آ جائیگا تو مظلوم اور انکے خلاف مدد طلب نہ کرنے کے علاوہ انکی مدد کی جائے گی مسلمانوں کی صلح بھی مشترکہ ہوگی کوئی مسلمان اپنی طرف سے اللہ کی راہ میں برابری اور انصاف کے سوا صلح نہیں کر سکے گا۔ جو لڑائی ہمارے خلاف لڑی جائے گی تو اسکا دفاع اکٹھا کیا جائے گا۔ اللہ کی راہ میں قربانی دینے کے لحاظ سے تمام مسلمانوں کا خون برابر سمجھا جائے گا۔ کوئی مشرک کسی قریشی کو یا اسکے مال کو پناہ نہیں دے سکے گا اور اسکی خاطر مؤمن کے درپے نہیں ہوا جائے گا۔ اگر کسی نے مسلمان کو ناحق قتل کیا تو اس پر تاوان ہے یہاں تک کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے۔ اس آدمی کے لئے حلال نہیں جس نے اس معاہدہ کا اقرار کیا ہو اور آخرت پر ایمان لاتا ہو کہ کسی بدعتی کی مدد کرے یا اسکو ٹھکانہ دے اگر کوئی ایسا کرے تو اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غصہ ہو نہ اسکا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو تو اسکا فیصلہ اللہ اور محمد کی طرف لوٹے گا۔ یہودی جب تک مؤمنین کے ساتھ لڑیں گے اسوقت تک جنگ کے خرچے میں برابر مسلمانوں کے ساتھ شریک رہیں گے۔ بنی عوف کے یہودیوں کا شمار بھی مومنوں کیساتھ ہوگا یہودیوں کا اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کا اپنا ہر ایک کی جان مال کا تحفظ اسکے ذمے ہوگا مگر جو ظلم کرے یا گناہ کرے تو وہ اپنے یا گھر والے کا ذمہ دار ہوگا بنی النجار بنی الحارث بنی ساعدۃ بنی جشم بن اوس بنی ثعلبہ بنی حفینہ اور بنی شطنہ کے لئے وہی چیزیں ہیں جو بنی عوف کے لئے ہیں۔ یہودیوں کی شاخیں خود انکی طرح کی ہیں اور ان میں سے محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں نکالا جائے گا۔ دیت ادا کرنے کے بعد قاتل کا پیچھا نہیں کیا

Marfat.com

جائے گا اور جس نے خود رائی سے کام کیا تو اسکا ذمہ دار وہ خود ہوگا مکہ ظلم سے اور اللہ سے خوش ہوتا ہے یہودیوں پر انکا اپنا خرچہ ہوگا اور مسلمانوں پر اپنا۔ اس معاہدہ کے شرکاء کے خلاف کسی بھی لڑائی کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد ضروری ہوگی آپسمیں نصیحت اور نیکی بھی ہوگی' کوئی حلیف اپنے دوسرے حلیف کیساتھ ظلم نہیں کرے گا بلکہ مدد صرف مظلوم کی ہوگی۔ اس معاہدہ کے شرکاء کے لئے یثرب محترم اور امن والا ہے' اور جس کو پناہ دی جائے گی وہ اپنی جان کی طرح ہو جائیگا نہ اس پر کوئی تکلیف ہوگی نہ گناہ۔ اس معاہدہ کے شرکاء میں کوئی بھی نئی بات یا اختلاف پیدا ہو جائے' جسمیں فساد کا خطرہ ہو تو اسکو اللہ اور محمد کی طرف لوٹایا جائے گا۔ قریش کو یا انکی مدد کرنیوالوں کو پناہ نہیں دی جائے گی' اور اگر انکو صلح کی طرف بلایا جائے گا تو یہ بھی انکے ساتھ صلح کریں گے' اور اگر کہیں لڑیں گے تو انکو بھی وہی حصہ ملے گا جو مومنین کو ملے گا' ہر ایک کو اسکی طرف کا حصہ ملے گا یہ معاہدہ کسی کے ظلم یا گناہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا' اور جو مدینہ سے نکل جائے یا بیٹھ جائے گا تو وہ امن والا ہوگا مگر جو ظلم یا گناہ کرے' نیکی اور تقویٰ کرنے والے کا اللہ حامی اور مددگار ہے۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِيْمٰنَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ الحشر:۹)

''اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں اُن سے پہلے سے وہ محبت کرتے ہیں اُس سے جو وطن چھوڑ کر آئے اُنکے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اُس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے' اور مقدم رکھتے ہیں اُنکو اپنی جان سے' اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے''۔

اور فرمایا:

Marfat.com

﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمٰنُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ (سورۃ النساء:۳۳)

''اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا اُن کو دے دو اُن کا حصّہ بے شک اللہ کے رو برو ہے ہر چیز''۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا:

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ یعنی وارثین'

﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمٰنُكُمْ﴾

فرمایا: جب مہاجرین مدینہ آئے تو مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا وارث ہوتا' خواہ اسکا ذی رحم بھی نہ بن رہا ہو بلکہ اس مؤاخاۃ کی بنیاد پر تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے درمیان قائم کی تھی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ تو حکم منسوخ ہو گیا' پھر آگے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمٰنُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾

یعنی مدد' علمبرداری اور نصیحت میں سے اسکا حصّہ دو۔

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں معاہدہ ہمارے گھر میں کروایا''۔ سفیان کہتے ہیں: میرے خیال میں معاہدہ کے بجائے مؤاخاۃ کا لفظ استعمال کیا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں مؤاخاۃ کروائی' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لئے دو دو بھائی بھائی بن جاؤ''۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''یہ میرا بھائی ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مرسلین کے سردار اور متقین کے امام ہیں' وہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی تھے۔ حضرت حمزۃ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور اللہ کے شیر اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بن گئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھائی بن گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں: جعفر اُس دن حبشہ میں تھے اور یہ مؤاخاۃ انکی عدم موجودگی میں کی گئی۔

Marfat.com

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خارجہ بن زید الخزرجی رضی اللہ عنہ بھائی بن گئے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ آپسمیں بھائی بن گئے۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سلمۃ بن سلامۃ رضی اللہ عنہ بھائی بن گئے۔ بعض کہتے ہیں: زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھائی بن گئے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اوس بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ بھی بھائی بن گئے۔ حضرت طلحہ بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابوایوب رضی اللہ عنہ بھائی تھے۔ ابو حذیفہ بن عتبہ اور عباد بن بشر دونوں بھائی تھے' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور خدیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھائی تھے' بعض کہتے ہیں: عمار رضی اللہ عنہ اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھائی تھے' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں بھائی بھائی بن گئے۔ حاطب بن ابی بلتعۃ رضی اللہ عنہ اور عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ دونوں بھائی بن گئے۔ ایسے ہی سلمان رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھائی بن گئے' اور بلال رضی اللہ عنہ اور ابورویحۃ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی بھائی بن گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: یہ وہ نام ہیں جن کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخاۃ کی اور انکے نام ہم تک پہنچے۔

میں کہتا ہوں: بعض ذکر کردہ نام قابلِ غور ہیں' جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ والی روایت کو علماء نے ماننے سے انکار کردیا اور فرمایا: یہ مؤاخاۃ آپسمیں رشتہ داری اور تالیفِ قلب کے لئے تھی۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی کیساتھ ایسی مؤاخاۃ نہیں ہوئی جیسے اوپر مذکور ہے۔ ایسے ہی حمزۃ رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ بھی مروّجہ نہ تھی' بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ کسی کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتے تھے' کیونکہ بچپن سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر خرچ کرتے چلے آئے تھے۔ ایسے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے معاملات کی ذمہ داری لی ہوئی تھی اور بایں معنیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انکے درمیان مؤاخاۃ کرادی۔

ایسے ہی حضرت جعفر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مواخاۃ بھی محلِ نظر ہے۔ جیسے ابن ھشام نے اس طرف اشارہ کیا' کیونکہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سات ھجری فتح خیبر کے موقع پر مدینہ آئے تھے' تو ابتدائے ہجرت میں انکی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مواخاۃ کیسے ہوسکتی

Marfat.com

ہے۔ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے انکی مواخاۃ کو آمد تک مؤخر رکھا ہو۔

ابن اسحاق نے جو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی مؤاخاۃ بیان کی تو یہ بھی امام احمد سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کے مخالف ہے کہ حضور ﷺ نے ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ کروائی' اسکو مسلم نے بھی روایت کیا۔

بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے اس بیان میں کہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کس طرح مؤاخاۃ کروائی"۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے میرے اور سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ قائم کی۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ کی۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے تو حضور ﷺ نے انکے اور سعد بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ قائم کر دی' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آدھے اہل و مال کی پیش کش کی تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے' آپ رضی اللہ عنہ مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیں' چنانچہ انکو وہاں سے گھی اور پنیر کا منافع ہوا۔ کچھ دنوں بعد حضور ﷺ نے اُن پر خوشبو کے زرد نشانات دیکھے تو پوچھا: "عبدالرحمٰن! یہ کیا ہے؟" فرمایا: "یارسول اللہ! میں نے ایک انصاری عورتؓ سے شادی کر لی ہے"۔ حضور ﷺ نے پوچھا: "مہر کتنا رکھا؟" فرمایا: "نواۃ کے برابر سونا" حضور ﷺ نے فرمایا: "اچھا' ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو"۔ اس انداز سے یہ حدیث بخاری کے تفردات میں سے پہلے' بخاری اور مسلم نے انکو کئی اور طریقوں سے بھی بیان۔ کی امام احمدؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: مہاجرین نے کہا: یارسول اللہ! جس قوم کے پاس ہم آئے ہیں' اُن سے بڑھ کر ہم نے کسی قوم کو نہیں دیکھا جو کمی میں بھی اتنی غمخواری کرنے والی ہو اور زیادتی میں بھی اتنا عمدہ خرچ کرنے والی ہوں۔ انہوں نے ہمیں مشقت سے بے نیاز کر کے خرچہ میں شریک کیا' ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارا ثواب انصار ہی نہ لے جائیں' فرمایا: "نہیں' جب تک تم انکی

Marfat.com

تعریف کرتے رہو گے اور انکے لئے دُعا کرتے رہو گے تب تک وہ تم سے نہیں بڑھ سکتے"۔

اس حدیث کو اس انداز میں اصحاب ستہ میں سے کسی نے بیان نہیں کیا' البتہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس طرح منقول ہے: "انصار نے کہا: یارسول اللہ! آپ ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم کر دیجئے۔ فرمایا: نہیں' انہوں نے کہا: پھر محنت ہم کریں گے اور آپ پھل میں شریک ہو جائیں' فرمایا: "ٹھیک ہے"۔

مدینہ منورہ کی فضیلت

حضور ﷺ کی ہجرت سے ہی مدینہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ یہ اولیاء اللہ کا مرکز' مسلمانوں کیلئے حفاظتی قلعہ اور تمام جہان والوں کے لئے دار الہدایہ بن گیا۔ اسکے فضائل کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ؐ نے فرمایا: ایمان مدینہ تک ایسے ہی سمٹ کر رہ جائے گا جیسے سانپ اپنی بل تک محدود ہو جاتا ہے"۔ مسلم نے اسکو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی نقل کیا۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسے شہر کیطرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو باقی شہروں کو نگل جائیگا' کہتے ہیں: وہ یثرب یعنی مدینہ ہے' یہ بُرے لوگوں کو ایسے ہی باہر پھینکتا ہے جیسے پھونکنی لوہے سے گند کو دور کرتی ہے"۔

امام مالکؒ نے مدینہ کو مکّہ پر فضیلت دی۔ بیہقی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ جیسے آپ نے مجھے پسندیدہ شہر سے نکالا' تو اب مجھے اپنے پسندیدہ شہر میں بَسا" اللہ تعالیٰ نے انکو مدینہ میں بَسا دیا۔

جمہور کا مشہور قول یہ ہے کہ مکّہ مدینہ سے افضل ہے سوائے اس جگہ کے جہاں حضور ﷺ محو استراحت ہیں۔ جمہور نے اپنے موقف کا استدلال کئی دلائل سے کیا' جن میں سے مشہور ترین دلیل وہ ہے جو امام احمدؒ نے عبداللہ بن عدی سے نقل کی کہ انہوں نے حضور ﷺ کو مکّہ کے بازار میں حَزْوَرَہ مقام پر یہ کہتے ہوئے سُنا: "خُدا کی قسم! تو شہروں میں سے اللہ کا پسندیدہ ٹکڑا ہے اور مجھے بھی بڑا محبوب ہے' اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا"۔ ترمذیؒ نسائیؒ اور ابن ماجہؒ سے یہی منقول ہے۔

Marfat.com

ہجرت سے تاریخ کی ابتداء

سن سولہ ستره یا اٹھارہ ہجری کو صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلامی تاریخ کی ابتداء ہجرت سے کرنے پر اتفاق ہوا' اور اسکی ضرورت اسطرح پیش آئی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک فرمان آیا جس میں ایک آدمی کے لئے شعبان' تک رقم کی ادائیگی کا ذکر تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کونسا شعبان؟'' اس سال کا شعبان یا گزشتہ شعبان یا آئندہ آنے والا؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور اُن سے تاریخ مقرر کرنے کا مشورہ کیا تاکہ اسکے ذریعے رقوم کی ادائیگی آسان اور محفوظ ہو سکے۔ کسی نے یہ مشورہ دیا کہ فارسیوں کی تاریخ کی طرح تاریخ مقرر کرو' لیکن اس رائے کو پسند نہیں کیا گیا کیونکہ فارسی والے بادشاہوں کے حساب سے تاریخیں مقرر کرتے تھے۔ کسی نے کہا: رومیوں کی طرح تاریخ مقرر کرو' اور وہ بادشاہ اسکندر بن فلیس المقدونی کے زمانے سے کرتے تھے' اس رائے کو بھی منظور نہیں کیا گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ابتداء کرلو۔ بعضوں نے کہا: بعثت سے' کچھ نے کہا: ہجرت سے' باقیوں نے کہا: وفات سے کرلو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا میلان بھی ہجرت والے قول کی طرف تھا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اُن کے ساتھ متفق ہو گئے۔

بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: ''یہ باب ہے تاریخ' اور کب تاریخ لکھی گئی کے بیان میں''۔ پھر فرمایا: حضرت سہل بن سعد سے منقول ہے: ''صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا وفات سے شمار نہیں کیا بلکہ مدینہ آمد سے شمار کیا'' واقدی ابن ابی الزناد سے نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ کی ابتداء کے بارے میں مشورہ کیا تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہجرت پر اجماع ہو گیا۔

ابوداؤد طیالسی نے محمد بن سیرین کے حوالے سے نقل کیا: ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: تاریخ ڈالو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کس چیز کی تاریخ ڈالیں؟ اس نے کہا: جیسے عجمی کرتے ہیں' فلاں سن کا فلاں مہینہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تو پھر مقرر کرلو' انہوں نے کہا: کن سالوں سے شروع کریں؟ بعض نے کہا: بعثت سے' کسی نے کہا: وفات سے' پھر ہجرت پر اجماع ہو گیا۔ پھر انہوں نے سوچا: کس

Marfat.com

مہینہ سے شروع کرنا چاہیے؟ بعض نے کہا: رمضان سے' اکثریت نے محرم کا کہا کیونکہ یہ حج سے واپسی کا وقت ہے اور حرام مہینہ بھی ہے' اس لئے اس پر اتفاق ہو گیا۔

ابن جریر عثمان بن محصن کے حوالے سے نقل کیا کرتے تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اللہ کے ارشاد:

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

کے بارے میں کہا کرتے تھے: اس سے مراد سال کی ابتدائی مہینہ محرم کی فجر ہے۔

عبید بن عمیر سے منقول ہے: محرم اللہ کا مہینہ ہے' یہ سال کی ابتداء ہے' اس میں کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے اور اسی سے لوگ تاریخ کی ابتداء کرتے ہیں۔

امام احمد عمرو بن دینار سے نقل کرتے ہیں: سب سے پہلے خطوں پر تاریخ یمن میں یعلی بن امیہ نے ڈالی۔ حضور ﷺ مدینہ تو ربیع الاوّل میں تشریف لائے لیکن لوگوں نے تاریخ کی ابتداء سال کے شروع سے کی۔

ابن اسحاق نے نقل کیا: بنی اسماعیل نے تاریخ کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ سے کی' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بیت اللہ تعمیر کرنے کے واقعہ سے کی' پھر کعب بن لوی کی موت سے کی' پھر اصحاب فیل کے واقعہ سے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن سترہ یا اٹھارہ ہجری میں' ہجرت سے کی۔

مقصد یہ ہے: صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلامی تاریخ کی ابتداء ہجرت کے سال سے شروع کی' اور اسکا آغاز بھی محرم کے مہینہ سے کیا۔ یہ جمہور ائمہ کا قول ہے۔

سہیلی وغیرہ نے امام مالکؒ سے نقل کیا: اسلامی سال کی ابتداء ربیع الاوّل سے ہے' اس لئے کہ یہ وہی مہینہ ہے جس میں حضور ﷺ نے ہجرت کی"۔ اس میں شک نہیں کہ امام مالکؒ کا قول مناسب ہے' لیکن عمل اسکے خلاف ہے' کیونکہ اسلامی مہینوں کی ابتداء محرم سے ہے اور سال کی ابتداء ہجرت کے سال سے ہے' اس لئے انہوں نے محرم سے آغاز کیا تا کہ نظام گڈمڈ نہ ہو جائے۔

ہم کہتے ہیں: ہجری سال کا آغاز اسوقت ہوا جب حضور ﷺ مکہ میں تھے اور انصار

Marfat.com

سے ایام تشریق کے دنوں یعنی ہجرت سے پہلے والے بارہ ذی الحجہ کو عقبہ ثانیہ کی بیعت لے چکے تھے۔ پھر انصار لوٹ آئے اور حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرتِ مدینہ کی اجازت دی تو اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت کرلی' اور مکہ میں صرف حضور ﷺ اور راستے میں انکا ساتھ دینے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رہ گئے' ان حضرات نے بھی اس انداز میں ہجرت کی جو پیچھے گزر چکی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حکم سے پیچھے رہ گئے تھے' تاکہ حضور ﷺ کے پاس پڑی ہوئی امانتوں کو واپس کر آئیں' پھر انکے ساتھ قباء میں جا ملے۔ حضور ﷺ سوموار کے دن زوال کے وقت مدینہ تشریف لائے جبکہ خوب روشنی پھیل چکی تھی۔

واقدی وغیرہ کہتے ہیں: ربیع الاوّل کی راتیں گزر گئی تھیں۔ ابن اسحاق نے بھی اسکو نقل کیا اور ترجیح اسکو ہے کہ بارہ دن گزر گئے تھے جیسا کہ جمہور کا مشہور قول ہے۔

بعثت کے بعد مکہ میں حضور ﷺ کے قیام کی مدت تیرہ سال تھی' جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی' اور مکہ میں تیرہ سال رہے''۔

Marfat.com

چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان لانے کا تذکرہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھ سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں ملکِ فارس کے شہر اصبہان کے ایک گاؤں ''جی'' کا رہنے والا تھا۔ میرا باپ گاؤں کا چوہدری تھا اور میں اسکی محبوب ترین اولاد تھا۔ اسکو مجھ سے اتنی محبت تھی کہ مجھے ایک لڑکی کی طرح گھر میں قید کر دیا۔ گھر میں رہنے کی وجہ سے میں مجوسیت میں محنت و ریاضت کرنے لگا حتیٰ کہ میں آگ کو کسی صورت بجھنے نہیں دیتا تھا' میرے باپ کے بہت سے مال مویشی تھے۔

ایک دن وہ تعمیر وغیرہ میں مصروف تھا اس لئے مجھ سے کہا: آج میں تعمیر میں اتنا مصروف ہوں کہ مال مویشی پر توجہ نہیں دے سکا' جاؤ اس کو لیجاؤ اور اُن کو چراؤ' ساتھ ہی یہ بھی کہا: زیادہ دیر نہ لگانا' کیونکہ زیادہ دیر لگاؤ گے تو مجھے تمہاری فکر لگ جائے گی اور میں کوئی کام نہ کر سکوں گا' جب میں مال کے پیچھے نکلا تو راستے میں عیسائیوں کے ایک گرجا گھر پر میرا گزر ہوا' میں نے انکی نماز پڑھنے کی آواز سُنی' میں اندر داخل ہوا تا کہ دیکھوں وہ کیا کر رہے ہیں' جب انکو دیکھا تو انکی نماز بڑی اچھی لگی اور مجھے انکے مذہب سے دِلچسپی ہونے لگی' میں نے کہا: خُدا کی قسم! یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے' پھر میں شام تک وہیں رہا اور اپنے باپ کے مال کے پاس بھی نہیں گیا' پھر میں نے اُن سے پوچھا: اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا: ملک شام۔ پیچھے سے میرے باپ نے میری تلاش کے لیے آدمی بھیجے اس لیے جب میں آیا تو اس نے پوچھا: بیٹا! تم کہاں تھے؟ کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ جلدی آنا' میں نے کہا: باپ! راستے میں میرا ایک گرجا گھر پر گزر ہوا جہاں لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ انکی نماز بڑی اچھی لگی اور میں انکے ساتھ سورج غروب ہونے تک رہا

Marfat.com

باپ نے کہا: بیٹا! اس دین میں خیر نہیں' بلکہ تمہارے آباؤ اجداد کا دین زیادہ بہتر ہے' میں نے کہا: نہیں وہ ہمارے دین سے زیادہ بہتر ہے۔ باپ کو میرے بارے میں ڈر ہوا تو اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں' اور گھر میں قید کر دیا۔ میں نے نصاریٰ کو پیغام بھیجا: جب تمہارے پاس ملک شام سے کوئی آئے تو مجھے بتانا' کچھ عرصے بعد شام سے کچھ لوگ آئے تو انہوں نے مجھے اطلاع بھجوائی میں نے کہا: جب وہ اپنی ضروریات پوری کر لیں اور اپنے ملک واپس جانا چاہیں تو مجھے بتانا' جب وہ واپس جانے لگے تو انہوں نے مجھے دوبارہ بتایا میں نے پاؤں سے بیڑیاں اتاریں اور انکے ساتھ مل کر شام آ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو کہا: اس دین کو سب سے زیادہ جاننے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا: گرجے کا اسقفِ اعظم' میں اس کے پاس آیا اور کہا: مجھے یہ دین اچھا لگا ہے' میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور آپکی خدمت کرنا چاہتا ہوں' میں آپ سے سیکھوں گا بھی اور نمازیں بھی پڑھوں گا۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے' میں اس کے ساتھ رہنے لگا' لیکن وہ برا آدمی تھا' لوگوں کو صدقہ خیرات کی ترغیب دیتا اور جب کچھ مال وغیرہ جمع ہو جاتا تو خود اپنے پاس رکھ لیتا اور مسکینوں کو کچھ نہ دیتا' حتیٰ کہ اس کے پاس سونے چاندی کے سات قلال (ایک پیمانہ) جمع ہو گئے۔ جب میں نے اس کو یہ کرتے ہوئے دیکھا تو مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور نصاریٰ اسکو دفن کرنے کے لیے جمع ہوئے تو میں نے کہا: یہ تو برا آدمی تھا' یہ تم سے مال تو لیتا تھا لیکن آگے مساکین کو نہیں دیتا تھا' انہوں نے کہا: تجھے کیسے پتہ چلا؟ میں نے کہا: میں تمہیں اس کا خزانہ دکھا سکتا ہوں' انہوں نے کہا: اچھا دکھاؤ' میں نے انہیں جگہ دکھائی تو وہاں سے سونے چاندی سے بھرے سات قلال نکلے' یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: ہم اسے ہرگز دفن نہیں کریں گے' انہوں نے اس کو سولی پر لٹکایا اور سنگسار کیا۔ پھر ایک اور آدمی کو اس کی جگہ لے آئے' وہ مجھے اتنا اچھا لگا کہ اس سے پہلے کوئی اتنا نہیں لگا ہوگا' میں اس کے ساتھ ایک عرصے تک رہا' پھر اس کا بھی انتقال ہونے لگا۔ میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ رہا ہوں اور مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی' لیکن اب اللہ کا حکم پورا ہوا چاہتا ہے تو آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ اس نے کہا: بیٹا! خدا کی قسم میں اپنے جیسا کسی

Marfat.com

کو نہیں پاتا' لوگ بڑے بدل گئے ہیں اور اکثر احکامات چھوڑے بیٹھے ہیں' ہاں موصل میں فلاں آدمی ہے جو میری طرح ہے تو اس کے پاس چلا جا۔ جب وہ مر گیا تو میں موصل والے آدمی کے پاس گیا اور میں نے کہا: اے فلاں! فلاں آدمی نے مرتے وقت مجھے وصیت کی کہ میں تیرے پاس چلا جاؤں اور مجھے بتایا کہ تم اسی کی طرح ہو' اس نے کہا: ٹھیک ہے' میرے پاس ٹھہر لو' میں اس کے ہاں رہنے لگا یہ بھی پہلے آدمی کی طرح بڑا اچھا تھا' لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس کو بھی موت نے آ گھیرا' مرتے دم میں نے اس سے کہا: فلاں آدمی نے مجھے آپ کے پاس آنے اور رہنے کی وصیت کی تھی' اب جب کہ آپ دیکھ رہے ہیں' موت آپ سے چند قدموں کے فاصلے پر ہے تو آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ اس نے کہا: اے بیٹے! خدا کی قسم میں کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھتا جو ہم جیسا ہو' ہاں نصیبین میں فلاں آدمی ہے' اس سے جا کر مل لو۔ جب وہ مر گیا تو میں نصیبین والے صاحب کے پاس گیا اور انہیں اپنے معاملہ اور اپنے ساتھیوں کی وصیت کے بارے میں بتایا' اس نے کہا: میرے پاس رہ لو' میں اس کے پاس رہنے لگا اور اس کو بھی میں نے پہلوں کے طریقے پر پایا' زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اس کا بھی انتقال ہونے لگا۔ جب مرنے کے قریب ہوا تو میں نے کہا: اے فلاں! فلاں نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی تھی اور اس نے فلاں کے پاس اور اس نے آپ کے پاس' اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ اس نے کہا: بیٹے! خدا کی قسم! میرا نہیں خیال کہ کوئی ہمارا ہم مقام رہا' ہاں روم کے شہر عموریہ میں ایک آدمی ہمارا ہم مذہب ہے اگر تمہیں پسند ہو تو اس کے پاس چلے جانا' جب وہ مر گیا تو میں عموریہ والے صاحب سے ملا اور انہیں اپنا قصہ سنایا تو اس نے اپنے پاس رہنے کی اجازت دی' یہ بھی اپنے پیشتر ساتھیوں کی طرح بڑا اچھا آدمی تھا' میں اس کے پاس رہنے لگا اور وہیں اتنا کما بھی لیا کہ میرے پاس گائے اور بکریاں ہو گئیں۔ جب اس کا بھی آخری وقت آیا تو میں نے کہا: اے فلاں! میں فلاں کے ساتھ تھا تو اس نے مجھے فلاں کے پاس بھیجا' پھر فلاں نے فلاں کے پاس' فلاں نے فلاں کے پاس اور فلاں نے تیرے پاس' اب تو مجھے کس کے پاس جانے کی تاکید کرتا ہے؟

Marfat.com

اس نے کہا: بیٹا! مجھے کوئی ایسا آدمی تو دکھائی نہیں دیتا جس کے پاس میں تجھے جانے کا کہوں ہاں نبی آخرالزمان کی آمد کا وقت قریب ہو گیا ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے دین پر مبعوث ہوگا وہ سرزمین عرب سے نکلے گا' اس کا دارالہجرۃ کھجوروں والی زمین ہوگا اس میں ایسی نشانیاں ہوں گی جو پوشیدہ نہیں رہ سکے گی' وہ ہدیہ تو قبول کریگا لیکن صدقہ نہیں کھائے گا' ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی' اگر تم اس شہر جا سکو تو ضرور جانا' پھر وہ مر گیا اور میں عموریہ میں ایک عرصے تک رہا۔ ایک دفعہ وہاں سے بنی کلب کے کچھ تاجر گزرے' میں نے انہیں کہا: مجھے سرزمین عرب لے جاؤ تو میں تمہیں اپنی یہ ساری گائیں اور بکریاں دوں گا' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' میں نے انہیں گائے بکریاں دے دیں۔ جب میں وادی قریٰ کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھ پر ظلم کرتے ہوئے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا' اس علاقے میں میں نے کھجور کے درخت دیکھے تو مجھے امید ہوئی کہ شاید یہ وہی جگہ ہو جس کے متعلق مجھے آخری آدمی نے بتایا تھا' میں اس کے پاس رہ رہا تھا کہ ایک دن میرے مالک کے پاس بنی قریظہ سے اس کا چچازاد آیا' اس نے مجھے خرید لیا اور مدینہ لے آیا۔ جوں ہی میں نے مدینہ دیکھا تو میں نے علامات کیوجہ سے فوراً پہچان لیا' میں وہیں رہنے لگا۔ اس دوران حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور مکہ میں رہے لیکن مجھے ان کی کوئی اطلاع نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں غلامیت کی زندگی بسر کر رہا تھا اور اسی میں مصروف تھا' پھر آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت کی۔ ایک دن میں کھجور کے درخت پر چڑھا کام کر رہا تھا اور میرا مالک بھی درخت کے نیچے موجود تھا کہ اچانک میرے آقا کا چچازاد آیا اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ بنی قیلہ کو تباہ و برباد کرے وہ اب قباء میں ایک ایسے آدمی کے پاس اکٹھے ہوئے ہیں جو آج ہی مکہ سے آیا ہے ان کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے یہ سنا تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور قریب تھا کہ میں اپنے آقا پر درخت سے گر جاؤں' میں جلدی سے درخت سے نیچے اترا اور چچازاد سے کہنے لگا: تو کیا کہہ رہا ہے؟ تو کیا کہہ رہا ہے؟ میرا آقا غصے ہونے لگا اور اس نے مجھے ایک تھپڑ مارا' پھر کہنے لگا: تمہاری اس سے کیا غرض؟ اپنا کام کرو۔ میں نے کہا: بات تو کوئی نہیں' میں تو صرف پوچھنا چاہتا تھا۔ میرے پاس کچھ جمع پونجی

Marfat.com

تھی' رات کے وقت وہ میں نے لی اور حضور ﷺ کے پاس قباء لے گیا۔ جب آپ ﷺ پر داخل ہوا تو میں نے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ﷺ نیک بندے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ کچھ ضرورت مند ساتھی ہیں میرے پاس کچھ صدقہ وغیرہ ہے' میں آپ کو اوروں کی نسبت زیادہ حقدار پاتا ہوں' میں نے آپ ﷺ کو دیا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''کھالو'' اور خود آپ ﷺ نے نہیں کھایا' میں نے اپنے دل میں کہا: ایک بات تو صحیح ثابت ہوگئی۔ میں نے پھر کچھ پیسے وغیرہ جمع کیے اور حضور ﷺ بھی مدینہ تشریف لے آئے تو ایک دن میں آیا اور میں نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے' چلو یہ میری طرف سے ہدیہ ہے' حضور ﷺ نے خود بھی کھایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی کھلایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: دو تو پوری ہوگئیں۔ پھر میں بقیع الغرقد مقام پر حضور ﷺ کے پاس آیا' جبکہ آپ ﷺ اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے جنازے سے فارغ ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے دو شملوں والی چادر پہنی ہوئی تھی' میں نے آپ کو سلام کیا اور پیٹھ کی طرف چلا گیا تاکہ دیکھوں وہ مہر موجود ہے کہ نہیں جو میرے ساتھی نے بتائی تھی؟ جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ میں پیٹھ کی طرف گیا ہوں تو سمجھ گئے کہ میں نشانی تلاش کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پیٹھ سے چادر ہٹائی اور میں نے مہر دیکھ کر پہچان لیا' میں اسے بوسے دینے لگا اور رونے لگا' حضور ﷺ نے فرمایا: سامنے آجاؤ' جب میں سامنے آیا تو میں نے آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنایا' حضور ﷺ نے سننے کے بعد بڑی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی سنوایا۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غلامیت کی وجہ سے مصروف رہے اور حضور ﷺ کے ساتھ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکے' کچھ عرصے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے سلمان! اپنے آقا سے بدل کتابت کرلو''۔ میں نے اسے تین سو کھجور کے درخت لگا کر دینے اور چالیس اوقیہ (ایک پیمانہ) پر بدل کتابت کا طے کرلیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو''۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھجور کے درختوں کی پنیری میں میری مدد کی' کسی نے تیس دیئے تو کسی نے پچیس اور کسی نے دس' پندرہ' ہر ایک آدمی نے اپنی ہمت کے مطابق میری مدد کی' حتیٰ کہ میرے پاس کھجور کی تین سو پنیریاں ہوگئیں حضور ﷺ نے فرمایا: ''سلمان! جاؤ اور ان کے لیے گڑھے

Marfat.com

کھودو' جب کھودلوتو مجھے بتانا میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا"۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے میرے ساتھ مل کر گڑھے کھودے' فارغ ہونے کے بعد ہم نے حضور ﷺ کو آ کر بتایا: حضور ﷺ میرے ساتھ آئے' میں آپ کو ایک ایک پودا دیتا رہا اور حضور ﷺ اپنے ہاتھ سے لگاتے رہے' خدا کی قسم! ان میں سے ایک پودا بھی نہیں مرجھایا' میں نے درخت تو ادا کر دیئے لیکن مال باقی رہ گیا۔ایک دفعہ حضور ﷺ کے پاس مرغی کے انڈے کے برابر کہیں سے سونا آیا' حضور ﷺ نے پوچھا: سلمان کا کیا بنا؟ مجھے بلایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان! یہ لے لو اور مال ادا کرلو"۔میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو میرے ذمہ مال کو پورا نہیں ہوسکتا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: لے جاؤ' انشاء اللہ اللہ اسی کے ذریعے تمہارا مال ادا کروادے گا' میں لے گیا اور اس سے تول کر دینے لگا تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے وہ پورے چالیس اوقیہ تھا' میں نے ان کا حق ادا کر دیا' اور آزاد ہو گیا۔پھر میں نے حضور ﷺ کے ساتھ خندق کا زمانہ پایا اور بعد والے تمام غزوات بھی مجھ سے فوت نہیں ہوئے۔

بیہقی نے بھی اس واقعہ کو "الدلائل" میں ذکر کیا' جس کی سند میں بہت زیادہ غرابت ہے اور محمد بن اسحاق کی روایت کے مخالف بھی ہے' لیکن محمد بن اسحاق کی روایت سند اور واقعہ کے اعتبار سے اس سے بہتر ہے۔بخاری نے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: انہیں ایک معلم سے دوسرے معلم کی طرف منتقل ہونے میں دس سے زیادہ سال لگ گئے۔

سہیلی کہتے ہیں: انہیں تیس آقاوؤں نے ہاتھ در ہاتھ لیا۔ حافظ ابو نعیم نے بھی "الدلائل" میں اسکو مختلف الفاظ اور اسناد سے ذکر کیا' جن میں یہ بھی ہے کہ انکو بدل کتابت پر آزاد کرنے والی مالکہ کا نام "حلبسۃ" تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے ساڑھے تین سو سال عمر پائی' عباس ابن یزید البحرانی نے اپنے مشائخ کا اجماع اڑھائی سو سال پر نقل کیا اور اس سے زیادہ ساڑھے تین سو سال تک اختلاف نقل کیا۔

حضرت زید بن سعید رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

حافظ ابو نعیم نے "الدلائل" میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب اللہ

Marfat.com

تعالیٰ زید بن سعید رضی اللہ عنہ کو ہدایت دینی چاہی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: علاماتِ نبوت میں سے کوئی ایسی علامت باقی نہیں رہی جو میں نے حضور ﷺ کے چہرے کے دیکھتے ہی نہ پہچان لی ہو' سوائے ان دو کے جو ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ ایک یہ کہ ان کی بُردباری جہالت پر بھی سبقت لے جاتی ہے' دوسری یہ کہ جہالت کی زیادتی انکی بردباری میں اضافہ ہی کرتی ہے۔ میں آپ ﷺ کیساتھ نرم رویہ رکھتا تھا اور قریب رہنے کی کوشش کرتا تھا تاکہ آپ ﷺ کی بردباری اور جہالت کو پرکھ سکوں۔ پھر انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے ایک معینہ مدت تک حضور ﷺ کو دراھم کے بدلے کھجوریں دے رکھی تھیں' جب پیسے لینے کا وقت آیا تو میں نے انکا دامن پکڑ کر کھینچا اور ترشروئی کیساتھ انکی طرف دیکھ کر کہا: اے محمد! کیا میرا حق ادا نہیں کرو گے' خدا کی قسم! بنی عبدالمطلب والو' تم بڑے ٹال مٹول کرنے والے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری طرف اس طرح دیکھا کہ ان کی آنکھیں حلقوں میں گھوم رہی تھیں اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن' کیا تم حضور ﷺ کو وہ کہہ رہے ہو جو میں سُن رہا ہوں اور حضور ﷺ کیساتھ ایسا معاملہ کر رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو برحق نبی بنا کر بھیجا' اگر مجھے حضور ﷺ کی ملامت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تلوار مار کر تیرا سَر تَن سے جُدا کر دیتا۔ اس دوران حضور ﷺ بڑے سکون' محبت اور مسکراہٹ کیساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہے پھر فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! میں اور یہ تجھ سے کسی اور رویے کے محتاج تھے کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادا کرنے کا حکم دیتے اور اُسے اچھے طریقے سے تقاضا کرنے کا حکم دیتے' اے عمر رضی اللہ عنہ! اسکو لے جاؤ اسکا حق ادا کرو اور بیس صاع کھجور اسکو زیادہ دے دو''۔ حضرت زید بن سعید رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور باقی غزوات میں حضور رضی اللہ عنہ کیساتھ شریک رہے اور غزوہ تبوک والے سال میں انکا انتقال ہوا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے' میں بھی آیا اور جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو مجھے پتہ چل گیا کہ یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہو سکتا' حضور ﷺ کو سب سے پہلے میں نے یہ کہتے ہوئے

Marfat.com

سُنا: سلام پھلاؤ، کھانا کھلاؤ، راتوں کو نمازیں پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، جنت میں سلامتی کیساتھ داخل ہو گے"۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اس وقت دیکھا اور آپ ﷺ سے مذکورہ حدیث سُنی جب آپ ﷺ بنی عمرو بن عوف کے ہاں قباء میں ٹھہرے ہوئے تھے اور حضرت انس سے روایت میں پیچھے گزر چکا: یہ اس وقت آئے جب حضور ﷺ قباء سے نکل کر بنی النجار میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں آ کر اُترے۔ گویا انہوں نے دیکھا تو قباء میں تھا لیکن پھر بعد میں مدینہ آ کر ملے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے، اور یہ یہودی جانتے ہیں کہ میں انکا سردار اور سردار کا بیٹا ہوں اور ان میں سب سے بڑا عالم ہوں، آپ انہیں بلائیں اور اس سے قبل کہ انکو میرے اسلام کا علم ہو اُن سے میرے بارے میں پوچھیں، کیونکہ اگر انکو پتہ چل گیا کہ میں اسلام لے آیا ہوں تو وہ میرے بارے میں ایسے کہیں گے، حضور ﷺ نے یہود کے پاس پیغام بھیجا تو وہ آ گئے، حضور ﷺ نے فرمایا: "اے یہودیو! اللہ سے ڈرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا برحق رسول ہوں، اور میں تمہارے پاس حق چیز لے کر آیا ہوں، اس لئے اسلام لے آؤ انہوں نے کہا: ہم تو نہیں جانتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اچھا تم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کیسے آدمی ہیں"۔ انہوں نے کہا: "وہ تو ہمارے سردار اور بڑے عالم ہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟"۔ انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ، وہ کیوں اسلام لانے لگے"۔ فرمایا: "اے ابن سلام رضی اللہ عنہ سامنے آ جاؤ" حضرت عبداللہ نکل آئے اور کہنے لگے: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ لیکر آئے ہیں وہ برحق ہے"۔ انہوں نے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے، حضور رضی اللہ عنہ نے انکو اپنے پاس سے نکال دیا۔

اور ایک روایت میں ہے، جب نکلے اور حق کی گواہی دی تو وہ کہنے لگے: وہ خود بھی

Marfat.com

بُرے ہیں انکے ماں باپ بھی بُرے اور انہیں بُرا بھلا کہنے لگے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: یارسول اللہ! اسی چیز سے میں ڈرتا تھا۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی آمد کا سُنا تو اس وقت وہ اپنے کھیت میں تھے' وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: میں آپ ﷺ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھتا ہوں جن کو ایک نبی ہی جان سکتا ہے' قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ جنت والے سب سے پہلا کھانا کیا کھائیں گے؟ بچہ لڑکا یا لڑکی کیوں ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے ابھی جبریل نے بتایا"۔ اس نے کہا: جبریل نے؟ فرمایا: "ہاں" اس نے کہا: فرشتوں میں سے یہودیوں کے دشمن۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً آیت نازل کی:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

(سورۃ البقرۃ:۹۷)

"جو کوئی ہووے دشمن جبریل علیہ السلام کا سو اس نے اُتارا یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے"۔

پھر فرمایا: قیامت کی پہلی نشانی تو وہ آگ ہوگی جو مشرق سے نکلے گی اور لوگوں کو مغرب کی طرف ہانک کرلے جائے گی' اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی ہوگی' باقی رہی بچہ کی بات تو اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو لڑکی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔ یارسول اللہ! یہودی تہمت لگانے والی قوم ہیں اور اگر میرے بارے میں پوچھنے سے پہلے انہیں میرے اسلام کا پتہ چل گیا تو وہ مجھ پر جھوٹ بولیں گے' یہودی آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا: "تم میں عبداللہ کیسے آدمی ہیں؟" انہوں نے کہا: "وہ ہمارے بہترین آدمی' سردار بلکہ سردار کے بھی بیٹے ہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟" انہوں نے کہا: اللہ انہیں اس سے بچائے۔ حضرت عبداللہ نکل آئے اور انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' وہ کہنے لگے: یہ نہ

Marfat.com

صرف خود بُرا ہے بلکہ اسکا باپ بھی بُرا تھا' حضرت عبداللہ نے کہا: "یارسول اللہ! میں اسی چیز سے ڈرتا تھا"۔

محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قبیلے میں سے ایک آدمی کے حوالے سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بتایا کرتے تھے: میں نے جب حضور ﷺ کا تذکرہ سُنا' آپ ﷺ کا نام' علامات ہیئت اور اس زمانہ کو بھی پہچان لیا جس کا ہم انتظار کیا کرتے تھے' میں قباء میں تھا اور ان باتوں کو چھپائے ہوئے تھا' یہاں تک کہ حضور ﷺ مدینہ تشریف لے آئے۔ جب آپ ﷺ قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں اُترے تو ایک آدمی نے آکر آپ ﷺ کی آمد کا بتایا۔ میں اس وقت ایک درخت پر چڑھا کھجوریں اُتار رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی' جب میں نے خبر سُنی تو میں نے نعرہ تکبیر مارا' میری پھوپھی نے سُنا تو اس نے کہا اگر آپ موسیٰ بن عمران کے بارے میں سُنتے تو ایسا نہ کرتے' میں نے کہا: یہ بھی تو موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں' انکے دین اور وہی چیز لے کر آئے ہیں جو وہ لے کر آئے تھے' اس نے کہا: اے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جنکی بعثت کی ہمیں خبر دی جارہی تھی؟ میں نے کہا: ہاں' اس نے کہا: پھر تو یہ وہی ہیں۔ میں نکلا' اسلام لایا اور گھر آکر بتایا تو وہ بھی اسلام لے آئے۔ میں نے اپنا اسلام یہودیوں سے پوشیدہ رکھا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! یہودی تہمت لگانے والی قوم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے گھر میں مجھے چھپا دیں' پھر میرے بارے میں اُن سے پوچھیں' تو وہ آپ کو بتا دیں گے کہ میں کیسا آدمی ہوں' لیکن میرے اسلام کی اطلاع پانے سے پہلے' کیونکہ اگر انہیں اسکا پتہ چل گیا تو وہ مجھے بُرا بھلا کہیں گے' بعد میں پھر میں نے اپنا اسلام بھی ظاہر کرد اور گھر والوں کا بھی اور میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث بھی مسلمان ہوگئیں۔

مدینہ کا پہلا میت

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: اُنہی دنوں میں جبکہ مسجد تعمیر ہورہی تھی "ابوامامۃ اسعد زرارۃ رضی اللہ عنہ" کا انتقال ہوگیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا: یہودیوں اور منافقوں کے مطابق ابوامامۃ کی وفات اچھی نہ تھی' کیونکہ جب انکا انتقال ہوا تو وہ کہنے لگے: اگر یہ نبی ہوتا تو اسکا ساتھی نہ مرتا' حالانکہ میں اپنی یا اپنے ساتھی کی جان کا مالک نہیں"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی آمد کے بعد سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا' ابن الاثیر نے "اُسد الغابۃ" میں ذکر کیا کہ انکا انتقال شوال میں ہوا' یعنی حضور ﷺ کی آمد کے سات ماہ بعد۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا: حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے جس مسلمان کا انتقال ہوا وہ خود انکے مکان کے مالک "کلثوم بن الہدم" تھے حضور ﷺ کی آمد کے کچھ دنوں بعد ہی انتقال کر گئے' پھر "اسعد بن زرارۃ" بھی انتقال کر گئے اور انکی وفات بھی مسجد کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے حلق کے درد یا کسی وجہ سے ہوئی تھی۔

میں کہتا ہوں: کلثوم بن الہدم کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے ہے' یہ بوڑھے تھے اور حضور ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے ایمان لے آئے تھے' جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے اور قباء میں پڑاؤ کیا تو رات کے وقت انکے ہاں قیام کرتے اور دن کیوقت آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ سعد بن الربیع کی رہائش گاہ پر تشریف فرمایا کرتے تھے۔ پھر بعد میں دار بنی النجار منتقل ہو گئے' جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔ ابن اثیر کہتے ہیں: حضور ﷺ کی آمد کے بعد مسلمانوں میں سے یہ سب سے پہلے انتقال کرنے والے تھے اور انکے بعد اسعد بن زرارۃ کا انتقال ہوا۔

مدینہ کا پہلا مولود

اس مبارک ہجرت والے سال میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ" تھے۔ گویا ہجرت کے بعد مسلمانوں میں یہ سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے تھے' جیسا کہ بخاری نے حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا۔

بخاری نے حضرت اسماءؓ سے نقل کیا: میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے حاملہ تھیں اور عین ولادت کے دنوں میں مدینہ آ گئی اور قباء میں قیام کیا اور وہیں انکی ولادت ہوئی۔ پھر میں انکو لے کر حضور ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اپنی گود میں اُٹھایا اور کھجور منگوا کر چبائی' اور اپنا لعابِ مبارک انکے منہ میں ڈال دیا' تو سب سے پہلے انکے مُنہ میں ڈالی جانے

Marfat.com

والی چیز حضور ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ پھر اسکے بعد حضور ﷺ نے انکو گھٹی دی اور دعا کی' یہ مدینہ میں پیدا ہونیوالے پہلے بچے تھے''۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: مدینہ میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے' انکو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا تو حضور ﷺ نے ایک کھجور چبائی اور انکے منہ میں ڈالی' گویا سب سے پہلے انکے پیٹ میں پڑنے والی چیز حضور ﷺ کا لعاب تھا''۔

بعض حضرات کہتے ہیں: ''نعمان بن بشیر'' ان سے چھ مہینے پہلے پیدا ہوئے' اس قول کی رُو سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت مہاجرین میں پہلی ہوگی۔ اور انصار میں ہجرت کے بعد ابن بشیر کی ہوگی۔ بعض کہتے ہیں: ان دونوں کی پیدائش دوسرے سال ہجری میں ہوئی' لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

اذان کی مشروعیت

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب مدینہ میں حضور ﷺ کو اطمینان حاصل ہوگیا' انصار و مہاجرین بھی آپ کے اردگرد اکٹھے ہوگئے' اسلام مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا' نمازیں قائم ہونے لگ گئیں' نمازیں زکاتیں فرض ہوگئیں' حدود قائم ہوگئیں' حلال حرام کو فرض کیا گیا تو ابتداء میں ایسا ہوتا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہوجاتے اور حضور ﷺ نماز پڑھا دیتے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ ارادہ کیا کہ انکے لئے یہودیوں کی طرح بگل بجایا جائے لیکن اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ پھر ناقوس کا مشورہ ہوا لیکن اس پر بھی عمل ممکن نہ ہوسکا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا' وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! گزشتہ رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک آدمی سبز کپڑے پہنے ہوئے اور ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے میرے قریب سے گزرا' میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا اس ناقوس کو بیچو گے؟ اس نے کہا! تم اسکے ساتھ کیا کرو گے؟ میں نے کہا: لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے' اس نے کہا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ کہو: '' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر'

Marfat.com

اشھد ان لاالٰہ الّا اللّٰہ‘ اشھدان لاالٰہ الّااللّٰہ‘ اشھدانّ محمداً رسول اللّٰہ‘ اشھدانّ محمداً رسول اللّٰہ‘ حیَّ علیٰ الصلوٰۃ‘ حیَّ علیٰ الصلوٰۃ‘ حیَّ علیٰ الفلاح‘حیَّ علیٰ الفلاح‘ اللّٰہ اکبر‘ اللّٰہ اکبر‘ لاالٰہ الّا اللّٰہ“۔حضور ﷺ نے فرمایا: ان شاءاللہ یہ سچا خواب ہے‘ بلال رضی اللہ عنہ کیساتھ کھڑے ہواور اُسے پڑھاؤ تا کہ وہ اذان دے‘ کیونکہ اسکی آواز تم سے زیادہ اونچی ہے“۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اسکو سُنا تو اپنی چادر کھینچتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس گئے اور کہنے لگے! اے اللہ کے نبی! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا‘ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسے اس نے دیکھا ہے‘ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر تو اللہ کا شکر ہے“۔ اس حدیث کو ابوداؤد‘ ترمذی‘ ابن ماجہ‘ ابن خزیمہ نے بھی محمد بن اسحاق نے نقل کیا۔

ابوداؤد میں یہ بھی ہے: خواب والے آدمی نے اقامت سکھاتے ہوئے کہا تھا: جب تم اقامت کہنے لگو تو کہو!” اللّٰہ اکبر‘ اللّٰہ اکبر‘ اللّٰہ اکبر‘ اللّٰہ اکبر‘ اشھد ان لاالٰہ الّا اللّٰہ‘ اشھدان لاالٰہ الّااللّٰہ‘ اشھدانّ محمداً رسول اللّٰہ‘ اشھدانّ محمداً رسول اللّٰہ‘ حیَّ علیٰ الصلوٰۃ‘ حیَّ علیٰ الصلوٰۃ‘ حیَّ علیٰ الفلاح‘حیَّ علیٰ الفلاح‘قد قامت الصلوٰۃ‘ قدقامت الصلوٰۃ‘ اللّٰہ اکبر‘ اللّٰہ اکبر‘ لاالٰہ الّا اللّٰہ“۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے لوگوں سے نماز کے معاملے میں مشورہ لیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بگل بجانے کا مشورہ دیا‘ لیکن یہودیوں کیوجہ سے اسکو ناپسند کیا گیا‘ پھر کسی نے ناقوس کا تذکرہ کیا تو نصاریٰ کی وجہ سے اسکو بھی ناپسند کیا گیا۔ انصار میں سے ایک آدمی عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رات کو خواب دیکھا‘ اس انصاری نے رات کو ہی حضور ﷺ کو آ کر بتادیا‘ حضور آئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اذان دے دی“۔ زہری کہتے ہیں فجر کی نماز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ”الصلاۃ خیر من النوم“ کا اضافہ کردیا اور حضور ﷺ نے بھی اسکو برقرار رکھا‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا لیکن ابن زید مجھ پر سبقت لے گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے بنی نجار کی ایک عورت سے نقل کیا:

Marfat.com

میرا گھر مسجد کے اردگرد گھروں میں سے سب سے اونچا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ روزانہ یہاں آ کر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار کرتے' جب فجر کے آثار دیکھتے تو انگڑائی لیتے اور کہتے: اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے خلاف تیری مدد چاہتا ہوں تا کہ وہ تیرے دین کو اپنانے والے ہو جائیں۔ پھر اذان دیتے' اور میرا نہیں خیال کہ انہوں نے ایک دن بھی اسکو چھوڑا ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو حج کرانا

ابن اسحاق کہتے ہیں: ۹ ہجری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر مکہ بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو حج کرائیں' اس وقت تک مشرکوں کو حج کرنے سے نہیں روکا گیا تھا' جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات:

﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ﴾

یہاں تک:

﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۔۵)

بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرتے ہوئے مشرکین سے براءت کا اعلان کریں' کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھی تھے اور رشتہ دار بھی"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابو جعفر محمد بن علی سے مروی ہے کہ جب سورۃ براءت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر جا چکے تھے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ سورت پہنچا دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری طرف سے کوئی اہلِ بیت ہی پہنچا سکتا ہے"۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: سورۃ براءت کی ابتدائی آیات لے جاؤ اور جب نحر کے دن لوگ منیٰ میں جمع ہو جائیں تو ان میں اعلان کر دینا کہ جنت میں کافر داخل نہیں ہوگا' آج کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' کوئی ننگا بیت اللہ کا حج نہیں کریگا' اور جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کوئی معاہدہ ہو تو وہ متعین مدت تک

Marfat.com

ہے"۔ حضرت علی ﷺ حضور ﷺ کی اونٹنی "عضباء" لیکر نکلے اور حضرت ابو بکر ﷺ کو جا کر ملے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا! امیر بن کر آئے ہو یا مأ مور؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مأ مور، پھر دونوں ساتھ چل دیئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج شروع کروایا، عرب اس سال بھی اپنی جاہلیت کے رواج کے مطابق حج کر رہے تھے۔ جب نحر کا دن ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق کھڑے ہو کر اعلان کیا، اور اعلان والے دن سے چار ماہ کی مہلت دیتے ہوئے کہا: ہر قوم اپنے ٹھکانے اور شہر چلی جائے اور اسکے بعد کسی مشرک کے لئے کوئی عہد یا ذمہ نہ ہوگا، ہاں جس کا حضور ﷺ کیساتھ کوئی معاہدہ ہوگا تو وہ ایک مدت تک ہوگا۔ اس سال کے بعد کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور نہ ہی ننگا طواف ہوا۔ حج کے بعد یہ دونوں حضور ﷺ کے پاس آ گئے۔

امام بخاریؒ نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا (۹) ہجری کو لوگوں کو حج کرانے کے بیان میں"۔ پھر حضرت ابو ہریرۃ ﷺ سے نقل کیا: حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امیرِ حج بناتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دیں: آج کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور بیت اللہ کا طواف برہنہ نہیں ہوگا"۔

بخاری نے ایک اور موقع پر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سال اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا کہ نحر والے دن منیٰ میں اعلان کر دیں کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کریگا اور کوئی برہنہ طواف نہیں کریگا۔ حمید راوی کہتا ہے: اسکے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ برأت کا اعلان کریں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے ساتھ نحر کے دن منیٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی برأت کا اعلان کرتے ہوئے کہا: آج کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کوئی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کریگا"۔

"یوم الحج الاکبر" یوم الخیر کو کہتے ہیں، اور اسکو "اکبر" اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ عمرہ کو حج اصغر کہا کرتے تھے، اس سال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا تو حجۃ الوداع کے موقع پر

Marfat.com

حضور ﷺ کیساتھ کسی مشرک نے حج نہیں کیا"۔ مسلم نے بھی اس حدیث کو بیان کیا۔

امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ تھا جب حضور ﷺ نے انکو بھیجا' میں نے کہا: تم کیا اعلان کرتے تھے؟ فرمایا: ہم یہ اعلان کرتے تھے کہ جنت میں مؤمن ہی داخل ہوگا' کوئی بیت اللہ کا طواف برہنہ نہیں کریگا' اور کسی کا حضور ﷺ کیساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اسکی مدت چار ماہ ہے' جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اللہ اور اسکا رسول مشرکوں سے بری ہے' اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کریگا' میں نے اتنی آوازیں لگائیں کہ میری آواز بیٹھ گئی۔

امام احمدؒ نے زید بن یُثَیْع سے نقل کیا: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو کیا چیزیں دیکر بھیجا گیا ہے' فرمایا چار چیزیں: جنت میں مؤمن آدمی ہی داخل ہوگا' بیت اللہ کا طواف برہنہ نہیں ہوگا' اور جس کے درمیان اور حضور ﷺ کے درمیان کوئی معاہدہ ہو تو اسکی مدت معاہدہ کے مطابق ہوگی اور اس سال کے بعد مشرکین حج نہیں کریں گے"۔ اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا۔

Marfat.com

چوتھی فصل

حجۃ الوداع

- ☆ حضور ﷺ کے حجوں اور عمروں کی تعداد۔
- ☆ حج وداع کے لئے مدینہ سے نکلنا۔
- ☆ مدینہ سے نکلنے اور احرام کا بیان۔
- ☆ احرام باندھنے کا بیان۔
- ☆ حج وداع میں حضور ﷺ کی نیت۔
- ☆ حضور ﷺ کا تلبیہ پڑھنا۔
- ☆ حج اور خطبہ کی کیفیت۔
- ☆ حج کے دوران نمازوں کی جگہیں۔
- ☆ مکہ میں حضور ﷺ کا داخل ہونا۔
- ☆ بیت اللہ کا طواف کرنا۔
- ☆ سعی کا بیان۔
- ☆ مکہ میں قیام۔
- ☆ منیٰ میں آمد۔
- ☆ وقوف عرفہ۔
- ☆ عرفہ سے مزدلفہ جانا۔
- ☆ مزدلفہ میں قیام اور منیٰ کے مناسک۔
- ☆ طواف افاضہ۔
- ☆ منیٰ میں خطبہ۔
- ☆ منیٰ سے روانگی۔
- ☆ مکہ سے واپسی۔
- ☆ غدیر خم میں خطبہ۔

Marfat.com

حجۃ الوداع

دس ہجری کو حضور ﷺ نے "حجۃ الوداع" کیا، اسکو "حجۃ البلاغ" اور حجۃ الاسلام" بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ اس میں حضور ﷺ نے لوگوں کو الوداع کیا اور اسکے بعد حج نہیں کیا۔ "حجۃ الاسلام" اس لئے کہتے ہیں کہ مدینہ سے اسکے سوا آپ ﷺ نے کوئی حج نہیں کیا۔ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ نے کئی حج کئے، نبوت ملنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ بعض کہتے ہیں حج کی فرضیت اسی سال نازل ہوئی جس سال حضور ﷺ نے خود حج کیا، بعض کہتے ہیں: نویں سال، بعض چھٹے سال اور بعض ہجرت سے بھی پہلے کہتے ہیں لیکن یہ درست نہیں۔ اسکو "حجۃ البلاغ" اس لئے کہتے ہیں کہ اس حج میں حضور ﷺ نے اللہ کے احکام قولاً وفعلاً دونوں طرح پہنچا دیئے اور کوئی ایسا چھوٹا موٹا حکم نہیں رہا جس کو حضور ﷺ نے بیان نہ کیا ہو۔ جب حضور ﷺ نے لوگوں کو حج کی مشروعیت، وضاحت سے بیان کر دی تو اللہ تعالیٰ نے عرفات میں آپ ﷺ پر یہ آیت نازل کی:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (سورۃ المائدہ:۳)

"آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین"۔

اس فصل میں حضور ﷺ کے حج کو بیان کیا جائے گا کہ آپ ﷺ نے کیسے حج کیا، کیونکہ ناقلین کا اس میں سخت اختلاف ہے، اور ہر ایک نے اپنے تک پہنچنے والی روایت کے مطابق اسکو بیان کیا ہے، اور اکثر کا تو آپس میں بھی سخت تفاوت ہے، بالخصوص صحابہ ﷺ کے بعد راویوں کا۔ لیکن ہم یہاں ائمہ کے اقوال ذکر کریں گے اور اختلافات میں بھی ایسی توفیقی صورتیں بیان کریں گے کہ انشاء اللہ اختلاف جاتا رہے گا اور تمام احادیث اپنے معانی پر دال نظر آئیں گی۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے حجوں اور عمروں کی تعداد

مدینہ سے حضور ﷺ نے ایک حج اور تین عمرے کئے' جیسا کہ بخاریؒ اور مسلمؒ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ نے چار عمرے کیے' تمام ذی القعدۃ میں تھے' سوائے اسکے جو حجۃ الوداع کے ساتھ تھا''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے چار عمرے کئے: عمرۂ حدیبیہ' عمرۂ قضاء' عمرۂ جعرانہ اور چوتھا حج کیساتھ''۔ اس حدیث کو ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے بیان کیا۔ عمروں میں سے پہلا عمرہ حدیبیہ کا ہے جس سے آپ ﷺ کو مشرکوں نے روکا تھا۔ پھر عمرۃ القضاء کا ہے جس کو عمرۃ القصاص اور عمرۃ القضیہ بھی کہتے ہیں۔ پھر جعرانہ کا عمرۃ تھا جو طائف سے واپسی پر حنین کے غنائم کی تقسیم کے موقع پر کیا تھا۔ چوتھا حج کیساتھ والا عمرۃ تھا۔ البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ یہ آخری عمرہ تمتع کا تھا یا قِران کا تھا جیسا کہ آئندہ ہم احادیث میں بیان کریں گے' یا مفرد تھا اور حضور ﷺ نے قضاءِ حج کے بعد کیا تھا؟ جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے اور یہی ان سے مذکور بھی ہے۔

بخاری میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ نے انیس غزوے کئے' اور ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے ایک حج کیا''۔

ابو اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ نے مکہ میں دوسرا حج کیا' یعنی مکہ میں ایک ہی حج کیا' لیکن یہ درست نہیں کیونکہ نبوت کے بعد حضور ﷺ حج کے مواقع میں جاتے تھے اور لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے کہا کرتے تھے: ''کون مجھے ٹھکانہ دے سکتا ہے کہ میں اپنے رب کا کلام پہنچادوں' کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کا کلام پہچانے سے روک دیا''۔ اللہ تعالیٰ نے انصار کے لئے مقدر کردیا کہ آپ ﷺ کو نحر کے دن جمرۃ العقبہ کے پاس تین سال متواتر ملتے رہے' تیسری دفعہ اسوقت ملے جب مدینہ ہجرت سے پہلے والے سال کا حج تھا۔

بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ مدینہ میں نو سال تک رہے اور اس دوران آپ ﷺ نے حج نہیں کیا' پھر لوگوں میں حج کا اعلان کیا' جس کی وجہ سے بہت سارے لوگ مدینہ میں اکٹھے ہوگئے۔ جب ذی القعدۃ کے چار یا پانچ دن رہ گئے

Marfat.com

تو آپ ﷺ نکلے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر نماز نفل پڑھی اور سواری پر سوار ہوئے اور جب میدانِ بیداء تک پہنچے تو تلبیہ پڑھا اور ہم نے بھی احرام کی نیت کر لی اور ہمارا مقصد حج ہی تھا۔

حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے نکلنے کا وقت

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: دس ہجری کے سال جب ذی القعدۃ کا مہینہ شروع ہوا تو حضور ﷺ نے حج کی تیاری شروع کی اور لوگوں کو بھی تیار رہنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''حضور ﷺ حج کے لئے اسوقت نکلے جب ذی القعدہ میں سے پانچ دن باقی رہ گئے تھے'' امام مالکؒ اور احمدؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا۔ صحیحین' نسائی' ابن ماجہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ''ہم حضور ﷺ کیساتھ اس وقت نکلے جبکہ ذی القعدۃ میں سے پانچ دن باقی تھے' ہمارا مقصد حج ہی تھا''۔

بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ مدینہ سے کنگھی سرمہ اور نئے کپڑے پہن کر نکلے' اور آپ ﷺ نے زرد کپڑوں کے سوا کسی کپڑے کے پہننے سے منع نہیں فرمایا۔ ذوالحلیفہ میں رات کے وقت پہنچے' صبح کو سوار ہوئے اور مقام بیداء پر احرام باندھا' اس وقت ذی القعدہ کے مہینے میں سے پانچ دن رہ گئے تھے اور جب مکہ پہنچے تو ذی الحجہ کے پانچ دن گزر گئے تھے''۔

فائدہ

حدیث میں جو یہ ہے کہ ''ذی القعدہ میں سے پانچ دن باقی رہ گئے تھے''۔ اگر اس سے مراد ذوالحلیفہ کی صبح سے پانچ دن تو اس سے ابن حزم کا یہ دعویٰ درست ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ مدینہ سے جمعرات کے دن نکلے' ذی الحلیفہ میں جمعہ کی رات گزاری اور جمعہ کے دن پچیس ذی القعدۃ تھی۔

اور اگر اس سے مراد مدینہ سے نکلنا ہو' جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ جب مدینہ سے نکلے تو ذی القعدہ سے پانچ دن رہ گئے تھے' اس روایت کے

Marfat.com

مطابق ابن حزم کی بات صحیح معلوم نہیں ہوتی اور اسکے مطابق جمعہ کا دن بنتا ہے اگر ذی القعدہ کا مہینہ پورے تیس دنوں کا ہو مدینہ سے حضور ﷺ کا جمعہ کے دن نکلنا درست نہیں، کیونکہ بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: ''حضور ﷺ نے اور ہم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں' اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں' پھر وہیں رات گزاری' صبح سواری پر سوار ہوئے اور جب بیداء میں پہنچے تو اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور حج و عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھا''۔

مسلم اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں''۔

احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں''۔ اس حدیث کو بخاری' مسلم' ابوداؤد اور نسائی نے بھی ذکر کیا۔

یہ روایت جمعہ کے دن نکلنے کے بالکل مخالف ہے اور نہ اسکے مطابق جمعرات کے دن نکلنا صحیح قرار دیا جاسکتا ہے جیسا کہ ابن حزم کا قول ہے۔ کیونکہ اس دن چوبیسویں ذی القعدہ تھی' اور دوسری طرف بالاجماع ثابت ہے کہ یکم ذی الحجہ جمعرات کے دن تھی' کیونکہ وقوف عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہ نو ذی الحجہ کو ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر جمعرات کے دن چوبیسویں ذی القعدۃ کو نکلنا ہو تو پیچھے مہینہ کے چھ دن جمعہ کی رات' ہفتہ' اتوار' سوموار' منگل اور بدھ رہ جائیں' حالانکہ حضرت عائشہؓ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں صراحۃً ذکر ہے کہ ذی القعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے جمعہ کا دن بھی نہیں بن سکتا' تو پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ ہفتہ کے دن نکلے۔ راوی کا یہ خیال تھا کہ مہینہ پورے تیس دن کا ہوگا لیکن اس سال انتیس کا ہوگیا اور بدھ پر ختم ہوکر جمعرات کو یکم ذی الحجہ ہوگئی۔ اسکی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے: ''پانچ چار دن رہ گئے تھے''۔

Marfat.com

مدینہ سے نکلنے اور احرام کی کیفیت

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ”حضور ﷺ ”الشجرۃ“ کے راستے سے نکلتے تھے اور ”المعرس“ کے راستے سے داخل ہوتے تھے اور جب آپ ﷺ مکہ کے لئے نکلتے تو مسجد الشجرۃ میں اور جب واپس لوٹتے تو ذی الحلیفہ میں نماز پڑھتے اور وہیں رات بھی گزارتے۔

پیچھے گزر چکا کہ حضور ﷺ نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں، پھر ذوالحلیفہ آئے اور یہاں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ذوالحلیفہ عصر کے وقت آئے تھے اور آپ ﷺ نے وہاں قصر نماز پڑھی تھی، جبکہ یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ پھر وہیں مغرب، عشاء کی نماز اور رات بسر کی، فجر کی نماز پڑھنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ رات کو مجھ پر وحی آئی تھی اور پھر آپ ﷺ نے اپنی نیت کا بتایا۔ امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ”حضور ﷺ ذوالحلیفہ کے ”معرس“ مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ مبارک وادی میں ہیں“۔

بخاری نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو وادی عقیق میں کہتے ہوئے سنا: میرے پاس رات کو رب کی طرف سے آنے والا آیا اور اس نے کہا: اس وادی میں نماز پڑھیے اور حج وعمرہ کی نیت کیجیے“۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو وادی میں نماز پڑھنے کا مقصد ظہر تک وہاں قیام کرنے کا حکم تھا، کیونکہ حکم رات کو آیا اور آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتایا تو ظاہر ہے کہ پیچھے ظہر کی نماز ہی رہ جاتی ہے، جس کے پڑھنے کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا، اور اسکے بعد احرام باندھنے کا کہا گیا، اس لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”رات کو میرے رب کی طرف آنے والے نے آکر بتایا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور حج وعمرہ کی نیت کرو“۔ ان آخری الفاظ کی وجہ سے حج قران کے قائلین نے استدلال کیا جیسا کہ آگے تفصیل سے آئے گا۔

مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ کو وادی عقیق میں ظہر تک ٹھہرنے کا حکم دیا گیا جس کی آپ

Marfat.com

ﷺ نے تابعداری بھی کی۔ اس دن آپ ﷺ اپنی نو بیویوں کے پاس گئے جو اس موقع پر آپ ﷺ کیساتھ تھیں اور آپ ﷺ ظہر کی نماز تک وہاں رہے۔ جیسا کہ ابوحسان الاعرج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر اونٹ کو اشعار کیا اور تلبیہ پڑھا"۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے نماز پڑھی پھر اونٹنی پر سوار ہوئے اور جب بیداء کے مقام پر پہنچے تو تلبیہ پڑھا"۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "میں حضور ﷺ کو خوشبو لگاتی رہی اور آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جاتے رہے، حتیٰ کہ صبح جب آپ ﷺ نے احرام باندھا تو اس وقت بھی آپ ﷺ کے جسم اطہر سے خوشبو آ رہی تھی"۔

مسلم کی ایک روایت محمد بن المنتشر سے ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو خوشبو لگائے اور پھر صبح کو احرام باندھ لے انہوں نے فرمایا: "میں پسند نہیں کرتا کہ میں احرام بندھوں اور مجھ سے خوشبو آ رہی ہو"۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی تھی اور آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس گئے تھے پھر آپ نے صبح کو احرام باندھ لیا"۔ مسلم نے جو الفاظ نقل کئے ہیں اسکا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جانے سے پہلے خوشبو لگایا کرتے تھے تاکہ آپ ﷺ کو بھی اطمینان رہے اور ازواجِ مطہرات کو بھی کسی ناپسندیدگی کا سامنا نہ کرنا پڑے، پھر جب آپ ﷺ نے جنابت سے غسل کیا تو احرام کے لئے دوبارہ خوشبو استعمال کی۔

امام شافعیؒ حضرت عثمان بن عروہ کے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو کہتے ہوئے سُنا: میں نے حضور ﷺ کو احرام باندھتے اور کھولتے وقت خوشبو لگا کردی، میں نے کہا: کونسی خوشبو؟ فرمایا: بہترین خوشبو"۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "میں حضور ﷺ کے احرام کے لئے بھی خوشبو لگاتی تھی جب آپ ﷺ احرام باندھتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے احرام

Marfat.com

کھولنے کے لئے بھی"۔ مسلم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: گویا میں حضور ﷺ کی مانگ میں اب بھی مشک کی چمک دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ ﷺ تلبیہ پڑھ رہے تھے"۔

مسلم نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت نقل کی: "گویا میں حضور ﷺ کی مانگ میں مشک کی چمک دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ ﷺ محرم تھے"۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: میں نے تیسرے دن کے بعد بھی حضور ﷺ کی مانگ میں خوشبو دیکھی جبکہ آپ ﷺ احرام میں تھے"۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے غسل کے بعد خوشبو لگائی' کیونکہ اگر غسل سے پہلے لگاتے تو وہ غُسل سے دُھل جاتی اور اسکا اثر باقی نہ رہتا' بالخصوص احرام کے تین دن بعد۔

سلفِ صالحین کی ایک جماعت جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ احرام کے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے بالوں کو گوند وغیرہ سے چپکا دیا تاکہ وہ سر میں موجود خوشبو کے لئے حفاظت کا سبب بنے اور گرد و غبار سے بھی سر بچا رہے"۔ امام مالکؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا: "حضرت حفصہؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا بات ہے سب لوگوں نے عمرے کا احرام کھول دیا اور آپ ﷺ ابھی تک باندھے ہوئے ہیں؟ فرمایا: "میں اپنے ساتھ ہدی کے جانور لئے ہوئے ہوں' اس لئے جانور ذبح کرنے تک احرام نہیں کھولوں گا"۔

بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے اپنے سر کے بال شہد سے چپکائے۔

احرام باندھنے کی جگہ

بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھنے کے بیان میں" پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھا"۔

صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے: "حضور ﷺ اسوقت تلبیہ پڑھا

Marfat.com

کرتے تھے جب سواری پر اچھی طرح جم کر بیٹھ جاتے"۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے مدینہ میں چار اور ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر وہیں رات گزاری اور صبح سوار ہو کر چلے۔ جب تھوڑے آگے گئے تو احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا"۔ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "حضور ﷺ ذوالحلیفہ میں اپنی سواری پر سوار ہوتے اور تلبیہ اس وقت پڑھتے تھے جب سواری پر جم کر بیٹھ جاتے"۔

بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے سواری پر جم کر بیٹھنے کے بعد تلبیہ پڑھنے کے بیان میں"۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے اس وقت تلبیہ پڑھا جب سواری اُٹھ کر کھڑی ہو گئی"۔ مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "جب حضور ﷺ اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے اور سواری انکو لے کر کھڑی ہو جاتی تو آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے تلبیہ پڑھتے تھے"۔

امام بخاری نے ایک اور باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے تلبیہ پڑھنے کے بیان میں"۔ پھر حضرت نافع سے نقل کیا: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب ذوالحلیفہ میں فجر کی نماز پڑھتے تو اپنی سواری منگواتے اور سوار ہوتے۔ جب وہ کھڑی ہوتی تو قبلہ کی طرف رُخ کر کے تلبیہ پڑھتے اور حرم پہنچ کر ہی تلبیہ سے رُکتے، پھر ذات طویٰ مقام پر آتے اور وہیں رات گزارتے۔ جب صبح ہوتی تو غسل کرتے، انکا خیال تھا کہ حضور ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے"۔

بخاری نے حضرت نافع سے نقل کیا: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ جانے ارادہ کرتے تو بغیر خوشبو والا تیل لگاتے۔ پھر مسجد ذوالحلیفہ آتے، وہاں نماز پڑھتے۔ پھر سوار ہوتے اور جب سواری انکو لے کھڑی ہو جاتی تو تلبیہ پڑھتے، اور فرماتے: 'ہم نے حضور ﷺ کو بھی ایسے کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔

مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "بیداء سے تلبیہ کے بارے میں تم حضور ﷺ پر جھوٹ بولتے ہو، خدا کی قسم! حضور ﷺ نے تو شجرہ سے تلبیہ پڑھا جب اونٹ

Marfat.com

آپ کو لے کر کھڑا ہوا"۔

اس حدیث سے حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت اور اُن روایات میں تطابق بھی ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ سواری پر سوار ہونے کے بعد مسجد کے نزدیک جب سواری کھڑی ہو جاتی تو حضور ﷺ تلبیہ پڑھتے اور یہ سب بیداء نامی جگہ پر پہنچنے سے پہلے ہوتا۔

بخاری نے ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ تیل، کنگھی اور اچھے کپڑے پہننے کے بعد صحابہؓ کیساتھ مدینہ سے نکلے اور زرد کپڑوں کے سوا کسی کے پہننے سے منع نہیں کیا' جب ذوالحلیفہ میں صبح اُٹھے تو سواری پر سوار ہوئے اور جب وہ کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہؓ کیساتھ تلبیہ پڑھا۔ ہدی کے جانوروں کے گلوں میں قلادہ ڈالا اور ذی القعدہ کے پانچ دن رہ گئے تھے جب وہاں سے چلے مکہ پہنچ کر طواف وسعی کی' اور ہدی کی وجہ سے احرام نہ کھولا۔ پھر حجون میں حج کی نیت سے ٹھہرے رہے اور دوبارہ طواف نہیں کیا' پھر عرفہ سے واپس لوٹے اور صحابہؓ کو حکم دیا کہ طواف وسعی کریں' اور بال کٹوا کر احرام کھول دیں' اور یہ حکم اُن کے لئے تھا جن کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے' اور جس کے ساتھ بیوی تھی اسکے لئے فرمایا کہ اب بیوی' خوشبو اور کپڑے تمہارے لئے حلال ہیں"۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی' پھر جانور منگوائے اور انکی دائیں طرف اشعار کیا' جس سے انکا خون نکل آیا' انکے گلوں میں قلادہ ڈالا' پھر اپنی سواری منگوائی اور جب وہ کھڑی ہوئی تو حج کا تلبیہ پڑھا"۔

Marfat.com

کس چیز سے احرام باندھا؟

(۱) قائلین حج افراد کے دلائل

☆ حضرت عائشہؓ کی روایت

امام شافعیؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حج افراد کیا''۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''ہم حضور ﷺ کیساتھ نکلے' ہم میں سے بعض نے حج کا اور بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا' اور حضور ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا انہوں نے طواف اور سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیا اور جنہوں نے حج یا حج اور عمرے کا احرام باندھا تھا انہوں نے یوم النحر ہی احرام کھولا''۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو حکم دیا اور فرمایا: ''جو صبح سے پہلے عمرے سے ابتداء کرنا چاہے تو ایسا کرلے اور خود حضور ﷺ نے حج افراد کیا اور عمرہ نہیں کیا'' لیکن یہ حدیث صحیح نہیں۔ ایک تو یہ امام احمد کے تفردات میں سے ہے۔ دوسرے اگرچہ اسکی اسناد صحیح ہے لیکن الفاظ درست نہیں کیونکہ اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے عمرہ نہیں کیا۔ تو اگر اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بالکل ہی عمرہ نہیں کیا' نہ حج سے پہلے' نہ بعد میں اور نہ حج کیساتھ' تو یہ کسی کے نزدیک درست نہیں۔ کیونکہ یہ حضرت عائشہؓ کے اس قول کے مخالف ہوجائیگا جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کئے جو سب کے سب ذی القعدۃ میں تھے سوائے اسکے جو حج کیساتھ تھا۔ ایسے ہی اس حدیث کے بھی مخالف ہے جو امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کی: ''حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں حج اور عمرے کا احرام باندھا اور اپنے ساتھ ہدی کے جانور لے گئے۔ بعض لوگوں نے عمرے کے احرام باندھے اور جانور بھی لے گئے اور بعض جانور نہیں لے کر گئے اور صرف عمرے کا احرام باندھا''۔

Marfat.com

☆حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت

امام احمدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے اپنے حج میں صرف حج کا احرام باندھا''۔

بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے اپنے حج میں حج کا احرام باندھا اور اسکے ساتھ عمرہ نہیں تھا'' صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ہم نے حج کا احرام باندھا' ہم عمرہ تو جانتے ہی نہیں تھے'' ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حجِ افراد کیا''۔

امام احمد نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج کا احرام باندھا' اور اُن میں سے حضور ﷺ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے پاس ہدی کے جانور نہیں تھے''۔

☆حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ہم نے حضور ﷺ کیساتھ حجِ افراد کا احرام باندھا''۔ اس روایت کو مسلم اور حافظ ابوبکرؒ نے بھی نقل کیا۔

☆حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ ذی الحجہ کے چار دن رہ گئے تھے جب آپ ﷺ مکہ پہنچے' صبح کی نماز آپ ﷺ نے بطحاء میں پڑھائی' پھر فرمایا: ''جو اسکو عمرہ بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے''۔

مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ''حضور ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی' پھر آپ ﷺ کے پاس ہدی کے جانور لائے گئے تو آپ ﷺ نے ان کے دائیں طرف اشعار کیا۔ پھر آپ ﷺ کی سوراری لائی گئی اور آپ ﷺ سوار ہوئے۔ جب وہ آپ ﷺ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے حج کا تلبیہ پڑھا۔

Marfat.com

(۲) قائلین حج تمتع کے دلائل

امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حجۃ الوادع میں حج تمتع کیا۔ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور اپنے ساتھ ہدی کے جانور لے گئے' حضور ﷺ نے پہلے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا۔ لوگوں میں سے بھی بعضوں نے اپنے ساتھ جانور لے لئے تھے اور بعضوں نے نہیں لئے تھے۔ جب حضور ﷺ مکہ پہنچے تو لوگوں سے کہا: ''جس کے ساتھ ہدی کے جانور ہیں تو اسکے لیے محرّماتِ احرام میں سے کوئی چیز حلال نہیں جب تک حج پورا نہ کرلے' اور جس کے پاس جانور نہیں ہیں تو وہ طواف اور سعی کرے اور قصر کروا کر حلال ہو جائے (احرام کھول لے) پھر حج کے لئے دوبارہ احرام باندھے اور قربانی کرے۔ جس کے پاس قربانی کے جانور نہ ہوں تو وہ تین دن اَب اور سات دن اپنے گھر لوٹنے پر روزے رکھے۔ مکہ آکر حضور ﷺ نے طواف کیا' پہلے استلامِ حجر کیا اور سات میں سے تین چکر ذرا تیز چل کر لگائے اور چار چکر آرام سے چل کر۔ طواف ختم کرنے پر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں اور صفا مروۃ آ گئے' سعی کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا' بلکہ اپنا حج پورا کیا اور نحر کے دن قربانی کی' پھر مکہ آئے اور طواف کیا۔ لوگوں میں سے بھی جن کے پاس قربانی کے جانور تھے انہوں نے حضور ﷺ کی طرح کیا۔ امام احمدؒ نے حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتایا کہ حضور ﷺ نے حجِ تمتع کیا اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کیساتھ یہی حج کیا۔

اس حدیث کو بخاری' مسلم اور ابو داؤد نے بھی نقل کیا۔

اس حدیث میں تین متضاد اقوال ہیں: ''الافراد'' کے کہنے سے عمرہ ثابت ہوتا ہے یا حج سے پہلے یا حج کے بعد' اور ''تمتع'' کہنے سے بھی بات نہیں بنتی' کیونکہ اس میں آگے یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے طواف اور سعی کے بعد احرام نہیں کھولا اور متمتع ایسا نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کو احرام کھولنے سے ہدی کے جانور ساتھ لے جانے نے روکا' جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا کہ حضرت حفصہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! لوگوں نے تو احرام کھول لیا آپ ﷺ نے کیوں نہیں کھولا؟

Marfat.com

فرمایا: میں نے اپنا سر گوندھا ہوا ہے اور جانوروں کو قلادہ ڈالا ہے' میں قربانی کرنے تک احرام نہیں کھولوں گا"۔ یہ قول بھی بعید از قیاس ہے کیونکہ قران کے حق میں وارد احادیث اسکو رد کرتی ہیں' اور اسکے بھی خلاف ہیں کہ حضور ﷺ نے پہلے عمرے کا احرام باندھا ہو' پھر سعی کرنیکے بعد حج کا احرام باندھا ہو' کیونکہ اس طرح احرام باندھنا تو کسی حدیث میں ثابت نہیں۔

اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے "رسول ﷺ نے حجۃ الوداع میں تمتع کا ارادہ کیا" اس سے اگر مخصوص حج کی کیفیت مراد ہے یعنی سعی کے بعد احرام کھولنا تو وہ یہاں مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ حدیث کے ابتداء میں ایسے الفاظ ہیں جو اس قول کے مخالف ہیں' پھر حج کیساتھ عمرے کو ملانے کا ثبوت بھی اسکے مخالف ہے۔ اور اگر تمتع سے مراد عام ہے تو اس میں قران بھی داخل ہو جائیگا اور وہی مراد ہے۔

باقی حدیث میں جو یہ مذکور ہے: "حضور ﷺ نے پہلے عمرے کا احرام باندھنے کی نیت کی پھر حج کی تو اگر اس سے مراد یہ ہے کہ الفاظِ نیت میں عمرے کے الفاظ کو حج پر مقدم کیا' مثلاً یہ کہا: اے اللہ میں عمرے اور حج کے لئے حاضر ہوں' تو یہ آسان ہے اور قران کے منافی نہیں۔ اور اگر اس سے مراد پہلے عمرے کے احرام کی نیت کر کے عمرہ شروع کیا' پھر اس پر حج داخل کیا' لیکن طواف سے پہلے تو یہ بھی قران ہی ہے اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ عمرے کا احرام باندھا' پھر اسکے افعال سے فارغ ہونے کے بعد جانور ساتھ لیجانے کی وجہ سے احرام کھولا یا نہیں کھولا' لیکن مناسکِ عمرہ ادا کرنے کے بعد منیٰ جانے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا قول نہیں' اور لوگوں میں سے جو اسکا دعویٰ کرے وہ مردود ہے کیونکہ یہ منقول ہی نہیں اور قران والی احادیث کے بھی خلاف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جب حجاج کے زمانے میں ابن الزبیر کو محاصرہ کرنے والے سال میں انہوں نے حج کیا تو لوگوں نے کہا: لوگوں کو محاصرہ کا سامنا ہے' اگر آپ رضی اللہ عنہ اس سال حج چھوڑ دیں' تو بہتر ہے' فرمایا: اچھا' پھر میں ایسے ہی کروں گا جیسے عام الحدیبیہ میں حضور ﷺ نے کیا' حضور ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا' پھر جب سواری پر اچھی طرح سوار ہو گئے تو

Marfat.com

فرمایا: ''ان دونوں کا معاملہ مجھے ایک دکھائی دیتا ہے''۔ پھر اسکے ساتھ حج کی نیت کر لی' تو راوی کو یہ خیال ہوا کہ حضور ﷺ نے بعینہ ایسا ہی کیا ہوگا' چنانچہ انہوں نے ایسے ہی نقل کر دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت نافع سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فتنہ کے زمانے (حجاج کے دور میں مکہ کے محاصرہ کا زمانہ) میں عمرہ کرنے نکلے اور فرمایا: اگر ہمیں بیت اللہ سے روکا گیا تو ہم ایسا ہی کریں گے جیسے حضور ﷺ نے کیا تھا' حضور ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا اور جب بیداء مقام پر پہنچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''دونوں کا معاملہ ایک طرح ہی ہے' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرے کیساتھ حج کی نیت بھی کر لی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ مکہ تشریف لائے طواف اور سعی کی اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا' حضور ﷺ کا خیال تھا کہ یہی کافی ہے' اسکے بعد قربانی کی''۔

بخاری نے حضرت نافع سے نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال حج کرنے کا ارادہ کیا جس سال حجاج نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا: وہاں تو لڑائی کا خطرہ ہے' اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ کو داخل ہونے سے روک ہی نہ دیا جائے' فرمایا: ''حضور ﷺ کی شکل میں تمہارے پاس بہترین نمونہ ہے' ہم ایسا ہی کریں گے جیسے حضور ﷺ نے کیا تھا' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرے کا ارداہ کر لیا ہے' پھر نکلے اور بیداء نامی جگہ پر پہنچے تو فرمایا: مجھے حج اور عمرہ دونوں کا معاملہ ایک ہی دِکھائی دیتا ہے' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرے کیساتھ حج کا بھی ارادہ کر لیا ہے چنانچہ جانور خرید لئے' اور پھر نہ احرام کھولا اور نہ بال کٹوائے۔ جب قربانی کا دن ہوا تو قربانی کی اور حلق کیا' اور یہ سوچا کہ انہوں نے حج اور عمرے کا طواف پہلے ہی کر لیا تھا' ابن عمر کہتے ہیں: حضور ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا''۔

بخاری نے حضرت نافع سے یہ بھی نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس انکے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ اس سال لڑائی نہ ہو جائے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ داخل ہونے سے روک دیں' بہتر یہ ہے کہ اس سال آپ نہ جائیں' فرمایا: حضور ﷺ

Marfat.com

بھی نکلے تھے اور قریش انکے اور بیت اللہ میں حائل ہو گئے تھے اگر ہمارا راستہ روکا گیا' تو ہم بھی ایسے ہی کریں گے جیسے حضور ﷺ نے کیا تھا' کیونکہ حضور ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرے کیساتھ حج کا بھی ارادہ کر لیا ہے' پھر وہ مکہ آئے اور دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا۔

گویا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے وقت حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق احرام کھولنے اور حج و عمرے کے لئے ایک طواف پر اکتفا کرنے پر عمل کیا' اور اسکی وجہ یہ ہے کہ پہلے انہوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا تاکہ تمتع کریں' لیکن پھر انہیں خطرہ ہوا کہ کہیں روک نہ دیئے جائیں تو دونوں کو جمع کر لیا اور حج کو عمرہ اور طواف کرنے سے پہلے عمرے کیساتھ شامل کر دیا' تو گویا قران کر لیا' اور فرمایا: دونوں کا معاملہ ایک ہے یعنی اسمیں کوئی فرق نہیں کہ انسان صرف عمرے یا صرف حج سے روکا جائے یا دونوں سے روکا جائے' اور جب مکہ آئے تو دونوں کی طرف سے ایک طواف پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ سابقہ حدیث میں صراحۃً مذکور ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا یعنی حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے ایک ہی سعی کی تھی' اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قِران مروی ہے' اس لئے نسائی نے نافع سے نقل کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجِ قِران کیا تھا اور دونوں کے لئے ایک طواف کیا تھا' مقصد یہ ہے کہ: بعض راویوں نے جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سُنا کہ میں ایسا ہی کرونگا جیسے حضور ﷺ نے کیا تو انکو یہ گمان ہونے لگا کہ حضور ﷺ نے پہلے عمرے کا احرام باندھا تھا' پھر حج کا ارادہ کیا اور اسکو طواف سے پہلے عمرے میں شامل کر دیا' چنانچہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق نقل کر دیا' حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب نہیں تھا' بلکہ وہ تھا جو ہم نے اوپر بیان کیا''۔

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ پہلے عمرے کی نیت کی اور اسکے ساتھ طواف سے پہلے حج شامل کر دیا تو اس سے بھی قارن بنتا ہے متمتع نہیں بنتا' اور یہ تمتع کی افضلیت کے قائلین کے لئے دلیل بن جائیگی۔ باقی رہی وہ حدیث جو بخاری اور مسلم میں عمران بن حصین سے مروی ہے ''ہم نے حضور ﷺ کے زمانے میں حجِ تمتع کیا جبکہ قرآن مجید اُتر رہا تھا' اب

Marfat.com

ایک آدمی اپنی رائے سے جو چاہتا ہے کہتا ہے''۔

تو اس سے مراد وہ متعہ ہے جو قران اور تمتع خاص سے عام ہے' کیونکہ مسلم میں حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے: ''حضور ﷺ نے حج اور عمرے کو جمع کیا''۔

اکثر سلف صالحین متعہ کا اطلاق قران پر بھی کرتے ہیں۔

بخاری نے سعید بن المسیب سے نقل کیا: متعہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا عُسفان کے مقام پر اختلاف ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم ایسے کام سے روکنا چاہتے ہو جو حضور ﷺ نے کیا ہے' اور پھر دونوں کا احرام باندھا۔

مسلم نے بھی اس روایت کو بیان کیا اور اسمیں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کسی آدمی کے کہنے کی وجہ سے حضور ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا''۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ ہم نے حضور ﷺ کیساتھ تمتع کیا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے' لیکن ہم ڈرے ہوئے تھے''۔

مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے عمرے کا احرام باندھا' اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج کا' پھر نہ حضور ﷺ نے احرام کھولا اور نہ اُن صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو اپنے ساتھ ہدی لے گئے تھے' باقیوں نے کھول لیا''۔ ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی: حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج کا احرام باندھا' جنکے پاس تمتع کے جانور نہ تھے انہوں نے احرام کھول لیا اور جن کے پاس تھے انہوں نے نہیں کھولا۔

اگر ہم دونوں روایتوں کو درست قرار دیں تو قران ثابت ہوتا ہے' اور اگر دونوں میں توقف کریں' تو دلیل میں توقف کرنا پڑے گا' اور اگر مسلم کی عمرے والی روایت کو ترجیح دیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے افراد بھی مروی ہے تو اس سے حج پر زیادتی لازم آئیگی' اور بات وہی قران والی سامنے آئے گی۔ مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اس عمرے سے ہم نے فائدہ اُٹھایا' جس کے پاس قربانی کے جانور نہیں ہیں' وہ مکمل طور پر حلال ہو جائیں' کیونکہ اب قیامت تک عمرۃ حج میں داخل ہو گیا ہے''۔

بخاری اور مسلم نے حضرت ابن جمرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: میں نے حج تمتع کرنا چا

Marfat.com

کچھ لوگوں نے مجھے روکا۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کرنے کی اجازت دے دی' رات کو میں نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سُنا: مبارک اور مقبول حج ہے' صبح میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر' ابوالقاسم ﷺ کا طریقہ ہے' اور یہاں متعہ سے مراد قران ہے۔

محمد بن عبداللہ بن حارث سے منقول ہے کہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص اور ضحاک بن قیس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حج والے سال میں عمرے سے حج کیطرف تمتع کا تذکرہ کرتے ہوئے سُنا۔ ضحاک نے کہا: یہ تو وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ کے احکامات کا علم نہ ہو' سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے درست نہیں فرمایا' ضحاک نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس سے منع فرمایا کرتے تھے' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا تھی اور ہم نے آپ ﷺ کیساتھ ایسا ہی کیا تھا''۔

عبدالرزاق نے غنیم بن قیس سے نقل کیا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حجِ تمتع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ہم نے حضور ﷺ کیساتھ اس وقت حج کیا تھا جبکہ یہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) مکہ میں ابھی کافر تھے۔

مسلم نے غنیم بن قیس سے نقل کیا: میں نے سعد سے متعہ قران کے بارے میں پوچھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے حضور ﷺ کیساتھ اس وقت کیا تھا جبکہ یہ مکہ میں کافر تھے۔

مذکورہ تمام روایات میں جہاں تمتع کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اسے مراد وہ خاص اصطلاحی تمتع نہیں جو عمرے کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد حج کے احرام باندھنے سے ہوتا ہے' بلکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کلام کا مقصد حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے بارے میں ہے' اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع سے پہلے اسوقت عمرہ کیا تھا جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابھی کافر تھے' یعنی تو عمرۂ حدیبیہ میں یا عمرۂ قضاء میں' لیکن عمرۂ جعرانہ میں وہ اپنے والد صاحب کیساتھ مسلمان ہو گئے تھے' اور روایت میں جو یہ آتا ہے کہ انہوں نے ایک عمرے میں حضور ﷺ کے بال بھی کاٹے تھے تو لامحالہ وہ عمرۂ جعرانہ ہی ہو گا۔

Marfat.com

(۳) قائلین حج قران کے دلائل

اس سلسلے میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعدد روایات آئی ہیں۔

☆ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت

بخاری نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا "میں نے حضور ﷺ کو وادی عقیق میں یہ کہتے ہوئے سُنا: میرے پاس خُدا کی طرف سے آنے والا آیا اور اس نے کہا: آپ ﷺ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور عمرے کیساتھ حج کی نیت کیجئے۔

حافظ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سُنا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میرے پاس وادی عقیق میں جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: آپ ﷺ اس مبارک وادی میں دو رکعتیں پڑھیے اور عمرے کیساتھ حج کی نیت کیجئے' کیونکہ اب قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں شامل ہوگیا ہے۔

امام احمد نے ابووائل سے نقل کیا: صُبَیّ بن معبد نامی ایک آدمی نصرانی تھا' جب وہ اسلام لے آیا اور اس نے جہاد کرنا چاہا تو اس سے کہا گیا: پہلے حج کرلو۔ وہ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے حکم دیا کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لو' اس نے ایسے ہی کیا' وہ ابھی تلبیہ پڑھ ہی رہا تھا کہ اسکے قریب سے زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ گزرے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: یہ تو اس سے کہیں زیادہ گمراہ ہے کہ جس کا کوئی اونٹ گم ہوگیا ہو' صُبَیّ نے اسکی بات سُن لی اور اسکو بڑی ناگوار گزری: جب وہ مدینہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کو پوچھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے نبی ﷺ کے طریقے کی توفیق دی گئی ہے۔

نسائی نے "کتاب الحج" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: خُدا کی قسم میں تمہیں تمتع سے روکتا ہوں' کیونکہ قران کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور یہ حضور ﷺ کا طریقہ بھی ہے"۔

Marfat.com

☆حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کی روایت

امام احمد نے سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ عُسفان مقام پر جمع ہوئے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متعہ یا عمرہ سے روکا کرتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک ایسے کام سے روکنے کا آپ کا کیا مقصد ہے جو خود حضور ﷺ نے کیا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ خاموش ہو جایئے''۔

صحیحین میں حضرت سعید بن المسیب سے منقول ہے: ''عُسفان نامی مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا متعہ کے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ کیا ایسے کام سے روکتے ہو جسکو خود حضور ﷺ نے کیا ہے؟ اور پھر دونوں کی نیت کر کے اکٹھا دونوں کا احرام باندھا''۔ بخاری نے مروان بن حکم سے نقل کیا: ''میں اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب عثمان رضی اللہ عنہ متعہ (قران) اور اُن میں جمع کرنے سے منع کر رہے تھے' علی رضی اللہ عنہ نے یہ تو دونوں کی نیت کر کے احرام باندھا اور فرمایا: میں کسی کے کہنے پر نبی ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا''۔

امام احمد نے قتادہ سے نقل کیا: ''حضرت عبداللہ بن شقیق کہا کرتے تھے! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متعہ (قران) سے منع کیا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا حکم دیا کرتے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ایسے ایسے ہو' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جانتے ہو کہ ہم نے حضور ﷺ کے احرام کی طرح باندھا تھا' اپنے ساتھ جانور بھی لے گئے تھے' حضور ﷺ نے انہیں محرم ہی رہنے کا حکم دیا تھا اور حضور ﷺ نے انہیں اپنی قربانی میں شریک بھی کیا تھا۔

☆حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت

امام احمد نے بکر بن عبداللہ المزنی کے حوالے سے نقل کیا: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے ہو سنا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو حج اور عمرے دونوں کی اکٹھی نیت باندھتے ہوئے سُنا' میں نے اسکا تذکرہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے کہا حضور ﷺ نے صرف حج کی نیت کی تھی' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں حضرت

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بتائی تو انہوں نے کہا: کیا تم ہمیں بچے سمجھتے ہو؟ میں نے خود حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"لبيك عمرةً و حجاً"۔

مسلم نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سے نقل کیا: میں نے حضور ﷺ کو دونوں کا احرام باندھتے ہوئے دیکھا' آپ ﷺ فرمارہے تھے: "لبيك عمرةً و حجاً"۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: میں ابوطلحہ کیساتھ پیچھے سواری پر سوار تھا' وہ حضور ﷺ کیساتھ چل رہے تھے' اور میرے پاؤں حضور ﷺ کی سواری کے رکاب سے ٹکرا رہے تھے' میں نے انہیں حج اور عمرے دنوں کی نیت کرتے ہوئے سنا"۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے ظہر کی چار رکعتیں مدینہ میں اور عصر کی دو رکعتیں ذوالحلیفہ میں پڑھیں' پھر صبح تک وہیں رہے' پھر سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ بیداء مقام پر پہنچے تو اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور حج وعمرے کی نیت کی اور تمام لوگوں نے بھی ان دونوں کی نیت کی"۔ اور انکی ایک روایت میں ہے: "میں ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا تھا' اور لوگ چیخ چیخ کر حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

امام احمد نے قتادہ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضور ﷺ نے کتنے حج کئے' فرمایا: "ایک حج اور چار عمرے' ایک حدیبیہ والا عمرہ' ایک ذی القعدہ میں مدینہ سے عمرہ' ایک جعرانہ سے عمرہ جہاں آپ ﷺ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا اور ایک حج کیساتھ عمرہ"۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت

امام مالک نے محمد بن عبداللہ بن نوفل کے حوالے سے نقل کیا: انہوں نے سعد بن ابی وقاص اور ضحاک بن قیس کو جس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا تمتع کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا' تو ضحاک نے کہا: یہ وہی کرسکتا ہے جو اللہ کے حکم سے ناواقف ہو' سعد نے کہا: آپ نے درست نہیں کہا' ضحاک نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تو اس سے روکا کرتے تھے' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور ﷺ نے بھی ایسا کیا تھا اور ہم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

Marfat.com

مسلم نے غنیم بن قیس کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص کو حج متعہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ہم نے اس وقت یہ کیا تھا جبکہ یہ (معاویہ) مکہ میں کافر تھے۔

عبدالرزاق نے غنیم بن قیس سے نقل کیا: میں نے سعد سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: میں نے حضور ﷺ کیساتھ اسوقت کیا تھا جبکہ یہ (معاویہ) مکہ میں کافر تھے۔

☆ **حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت**

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے چار عمرے ادا کیے' ایک عمرۂ حدیبیہ' دوسرا عمرۂ قضاء' تیسرا جعرانہ سے اور چوتھا حج کیساتھ۔

☆ **حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت**

بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں حج تمتع کیا' ذوالحلیفہ سے ہدی کے جانور لئے' پہلے عمرے کی نیت کی اور پھر حج کی' پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ سعی کے بعد احرام نہیں کھولا" لیکن ہم نے پیچھے ذکر کر دیا کہ حضور ﷺ نے تمتع اصطلاحی نہیں کیا ہوا تھا' بلکہ قارن تھے' کیونکہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ متمتع نہیں تھے' بلکہ آپ ﷺ نے حج اور عمرے کی طرف ایک ہی سعی پر اکتفا کیا تھا اور یہ قارن کی حالت ہوتی ہے۔

حافظ ابو لیلی موصلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے قران کے لئے ایک ہی سعی کی تھی' اور انکے درمیان احرام نہیں کھولا تھا اور جانور بھی راستے سے لئے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو افراد منقول ہے تو اس سے مراد افعال حج کا ایک دفعہ کرنا ہے نہ کہ حجِ افراد' جیسا کہ شافعیؒ کا مذہب ہے' اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں حج سے پہلے عمرہ کروں اور جانور قربان کروں یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ حج کے بعد ذی الحجۃ میں عمرہ کروں"۔

Marfat.com

☆حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت

صحیحین میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ہم نے حضور ﷺ کے زمانے میں تمتع کیا، پھر اسکو حرام کرنے والی کوئی آیت بھی نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی حضور ﷺ نے مرتے دم تک اس سے منع فرمایا"۔

☆حضرت حفصہؓ کی روایت

امام احمد نے حضرت حفصہؓ سے نقل کیا: انہوں نے حضور ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ نے عمرے کا احرام کیوں نہیں کھولا؟ فرمایا: میں نے اپنا سر گوندھا ہوا ہے اور اپنے جانوروں کو قلادہ ڈالا ہے۔ میں اسوقت تک احرام نہیں کھولوں گا جب تک قربان نہ کرلوں، صحیحین میں یہ حدیث ان الفاظ کیساتھ ہے: "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا بات ہے لوگوں نے عمرے کا احرام کھول لیا لیکن آپ ﷺ نے نہیں کھولا؟ فرمایا: "میں نے اپنے جانور کو قلادہ ڈالا ہے اور سر گوندھا ہوا ہے، میں اسوقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک قربانی نہ کرلوں"۔

☆حضرت عائشہؓ کی روایت

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی: "ہم حضور ﷺ کیساتھ حجۃ الوداع میں نکلے، ہم نے عمرے کا احرام باندھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس ہدی کے جانور ہیں تو وہ عمرے کیساتھ حج کا احرام بھی باندھے اور اس وقت تک نہ کھولے جب تک دونوں ادا نہ کرلے"۔ میں مکہ آئی تو مجھے حیض آ گیا، میں نے نہ طواف کیا اور نہ ہی سعی کی، میں نے حضور ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا سر کھول لو اور کنگھی کرلو حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ چھوڑ دو"۔ میں نے ایسے ہی کیا، جب میں نے حج پورا کرلیا تو مجھے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کیساتھ تنعیم بھیجا اور میں نے وہاں سے عمرہ کیا، حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے اس عمرے کی جگہ ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جنہوں نے عمرے کی نیت سے احرام باندھے تھے انہوں نے عمرے کے بعد احرام کھول دیا اور منیٰ سے واپسی پر ایک اور طواف کیا، اور جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی تھی انہوں نے ایک ہی سعی کی"۔

Marfat.com

اس حدیث کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد حدیث کے یہ الفاظ ہیں: ''جس کے پاس ہدی کے جانور ہوں وہ حج اور عمرے کی نیت کرے''۔ اور یہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس جانور تھے' تو یقیناً سب سے پہلے حضور ﷺ خود یہ حکم بجالائے ہونگے' کیونکہ متعلق خطاب کے عموم میں مخاطب بھی داخل ہونگے۔

نیز حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا تھا: ''جنہوں نے حج اور عمرہ جمع کیا' انہوں نے ایک سعی کی' اور مسلم میں ان سے یہ بھی مروی ہے: ''حضور ﷺ نے ایک سعی کی تھی' اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حج اور عمرے کو جمع کیا تھا''۔ مسلم ہی میں ان سے یہ بھی منقول ہے: قربانی کے جانور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ اور مالدار صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تھے۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضور ﷺ دونوں احرام سے حلال نہیں ہوئے' گویا متمتع نہیں تھے' حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے کہا تھا انہیں تنعیم سے عمرہ کرادیں اور فرمایا: یارسول اللہ! لوگ حج اور عمرہ کررہے ہیں میں حج کرلیتی ہوں' حضور ﷺ نے انہیں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کیساتھ بھجوادیا جنہوں نے تنعیم سے انہیں عمرہ کرایا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ حضور ﷺ نے حج کے بعد عمرہ کیا' گویا کہ مفرد بھی نہیں تھے' تو معلوم ہوا کہ قارن تھے کیونکہ لوگوں کا اس پر تو اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے عمرہ کیا تھا۔

ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس حج کے بعد عمرہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے اس حج کے بعد عمرہ نہیں کیا یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے حج اور عمرے کے درمیان احرام نہیں کھولا' نہ ہی کسی سے یہ مروی ہے کہ طواف اور سعی کے بعد حضور ﷺ نے حلق یا قصر کروایا تھا' بلکہ سب کا احرام پر اتفاق ہے' کسی سے یہ بھی منقول نہیں کہ منیٰ جاتے وقت حضور ﷺ نے حج کی نیت کی' معلوم یہ ہوا کہ متمتع نہیں تھے۔ دوسری طرف صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ کیا اور دو عبادتوں میں احرام نہیں کھولا' نہ حج کے لئے احرام باندھا اور نہ ہی حج کے بعد عمرہ کیا' تو لامحالہ قران ہی ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

اشکال

آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے یہ نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج افراد کیا اور پھر تقریباً انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرے کو جمع کر کے ادا کیا تو ان دونوں روایتوں میں جمع کس طرح ہو سکتا ہے؟

جواب

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی روایات میں ''افراد الحج'' کا لفظ استعمال کیا ہے تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ اس سے مراد حج کے افعال میں افراد ہے' اسمیں عمرہ کی نیت' وقت اور فعل داخل ہو گیا' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرے کی طرف سے ایک ایک طواف اور سعی کی' جیسا کہ قارن کے بارے میں جمہور کا مذہب ہے' بخلاف امام ابوحنیفہ کے کہ وہ اس طرف گئے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعیاں کرے گا' اس سلسلے میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے استدلال کیا۔

اور جنہوں نے تمتع اور پھر قران کا لفظ اختیار کیا ہے تو اسکے متعلق ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ سلف صالحین کے ہاں تمتع سے مراد تمتع کی وہ خاص کیفیت نہیں ہوتی جسکو حج تمتع کہتے ہیں' بلکہ اس سے مراد حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہوتا ہے اگر چہ اسکے ساتھ حج نہ ہو' جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تمتع اسوقت کیا' جب یہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) مکہ میں کافر تھے'' اس روایت میں تمتع سے مراد حج تمتع نہیں ہے بلکہ عمرۂ حدیبیہ یا عمرۂ قضاء مراد ہے' کیونکہ جعرانہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا تھا اور اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے' اور حجۃ الوداع اسکے بھی بعد پیش آیا تھا۔

باقی رہی وہ حدیث جسکو احمد اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں ابو شیخ الہنائی نقل کی: ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی جلد سے بننے والی زمین پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں' فرمایا: کیا یہ بھی جانتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں' فرمایا:

Marfat.com

اچھا کیا یہ جانتے ہو کر حضور ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں فرمایا: کیا تمہیں یہ پتہ ہے کہ حضور ﷺ نے حج اور عمرے کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! فرمایا: خُدا کی قسم یہ بھی سابقہ باتوں کیساتھ ہی ہے"۔

حماد بن سلمہ نے اسکو قتادہ سے نقل کیا جسمیں یہ الفاظ بھی ہیں: "لیکن تم بھول گئے ہو"۔

احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم یہ بھی جانتے ہو کہ حضور ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا؟ انہوں نے کہا: نہیں! یعنی حج تمتع سے۔

ابوداؤد اور نسائی نے بھی ابو شیخ الہنائی سے نقل کیا جسکی سند بھی اچھی ہے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حج اور عمرے میں جمع کی ہی ذکر کرنا قابلِ تعجب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حدیث اصل میں "متعۂ نساء" یعنی عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس کوئی ایسی روایت نہ پہنچی ہو تو انہوں نے انکار کر دیا ہو۔

یا ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہو کہ اس سے منع کیا گیا ہے' یعنی مجہول نسبت کیساتھ ذکر کیا ہو اور راوی نے اسکو معروف ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ سے منسوب کردی ہو' کیونکہ حج تمتع سے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب منع فرمایا کرتے تھے اور وہ بھی بطور حرام یا جبر نہیں کیا کرتے تھے' بلکہ اس لئے منع کیا کرتے تھے کہ اسکے لئے مستقل سفر ہو اور بیت اللہ کی زیارت زیادہ سے زیادہ ہو' اور چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہ عموماً حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے طبعی طور پر ڈرتے تھے اور انکی مخالفت مول نہیں لیتے تھے' لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جرأت کر کے مخالفت کر لیتے' اور جب اُن سے کہا جاتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد صاحب ہی اس سے منع کیا کرتے تھے تو فرماتے: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر آسمان سے پتھر نہ برسیں' حضور ﷺ نے خود ایسا کیا تھا' کیا حضور ﷺ کے قول کی اتباع کی جائیگی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی؟ ایسے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس سے منع فرمایا کرتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکی مخالفت کی اور فرمایا: "میں کسی آدمی کے کہنے کی وجہ سے حضور ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا" اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "ہم نے خود حضور ﷺ کیساتھ تمتع کیا' پھر نہ ہی اسکی حرمت کے بارے میں

Marfat.com

قرآن اُترا اور نہ ہی مرتے دم تک حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا''۔ صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے متعہ کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ اسوقت کیا تھا جبکہ یہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) مکہ میں کافر تھے۔

میں کہتا ہوں: پیچھے گزر چکا کہ حضور ﷺ نے حج قران کیا تھا، حضور ﷺ کے حج اور وفات کے درمیان اکیاسی دن تھے، حج چالیس ہزار سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اکیلا منقول نہیں کہ باقی اسکی تردید کریں۔

(۴) مطلقاً احرام کے قائلین کے دلائل

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ابتداءً حضور ﷺ نے مطلقاً احرام باندھا، حج یا عمرے کی کوئی نیت نہیں کی، پھر اسکے بعد تعین کیا، اور امام شافعیؒ سے یہ منقول ہے کہ یہی صورت بہتر ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

امام شافعیؒ نے طاؤس سے نقل کیا: حضور ﷺ مدینہ سے نکلے، آپ ﷺ کی حج یا عمرے کی کوئی متعین نیت نہ تھی، اور آپ ﷺ کو وحی کا انتظار تھا، چنانچہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے آپ ﷺ پر وحی اُتری اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا: جس نے حج کی نیت سے احرام باندھا ہو اور اسکے پاس ہدی نہ ہو تو وہ اسکو عمرہ بنا دے، اور فرمایا: اگر مجھے ابتداءً اس بات کا علم ہوتا تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا، لیکن میں نے اپنا سر گوندھ لیا ہے اور میں نے قربانی کے جانور ساتھ لے لئے ہیں اسلئے اب میرے لئے قربانی کئے بغیر احرام کھولنے کی گنجائش نہیں''۔ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہمارے لئے اس مسئلہ میں کوئی ایسا فیصلہ فرما دیں، ہمارا یہ عمرہ اس سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ حضور ﷺ فرمایا: ''بلکہ ہمیشہ کے لئے، اب قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہوگیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا: ''تم نے کس چیز کی نیت کی ہے؟''۔ تو ایک روای کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضور ﷺ کی نیت کے مطابق'' اور روایت میں ''حضور ﷺ کے حج کے مطابق''۔ یہ

Marfat.com

روایت طاؤس کی مرسلات میں سے ہے' اور امام شافعیؒ کا اصول ہے کہ وہ مطلقاً مرسل روایت کو قبول نہیں کرتے جب تک کسی اور روایت سے اسکی تاکید نہ ہو جائے' الّا یہ کہ کبار تابعین سے مروی ہو۔ جیسا کہ انہوں نے "الرسالۃ" میں بیان کیا' کیونکہ تابعین صرف صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارسال کرتے ہیں اور یہ مرسل اس قبیل سے نہیں۔ بلکہ یہ افراد' تمتع اور قران والی احادیث کے خلاف ہیں' لہذا انکو اس پر تقدم حاصل ہوگا' اور چونکہ وہ احادیث مثبتہ ہیں اور یہ نافیہ' اور قاعدہ یہ ہے کہ تقابل کے وقت مثبت منفی پر مقدم ہوتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کی سند صحیح ہے اور مرسل انقطاع سند کی وجہ سے حجت نہیں بن سکتی۔

حافظ بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''ہم عورتیں حضور ﷺ کے ساتھ نکلیں' ہم نے حج یا عمرے کی کوئی نیت نہیں کی تھی' جب ہم مکہ پہنچیں تو ہمیں عمرے کے بعد احرام کھولنے کا حکم دیا گیا' جب منٰی سے واپسی کی رات ہوئی تو حضرت صفیہؓ کو حیض آ گیا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ تہس نہس ہو جائے' اب وہ تمہیں بھی روکتی پھرے گی''۔ پھر پوچھا: ''کیا تم نے نحر کے دن طواف کیا تھا؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں''! فرمایا ''ٹھیک ہے' وہی تمہارے لئے کافی ہے''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے نیت نہیں کی تھی' فرمایا: ''تنعیم سے عمرہ کرو''۔ چنانچہ میرے ساتھ میرے بھائی گئے' حضور ﷺ نے ایک جگہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے وعدے کی جگہ فلاں ہے''۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''ہم حضور ﷺ کیساتھ نکلیں اور ہم صرف حج کی نیت سے تھیں''۔ مسلم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ہم حضور ﷺ کیساتھ نکلیں اور ہم نے حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی''۔ بخاری اور مسلم نے اسود کے حوالے سے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''ہم حضور ﷺ کیساتھ نکلیں اور ہمارا خیال یہی تھا کہ وہ حج ہوگا''۔

ایک روایت میں ہے: ''ہم حج اور عمرے کی نیت کئے بغیر نکلیں''۔ لیکن یہ اس بات پر محمول ہے کہ وہ تلبیہ کیساتھ یہ ذکر نہیں کیا کرتے تھے' اگرچہ اس حالت کو احرام کی حالت ہی کہتے تھے' جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ''میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''لبیك اللهم حجاً وعمرةً''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے

Marfat.com

تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کو یہ اونچی اونچی آواز کر کے پڑھتے ہوئے دیکھا"۔

باقی وہ حدیث جو مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی۔ "ہم حضور ﷺ کیساتھ نکلے اور ہم حج کا تلبیہ اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے" یہ حدیث مشکل ہے۔

فائدہ

ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو مشکل تو قرار دیا لیکن اسکی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ لہذا کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ کے تلبیہ کا تذکرہ

امام شافعیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کا تلبیہ یہ تھا: لبيك اللّٰهم لبيك' لبيك لا شريك لك لبيك' انّ الحمد والنعمة لك والملكَ لك' لاشريك لك"۔ حضرت ابن عمرؓ اسمیں یہ اضافہ کرتے تھے: "لبيك لك وسعديك' والخير فى يديك' لبيك والرغباء اليك والعمل"۔

مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کو جب سواری لے کر کھڑی ہو جاتی 'تو مسجد ذی الحلیفہ کے پاس فرماتے: "لبيك اللّٰهم لبيك' لبيك لا شريك لك لبيك' انّ الحمد والنعمة لك والملكَ لك' لاشريك لك" ۔ راوی کہتے ہیں کہ نافع سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مذکورہ الفاظ کیساتھ یہ بھی اضافہ کر کے پڑھا کرتے تھے "لبيك لك وسعديك' والخير فى يديك' لبيك والرغباء اليك والعمل"۔

مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: میں نے حضور ﷺ کو یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے سُنا: "لبيك اللّٰهم لبيك' لبيك لا شريك لك لبيك' انّ الحمد والنعمة لك والملكَ لك' لاشريك لك" ۔ ان کلمات پر اضافہ نہیں فرماتے تھے 'اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے: "حضور ﷺ ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے 'اور جب ذوالحلیفہ مسجد کے پاس اونٹنی لیکر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو مذکورہ کلمات کیساتھ تلبیہ

Marfat.com

پڑھتے"۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے تلبیہ والے کلمات کیساتھ یہ بھی پڑھا کرتے تھے:"لبیك لك وسعديك' والخير في يديك' لبيك والرغباء اليك والعمل "۔ بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: میں جانتی ہوں کہ حضور ﷺ کیسے تلبیہ پڑھتے تھے: "لبيك اللّٰهم لبيك' لبيك لا شريك لك لبيك' انّ الحمد والنعمة لك والملكَ لك' لاشريك لك"۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "میں جانتی ہوں کہ حضور ﷺ کیسے تلبیہ پڑھتے تھے" ابوعطیہ کہتے ہیں: پھر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے سُنا: "لبيك اللّٰهم لبيك' لبيك لا شريك لك لبيك' انّ الحمد والنعمة لك والملكَ' لاشريك لك"۔ اس حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے:

"والملك، لاشريك لك"۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام نے اونچی آواز میں تلبیہ پڑھنے کا حکم دیا کیونکہ یہ بھی افعالِ حج میں سے ہے"۔

عبدالرزاق نے زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیں کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں' کیونکہ یہ بھی شعائرِ حج میں سے ہے"۔

حج اور خطبہ کی کیفیت

امام احمد نے جعفر بن محمد بن علی کے باپ کے حوالے سے نقل کیا کہ ہم انصار کے ایک قبیلے بنی سلمۃ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے حضور ﷺ کے حج کے بارے میں پوچھا' انہوں نے بتایا: حضور ﷺ نو سال تک حج کے بغیر مدینہ میں رہے پھر لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ حضور ﷺ اس سال حج کرنے والے ہیں۔ اس اعلان کی وجہ سے بہت سے لوگ مدینہ آگئے اور ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ حضور ﷺ کی پیروی کرے اور ویسے ہی کرے جیسے حضور ﷺ کریں' ذی القعدۃ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے جب حضور ﷺ مدینہ سے نکلے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو اسماء

Marfat.com

بنت عمیسؓ نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا' انہوں نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ میں کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: غسل کرو' کپڑا باندھ لو اور پھر احرام باندھ لو' حضور ﷺ وہاں سے چلے اور جب بیداء نامی مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا: "لبیك اللّٰھم لبیك' لبیك لاشریك لك لبیك' انّ الحمد والنعمة لك والملك' لاشریك لك"۔ لوگوں نے بھی تلبیہ پڑھا' لوگ اس تلبیہ کیساتھ کچھ الفاظ ملا بھی رہے تھے بعض کہہ رہے تھے "ذا المعارج" اور بعض اور الفاظ کہہ رہے تھے' حضور ﷺ یہ سب الفاظ سُن بھی رہے تھے' لیکن کچھ نہیں فرمایا۔ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو حضور ﷺ کے آگے بھی پیادہ اور سوار تھے اور دائیں' بائیں اور پیچھے بھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے درمیان تھے قرآن مجید بھی اُتر رہا تھا اور یقیناً حضور ﷺ اسکی تاویل بھی جانتے تھے' آنحضرت ﷺ جو کرتے جاتے تھے ہم پیچھے پیچھے وہی کر رہے تھے' ہم نکلے تو ہماری نیت صرف حج کی تھی۔ جب ہم کعبہ پہنچے تو نبی ﷺ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا' تین چکر تیز چل کر لگائے اور چار آہستہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس آئے اور وہاں دو رکعتیں پڑھیں' پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۲۵)

حضرت جعفر کہتے ہیں: حضور ﷺ نے ان دو رکعتوں میں سورۃ الاخلاص اور کافرون پڑھی' پھر حجرِ اسود کا استلام کیا اور صفا مروہ چلے گئے اور یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۵۸)

"بے شک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی۔ پھر فرمایا: ہم بھی اس چیز سے ابتداء کرتے ہیں جس سے خُدا نے ابتداء کی' پھر صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کو دیکھ کر اللہ اکبر کہا اور یہ دُعا پڑھی: "لا اله الا الله وحده انجز وعده' وصدق عبده' وهزم الاحزاب وحده"۔ پھر آپ ﷺ نے اور دعائیں مانگیں اور وہاں سے اُترے' جب آپ ﷺ وادی کے درمیان پہنچے تو تیز چلنے لگے' جب مروہ پہنچے تو اس پر چڑھے اور بیت اللہ کو دیکھ کر ویسے ہی کیا جیسے صفا پر کیا تھا' ساتویں چکر پر مروہ کے پاس فرمایا: "اے لوگو! اگر مجھے پہلے ہی اس

Marfat.com

حالت کا علم ہوتا تو میں جانور ساتھ نہ لاتا اور اسکو عمرہ بنالیتا' اب جس کے پاس جانور نہیں ہیں وہ احرام کھول لے اور اسکو عمرۃ بنالے۔" چنانچہ سب لوگوں نے احرام کھول لیا۔ وادی کے نیچے سے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس سال کے لئے یا ہمیشہ کے لئے؟ حضور ﷺ نے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں اور تین دفعہ فرمایا: "ہمیشہ کے لئے"۔ پھر فرمایا: ! حج عمرے میں قیامت تک کے لئے داخل ہو گیا ہے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے جانور لائے' حضور ﷺ بھی اپنے ساتھ مدینہ سے جانور لے گئے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ نے رنگ دار کپڑے پہن رکھے ہیں' سرمہ لگایا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا تو انہوں نے حضور ﷺ کے پاس جا کر پوچھا: فاطمہؓ نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور اسکا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اُسے حکم دیا ہے؟ فرمایا: "ہاں' میں نے اسے ایسا کرنے کا کہا ہے' وہ سچ کہتی ہے"۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "تم نے کس نیت سے احرام باندھا ہے؟" فرمایا: "میں نے کہا: اے اللہ! میں اُسی چیز کی نیت کرتا ہوں جس کی حضور ﷺ نے کی ہے' میرے پاس جانور بھی تھے' تو فرمایا: "اچھا احرام نہ کھولنا"' حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے جو جانور لے کر آئے تھے اور حضور ﷺ کے پاس بھی جو جانور تھے اُن سب کی تعداد مِلا کر سو اونٹ ہو گئے' چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے' باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کے لئے دے دیئے۔ اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کیا۔ پھر ہر جانور کا کچھ حصہ کاٹا اور اُسے پکا کر کھایا اور شوربہ بنا کر پیا' اور فرمایا: "میں نے یہاں قربانی کی ہے' جبکہ پورا منیٰ قربان گاہ ہے"۔ عرفہ میں کھڑے ہوئے تو فرمایا: "میں یہاں کھڑا ہوتا ہوں او عرفہ پورے کا پورا موقف ہے"۔ ایسے ہی مزدلفہ کے بارے میں بھی فرمایا۔ امام احمد نے بھی اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا لیکن انہوں نے اسکے آخر کو بڑا مختصر ذکر کیا ہے۔

امام مسلم نے بھی اپنی مسند میں اس کو ذکر کیا۔ البتہ انکی روایت میں کچھ اضافہ ہے جو یہاں سے شروع ہوتا ہے: "حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: فاطمہؓ نے سچ کہا' تو نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟ فرمایا: میں نے یہ نیت کی تھی کہ اے اللہ! میں اس

Marfat.com

چیز کی نیت کرتا ہوں کس کی تیرے رسول نے نیت کی''۔ میں نے کہا: میرے پاس جانور بھی ہیں' حضور ﷺ نے فرمایا پھر احرام نہ کھولنا' حضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لائے ہوئے اونٹوں کی مجموعی تعداد سو ہو گئی تھی' چنانچہ حضور ﷺ اور جن کے پاس جانور تھے انہوں نے تو احرام نہیں کھولا اور باقی سب نے قصر کروا کر احرام کھول لیا' پھر آٹھ ذی الحجہ کو حضور ﷺ منیٰ تشریف لائے اور حج کی نیت کی۔ حضور ﷺ نے وہاں ظہر' عصر' عشاء اور فجر کی نماز پڑھائی اور سورج طلوع ہونے تک وہیں رہے' پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ نمرہ میں آپ ﷺ کے لئے خیمہ لگایا جائے' اسکے بعد حضور ﷺ چلے' اور قریش کو یہی خیال ہو رہا تھا کہ حضور ﷺ مشعرِ حرام کے پاس کھڑے ہوئے ہیں جیسا کہ قریش والے کیا کرتے تھے' حضور ﷺ وہاں سے چلے اور عرفہ میں وہاں پہنچے جہاں آپ ﷺ کے لئے خیمہ لگایا گیا تھا۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ ﷺ نے قصویٰ اونٹنی منگوائی اور وادی میں آ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اور یہ مہینہ۔ جاہلیت کے تمام امتیازات میرے پاؤں کے نیچے ہیں' جاہلیت کے تمام خون بہاؤں کو بھی میں ختم کرتا ہوں' سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن الحارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ جاہلیت کا سود بھی آج ختم کرتا ہوں اور اسکی پہل میں عباس بن عبدالمطلب کے سود سے کرتا ہوں۔ تم ان عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو' کیونکہ تم نے انکو اللہ کی امانت سمجھ کر لیا ہے اور انکی شرمگاہوں کو اللہ کے نام پر حلال کیا ہے' اُن پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے آدمی کو نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرو' اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ہلکی مار مارو' اور تم پر اُن کا کھانا اور اچھی طرح پہنانا ہے۔ میں تمہارے اندر ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں' اگر اسکو مضبوطی سے پکڑلو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب ہے۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نہ صرف پیغام پہنچایا بلکہ پہنچانے کا حق بھی ادا کر دیا' آپ ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا: ''اے اللہ گواہ رہنا: اے اللہ گواہ رہنا' اے اللہ گواہ رہنا''۔ پھر اذان ہوئی اور اقامت کے بعد ظہر کی نماز پڑھی اور دوسری اقامت کے بعد عصر

Marfat.com

کی نماز پڑھی اور انکے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی' پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور موقف میں آ گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کی پیٹھ پہاڑ کی طرف اور خود قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے اور اسوقت تک کھڑے رہے کہ سورج غروب ہو گیا' زردی بھی جاتی رہی اور سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا' حضور ﷺ نے اونٹنی کی لگام سخت کھینچی ہوئی تھی کہ اسکا سر پیچھے کجاوے کو لگ رہا تھا' اور دائیں ہاتھ سے لوگوں کو اشارہ کر کے فرما رہے تھے: اے لوگو! آرام سے چلو' سکون سے چلو۔ جب بھی سامنے سے کوئی پہاڑ آتا تو اونٹنی کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتے تاکہ وہ آسانی سے چڑھ جائے' پھر آپ ﷺ مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت کیساتھ پڑھیں۔ پھر صبح تک آرام فرمایا' اور فجر کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کیساتھ پڑھی' پھر اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعرِ حرام کے پاس آئے' وہاں استقبالِ قبلہ کیا' اللہ کی حمد وثناء اور دعائیں کیں خوب روشنی ہونے تک وہیں کھڑے رہے۔ پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے نکلے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' جب حضور ﷺ نکلے تو وہاں سے عورتیں گزرنے لگیں حضرت فضل رضی اللہ عنہ انکی طرف دیکھنے لگے تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ رکھ دیا' حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے دوسری طرف اپنا چہرہ پھیر لیا' حضور ﷺ نے وہاں بھی ہاتھ رکھا تو انہوں نے تیسری طرف منہ پھیر لیا۔ جب آپ ﷺ وادی محسر پہنچے تو ذرا تیز چلنے لگے اور اس درمیانی راستے پر چلتے گئے جو جمرۂ کبریٰ کو نکلتا تھا اور درخت کے پاس والے حجرے کو سات کنکریاں ماریں' ہر کنکری کیساتھ تکبیر پڑھتے۔ پھر آپ ﷺ قربان گاہ کیطرف متوجہ ہوئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے' پھر حضرت علیؓ کو دے دیا اور انہوں نے باقی ذبح کئے اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کیا' پھر ہر اونٹ کا کچھ حصہ کاٹ کر پکایا اور کھایا۔ پھر وہاں سے مکہ تشریف لائے' طواف کیا اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ پھر بئرِ زمزم کے پاس آئے اور بنی عبدالمطلب کو پانی پلاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''اے بنی عبدالمطلب! پانی نکالو اور لوگوں کو پلاؤ' اگر مجھے خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تم سے ڈول چھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ نکالتا''۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو

Marfat.com

ڈول پکڑایا اور آپ ﷺ نے پانی پی لیا۔

مسلم نے بھی اس روایت کو حضرت عمر بن حفص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے یہاں قربانی کی اور منیٰ سارے کا سارا قربان گاہ ہے میں نے یہاں وقوفِ عرفات کیا اور عرفہ سارے کا سارا موقف ہے ایسے ہی مزدلفہ میں وقوف کیا جبکہ مزدلفہ پورے کا پورا موقف ہے"۔ ابوداؤد نے بھی اس روایت کو مختلف راویوں سے نقل کیا جنکے الفاظ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

حج کے دوران نمازوں کی جگہیں

بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے اُن مساجد کے بیان میں جو مدینہ کے راستے میں واقع ہیں اور وہ جگہیں جہاں پر حضور ﷺ نے نمازیں پڑھیں"۔ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ کو راستے میں جگہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے باپ کو یہاں پڑھتے ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو ان جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے پایا تھا"۔

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کرتے تھے کہ وہ بھی ان جگہوں پر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ میں (موسیٰ بن عقبہ) نے سالم سے پوچھا تو تقریباً انہوں نے وہی جگہیں بتائیں جو نافع نے بتائیں تھیں البتہ "شرف الروحاء" مسجد کے بارے میں انکا آپسمیں قدرے اختلاف تھا۔

بخاری نے حضرت نافع کے حوالے سے نقل کیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ حضور ﷺ عمرہ اور حج کرتے وقت ذوالحلیفہ میں قیام کیا کرتے تھے اور اس درخت کے نیچے اُترا کرتے تھے جہاں اب مسجد ذوالحلیفہ ہے۔ اور جب کسی غزوہ یا حج وعمرے سے واپس ہوتے اور اس راستے سے گزرتے تو وادی کے کے مشرقی کنارے کی طرف کھلے میدان میں پڑاؤ کرتے اور رات کے پچھلے پہر آرام کے لئے صبح تک وہاں ٹھہرتے ان پہاڑیوں کے پاس یا ٹیلوں کے پاس نہیں اُترتے تھے جہاں پر مسجد ہے بلکہ اسوقت وہاں گہری وادی تھی حضرت عبداللہ وہاں پڑھا کرتے تھے اور اس وادی میں مٹی کے کچھ ٹیلے تھے

Marfat.com

جہاں حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے بعد میں سیلاب اس مٹی کو بہا کر کھلے میدان کی طرف لے گیا اور وہ جگہ چھپ گئی جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نافع کو بتایا کہ حضور ﷺ اس چھوٹی مسجد کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے جو شرف الروحاء والی مسجد سے تھوڑی پہلے ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ جگہ بھی جانتے تھے جہاں حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے ذرا دائیں طرف مکہ جاتے ہوئے راستے کے دائیں طرف جو مسجد ہے' اسکے اور بڑی مسجد کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ ایک پتھر پھینکا جائے۔

ایسے ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روحاء کے راستے پر "عرق الطبیة" وادی یا ٹیلے کے پاس نماز پڑھتے تھے' اور یہ وادی یا ٹیلہ راستے کے کنارے پر ہے اور مکہ جاتے ہوئے روحاء کے راستے والی مسجد سے پہلے ہے' وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی لیکن حضرت عبداللہ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ مسجد کو اپنے بائیں اور پیچھے چھوڑ کر خود اس ٹیلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ایسے ہی جب روحاء سے جاتے تو اسی جگہ پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھتے' اور جب مکہ سے آتے اور وہاں سے سحری کے وقت یا رات کے آخری پہر گزرنا ہوتا تو صبح تک رات گزارتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نافع کو بتایا کہ حضور ﷺ رُوَیْثَہ سے پہلے ایک بڑے درخت کے نیچے راستے کے دائیں اور رُوَیْثَہ والے راستے کے بالمقابل اُترا کرتے تھے' اور یہ رُوَیْثَہ سے دو میل اِدھر ٹیلوں کی جگہ ہے' درخت ٹوٹ کر اندر کی طرف جھک گیا ہے اور اب صرف وہاں تنارہ گیا ہے جس کے نیچے بہت سا گھاس ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بتایا کہ حضور ﷺ نے عرج کے پیچھے تَلْعَةُ نامی مقام کے ایک طرف نماز پڑھی۔ جب انسان ٹیلے کی طرف جا رہا ہو' وہاں ایک مسجد ہے جس کے پاس دو تین قبریں ہیں' ان قبروں کے قریب راستے کے دائیں طرف پتھروں کے ڈھیر تھے' حضرت عبداللہ عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد نکلتے تھے اور ظہر اس مسجد میں پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ هَرْشَی سے پہلے راستے کے

Marfat.com

بائیں طرف درختوں کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے' یہ میدان کُراع کیساتھ مِلا ہوا ہے' اسکے اور راستے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا تیر پھینکنے اور اسے طے کرنے کا ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ اُن میں سے اُن درختوں کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے جو راستے کے قریب ترین تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ اس وادی میں اُترا کرتے تھے جو مدینہ سے پہلے مرّ الظہران جگہ' می کے آخر میں ہے' آپ ﷺ پہاڑوں سے گزر کر مکہ جاتے ہوئے راستے کے بائیں طرف وادی کے درمیان ٹھہرتے تھے' اس جگہ سے راستہ صرف اتنا دور ہوتا تھا کہ راستے پر پتھر پھینکا جا سکتا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ذی طوی میں اُترا کرتے تھے' وہیں رات قیام فرمایا کرتے تھے' اور مکہ آتے ہوئے صبح کی نماز وہاں پڑھا کرتے تھے' حضور ﷺ کی نماز کی جگہ اونچی سخت جگہ پر تھی' وہاں نہیں تھی جہاں اب مسجد ہے بلکہ اس سے نیچے ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے پہاڑ کی اس گزرگاہ والے پہاڑ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جو کعبہ تک چلا جاتا ہے' اب وہاں جو مسجد ہے وہ ٹیلوں کے بائیں طرف ہے جبکہ حضور ﷺ کا مصلّی اس سے نیچے کالے ٹیلوں کے قریب تھا' ان ٹیلوں سے بھی دس گز ہٹ کر گزرگاہ والے پہاڑوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

مذکورہ پوری حدیث صرف بخاری نے مروی ہے' البتہ مسلم میں اسکا آخری حصہ مروی ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ ذی طویٰ میں اُترا کرتے تھے۔ امام احمد نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

مذکورہ جگہیں آج نہیں پائی جاتیں اور اکثر کے نام بھی تبدیل ہوگئے ہیں' امام بخاری نے انکو اسلئے بیان کیا کہ ہوسکتا ہے کوئی انکو ڈھونڈنا چاہے' یا ہوسکتا ہے کہ امام بخاریؒ کے زمانے میں یہ جگہیں معروف ہوں تو انہوں نے اپنے زمانے کے مطابق ذکر کردیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا مکہ میں داخل ہونا

بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے ذی طویٰ میں رات گزاری، اور صبح ہونے پر مکہ داخل ہوئے"۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، مسلم نے بھی اس حدیث کو ایسے ہی ذکر کیا، البتہ اسمیں یہ اضافہ ہے "صبح کی نماز پڑھنے کے بعد"۔

مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ جب کبھی مکّہ آتے تو ذی طویٰ مقام پر رات گزارتے پھر صبح اُٹھ کر غسل کرتے اور مکّہ میں دن کو داخل ہوتے، پھر حضور ﷺ سے نقل کرتے تھے کہ آپ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

پیچھے بھی نافع کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت گزر چکی جس میں تھا: "حضور ﷺ ذی طویٰ میں رات گزارا کرتے تھے، صبح مکّہ میں داخل ہونے سے پہلے فجر کی نماز وہیں پڑھا کرتے تھے، اور حضور ﷺ کی نماز کی جگہ ان پتھریلی ٹیلوں کے پاس تھی۔ ایسے ہی حضور ﷺ اس گزرگاہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جو کعبہ تک جانے والی پہاڑی سلسلہ کیساتھ تھا، گویا وہ مسجد جو آج وہاں تعمیر ہے وہ حضور ﷺ کے مصلّی کے بائیں طرف تھی، اور آپ ﷺ کی جائے نماز اس سے نیچے کالے ٹیلوں سے دس گز کے فاصلے پر تھی، وہاں سے حضور ﷺ اس گزرگاہ کی طرف مُنہ کر کے پڑھتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب حضور ﷺ مکّہ کے قریب احرام کی حالت میں وادی ذی طویٰ پہنچے تو آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیا، کیونکہ آپ ﷺ منزلِ مقصود پر پہنچ گئے تھے، رات آپ ﷺ نے وہیں گزاری اور فجر کی نماز بھی اسی جگہ پڑھی جس کا اوپر تذکرہ ہوا۔

اگر کوئی آدمی غور سے مذکورہ جگہوں پر توجہ دے تو اُن جگہوں کو پہچان بھی سکتا ہے جہاں پر حضور ﷺ نے نمازیں پڑھیں۔ پھر آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کیا اور دن کے وقت علی الاعلان بطحاء کی طرف سے ثنیۃ العلیا کے راستے سے داخل ہوئے، بعض حضرات کہتے ہیں: اس طرح اسلئے داخل ہوئے تاکہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ لیں اور آپ ﷺ کی فضیلت اُن پر ظاہر ہو جائے۔

مالکؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ مکّہ میں ثنیۃ العلیا (بالائی

Marfat.com

مکہ والا راستہ) سے داخل ہوئے اور ثنیۃ السفلیٰ (مکہ کا زیریں راستہ) سے نکلے"۔

صحیحین میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "حضور ﷺ مکہ ثنیۃ العلیا سے داخل ہوئے جو بطحاء نامی وادی میں ہے اور ثنیۃ السفلیٰ سے نکلے اور جب آپ ﷺ کی نگاہ بیت اللہ پر پڑی تو آپ ﷺ نے حسبِ معمول ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگی: "اے اللہ! اس گھر کو مزید شرف عظمت، حرمت اور رُعب عطا کر اور اسکو بھی شرف اور حرمت عطا کر جو بطورِ شرف عظمت، حرمت اور نیکی کے اسکا حج اور عمرہ کرے"۔

حافظ بیہقی کہتے ہیں: یہ حدیث منقطع ہے البتہ سفیان ثوری سے اسکا ایک مرسل شاہد ہے وہ یہ کہ ابوسعید شامی نے مکحول سے نقل کیا: حضور ﷺ جب مکہ داخل ہوتے اور بیت اللہ کو دیکھتے تو تکبیر پڑھتے اور ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا پڑھتے: "اے اللہ! تو سلامتی والا ہے تجھ سے ہی سلامتی ہے اے ہمارے رب! ہمیں سلامتی کیساتھ زندہ رکھ اے اللہ! اس گھر کی شرافت، عظمت، حرمت اور ہیبت زیادہ کر اور جو اسکا حج یا عمرہ کرے تو اسکو بھی شرافت، حرمت، عظمت اور بھلائی عطا کر"۔

امام شافعیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "نماز میں، بیت اللہ کو دیکھتے وقت، صفا مروہ پر، عرفات کے میدان میں، مزدلفہ میں وقوف کے وقت، جمرتین کے پاس اور جنازہ میں ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں"۔

بیہقی کہتے ہیں: یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دونوں سے مرفوعاً اور موقوفاً منقول ہے لیکن اسمیں جنازے کا تذکرہ نہیں۔

پھر آپ ﷺ باب بنی شیبہ سے مسجد میں داخل ہوئے۔

حافظ بیہقی عطاء بن ابی رباح سے نقل کرتے ہیں: محرم جہاں سے چاہے داخل ہو اور حضور ﷺ باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے اور باب بنی مخزوم سے صفا کی طرف نکلے۔ بیہقی نے باب بنی شیبہ سے داخل ہونے کے استحباب پر استدلال کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "بنو جرہم کے بعد جب بیت اللہ منہدم ہو گیا اور قریش نے اسکو بنانا چاہا تو حجرِ اسود کو اسکے مقام پر رکھنے کے بارے میں انکا آپسمیں اختلاف ہو گیا پھر انہوں نے طے کیا

Marfat.com

کہ ہمارے درمیان وہ فیصلہ کروائے گا جو سب سے پہلے دروازے سے داخل ہو۔ حضور ﷺ باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے' آپ ﷺ نے کپڑا منگوا کر اسمیں پتھر رکھا اور ہر سردار کو حکم دیا کہ کپڑے کا کنارہ پکڑ کر اُٹھائیں' پھر حضور ﷺ نے خود اسکو اُٹھا کر اسکی جگہ رکھ دیا''۔ لیکن اس حدیث سے استحباب کا استدلال کرنا محلِ نظر ہے۔

بیت اللہ کے طواف کی کیفیت

بخاری نے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھے حضرت عائشہؓ نے بتایا: مکہ آمد کے بعد حضور ﷺ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وضو کیا اور طواف کیا' اسکے ساتھ کوئی طواف نہیں تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی حج کیا' پھر میں نے اپنے باپ زبیر رضی اللہ عنہ کیساتھ حج کیا تو سب سے پہلے انہوں نے طواف سے ابتداء کی۔ پھر میں نے مہاجرین اور انصار کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا' میری ماں نے بھی بتایا کہ وہ' انکی بہنؓ زبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں نے عمرے کا احرام باندھا' جب انہوں نے رکن کا مسح کیا تو سب کے سب حلال ہوگئے۔

حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا: ''پھر عمرہ کوئی نہیں تھا''۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حج اور عمرے کے درمیان احرام نہیں کھولا تھا' پھر آپ ﷺ کا سب سے پہلا کام طواف سے بھی پہلے استلام حجرِ اسود تھا' جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ''جب ہم حضور ﷺ کیساتھ مکہ آئے تو آپ ﷺ نے استلام رکن کیا' تین چکروں میں رمل اور چار میں عام چال چلے''۔

بخاری نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ حجرِ اسود کے پاس آئے' اُسے بوسہ دیا پھر فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم پتھر ہو نہ نفع دیتے ہو اور نہ نقصان اور اگر میں حضور ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو کبھی نہ دیتا۔

امام احمد نے عابس بن ربیعہ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حجرِ اسود کے پاس آئے اور فرمایا: ''خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو نہ نقصان دیتا ہے اور نہ نفع' اور اگر میں رسول ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو ہرگز نہ دیتا''۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

بوسہ دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انہوں نے کہا پہلے اور بوسہ بعد میں دیا۔ بخلاف پہلی حدیث کے جسمیں اسکے برعکس ہے۔

بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے رکن کو کہا: ''خُدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان' اور اگر میں نے حضور ﷺ کو استلام کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو ہرگز استلام نہ کرتا' پھر استلام کیا اور فرمایا: اب ہمیں رمل کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو ہم مشرکوں کو دکھانے کے لئے کیا کرتے تھے اور اب تو اللہ نے انہیں ختم کر دیا''۔ پھر فوراً فرمایا: ایک چیز کو حضور ﷺ نے کیا ہے تو اسکا چھوڑنا بھی اچھا نہیں''۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ استلامِ حجر گفتگو کے بعد تھا۔

بخاری نے حضرت زبیر بن عربی سے نقل کیا: ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے استلامِ حجر کے بارے میں پوچھا: انہوں نے کہا: میں نے خود حضور ﷺ کو استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس نے کہا: اگر رش ہو اور لوگ مجھ پر غالب آ جائیں' فرمایا: اپنی اگر مگر کو یمن میں رکھو' میں نے حضور ﷺ کو استلام کرتے اور بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے''۔

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے استلام کو نہیں چھوڑتے تھے''۔

بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا: ''میں نے حضور ﷺ کو صرف دو رکن یمانی کا استلام کرتے ہوئے دیکھا''۔

ان سے ایک روایت یہ بھی ہے: ''میرے خیال میں حضور ﷺ نے شامی رکنوں کو اس لئے چھوڑا کہ وہ ابراہیمی بنیادوں پر مکمل نہیں کیئے گئے تھے''۔

بخاری نے ابوالشعثاء سے نقل کیا: ''بیت اللہ کے کس حصے سے بچا جاتا ہے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو ارکان کا استلام کرتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دو رُکنوں کا استلام نہیں کیا جاتا' ابوالشعثاء نے دوبارہ کہا: گھر کا کوئی حصہ چھوٹا ہوا نہیں ہے' حضرت ابن الزبیر سب کا استلام کرتے تھے۔

مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: میں نے حضور ﷺ کو دو یمنی رکنوں

Marfat.com

کے علاوہ کسی رُکن کو استلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا"۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو بیان کیا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے موافق ہے: "شامی ارکان کا استلام نہیں کیا جائیگا کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام والی بنیادوں پر مکمل نہیں کیونکہ قریش کے پاس خرچہ نہیں رہا تھا تو انہوں نے تعمیر کے وقت ایک حصہ نکال دیا تھا۔ حضور ﷺ کی خواہش تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام والی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کریں لیکن نئے نئے اسلام کی وجہ سے آپ ﷺ کو ڈر تھا کہ کہیں لوگوں کو ناگوار نہ گورے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ امارت میں کعبہ گرا کر اُن بنیادوں پر بنایا جنکی خواہش حضور ﷺ کو تھی۔ اس لحاظ سے اگر حضرت عبداللہ بن زبیر تعمیر کے بعد چاروں ارکان کا استلام کرتے ہوں تو بہت اچھی بات ہے بلکہ اُن سے ایسے ہی توقع ہے۔
نسائی نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضور ﷺ کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دُعا پڑھتے ہوئے سنا:

﴿رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(سورۃ البقرۃ:۲۰۱)

"اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے"

ترمذی نے نقل کیا کہ جب حضور ﷺ مکہ تشریف لائے تو مسجد میں داخل ہو کر استلام حجر کیا پھر دائیں طرف سے طواف کیا' تین چکروں میں رَمل کیا اور چار چل کر پورے کئے' پھر مقام ابراہیم کے پاس آکر یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾

مقام ابراہیم کو درمیان میں رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعتوں کے بعد حجرِ اسود کے پاس آئے' اسے استلام کر کے صفا پہاڑ کی طرف آئے اور یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۵۸)

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"

Marfat.com

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے نقل کیا: ''میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ مکہ تشریف لاتے تھے تو طواف سے پہلے حجرِ اسود کا استلام کرتے اور طواف کے سات چکروں میں سے تین میں قدرے تیز (رمل) چلتے۔

بخاری نے حضرت ابن عمر ﷺ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حج اور عمرے میں تین چکر رَمل کر کے اور چار چل کے ادا فرمائے۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے یہ بھی نقل کیا: ''حضور ﷺ مکہ تشریف لاتے ہی حج اور عمرے کے لئے طوافِ کرتے تو تین چکروں میں تیز چل کر اور چار میں آہستہ چل کر ادا فرماتے پھر دو رکعتیں پڑھتے اور صفا مروہ کی سعی کرتے''۔

حجازی نے حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ جب گھر کا پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں تھوڑا تیز اور چار چکروں میں آہستہ چلتے' اور سعی کرتے ہوئے وادی کے درمیان تیز چلتے''۔

مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حجرِ اسود سے حجرِ اسود تک تین چکر رَمل کر کے لگائے' اور حضرت عمر ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اب جب کہ کفر مغلوب اور اسلام غالب ہو چکا ہے' تو اب تیز چلنے یا کندھے کھلے چھوڑنے کی ضرورت نہیں' لیکن ہم پھر بھی وہ عمل نہیں چھوڑیں گے جو حضور ﷺ کیساتھ کیا کرتے تھے''۔

ان تمام روایات سے حضرت ابن عباس ﷺ کے اس قول کی تردید ہوتی ہے کہ رَمل سنت نہیں ہے' کیونکہ حضور ﷺ نے تو اسلئے کیا تھا کہ جب آپ ﷺ عمرۃ القضاء میں آئے تو مشرکین نے کہا: ''یثرب کے بخار نے انکو کمزور کر دیا' حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تین چکروں میں رَمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان چلیں' پورے طواف میں رَمل سے اس لئے روکا کہ کہیں ان پر واجب نہ ہو جائے''۔

حضرت ابن عباس ﷺ حجۃ الوداع میں رَمل کے ہونے کا انکار کرتے تھے، حالانکہ پیچھے صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ اسمیں تو یہ بھی ہے کہ حجرِ اسود سے حجرِ اسود تک پورے چکر میں رَمل ہوتا تھا اور رُکنین میں آہستہ چلنا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آہستہ چلنے کی علت

Marfat.com

کمزوری، وہ بھی نہیں رہی تھی۔

صحیح حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے "میں نے عمرۃ الجعرانہ میں رَمل بھی کیا اور اضطباع بھی" یہ روایت انکے خلاف ہے کیونکہ عمرۃ الجعرانہ کے دنوں میں کوئی ڈر نہیں رہا تھا بلکہ وہ تو فتح مکہ کے بعد تھا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جعرانہ سے عمرہ کیا، انہوں نے رَمل بھی کیا اور اضطباع بھی کیا اور اپنی چادروں کو بغلوں کے نیچے سے نکال کر کندھوں پر ڈالا"۔ باقی حجۃ الوداع میں اضطباع کرنا تو اُسکے بارے میں ترمذی نے یعلی بن امیہ سے نقل کیا: "میں نے حضور ﷺ کو بیت اللہ کا طواف اضطباع کی حالت میں کرتے ہوئے دیکھا"۔

ابوداؤد نے بھی صفوان بن یعلیٰ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے سبز چادر کیساتھ اضطباع کر کے طواف کیا"۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس طواف میں حضور ﷺ پیدل تھے یا سوار، تو جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں دونوں طرح کی روایات ہیں۔ جس سے بظاہر ان میں تعارض بھی معلوم ہوتا ہے، لیکن ہم اس انداز میں بیان کریں گے کہ دونوں میں موافقت ہو جائے اور تعارض ختم ہو جائے۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے اپنی اونٹنی پر طواف کیا اور رُکن کا استلام لاٹھی سے کیا"۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے اونٹنی پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا، اور جب بھی رکن کے پاس آتے تو اسکی طرف اشارہ کرتے"۔

مسلم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اونٹنی پر کیا اس ڈر سے کہ کہیں لوگ آپ ﷺ کے سامنے ازدحام نہ کریں"۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع اونٹنی پر یعنی سوار کیا، لیکن حجۃ الوداع میں تین طواف تھے، طوافِ قدوم، طوافِ افاضہ اور طوافِ وادع۔ ہوسکتا ہے کہ

Marfat.com

حضور ﷺ کا سوار ہو کر طواف کرنا آخری ایک یا دو طوافوں میں ہو۔ باقی پہلے میں پیادہ ہوں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ بیہقی نے اپنی کتاب "السنن الکبیر" میں حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا: "ہم مکہ میں چاشت کے وقت داخل ہوئے' حضور ﷺ مسجد کے دروازے کے پاس آئے' اپنی سواری وہاں بٹھائی پھر مسجد میں داخل ہوئے اور حجرِ اسود کے استلام سے طواف کی ابتداء کی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے' آپ نے تین چکروں میں رَمل اور باقی میں آہستہ چکر لگائے' جب طواف سے فارغ ہوئے تو حجرِ اسود کو بوسہ دیا' ہاتھ پھیر کر اپنے چہرے پر مَل لئے۔

ابوداؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا: "جب حضور ﷺ مکہ آئے تو آپ ﷺ کو بخار تھا' آپ ﷺ نے اپنی سواری پر طواف کیا' اور جب حجرِ اسود کے پاس آئے تو لاٹھی کیساتھ اسکا استلام کیا۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور دو رکعتیں پڑھیں"۔ اس روایت میں یزید بن ابی زیاد متفرد اور ضعیف ہے پھر اسمیں حجۃ الوداع کا ذکر نہیں' اور نہ ہی یہ ذکر ہے کہ یہ حجۃ الواع کا پہلا طواف تھا۔

ایسے ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: "حضور ﷺ نے کمزوری کی وجہ سے طواف سوار ہو کر کیا تھا"۔ یہ بھی درست نہیں کیونکہ پیچھے گزر چکا کہ لوگ آپ ﷺ پر ٹوٹتے پڑتے تھے اور حضور ﷺ کو اپنے سامنے لوگوں کا اس طرح ازدحام پسند نہیں تھا۔

پھر یہ دوسری دفعہ طواف کے بعد حجرِ اسود کا استلام کرنا' بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے' جس میں طواف کی رکعتوں کے بعد مذکور ہے: "پھر آپ ﷺ حجرِ اسود کے پاس گئے اور استلام کیا"۔

مسلم نے نافع سے نقل کیا: "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ہاتھوں کیساتھ استلام ہاتھوں کو چومتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: جب سے میں نے حضور ﷺ کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا ہے میں نے اسکو نہیں چھوڑا"۔ اس روایت میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے کسی اور طواف میں حضور ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہو' یا آخری استلام میں ایسا کیا ہو' یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کمزوری یا لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی غرض سے دور سے ایسا کیا ہو۔

Marfat.com

کیونکہ حضور ﷺ انکے والدِ محترم کو بھی ایسے ہی تائید کر چکے تھے۔

احمد نے اپنی کتاب میں ابو یعفور سے نقل کیا کہ حجاج کے زمانے میں میں نے ایک بوڑھے کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضور ﷺ نے اُن سے کہا تھا: ''اے عمر! تو طاقتور آدمی ہے حجرِ اسود پر لوگوں سے ازدحام کر کے کمزوروں کو تکلیف نہ دیا کر' اگر تمہیں تنہائی ملے تو استلام کیا کرو ورنہ تکبیر پڑھ کر آگے بڑھ جایا کرو''۔

سعی کا بیان

مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں ذکر کیا جس میں بیت اللہ کے طواف کا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھنے کا تذکرہ ہے' اسمیں یہ بھی ہے: ''پھر آپ ﷺ حجرِ اسود کے پاس آ کر اسکا استلام کیا' پھر صفا کی طرف نکلے اور جب صفا کے قریب پہنچے تو فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۵۸)

''بے شک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی''

اور فرمایا: ''میں اسی سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ نے شروع کیا'' چنانچہ صفا سے ابتدا کی' اسپر چڑھ کر بیت اللہ کو دیکھا' استقبالِ قبلہ کر کے حمد وثناء پڑھی اور فرمایا: ''اللہ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں' وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں' اسی کے لئے بادشاہت اور تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اسنے اپنا وعدہ پورا کیا' اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے لشکر کو شکست دی''۔ پھر مزید دعائیں کیں اور وادی میں اُترنے پر رَمل کیا اور چڑھائی پر چلے' پھر مروہ پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف دیکھ کر ایسے ہی فرمایا جیسے صفا پر کہا تھا۔

امام احمد نے حبیبہ بنت ابی تجزاۃ سے نقل کیا کہ میں قریش کی کچھ عورتوں کیساتھ داخل ہوئی تو حضور ﷺ صفا مروۃ کے درمیان سعی کر رہے تھے' آپ ﷺ اتنا تیز بھاگ رہے تھے کہ تیز بھاگنے کی وجہ سے آپ ﷺ کا تہہ بند گھوم رہا تھا اور آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہہ رہے تھے: تیز چلو' اللہ نے تم پر سعی فرض قرار دی ہے''۔

Marfat.com

یہاں سعی سے مراد صفا سے مروہ جانا ہے' تیز چلنا نہیں' کیونکہ تیز چلنا فرض نہیں' بلکہ اگر کوئی انسان پورے سات چکر آہستہ چل کر کرے اور میلین اخضرین کے درمیان نہ دوڑے تو علماء کی ایک جماعت کے مطابق اسکی سعی ہو جائے گی۔

ترمذی نے کثیر بن جمہان سے نقل کیا: ''میں نے ابن عمر کو سعی میں چلتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا: سعی کے درمیان آپ چلتے ہیں' فرمایا: ''اگر میں چلتا ہوں تو حضور ﷺ کو میں نے چلتے ہوئے دیکھا ہے اور اگر تیز چلوں تو میں نے حضور ﷺ کو تیز چلتے ہوئے دیکھا ہے' اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ انہوں نے دونوں حالتوں کو دیکھا ہے' اسمیں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ انہوں نے حضور ﷺ کو کسی وقت چلتے ہوئے دیکھا ہو جس میں رَمل بالکل نہ ہو' دوسرا یہ کہ کچھ راستہ چلتے ہوئے اور کچھ راستہ رَمل کرتے ہوئے دیکھا ہو اور یہی روایت قوی ہے۔ کیونکہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

''حضور ﷺ وادی کے درمیان تیز چلا کرتے تھے''۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں گزر چکا کہ حضور ﷺ جب صفا سے اُترے اور وادی میں پہنچے تو آپ ﷺ نے رَمل کیا۔ پھر جب مروہ پر چڑھے تو آہستہ چلنے لگے۔ یہی وہ عمل ہے جس کو علماء نے مستحب قرار دیا ہے کہ سعی کرنے والے کو چاہیے کہ ہر طواف میں وادی کے درمیان پہنچ کر رَمل کرے' اب اسکی حد بندی سبز ستونوں کیساتھ کی گئی ہے۔ ایک ستون صفا کی طرف سے مسجد کے قریب ہے اور دوسرا مروۃ کی طرف سے مسجد کے قریب ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں: ان دو ستونوں کے درمیان فاصلہ حضور ﷺ کے زمانے والے فاصلے سے زیادہ ہے۔ ابوداؤد نے ابو طفیل سے نقل کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تیری قوم کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے طواف کرتے ہوئے رَمل کیا ہے اور یہ آپ ﷺ کی سنت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ بھی بولا اور جھوٹ بھی' میں نے کہا: سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟' فرمایا: یہ تو سچ ہے کہ حضور ﷺ نے رَمل کیا' لیکن یہ سنت نہیں ہے' کیونکہ حدیبیہ کے موقع پر قریش نے کہا: محمد ﷺ اور اسکے ساتھیوں کو چھوڑ و کہ وباء کی وجہ

Marfat.com

سے اپنی موت آپ مر جائیں' اور حضور ﷺ کے ساتھ اس بات پر صلح ہوئی کہ وہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور مکہ میں تین دن تک ٹھہریں گے' چنانچہ اگلے سال حضور ﷺ تشریف لائے اور صحابہ ؓ کو حکم دیا کہ تین چکر رَمل کیساتھ لگائیں۔ میں نے کہا: تیری قوم کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے سعی اونٹ پر بیٹھ کر کی اور یہ آپ ﷺ کی سنت ہے' فرمایا: انہوں نے سچ بھی کہا اور جھوٹ بھی' میں نے کہا: سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ فرمایا: یہ تو سچ ہے کہ حضور ﷺ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا' لیکن سنت کہنے میں وہ جھوٹے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگ آگے سے ہٹتے نہیں تھے اور ہر کوئی آپ ﷺ سے بات کرنا چاہتا تھا' چنانچہ حضور ﷺ نے اونٹ پر طواف کیا تا کہ وہ آپ ﷺ کی بات سُن سکیں اور حضور ﷺ کو دیکھتے بھی رہیں اور آپ ﷺ تک لوگوں کے ہاتھ بھی نہ پہنچیں۔

مسلم نے ابو طفیل سے حضرت ابن عباس ؓ سے اسی طرح کی روایت نقل کی' جس میں طواف کے تذکرہ کے بعد مزید یہ بھی ہے کہ میں نے ابن عباس ؓ سے کہا: صفا اور مروہ کے درمیان سعی سوار ہو کر کرنے کے بارے میں مجھے بتایئے کہ کیا یہ سنت ہے' کیونکہ تیری قوم کا خیال ہے کہ یہ سنت ہے' فرمایا: انہوں نے سچ بھی کہا اور جھوٹ بھی' میں نے کہا: سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ فرمایا: حضور ﷺ کے سامنے لوگ بہت اکٹھے ہو گئے اور ہر ایک کی زبان پر یہی تھا: یہ محمد ﷺ ہے' یہ محمد ﷺ ہے' یہاں تک کہ گھروں سے گردنیں نِکل نِکل کر جھانکنے لگیں' حالانکہ حضور ﷺ اس طرح کے مجمع اور شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے' جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ ابن عباس ؓ نے کہا: چلنا اور سعی کرنا افضل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے مجبوری کی حالت میں سواری فرمائی اور اسی سے تمام احادیث میں موافقت ہو جائے گی۔

باقی جو مسلم نے اپنی کتاب میں ابو طفیل سے نقل کیا: میں نے ابن عباس ؓ سے کہا: میرا خیال ہے میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا' فرمایا: اچھا بتاؤ کس حال میں دیکھا' میں نے کہا: میں نے آپ ﷺ کو مروہ کے پاس اونٹنی پر دیکھا جبکہ لوگ آپ ﷺ کے سامنے بہت زیادہ تھے' حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: یقیناً وہ حضور ﷺ ہی ہونگے۔ کیونکہ حضور ﷺ

Marfat.com

کے سامنے سے لوگوں کو ہٹایا نہیں جاتا تھا نہ ہی انکو روکا جاتا تھا' تو یہ مسلم کا تفرد ہے' اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ نے سوار ہو کر سعی کی' کیونکہ یہاں حجۃ الوداع وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔ بفرضِ محال اگر حجۃ الوداع بھی ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سعی سے فارغ ہونے مروہ پر بیٹھنے' لوگوں سے خطاب کرنے' اور جن کے پاس جانور نہیں تھے انکو احرام کھولنے کی تلقین کرنے کے بعد آپ ﷺ کی اونٹنی منگوائی گئی ہو اور آپ ﷺ سوار ہو کر میدان میں اپنی رہائش گاہ پر آئے ہوں اور اس وقت ابو طفیل نے انکو دیکھا ہو۔ ویسے بھی انکا شمار صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔

مکہ میں قیام

سعی کرنے اور جن کے پاس جانور نہیں تھے انکو احرام کھولنے کی تلقین کرنے کے بعد حضور ﷺ نے مکہ کے مشرقی میدان میں پڑاؤ کیا اور وہاں پر اتوار' سوموار' منگل اور بدھ کے دن گزارے اور جمعرات کی صبح کی نماز بھی وہیں پڑھی۔ ان دنوں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نمازیں پڑھائیں اور واپس بیت اللہ نہیں آئے۔

بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے اس شخص کے بیان میں جو کعبۃ اللہ کے قریب نہ جائے اور جو عرفات جانے تک اور پہلا طواف کرنے کے بعد کوئی اور طواف نہ کرے"۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ مکہ تشریف لائے' آپ ﷺ نے طواف کیا' سعی کی اور عرفات سے واپس لوٹنے تک دوبارہ طواف نہیں کیا"۔

اسی اثناء میں جبکہ حضور ﷺ نے مکہ سے باہر پڑاؤ کیا ہوا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے تشریف لائے' انکو حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعد امیر بنا کر بھیجا تھا۔ جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ نے بھی دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح احرام کھول لیا تھا' انہوں نے اچھے کپڑے پہن کر تیل سُرمہ بھی کر لیا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں کس نے اس طرح کرنے کا کہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے' وہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ فاطمہؓ نے احرام کھول کر نئے کپڑے پہن لئے ہیں اور اسکا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اُسے ایسا کرنے کا کہا ہے' حضور ﷺ نے

Marfat.com

تین دفعہ فرمایا: "اس نے سچ کہا" پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "جب احرام باندھا تو کیا نیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: "میں نے وہی نیت کی جو حضور ﷺ کی ہو" فرمایا: اچھا میرے پاس جانور ہیں احرام نہ کھولنا"۔ چنانچہ یمن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اونٹ لے کر آئے تھے اور راستے میں حضور ﷺ نے جو اونٹ خریدے تھے اُن سب کی تعداد سو ہو گئی اور قربانی میں بھی دونوں برابر رہے"۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ آئے تھے لیکن انکے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے' اس لئے حضور ﷺ نے انہیں عمرے کے بعد احرام کھولنے کا حکم دیا' انہوں نے احرام کھول کر حج تمتع کا ارادہ کر لیا' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہ اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے' لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج اور عمرہ علیحدہ علیحدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے انہوں نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا۔

منیٰ میں آمد

حضور ﷺ مکہ سے باہر میدان میں اتوار' سوموار' منگل' اور بدھ کے دن رہے۔ اس دوران جن لوگوں کے پاس جانور نہیں تھے انہوں نے احرام کھول لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسلمانوں کی ایک جماعت کیساتھ یمن سے آ گئے تو جمعرات کے دن کی فجر وہیں پڑھی' اسکو یوم الترویۃ اور "یوم منیٰ" بھی کہتے ہیں' کیونکہ اسمیں منیٰ کو جایا جاتا ہے' اور اس سے پہلے والے دن کو "یوم الزینۃ" کہتے ہیں' کیونکہ اس دن جانوروں کو سنوارا جاتا ہے۔

مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ہمیں رسول ﷺ نے احرام کھول لینے کے بعد حکم دیا کہ دوبارہ منیٰ جاتے ہوئے باندھیں" فرماتے ہیں: ہم نے اپنے پڑاؤ کی جگہ سے ہی احرام باندھا"۔

عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں اور تمام لوگ چاند نظر آنے پر احرام باندھ لیتے ہیں لیکن آپ "یوم الترویۃ" تک نہیں باندھتے: فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کو اسوقت احرام باندھتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

بخاری کہتے ہیں: عطاء سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو حج کا احرام باندھ

Marfat.com

کر منیٰ سے تجاوز کر جائے' انہوں نے کہا: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ترویہ کے دن ظہر کی نماز پڑھ کر اس وقت احرام باندھا کرتے تھے' جب اونٹنی انکو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی''۔

میں کہتا ہوں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حج کے لئے ایسے ہی کیا کرتے تھے' عمرے سے حلال ہو جاتے اور پھر جب ترویہ کا دن ہوتا تو اس وقت تک احرام کا تلبیہ نہیں پڑھتے تھے جب تک سواری انکو لے منیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہو جاتی تھی' جیسا کہ ذوالحلیفہ سے ظہر کے بعد حضور ﷺ احرام باندھا کرتے تھے اور اسوقت تلبیہ پڑھا کرتے تھے جب سواری انکو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی' لیکن ترویہ کے دن حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑاؤ کی جگہ پر نہیں پڑھی بلکہ منیٰ میں پڑھی۔

بخاری نے ایک باب قائم کرتے ہوئے کہا: ''یہ باب ہے اس بیان میں کہ حاجی ترویہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھے'' عبدالعزیز بن رفیع سے منقول ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے ترویہ کے دن ظہر اور عصر کی نماز کہاں پڑھی؟ فرمایا: منیٰ میں' میں نے کہا: مکہ سے واپسی کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی' فرمایا: ابطح میں' پھر فرمایا: تم ایسے ہی کرو جیسے تمہارے امیر حج کریں''۔

وقوف عرفہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''تمام لوگوں نے احرام کھول لیا اور قصر کر لیا سوائے نبی ﷺ اور اُن لوگوں کے جن کے پاس ہدی کے جانور تھے۔ جب ترویہ کا دن ہوا تو منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور حج کا احرام باندھا۔ منیٰ میں آپ ﷺ نے ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور فجر کی نماز پڑھی' پھر سورج طلوع ہونے تک وہیں رہے۔ آپ ﷺ نے نمرۃ میں خیمہ لگوانے کا حکم دیا' پھر آپ ﷺ چلے اور قریش والے یہی خیال کر رہے تھے کہ آپ ﷺ مشعرِ حرام کے پاس کھڑے ہوئے ہیں جیسا کہ جاہلیت میں قریش والے کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ وہاں سے چلے اور مزدلفہ آ گئے' وہاں دیکھا کہ آپ ﷺ کے لئے نمرہ میں خیمہ لگایا گیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا' اور جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ ﷺ نے اونٹنی منگوائی اور وادی میں آ کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مسلمان کا خون اور

Marfat.com

مال تم پر ایسے ہی حرام ہے جیسے تمہارا یہ دن، یہ شہر اور یہ مہینہ ہے۔ جاہلیت کے تمام امتیازات میرے پاؤں کے نیچے پڑے ہوئے ہیں، جاہلیت کے خون ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ جاہلیت کے سود کا بھی خاتمہ کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور انکی شرم گاہوں کو اللہ کے نام پر حلال کیا ہے، انکے ذمہ ہے کہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے آدمی کو نہ آنے دیں جنہیں تم ناگوار سمجھو، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ہلکی مار مارو اور تمہارے ذمہ انکا خرچ اور کپڑے وغیرہ ہیں۔ میں نے تمہارے اندر ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ کتاب اللہ ہے۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائیگا تو تم کیا کہو گے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پیغام پہنچا دیا، اور پہنچانے کا حق ادا کر دیا، آپ ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی آسمان کی طرف کر کے فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا (تین دفعہ)۔

بخاری نے کہا: ''یہ باب ہے منیٰ سے عرفات جاتے وقت تلبیہ اور تکبیر پڑھنے کے بیان میں'' پھر محمد بن ابوبکر ثقفی سے نقل کیا کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے پوچھا: ''اس دن تم حضور ﷺ کیساتھ کیا کرتے تھے؟ فرمایا: بعض ہلال کرتے تھے اور بعض تکبیر پڑھتے تھے، کسی پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔

بخاری نے حضرت سالم بن عبداللہ سے نقل کیا: عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنادو، جب عرفہ کا دن ہوا تو میں ابن عمر کیساتھ سورج ڈھلتے وقت آیا، انہوں نے خیمہ کے پاس آ کر اونچی آواز میں کہا: یہ کہاں ہے؟ حجاج نکلا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: چلو، اس نے کہا: اتنی جلدی، انہوں نے کہا: ہاں، اس نے کہا: اچھا، ٹھہرو میں ذرا نہا لوں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انکا انتظار کیا، پھر وہ نکلا تو میں نے کہا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ چھوٹا کرو اور وقوف جلدی کرو، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس نے سچ کہا''۔

Marfat.com

ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ عرفات کی صبح منیٰ میں صبح کی نماز پڑھ کے نکلے اور عرفات میں نمرہ مقام پر پڑاؤ کیا' پھر ظہر کے وقت نمرہ سے آگے نکل آئے اور وہاں ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی روایت نقل کی: ''پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی اور اقامت کہی اور حضور رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر دوسری اقامت کہی اور حضور ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونمازوں کے دوران کوئی نماز نہیں تھی''۔

امام احمد نے طارق بن شہاب سے نقل کیا: ''ایک یہودی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! تم اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہو اگر وہ ہم (یہودیوں) پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کونسی آیت ہے؟ کہنے لگا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (سورۃ المائدہ:۳)

''آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میں وہ دن جانتا ہوں جسمیں یہ نازل ہوئی اور وہ وقت بھی جانتا ہوں جب یہ نازل ہوئی۔ یہ جمعہ کے دن عرفات کے مقام پر نازل ہوئی''۔

عرفہ سے مزدلفہ جانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت میں ذکر کیا ''پھر آپ ﷺ اسوقت تک وہاں کھڑے رہے جب تک سورج غروب ہو گیا اور اسکی ٹکیہ غائب ہو کر اسکی زردی بھی ختم ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اپنے پیچھے اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیا اور اپنی اونٹنی کی لگام اتنی سختی سے کھینچ کر چلنے لگے کہ اونٹنی کا سر لگام سخت کھینچنے کی وجہ سے رکاب سے لگ رہا تھا' آپ ﷺ اپنے ہاتھ کے ارشارے سے بھی لوگوں کو کہتے جا رہے تھے: ''لوگو! آہستہ آہستہ''۔ جہاں کہیں اونچی جگہ آتی تو آپ ﷺ اونٹنی کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتے تا کہ وہ آسانی سے چڑھ جائے'

Marfat.com

کچھ دیر بعد آپ ﷺ مزدلفہ پہنچ گئے اور وہاں آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کیساتھ پڑھی اور انکے درمیان کوئی نماز نہیں تھی"۔

امام بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ باب ہے عرفہ سے واپس جانے کے بیان میں"۔ پھر ہشام بن عروۃ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: "حجۃ الوداع میں عرفات سے واپسی پر حضور ﷺ کیسے جاتے تھے"۔ فرمایا: تیز چلے تھے اور جب کبھی آپ ﷺ کوئی اترائی دیکھتے مزید تیز چلتے تھے"۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ جب عرفات سے نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے تھا' آپ ﷺ نے اونٹنی کی لگام اتنی سختی سے کھینچی ہوئی تھی کہ اسکے کان کجاوے سے لگ رہے تھے' آپ ﷺ فرمارہے تھے: "لوگو! آہستہ چلو وقار اور اطمینان سے چلو' نیکی تیز اونٹ دوڑانے میں نہیں ہے"۔

بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ عرفہ سے نکلے' راستے میں ایک گھاٹی کے پاس اُتر کر پیشاب کیا' پھر ہاتھ منہ دھویا لیکن مکمل وضو نہیں کیا' میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! نماز" فرمایا "نماز آگے پڑھیں گے"۔ پھر مزدلفہ پہنچے' وہاں وضو کیا' پھر نمازِ مغرب پڑھی' اور ہر آدمی نے اپنے اونٹ کو اپنی جگہ پر بٹھایا' پھر عشاء کی نماز پڑھی گئی' آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اور اسکے درمیان کوئی نماز نہیں تھی"۔

بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی اور دو اقامتوں کیساتھ پڑھیں' آپ ﷺ نے انکے درمیان کوئی تسبیح یا نماز نہیں پڑھی"۔

مسلم نے بھی سالم رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں۔

پھر مسلم نے یہ روایت نقل کی: "حضور ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں' انکے درمیان کوئی نماز نہیں تھی' آپ ﷺ نے مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں"۔ حضرت عبداللہ بھی مزدلفہ میں مرتے دم تک ایسے ہی پڑھتے تھے۔

مسلم میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کیساتھ عرفات سے نکلے اور مزدلفہ پہنچے تو انہوں نے ہمیں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کیساتھ پڑھائی' پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اس جگہ حضور ﷺ نے ایسے ہی نماز پڑھائی تھی''۔

بخاری اور مسلم نے ابو یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھیں''۔

بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: ''یہ باب ہے ہر نماز کے لئے علیحدہ اذان اور اقامت کہنے کے بارے میں'' پھر عبدالرحمٰن بن یزید سے نقل کیا: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا' اس حج میں ہم مزدلفہ اس وقت پہنچے جب اندھیرا شروع ہو گیا تھا' انہوں نے ایک آدمی کو حکم دیا اور اس نے اذان اور اقامت کہی' پھر مغرب کی نماز ہوئی اور سب نے مغرب کی سنتیں پڑھیں' پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا کھانا منگوایا اور کھایا' پھر انہوں نے ایک اور آدمی کو حکم دیا جس نے اذان اور اقامت کہی' پھر عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں۔ جب فجر طلوع ہوئی تو فرمایا: نبی ﷺ اس جگہ' اس دن اس وقت صرف یہی نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے وقت سے ہٹ کر پڑھیں جاتی ہیں ایک مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز اندھیرے میں اور میں نے حضور ﷺ کو بھی ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔

حضور ﷺ نے اپنے کچھ گھر والوں کو رات کے وقت ہی مزدلفہ سے منیٰ بھیج دیا تھا۔ چنانچہ بخاری نے اس پر باب قائم کرتے ہوئے کہا: ''یہ باب ہے اس آدمی کے بیان میں جس نے کمزوروں کو رات کے وقت ہی بھیج دیا' وہ مزدلفہ میں صرف دُعا کر کے رات کے وقت ہی منیٰ چلے جاتے ہیں''۔ پھر ابن شہاب سے نقل کیا: ''سالم کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں میں سے کمزوروں کو آگے بھیج دیا کرتے تھے' وہ رات کے وقت مشعرِ حرام کے پاس تھوڑی دیر کے لئے رُکتے' وہاں دعائیں اور ذکر فکر کرتے' پھر مزدلفہ میں امام کے وقوف اور نکلنے سے پہلے ہی نکل جاتے' ان میں سے کوئی منیٰ فجر کے وقت پہنچتا اور کوئی بعد میں' جب کوئی منیٰ پہنچتا تو رمی جمار کرتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

Marfat.com

حضور ﷺ نے اسکی اجازت دی ہے۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں اُن لوگوں میں سے ہوں جن کو نبی ﷺ نے مزدلفہ کی رات اپنے کمزور گھر والوں کیساتھ بھیجا تھا''۔

مسلم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے مجھے مزدلفہ سے اپنے گھر والوں کیساتھ سحری کے وقت بھیجا''۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ہم بنی عبدالمطلب کے چند جوانوں کو حضور ﷺ نے کھیتی باڑی کی وجہ سے آگے بھیج دیا' آپ ﷺ نے ہماری رانوں پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''بیٹو! سورج نکلنے تک رمی نہ کرنا''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرا نہیں خیال کہ کوئی سورج نکلنے سے پہلے رمی کرتا ہو''۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور رضی اللہ عنہ نے اپنے کمزور گھر والوں کو مزدلفہ سے رات کے وقت ہی آگے بھیج دیا اور انہیں یہ تاکید کی کہ اس وقت تک رمی نہ کریں جب تک سورج طلوع نہ ہو''۔

بخاری نے حضرت اسماء کے غلام حضرت عبداللہ سے نقل کیا: ''حضرت اسماء مزدلفہ کی رات مزدلفہ میں اُتر کر کچھ دیر نماز پڑھتی رہیں پھر فرمایا: بیٹے! کیا چاند غروب ہوگیا ہے' میں نے کہا: نہیں؟ انہوں نے پھر گھنٹہ بھر نماز پڑھی اور پوچھا: کیا چاند غروب ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں' انہوں نے کہا: پھر چلو' ہم چلے اور انہوں نے چل کر رمی کی پھر اپنے پڑاؤ پر آ کر فجر کی نماز پڑھی' میں نے کہا: میرا خیال ہے ہم نے اندھیرے میں ہی رمی کر لی ہے' انہوں نے کہا: بیٹے! حضور ﷺ نے عورتوں کو اجازت دی ہے''۔

اس روایت کے مطابق اگر حضرت اسماء بنت صدیقؓ نے طلوع فجر سے پہلے رمی کی ہو تو انکی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مقدم ہوگی' کیونکہ انکی حدیث کی سند حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند سے بہتر ہے' الّا یہ کہا جائے کہ نوجوان چست اور جلد باز ہوتے ہیں' اسلئے نوجوانوں کو حکم دیا کہ طلوع شمس سے پہلے رمی نہ کریں اور عورتوں کو اجازت دے دی کیونکہ وہ سُست ہوتی ہیں اور اُنہیں پردے کی زیادہ ضرورت ہوتی

Marfat.com

ہے۔

اور اگر حضرت اسماء کی یہ روایت موقوفاً منقول نہ ہوتو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل ان پر مقدم ہوگا۔

مزدلفہ میں قیام اور منیٰ کے مناسک

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾

(سورۃ البقرۃ:۱۹۸)

''پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ''آپ ﷺ نے اذان اور اقامت کیساتھ فجر کی نماز اس وقت پڑھی جب صبح طلوع ہوئی' پھر قصوا اونٹنی پر سوار ہوکر مشعر الحرام کے پاس آئے اور استقبال قبلہ کر کے حمد وثناء اور دُعا مانگی' پھر وہاں اس وقت تک کھڑے رہے جب تک خوب روشنی ہوگئی' آپ ﷺ سورج طلوع ہونے سے پہلے نکلے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھالیا''۔

بخاری نے ابن اسحاق سے نقل کیا: ''میں نے عمرو بن میمون کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی' پھر کھڑے ہوکر فرمایا: ''مشرکین اسوقت تک مزدلفہ سے نہیں نکلتے تھے' جب تک سورج طلوع نہ ہوتا اور کہتے تھے: ثبیر نکل آیا' اور حضور ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے کوچ کیا''۔

بخاری نے عبدالرحمٰن بن یزید سے نقل کیا: ''میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کیساتھ مکہ آیا پھر ہم مزدلفہ آئے' انہوں نے وہاں دو نمازیں پڑھیں' ہر ایک نماز علیحدہ اذان واقامت کیساتھ تھی' اور درمیان میں انہوں نے شام کی روٹی بھی کھائی۔ پھر فجر کی نماز اسوقت پڑھی جب فجر طلوع ہوئی' بعض کہتے تھے سورج طلوع ہوگیا ہے اور بعض کہتے تھے ابھی نہیں ہوا۔ پھر فرمایا: ''حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے' یہ دو نمازیں اس جگہ اوقات سے ہٹائی گئی ہیں۔ ایک مغرب' اسوقت تک نہ پڑھی جائے جب تک پورا اندھیرا نہ ہوجائے اور اسوقت کی فجر

Marfat.com

کی نماز"۔ پھر انہوں نے خوب روشنی ہونے تک وہاں وقوف کیا' پھر فرمایا: اب اگر امیر المؤمنین نکلیں تو سنت کو پالیں' مجھے نہیں پتہ کہ انکا کہنا پہلے تھا یا حضرت عثمان کا نکلنا' پھر انہوں نے اسوقت تک تلبیہ پڑھا جب تک نحر کے دن جمرۃ العقبہ کی رمی نہیں کر لی۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے سے پہلے نکلے"۔ بخاری نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے حضور ﷺ کے پیچھے حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ تھے' پھر مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے حضور ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو بٹھالیا' دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رمی جمرۃ العقبۃ تک تلبیہ پڑھا"۔

مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے تھے' انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے عرفات کی رات اور عرفات سے واپس جاتے ہوئے لوگوں سے کہا: "آہستہ چلو!" آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کی لگام بھی سختی سے کھینچتی ہوئی تھی' جب آپ منیٰ کی وادی محسر میں پہنچے تو فرمایا: "چنے کے دانوں کے برابر کنکریاں رمی کے لئے لے لو"۔ فرمایا: "حضور ﷺ رمی جمار تک تلبیہ پڑھتے رہے"۔

حافظ بیہقی نے کہا: "یہ باب ہے وادی محسر میں تیز چلنے کے بیان میں"۔ حضور ﷺ مزدلفہ سے نکلے تو آپ ﷺ بڑے پُرسکون تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو بھی پُرسکون رہنے کی تلقین کی البتہ وادی محسر میں تھوڑا سا تیز چلے' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ رمی جمار چنے کے برابر کنکریوں سے کریں اور فرمایا: "مجھ سے یہ طریقے سیکھ لو ہوسکتا ہے اس سال کے بعد ملاقات نہ ہو"۔

امام احمد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے عرفہ میں وقوف کرتے ہوئے فرمایا: "میں یہاں ٹھہرتا ہوں جبکہ پورا عرفہ موقف ہے"۔ آپ ﷺ سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ سے نکلے' اُسامۃ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا' لوگ آپ ﷺ کے اردگرد اونٹوں پر تیز تیز چل رہے تھے' حضور ﷺ نے کسی کی طرف بھی توجہ نہیں فرمائی اور فرمایا: "لوگو! اطمینان سے چلو"۔ پھر آپ ﷺ مزدلفہ میں آئے اور لوگوں کو

Marfat.com

مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی' رات وہیں گزاری اور صبح جبل قزح پر آ گئے' اور فرمایا: ''یہ میرا موقف ہے اور مزدلفہ سارے کا سارا موقف ہے''۔ پھر آپ ﷺ وادی محسر پہنچے اور اپنی سواری کو تیز کر کے وادی عبور کی' پھر اسکو روکا اور فضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھالیا' جمرۃ عقبہ کے پاس آ کر رمی کی اور پھر قربان گاہ میں قربانی کی اور فرمایا: ''یہ میری قربانی کی جگہ ہے اور منی پورا قربان گاہ ہے'' بنی خثعم کی ایک عورت نے پوچھا: میرا باپ بوڑھا ہے اور اس پر حج فرض ہے تو اگر میں اسکی طرف سے ادا کروں تو کیا اسکی طرف سے کافی ہوگا' فرمایا: ہاں! اپنے باپ کی طرف سے ادا کرو''۔ حضور ﷺ نے فضل رضی اللہ عنہ کی گردن موڑی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اسکی گردن کیوں موڑی ہے؟ فرمایا: میں نے نوجوان مرد اور عورت کو دیکھا تو ان پر شیطان سے اطمینان نہیں ہوا۔ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے قربانی سے پہلے سر منڈوالیا' فرمایا: قربانی کرو اور تم پر کوئی حرج نہیں۔ پھر ایک اور آیا اور اس نے کہا: میں نے سر منڈوانے سے پہلے طواف افاضہ کرلیا' فرمایا: سر منڈالو اور کوئی حرج نہیں''۔ پھر آپ ﷺ نے مکہ آ کر طواف کیا اور زمزم کے کنوئیں کے پاس آ کر فرمایا: ''اے بنی عبدالمطلب! پانی پلاتے رہو' اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ تم سے ڈول چھین کر تم پر غالب آ جائیں گے تو میں ضرور پانی نکالتا''۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے اور بھی شواہد موجود ہیں جو صحاح وغیرہ میں مذکور ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے فضل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضور ﷺ نے نحر کی صبح فرمایا: ''مجھے کنکریاں چن کر دو'' میں نے چنے کے دانے کے برابر چن کر دیں تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں رکھیں اور فرمایا: ہاں! اس جیسی ہونی چاہییں' غلو سے بچو' تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا: ''پھر آپ ﷺ وادی محسر پہنچے تو تھوڑا سا تیز چلے' پھر درمیانے راستے پر چلے جو بڑے جمرے کو نکلتا تھا: وہاں آپ ﷺ نے جمرہ کو سات کنکریاں ماریں' آپ ﷺ ہر کنکری کیساتھ تکبیر پڑھتے''۔

بخاری فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''حضور ﷺ نے نحر کے دن صبح

Marfat.com

کے وقت رمی جمار کیا اور اسکے بعد دوسرے تیسرے دن زوال کے بعد"۔

مسلم نے ابوزبیر سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سُنا: "حضور ﷺ نے نحر کے دن چاشت کے وقت رمی کی اور اسکے بعد زوال کے بعد"۔

صحیحین میں حضرت عبدالرحمٰن بن زید ﷺ سے مروی ہے: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وادی کے نیچے سے رمی کی، میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! لوگ تو وادی کے اوپر سے مار رہے ہیں۔ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضور ﷺ پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی"۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ جمریٰ کبریٰ کے پاس آئے، بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف اور منیٰ کو دائیں طرف رکھا اور سات کنکریاں ماریں، پھر فرمایا: "اس طرح اس نے رمی کی جس پر سورۃ بقرۃ نازل ہوئی"۔

پھر بخاری نے کہا: "یہ باب ہے اس شخص کے بیان میں جس نے سات کنکریوں کیساتھ رمی کی اور ہر کنکری کیساتھ تکبیر پڑھی"۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے وادی کے درمیان سے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کیساتھ تکبیر پڑھی، پھر فرمایا: "خُدا کی قسم! یہیں سے اُس نے کنکریاں ماریں جس پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی۔

مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "میں نے حضور ﷺ کو چنے کے دانے کے برابر سات کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا"۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان نقل کیا: "حضور ﷺ نے نحر کے دن سوار ہو کر جمرۃ العقبہ کی رمی کی"۔

احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے ام جندب الازدیۃ سے نقل کیا: میں نے حضور ﷺ کو وادی کے درمیان سے رمی کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ سوار تھے اور ہر کنکری کیساتھ تکبیر پڑھ رہے تھے، آپ ﷺ کے پیچھے ایک آدمی بھی تھا جو آپ ﷺ پر کپڑے سے سایہ کر رہا تھا، میں نے آدمی کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ہے لوگوں کا ازدحام ہونے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! ایک دوسرے پر نہ چڑھو اور

Marfat.com

جب رمی کرو تو چنے کے دانے کے برابر کنکریوں سے کرو"۔

ابوداؤد میں ان سے ایک روایت اس طرح بھی منقول ہے: "میں نے حضور ﷺ کو جمرۃ العقبہ کے پاس سوار دیکھا' آپ ﷺ کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں' پہلے آپ ﷺ نے کنکریاں ماریں پھر اور لوگوں نے بھی ماریں لیکن آپ ﷺ اس جمرہ کے پاس ٹھہرے نہیں"۔

مسلم نے نقل کیا کہ ابوزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے حضور ﷺ کو نحر کے دن اپنی سواری پر رمی کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا: "لوگو! حج کے طریقے مجھ سے سیکھ لو' ہوسکتا ہے کہ میں اس حج کے بعد حج نہ کروں"۔

مسلم نے یحییٰ بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنی دادی ام حصینؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "میں نے حضور ﷺ کیساتھ حجۃ الوداع کیا' میں نے انکو جمرۃ عقبہ کی رمی کے بعد اپنی سواری پر جاتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنا: "مجھ سے حج کے طریقے اچھی طرح دیکھ لو' ہوسکتا ہے اس حج کے بعد نہ کروں"۔

ایک روایت میں ہے: "میں نے حضور ﷺ کیساتھ حجۃ الوداع کیا' میں نے اسامۃ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا' اُن میں سے ایک نے حضور ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے آپ ﷺ پر کپڑے سے سایہ کئے ہوئے تھے۔ امام احمد نے قدامۃ بن عبداللہ الکلابی سے نقل کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو نحر کے دن وادی کے درمیان رمی کرتے ہوئے دیکھا' آپ ﷺ سوار تھے' آپ ﷺ کی اونٹنی نہ تیز تھی نہ بہت آہستہ اور نہ ہی اسمیں یہ شور تھا کہ ہٹو ہٹو"

امام احمد نے نافع سے نقل کیا: "ابن عمر رضی اللہ عنہ نحر کے دن جمرۃ العقبہ کی رمی اپنی سواری پر کیا کرتے تھے اور اسکے بعد پیدل آتے جاتے تھے اور انکا خیال تھا کہ حضور ﷺ پہلے دن کے بعد پیدل آتے جاتے تھے"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "پھر حضور ﷺ قربان گاہ گئے اور آپ ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے' باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئے اور انہیں اپنے جانوروں میں شریک کیا' پھر ہر جانور کا ایک ٹکڑا لیا اور برتن میں ڈال کر انکو پکایا گیا تو آپ ﷺ اور

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکا گوشت بھی کھایا اور شوربہ بھی پیا"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانور اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے تھے اُن سب کی تعداد سو ہو گئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ ذبح کیے۔ ابن حبان سے منقول ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے بھی مناسب تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت تریسٹھ سال کے تھے"۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں سو اونٹ ذبح کئے' تریسٹھ اپنے ہاتھ سے اور باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ذبح کئے گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جانور سے ایک گوشت کا ٹکڑا لیا انہیں برتن میں ڈال کر پکایا پھر گوشت بھی کھایا اور شوربا بھی پیا۔ فرمایا: "اور حدیبیہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر اونٹ ذبح کیے جن میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا' جو بیت اللہ سے روکے جانے کی وجہ سے ایسا ہی بلبلایا تھا جیسے اونٹنی اپنے بچے پر شفقت سے بلبلاتی ہے"۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سو اونٹ ذبح کئے' جن میں سے تیس اپنے ہاتھ سے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کئے' فرمایا: "انکا گوشت' کھال اور زین وغیرہ لوگوں میں تقسیم کردو' قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دینا' اور ہمارے لئے ہر اونٹ سے ایک ٹکڑا لے کر ایک برتن میں ڈال لیا تا کہ ہم گوشت کھائیں اور شوربا پئیں' انہوں نے ایسے ہی کیا"۔

صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور ذبح کرنے حکم دیا اور فرمایا انکا گوشت' کھال اور لگام وغیرہ صدقہ کردو اور قصاب کو انمیں سے کچھ نہ دو بلکہ اسکو ہم اپنی طرف سے دیں گے"۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں حلق کروایا"۔ بخاری نے حضرت نافع سے نقل کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں حلق کیا"۔

بخاری نے حضرت نافع سے نقل کیا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے حلق کیا جبکہ باقیوں نے قصر کروایا"۔ مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے۔

Marfat.com

''حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حلق کرنے والوں پر رحم فرمائے''۔ ایک یا دو دفعہ۔ صحابہ ؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! قصر کرنے والوں پر بھی' فرمایا: ''قصر کرنے والوں پر بھی''۔

مسلم نے یحیٰی بن حصین کے حوالے سے نقل کیا کہ انکی دادی نے حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کو حلق کرنیوالوں کے لئے تین اور قصر کرنیوالوں کے لئے ایک دفعہ دُعا کرتے ہوئے سُنا۔

مسلم نے حضرت انس بن مالک ؓ سے بیان کیا: ''حضور ﷺ منیٰ آئے اور رمی کی' پھر منیٰ میں اپنی جگہ پر آ گئے اور قربانی کی' پھر حلق کرنے والے سے کہا: یہاں سے بال کاٹو اور دائیں پھر بائیں طرف اشارہ کیا اور لوگوں کو بال دینے لگے'' اور ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ نے دائیں طرف حلق کروایا اور اسکے ایک ایک یا دو دو بال لوگوں میں تقسیم کر دیئے' پھر بائیں طرف کروایا اور اسکے بال ابوطلحہ ؓ کو دے دیئے۔ اور ایک روایت میں ہے: دائیں طرف کے بال حضرت ابوطلحہ ؓ کو دے دیئے اور بائیں طرف کے بھی انہیں دے کر حکم دیا کہ لوگوں میں تقسیم کر دیں۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک ؓ سے بیان کیا: ''میں نے حلق کرنیوالے کو حضور ﷺ کے بال حلق کرتے ہوئے دیکھا' آپ ﷺ کو صحابہ ؓ نے گھیرا ہوا تھا اور وہ چاہ رہے تھے کہ کوئی بال نیچے نہ گرے بلکہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرے''۔

پھر حضور ﷺ نے رمی جمار اور قربانی کرنے کے بعد اپنے کپڑے پہن کر خوشبو لگائی' خوشبو انکو حضرت عائشہؓ نے لگائی تھی۔ بخاری نے عبدالرحمٰن بن قاسم کے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''میں نے حضور ﷺ کو اپنے ان ہاتھوں سے احرام باندھتے اور کھولتے وقت خوشبو لگا کر دی''۔

مسلم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''میں حضور ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے اور نحر کے دن بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے احرام کھولنے کے لئے ایسی خوشبو لگا کر دیتی تھی جس میں مشک ہوتی تھی''۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ''میں نے حضور ﷺ کو حجۃ الوداع میں زریرۃ خوشبو احرام کھولنے اور باندھنے کے لئے اپنے ہاتھ سے

Marfat.com

لگا کر دی''۔

طوافِ افاضہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ سوار ہو کر مکہ آئے اور ظہر کی نماز وہاں پڑھی۔ پھر چاہِ زمزم پر بنو عبدالمطلب کے پاس آئے جبکہ وہ لوگوں کو پانی پلا رہے تھے۔ فرمایا: ''اے بنو عبدالمطلب! پانی نکالو اور پلاؤ' اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے اور تم سے ڈول کھینچ لیں گے' تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی نکالتا''۔ انہوں نے حضور ﷺ کو ڈول پکڑایا تو آپ ﷺ نے اسمیں سے پانی نوش فرمایا'' اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ زوال سے پہلے مکہ آئے اور طواف کیا' پھر جب فارغ ہوئے تو ظہر کی نماز وہاں پڑھی۔

مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ نے نحر کے دن طواف افاضہ کیا اور ظہر کی نماز واپس آکر منیٰ میں پڑھی''۔ لیکن یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے خلاف ہے' اگر ہم دونوں علت بیان کریں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز تو مکہ میں پڑھی' پھر منیٰ واپس لوٹے تو لوگوں کو منتظر پایا' چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں دوبارہ نماز پڑھا دی۔ اور ظہر کے وقت حضور ﷺ کا واپس لوٹنا ممکن ہے' کیونکہ وہ گرمیوں کے دن تھے اور گرمیوں میں دن لمبا ہوتا ہے' اگرچہ اس دن کام بھی حضور ﷺ نے بہت سے انجام دیئے۔ اسی دن آپ ﷺ صبح سویرے سورج طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ واپس آئے' وہاں کنکریاں ماریں' پھر اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ ذبح کیے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کر کے سو پورے کر دیئے' پھر ہر اونٹ میں سے کچھ گوشت لیکر پکایا گیا اور آپ ﷺ نے کھایا۔ اس دوران آپ ﷺ نے حلق بھی کروایا' ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ گئے' اس دن آپ ﷺ نے ایک خطبہ بھی دیا' اگرچہ اسکے بارے میں معلوم نہیں کہ یہ بیت اللہ جانے سے پہلے تھا یا واپسی پر۔

مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے مکہ جا کر صرف طواف کیا' سعی نہیں کی' جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور عائشہؓ سے منقول ہے' پھر زمزم کا پانی اور نبیذِ تمر پیا۔ ان تمام

Marfat.com

باتوں سے ان حضرات کی رائے کی تائید ہوتی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ اسمیں یہ احتمال بھی ہے کہ ظہر کے آخری وقت تک حضور ﷺ منیٰ واپس آ گئے ہوں اور یہاں حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی ہو۔ بہرحال اس سلسلے میں صحیح روایات متعارض ہیں اور اسی وجہ سے ابن حزم کو اپنی کتاب میں اس سلسلے میں اشکال ہو گیا۔

مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا، پھر چاہِ زمزم کے پاس آئے، وہاں بنی عبدالمطلب پانی پلا رہے تھے، آپ ﷺ نے بھی اُن سے ڈول لیکر پانی پیا۔ جیسا کہ مسلم نے بکر بن عبداللہ المزنی سے نقل کیا کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کعبۃ اللہ کے پاس بیٹھ کر یہ کہتے ہوئے سُنا: نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر تشریف لائے، آپ ﷺ کے پیچھے اُسامہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ کو نبیذ پیش کی تو آپ ﷺ نے خود بھی نوش کی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی دی۔ پھر فرمایا: ''تم نے بہت اچھا کیا، ایسے ہی کیا کرو''۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اب ہم وہ طریقہ نہیں بدلنا چاہتے جسکا ہمیں رسول ﷺ نے حکم دیا۔

بکر بن عبداللہ سے ایک روایت میں ہے: ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا بات ہے تمہارے چچازاد تو دودھ اور شہد پلاتے ہیں اور تم نبیذ پلاتے ہو؟ کیا تم کسی ضرورت کی وجہ سے ایسا کرتے ہو یا بخل کی وجہ سے؟ اس موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث ذکر کی۔

احمدؒ نے بکر بن عبداللہ سے نقل کیا: ''ایک دیہاتی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ''کیا بات ہے آل معاویہ پانی اور شہد پلاتے ہیں، آل فلاں دودھ پلاتے ہیں اور تم نبیذ پلاتے ہو؟ کیا کسی ضرورت کی وجہ سے تم ایسا کرتے ہو یا بخل کی وجہ سے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم کسی ضرورت یا بخل کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے بلکہ ہمارے پاس حضور ﷺ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھائے آئے تھے، انہوں نے پانی مانگا تو ہم نے انہیں نبیذ پیش کی، حضور ﷺ نے اُس کو پیا اور فرمایا: ''تم نے اچھا کیا، ایسے ہی کرتے رہو''۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کنوئیں کے پاس آئے

Marfat.com

اور پانی مانگا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور حضور ﷺ کو وہاں سے پانی لا دو' حضور ﷺ نے فرمایا: اسی سے پلا دو' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! لوگ اسمیں ہاتھ ڈالتے ہیں: فرمایا: بس اسی سے پلا دو' چنانچہ آپ ﷺ نے پیا اور پھر زمزم کے پاس آئے اور دیکھا کہ بنی عبدالمطلب پانی نکال کر پلا رہے تھے تو فرمایا: ''نکالتے رہو' تم نیک کام کر رہے ہو''۔ پھر فرمایا: ''اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ پائیں گے تو میں بھی پانی نکالتا اور رسّی کو یہاں رکھتا اور اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

بخاری سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے حضور ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا' آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا''۔ عاصم راوی کہتے ہیں: عکرمہ نے قسم اُٹھا کر کہا: حضور ﷺ تو اس دن اونٹنی پر سوار تھے''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا اور حجرِ اسود کا استلام اپنے پاس موجود لاٹھی سے کیا' پھر کنوئیں کے پاس آئے اور فرمایا: مجھے پانی پلاؤ' کسی نے کہا: اسمیں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں' ہم آپ ﷺ کو گھر سے لا دیتے ہیں' فرمایا: ''نہیں مجھے اسکی ضرورت نہیں' مجھے اس سے پلاؤ جس سے عام لوگ پیتے ہیں''۔

حضور ﷺ نے دوبارہ سعی نہیں کی بلکہ پہلی دفعہ کی سعی پر اکتفا کیا' جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے صفا مروۃ کے درمیان ایک ہی سعی کی''۔ میں کہتا ہوں: ''مذکورہ حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مراد وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنکے پاس جانور تھے اور قارن تھے' جیسا کہ صحیح مسلم میں منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''بیت اللہ کا ایک طواف اور صفا مروۃ کی سعی تمہارے حج اور عمرے دونوں کے لئے کافی ہے''۔

امام احمد کے نزدیک حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ قول قارنین اور متمتعین دونوں کے لئے عام ہے' اس لئے امام احمد نے یہ قول اختیار کیا کہ متمتع کے لئے ایک ہی طواف حج اور عمرے دونوں کے لئے کافی ہے۔ اگرچہ درمیان میں فصل ہی کیوں نہ ہو جائے۔

Marfat.com

امام ابوحنیفہؒ نے متمتع کے بارے میں ایسے ہی کہا جیسے مالکیہ اور شافعیہ نے کہا کہ اس پر دو طواف اور دو سعی ہیں' اور احناف نے تو اسکو قارن کے اندر بھی اختیار کیا' انکا کہنا ہے کہ قارن بھی دو طواف اور سعی کرے اس سلسلے میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع اور موقوف روایت نقل کی لیکن پیچھے ذکر ہو چکا کہ ان سب کی سندیں ضعیف اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ظہر کی نماز پڑھ کے واپس لوٹے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے' لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز منیٰ واپسی پر پڑھی' جیسا کہ پیچھے مسلم سے یہ روایات نقل ہو چکی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ایام تشریق میں رہے' اس دوران روزانہ سورج کے زوال کے بعد سات کنکریاں مارتے رہے' ہر کنکری کیساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر پڑھتے۔

منیٰ میں خطبہ

منیٰ میں قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم خطبہ بھی دیا تھا' جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ بخاری نے باب قائم کرتے ہوئے کہا: ''یہ باب ہے منیٰ کے دنوں میں خطبہ کے بیان میں پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! یہ کونسا دن ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''بڑا محترم اور معزز''۔ پھر فرمایا: ''یہ شہر کونسا ہے؟''۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''بڑا معزز شہر''۔ پھر پوچھا: ''یہ مہینہ کیسا ہے؟'' لوگوں جواب دیا: ''بڑا مقدس اور محترم''۔ فرمایا: ''تمہارا خون' مال اور عزت و آبرو ایسے ہی تم پر حرام ہیں جیسے یہ دن' یہ شہر اور یہ مہینہ''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کئی دفعہ دُھرایا پھر سَر اُٹھایا اور فرمایا: ''کیا میں نے پہنچا دیا؟''، ''اے اللہ گواہ رہنا کہ میں نے پہنچا دیا''۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خُدا کی قسم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات تو اُمت کو بطورِ وصیت تھے: ''تم میں سے جو حاضر ہیں' وہ غائب کو پہنچائیں' میرے بعد بعض بعض کی گردنیں مار کر کافر نہ بنتے پھرنا''۔

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن

Marfat.com

...طاب کیا اور فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو یہ کونسا دن ہے''؟ ہم نے کہا: اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں: حضور ﷺ خاموش ہو گئے تو ہم سمجھے کہ حضور ﷺ اسکا کوئی اور نام رکھ دیں گے' فرمایا: کیا یہ نحر کا دن نہیں ہے؟'' ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: ''یہ مہینہ کونسا ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' حضور ﷺ تھوڑی دیر تک خاموش رہے تو ہم سمجھے کہ اسکا کوئی اور نام رکھ دیں گے' فرمایا: ''کیا ذی الحجہ نہیں؟''، ہم نے کہا! کیوں نہیں۔ فرمایا اچھا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' آپ ﷺ خاموش ہو گئے تو ہم نے خیال کہ اسکا کوئی اور نام رکھ دیں گے' فرمایا: کیا معزز اور محترم شہر نہیں ہے؟''، ہم نے کہا: ''کیوں نہیں''۔ فرمایا: ''تمہارے خون' مال اور جانیں قیامت تک تم پر ایسی ہی حرام ہیں جیسے یہ دن' یہ شہر اور یہ مہینہ''۔ کیا میں نے پہنچا دیا؟ صحابہؓ نے کہا: ہاں' فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہنا' تم میں سے حاضر غائب تک میرا یہ پیغام پہنچا دے' بعض دفعہ جس کو بتایا جاتا ہے وہ سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے' میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کافر نہ بنتے پھرنا''۔

امام احمد نے حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے اپنے خطبہ حج کے اندر فرمایا: ''آگاہ رہو! زمانہ ایسی ہیئت پر آچکا ہے جس پر وہ اُسدن تھا جس دن زمین و آسمان پیدا ہوئے' مہینے بارہ ہیں' جن میں چار محترم ہیں۔ تین لگاتار ذی القعدۃ' ذی الحجہ محرم اور قبیلہ مُضر کا رجب جو جماذی اور شعبان کے درمیان ہے''۔ پھر فرمایا: ''یہ کونسا دن ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' آپ ﷺ خاموش ہو گئے تو ہم سمجھے کہ شاید اسکا کوئی اور نام رکھیں گے' فرمایا: ''کیا نحر کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں' حضور ﷺ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے تو ہم سمجھے کہ آپ ﷺ اسکا نام تبدیل کر دیں گے فرمایا: ''کیا ذی الحجہ نہیں''، ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر پوچھا: ''یہ کونسا شہر ہے؟''، ہم نے کہا: اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' آپ ﷺ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے تو ہم سمجھے کہ آپ ﷺ اسکا نام تبدیل کر دیں گے فرمایا: ''کیا ذی الحجہ نہیں''۔ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔

Marfat.com

پھر پوچھا: 'یہ کونسا شہر ہے؟'' ۔ہم نے کہا: اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے تو ہم سمجھے کہ شاید اسکا کوئی اور نام رکھ دیں گے؟ فرمایا: یہ محترم اور معزز مہینہ نہیں؟'' ہم نے کہا: ''کیوں نہیں!'' فرمایا: ''تمہارے خون' مال اور عزت وآبرو تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن' شہر اور مہینہ کی حرمت ہے' تم اپنے رب سے ملو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا' آگاہ رہو! تم میں سے حاضر غائب تک میرا یہ پیغام پہنچا دے' بعض دفعہ جس کو پیغام پہنچتا ہے وہ سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے'' بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے منیٰ میں فرمایا:'' کیا تم جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' فرمایا: ''یہ محترم دن ہے' کیا تم جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں فرمایا: ''یہ محترم دن ہے' کیا تم جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' فرمایا: ''معزز شہر'' پھر پوچھا: کیا تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''اللہ ورسول ﷺ بہتر جانتے ہیں'' ۔فرمایا: ''اللہ نے تم پر تمہارا خون' مال اور عزت وآبرو ایسے ہی حرام کیے جیسے اس دن' اس مہینہ اور اس شہر کی حرمت ہے'' ۔ بخاری نے کہا: نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے بتایا: حضور ﷺ نے جس سال حج کیا' اس سال نحر کے دن جمرات کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے'' ۔پھر حضور ﷺ نے بار بار یہ فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا' اور چونکہ اس سال لوگوں کو وداع کیا اور بتایا کہ آئندہ سال ملاقات مشکل ہے اس لئے اسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

جمرات کے پاس حضور ﷺ کے خطبہ دینے میں یہ احتمال بھی ہے کہ نحر کے دن رمی کے بعد اور طواف سے پہلے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ طواف' منیٰ واپسی پر اور رمی جمرات کے بعد ہو۔ پہلے قول کی تائید نسائی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو اس نے ام حصین رضی اللہ عنہا سے نقل کی: ''میں نے اس سال حج کیا جس سال حضور ﷺ نے کیا' میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑے ہوئے اور اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ پر سایہ کرتے ہوئے دیکھا' اس وقت حضور ﷺ محرم تھے۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا

Marfat.com

جس میں آپ ﷺ نے حمد وثناء کے بعد بہت سے اقوال ذکر کیے۔

مسلم نے بھی ام حصینؓ سے نقل کیا: ''میں نے حضور ﷺ کیساتھ حجۃ الوداع میں حج کیا' میں نے اسامہؓ اور بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا' ایک حضور ﷺ کے اونٹ کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور ایک حضور ﷺ پر کپڑے سے سایہ کیے ہوئے تھے' یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی۔ پھر آپ ﷺ نے بہت سی وعظ و نصیحتیں فرمائیں' جن میں سے ایک میں نے یہ کہتے ہوئے سُنا: ''اگر تم پر چپٹی ناک والا کالا غلام بھی امیر بن جائے اور وہ تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائے تو اسکی سنو اور اسکی اطاعت کرو''۔

امام احمد نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں ان سے فرمایا: ''اے جریرؓ! لوگوں کو خاموش کراؤ''۔ پھر اپنے خطبہ میں فرمایا: ''میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بنتے پھرنا''۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''اس دوران کہ حضور ﷺ نحر کے دن خطبہ دے رہے تھے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں سمجھتا تھا کہ حج کا فلاں عمل فلاں عمل سے پہلے ہے' ایک دوسرا آدمی بھی کھڑا ہوا اور اس نے بھی ایسے ہی کہا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کرو اور کوئی حرج نہیں''۔ یہ حدیث امام مالک سے بھی کئی الفاظ کیساتھ منقول ہے' صحیحین میں اسکے الفاظ یہ ہیں: ''حضور ﷺ سے اس دن پہلے یا بعد میں کی جانیوالی جس چیز کے بارے میں بھی پوچھا گیا' اسکے بارے میں حضور ﷺ نے یہی فرمایا: کرو اور کوئی حرج نہیں''۔

پھر حضور ﷺ نے منٰی میں ایک جگہ پڑاؤ کیا جہاں آج مسجد ہے' مہاجرین آپ ﷺ کے دائیں طرف اور انصار بائیں طرف اُترے' اور باقی انکے بعد اردگرد تھے۔

بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: ''یارسول اللہ' کیا آپ ﷺ کے لئے منٰی میں کوئی سایہ دار چیز نہ بنائی جائے؟ فرمایا: نہیں' منٰی اسی کی جگہ ہے جو سبقت لے جائے''۔

منٰی میں حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دو رکعتیں پڑھایا کرتے تھے' جیسا کہ صحیحین میں

Marfat.com

حضرت ابن مسعود اور حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' اسلئے علماء کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ اس قصر کا سبب حج کے اعمال تھے' اور یہی خیال مالکیہ کا بھی ہے' انکا یہ بھی کہنا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ منیٰ میں مکہ والوں کو یہ کہتے تھے: ''تم نماز پوری کر لو ہم تو مسافر ہیں'' تو یہ غلط ہے' کیونکہ یہ بات تو آپ ﷺ نے صرف فتح مکہ کے موقع پر کہی تھی۔

حضور ﷺ منیٰ میں قیام کے دوران روزانہ زوال کے بعد تینوں جمرات کو رمی کرتے تھے' جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے' اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوار ہو کر چلنا ثابت ہے۔ آپ ﷺ ہر جمرۃ کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کیساتھ تکبیر پڑھتے' آپ ﷺ دوسرے جمرے کے پاس تو کھڑے ہوتے لیکن تیسرے کے پاس نہ ہوتے''۔

ابوداؤد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے ظہر کے وقت طواف افاضہ کیا' پھر منیٰ واپس آ گئے اور ایام تشریق میں وہیں رہے۔ آپ ﷺ زوال کے بعد رمی کرتے' ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کیساتھ تکبیر پڑھتے' پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس لمبا کھڑے ہوتے اور خشوع وخضوع کیساتھ دعائیں مانگتے اور تیسرے جمرہ کے پاس کھڑے نہ ہوتے''۔

بخاری نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے جمرۃ کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد تکبیر پڑھتے' پھر تھوڑا سا آگے بڑھتے اور استقبال قبلہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر لمبی دعائیں مانگتے' پھر جمرۃ ذی العقبہ کو مارتے اور اس کے پاس کھڑے نہ ہوتے۔ اور فرماتے: میں نے حضور ﷺ کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

وبرہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جمرۂ عقبہ کے پاس سورۃ البقرۃ پڑھنے کے برابر کھڑے ہوتے۔ ابو مجلز کہتے ہیں: میں نے انکے کھڑے ہونے کا اندازہ لگایا تو وہ تقریباً سورۃ یوسف پڑھنے کے برابر تھا۔

منیٰ سے روانگی

ذی الحجہ کے چھٹے دن کو بعض کے نزدیک ''یوم الزینۃ'' کہا جاتا ہے کیونکہ اسمیں اونٹوں اور قربانی کے جانوروں کو سجایا جاتا ہے۔ آٹھویں دن کو ''یوم الترویۃ'' کہا جاتا ہے'

Marfat.com

کیونکہ اس میں وہ اونٹوں کو پانی پلاتے تھے اور آئندہ عرفات میں وقوف کے لئے ضروری سامان وغیرہ تیار کیا کرتے تھے۔

آٹھویں دن کو "یوم منی" کہتے ہیں' کیونکہ اسمیں لوگ منیٰ منتقل ہوتے ہیں۔

نویں دن کو "یوم عرفة" کہا جاتا ہے' کیونکہ اس دن عرفات میں وقوف کیا جاتا ہے'

دسویں دن کو "یوم النحر' یوم الاضحی اور یوم الحج الاکبر" کہتے ہیں' اور اس سے اگلے دن یعنی گیارہویں دن کو "یوم القر" کہتے ہیں کیونکہ وہ اسمیں اپنے ٹھکانوں میں رہتے تھے' اسکو "یوم الرؤوس" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسمیں وہ قربانیوں کا گوشت اور جانوروں کے سر کھاتے تھے۔ اور یہ ایام تشریق کا پہلا دن ہوتا تھا۔

ایام تشریق کے دوسرے دن کو "یوم النفر الاول" کہتے ہیں' کیونکہ اسمیں نکلنا جائز ہے' بعض کہتے ہیں یہ وہی دن ہے جس کو "یوم الرؤوس" کہا جاتا ہے۔

ایام تشریق کے تیسرے دن کو "یوم النفر الآخر" کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ﴾

(سورۃ البقرہ: ۲۰۳)

"پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اُس پر گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں"۔

تو جب نفر کا آخری دن یعنی ایامِ تشریق کا تیسرا دن ہوا جو کہ منگل کا دن تھا' حضور ﷺ اور مسلمان منیٰ سے نکلے اور مکہ مدینہ کے درمیان وادی محصب میں آکر ٹھہرے اور وہاں عصر کی نماز پڑھی۔ جیسا کہ بخاری نے عبدالعزیز بن رفیع سے نقل کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے سوچ کر بتائیں کہ ترویہ کے دن حضور ﷺ نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی؟ فرمایا: منیٰ میں' میں نے کہا منیٰ سے واپسی والے دن (یوم النفر) عصر کی نماز کہاں پڑھی' فرمایا: ابطح میں' پھر فرمایا: تم ایسے ہی کرو جیسے تمہارے امیر حج کریں"۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "نبی ﷺ نے ظہر' عصر اور عشاء کی نماز پڑھ کر محصب میں سو گئے' پھر بیت اللہ آکر طواف وداع کیا"۔

Marfat.com

مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ ابطح میں اُترتے تھے''۔

بخاری نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے نحر کے دوسرے دن کہا: ''ہم کل وادی بنی کنانہ جانے والے ہیں، جہاں انہوں نے کفر پر قائم رہنے کے لئے قسمیں کھائیں''۔ یعنی محصّب میں۔

امام احمدؒ نے حضرت اُسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں نے حجۃ الوداع میں حضور ﷺ سے پوچھا: آپ ﷺ کل کہاں پڑاؤ کریں گے، فرمایا: ''کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی جگہ چھوڑی ہے؟'' پھر فرمایا: ''انشاء اللہ ہم کل وادی بنی کنانہ اُتریں گے، جہاں قریش والوں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں''۔ اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ بنی کنانہ نے قریش کیساتھ ملکر بنی ہاشم کے خلاف یہ معاہدہ کیا کہ نہ اُن سے نکاح کریں گے، نہ لین دین اور نہ اُنہیں پناہ دیں گے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: مسلم کافر کا وارث نہیں بن سکتا اور کافر مسلم کا نہیں۔

ان دو حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے محصّب میں قریش کو جتلانے کے لئے پڑاؤ کیا تھا، کیونکہ اسی مقام پر انہوں نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے بائیکاٹ کا معاہدہ طے کیا تھا۔ ایسے ہی فتح مکہ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے یہاں قیام فرمایا تھا، اسطرح بعض علماء کے مطابق یہاں قیام مستحب اور مندوب ہے۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''یہاں حضور ﷺ اس لئے ٹھہرا کرتے تھے تاکہ نکلنے میں آسانی ہو''۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ''محصّب میں ٹھہرنا کوئی ضروری نہیں، یہ محض ایک جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نے پڑاؤ کیا''۔

ابوداؤد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ ابورافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''حضور ﷺ نے مجھے وہاں اُترنے کا حکم نہیں دیا، لیکن میں نے اصرار کیا تو آپ ﷺ اُتر گئے''۔

مقصد یہ ہے کہ منیٰ سے نکل کر محصّب میں حضور ﷺ کا اُترنا تو ثابت ہے، البتہ آگے

Marfat.com

اختلاف ہے' بعض نے کہا کہ اُترنے کا ارادہ نہیں تھا بلکہ حضور ﷺ اتفاقاً اُترتے تھے تا کہ مکہ سے نکلنے میں آسانی ہو۔ اور بعض نے کہا کہ حضور ﷺ وہاں قصداً اُترے تھے' اور یہی زیادہ مناسب ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ حج کا آخری عمل طواف وداع ہے اور اس سے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق لوگ اپنے اپنے رُخ پر نکل جاتے تھے' حضور ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ سب سے آخر میں حج کریں۔ اسلئے حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج کرنا چاہا' منیٰ سے آپ ﷺ زوال سے پہلے نکل چکے تھے اور باقی دن میں یہ ممکن نہیں تھا کہ مکہ آ کر طواف بھی کریں اور پھر مکہ سے باہر مدینہ جانے کے لئے باہر پڑاؤ کریں' کیونکہ اتنے بڑے مجمع کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہوتا' اس لئے مکہ سے باہر رات گزارنے کی ضرورت پیش آئی اور رات گزارنے کے لئے محصب سے بڑھ کر کوئی موزوں جگہ نہیں ہو سکتی' جہاں قریش نے بنی کنانہ کیساتھ بنی ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ارادوں میں ناکام کر دیا تھا۔ اللہ نے اپنے دین کو ظاہر کیا' نبی کی مدد کی' اپنے کلمہ کو بلند کیا' دینِ اسلام کو مکمل کیا' اور صراطِ مستقیم کو واضح کیا' چنانچہ حضور ﷺ نے لوگوں کو حج کروایا اور انہیں شعائرِ اسلام سے آگاہ کیا' پھر اس جگہ پڑاؤ کیا۔ جہاں قریش نے ظلم' دشمنی اور قطع رحمی پر معاہدہ کیا تھا' وہاں آپ ﷺ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اور وہیں آرام کیا' اس سے پہلے آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انکے بھائی عبدالرحمٰن کیساتھ بھیج چکے تھے تا کہ وہ انہیں تنعیم سے عمرہ کروا لائیں' اور جب فارغ ہو جائیں تو وہاں آ جائیں۔ جب وہ واپس آئیں تو حضور ﷺ نے بیت اللہ جانے کا ارادہ کر لیا' جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: ''میں نے تنعیم سے عمرے کے لئے احرام باندھا' اپنا عمرہ پورا کیا' اور فارغ ہونے کے بعد ابطح میں آ گئی جہاں حضور ﷺ میرا انتظار کر رہے تھے' میرے پہنچتے ہی حضور ﷺ نے کوچ کا اعلان کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ بیت اللہ آئے' طواف کیا پھر مدینہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے''۔

ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا: ''میں حضور ﷺ کے ساتھ ایام تشریق کے تیسرے

Marfat.com

دن نکلی اور آپ ﷺ محصّب میں اُترے"۔ ابوداؤد نے کہا: محمد بن بشار نے حضرت عائشہؓ کے تنعیم کی طرف نکلنے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "پھر میں سحری کے وقت آئی تو آپ ﷺ نے کوچ کا اعلان کیا' چنانچہ آپ ﷺ صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ پہنچ گئے اور وہاں آپ ﷺ نے طواف کیا اور پھر مدینہ کی طرف چل پڑے"۔

میں کہتا ہوں: مشہور یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس دن کعبہ کے پاس صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اور اس نماز میں سورۃ "الطور" مکمل پڑھائی۔ جیسا کہ بخاری نے حضرت ام سلمۃؓ سے نقل کیا: "میں نے حضور ﷺ کو شکایت کی کہ مجھے درد ہو رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کر لو میں نے طواف کیا اور اس وقت حضور ﷺ کعبہ اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور آمیں:

﴿وَالطُّورِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ (سورۃ الطور: ۲۵)

"قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی"۔

پڑھ رہے تھے باقی جو امام احمد نے حضرت ام سلمۃؓ سے نقل کیا' "حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ نحر کے دن فجر کی نماز میں مکہ آ کر اُن سے مل لوں"۔ تو اسکی سند صحیحین کی شرط پر تو درست ہے لیکن کسی اور نے اس انداز میں اس حدیث کو نقل نہیں کیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ "یوم النحر" کا لفظ راوی یا کاتب کی غلطی ہو اور یہ "یوم النفر" ہو جیسا کہ پیچھے بخاری کی روایت سے بھی معلوم ہوا۔

مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد طواف کیا' پھر حجرِ اسود اور کعبۃ اللہ کے دروازے کے رکن کے پاس کھڑے ہوئے اور اللہ سے دعائیں مانگیں اور اپنا جسم کعبۃ اللہ کی دیوار کیساتھ چپکا دیا۔

مکہ سے واپسی

پھر حضور ﷺ مکہ کے زیریں حصے سے نکلے' جیسے حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "حضور ﷺ مکہ کے بالائی حصے سے داخل ہوئے اور زیریں حصے سے نکلے"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حضور ﷺ بالائی درّے سے داخل ہوئے جو

Marfat.com

بطحاء کی طرف ہے اور زیریں درّے سے نکلے''۔

واپسی پر حضور ﷺ نے اپنے ساتھ زمزم کا پانی بھی لے لیا۔ جیسا کہ ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ اپنے ساتھ پانی لے جایا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ حضور ﷺ بھی لے جایا کرتے تھے''۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ جب کسی غزوہ' حج یا عمرے سے واپس لوٹتے تو تین دفعہ تکبیر پڑھتے پھر کہتے: ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ' تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں' اُسی کے لئے تعریف اور بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم رجوع کرنیوالے' توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنیوالے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سب لشکروں کو شکست دی''۔

غدیرِ خُم میں خطبہ

حجۃ الوداع سے واپسی پر ''جُحفۃ'' کے قریب مکّہ اور مدینہ کے درمیان ''غدیر خُم'' نامی جگہ پر حضور ﷺ نے ایک خطبہ دیا' جس میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی اور یمن میں جو انہوں نے لوگوں سے معاملہ کیا تھا جس کو بعض نے ظلم و تعدّی سمجھ لیا تھا اور حضرت علیؓ کے بارے میں شکایت کی تھی اس سے برأت کا اعلان کیا۔ جب آپ ﷺ حج کے مناسک سے فارغ ہوئے اور مدینہ واپس لوٹے تو اٹھارہ ذی الحجۃ اتوار کے دن ایک درخت کے نیچے حضور ﷺ نے ایک عظیم خطبہ دیا' جسمیں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امانت' عدالت اور اپنے ساتھ انکے رشتے کو بیان کیا' جس سے لوگوں کے دِلوں سے شکوک وشبہات نکل گئے۔ اس واقعہ کی تفصیلی حدیث صاحب التفسیر والتاریخ محمد بن جریر الطبری نے دو جلدوں میں بیان کی اور اسکی تمام ممکنہ روایات اور اس سے متعلق ہر قسم کی رطب و یابس کو اکٹھا کیا' جیسا کہ اکثر محدثین کا طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ ایک باب کی متعلقہ تمام احادیث صحیح ضعیف کی تمیز کے بغیر ذکر کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی ابوالقاسم بن عساکر نے بھی اس خطبہ کے بارے میں بہت سی احادیث ذکر کیں۔ یہاں چند احادیث ہم

Marfat.com

بھی بیان کرتے ہیں لیکن یہ وضاحت بھی ساتھ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیعیت کا اسمیں کوئی دخل نہیں، نہ انکا مذہب یا دلیل ہے۔

حجۃ الوداع کو بیان کرتے ہوئے محمد بن اسحاق کہتے ہیں: یزید بن طلحہ بن یزید بن رُکانہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے حضور ﷺ کیساتھ حج کیلئے مکہ آئے تو وہ باقی لشکر کے مقابلے میں جلدی آگے نکل گئے اور لشکر پر اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو امیر بنا گئے۔ اس آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود کپڑے اور جوڑے تمام لشکریوں کو پہنا دیئے۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے اور دوسری طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ انکے استقبال کیلئے نکلے تو دیکھا کہ سب نے نئے جوڑے پہن رکھے ہیں فرمایا: یہ کیا ہے؟ اُس آدمی (امیر) نے کہا: میں نے قوم کو اسلئے اچھے کپڑے پہنائے تاکہ لوگوں سے ملتے ہوئے اچھے لگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ کو ملنے سے پہلے پہلے سب اُتار دو، چنانچہ سب لوگوں نے اُتار کر واپس لوٹا دیئے۔ اس بات کی لوگوں نے حضور ﷺ کے پاس شکایت کی۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے بریدہ سے نقل کیا: ''میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں تھا' میں نے اُن سے کوئی ظلم زیادتی محسوس کی' واپسی پر میں نے حضور ﷺ سے اسکا تذکرہ کیا' اچانک حضور ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ پھر فرمایا: ''اے بریدہ! کیا میں مؤمنین پر انکی جانوں سے بھی زیادہ مستحق نہیں ہوں؟'' میں نے کہا: کیوں نہیں! فرمایا: ''جس کا میں مولیٰ (محافظ) ہوں علی بھی انکا مولیٰ (محافظ) ہے''۔

Marfat.com

﴿پانچویں فصل﴾

حضور ﷺ کی وفات

☆ مرضِ وفات کی ابتداء۔

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم۔

☆ سکراتِ موت اور وفات پُر ملال۔

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت۔

☆ وفات کے دن اور عمر میں اختلاف۔

☆ تجہیز و تدفین۔

☆ قبر کی کیفیت۔

☆ وفات پر لوگوں کو پیش آنے والی مشکلات۔

☆ وفات پر اظہارِ غم۔

☆ وراثت۔

Marfat.com

گیارہواں سال شروع ہو چکا تھا اور حضور ﷺ حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ منورہ میں فروکش ہو چکے تھے۔ اس سال کئی عظیم واقعات پیش آئے' جن میں سے سب سے بڑا واقعہ حضور ﷺ کی وفات کا ہے۔ کیونکہ جس رسالت کو اللہ تعالیٰ نے پہنچانے کا حکم دیا تھا اور اُمت کو نصیحت کرنے اور خیر کی طرف لانے کی ہدایت کی تھی وہ فریضہ ادا ہو چکا تھا۔ اس لئے اب نبی ﷺ کے کوچ کا وقت قریب آ گیا تھا۔

صحیحین میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورۃ المائدہ:۳)

''آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین''۔

جمعہ کے دن نازل ہوا جبکہ حضور ﷺ عرفہ میں کھڑے تھے۔

صحیح سند سے یہ بھی منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رونے لگے' اُن سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کمال کے بعد زوال ہی ہوتا ہے''۔ گویا انہوں نے حضور ﷺ کی وفات کو محسوس کر لیا۔ خود حضور ﷺ نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا تھا' جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو' ہو سکتا ہے کہ اس سال کے بعد میں حج نہ کر سکوں''۔

حافظ ابوبکر بزارؒ اور بیہقیؒ نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾

کی سورۃ ایام تشریق کے دوران نازل ہوئی' حضور ﷺ سمجھ گئے کہ یہ آخری اور وداعی سورت ہے اور اس سے رخصتی کی طرف اشارہ ہے' چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصواء منگوائی اور چل دیئے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہی جواب دیا تھا' جب

Marfat.com

انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی تعداد کی موجودگی میں پوچھا تھا تا کہ انکو کبارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اپنے قریب رکھنے والوں کے اعتراض کا جواب دے سکیں اور انکی علمی فضیلت ثابت کریں۔ چنانچہ انہوں نے تمام حاضرین سے پوچھا کہ:

﴿اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ (سورۃ النصر:۱۱۰)

کی تفسیر بتائیں۔ سب نے کہا کہ اسمیں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب کبھی فتح حاصل ہوتو اللہ کی حمد وثناء کریں اور اسکی تعریف کریں''۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! تمہارا کیا خیال ہے؟''۔ انہوں نے کہا: اسمیں حضور ﷺ کی موت کی اطلاع دی گئی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی اس سے وہی بات سمجھتا ہوں جو تم نے سمجھی''۔ باقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی وجوہات اور ترجیحات تو وہ ہم نے ''فتح القدیر' تہذیب تفسیر ابن کثیر'' میں ذکر کر دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ o ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ (سورۃ الزمر:۳۰)

''بے شک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں۔ پھر مقرر تم قیامت کے دن اپنے رب کے آگے جھگڑو گے۔

اور فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا بَشَراً مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء:۳۴)

''اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ زندہ رہنا پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے''۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ' اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ' وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ

Marfat.com

شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾

(سورۃ آل عمران:۱۴۴)

"اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہے ہو چکے اُس سے پہلے رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائیگا اُلٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو"۔

اور یہی وہ آیت ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے دن پڑھی اور لوگوں کو ایسے محسوس ہوا جیسے انہوں نے اس سے پہلے یہ آیت سُنی ہی نہیں تھی۔

نیز فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾

(س۔۱۱۰ النصر:۱۔۳)

"جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو دیکھے گا لوگوں کو داخل ہوتے دین میں غول کے غول تو پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اس سے بے شک وہ معاف کرنے والا ہے"۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "اسمیں حضور ﷺ کی وفات کی خبر دی گئی ہے" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق میں نازل ہوئی، حضور ﷺ سمجھ گئے کہ یہ آخری حج ہے چنانچہ آپ ﷺ نے وہ مشہور خطبہ دیا جسمیں آپ ﷺ نے مختلف احکام کا حکم دیا اور بہت سی چیزوں سے منع فرمایا"۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "حضور ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سال آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا، نیز ہر سال آپ ﷺ ایک دفعہ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے اور آخری سال دو دفعہ فرمایا"۔

Marfat.com

مرض وفات کی ابتداء

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: ''ذی الحجہ میں حضور ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹے اور مدینہ میں باقی ذی الحجہ محرم اور صفر کے دن گذارے۔ اس دوران آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لشکر تیار کر کے بھی روانہ کیا لیکن ابھی وہ اپنی مہم میں نکلے ہی تھے کہ حضور ﷺ کو صفر کے آخر یا ربیع الاوّل کے شروع میں وہ درد شروع ہو گیا جسمیں آپ ﷺ نے بعد میں وفات پائی۔ اسکی ابتداء ایسے ہوئی کہ آپ ﷺ رات کے وقت ''بقیع الغرقد'' قبرستان گئے اور انکے لئے دعائے مغفرت کی پھر واپس آ گئے لیکن جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کو تکلیف شروع ہو گئی۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن مسعود سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا:

''حضور ﷺ بقیع سے واپس لوٹے تو دیکھا کہ میرے سر میں درد ہے اور میں درد سے کہہ رہی ہوں ''ہائے! میرا سر'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ ہائے! میرا سر'' پھر فرمایا: ''تمہارا کیا نقصان ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ تو میں تمہیں کفناؤں، نماز جنازہ پڑھاؤں اور اپنے ہاتھ سے دفناؤں''۔ میں نے کہا: ہاں اسلئے فرما رہے ہیں تاکہ کسی اور سے شادی کر لیں، حضور ﷺ مسکرائے، اور درد کیساتھ ہی سو گئے۔ اگلے دو دنوں میں بھی آپ ﷺ درد کے باوجود باری کے مطابق اپنی بیویوں کے پاس شب باشی کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کی بیماری بڑھی اور اس دن آپ ﷺ میمونہ کے گھر تھے تو اپنی بیویوں کو بلایا اور ان سے اجازت مانگی کہ میرے گھر بیماری گزاریں، انہوں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ حضور ﷺ اپنا سر باندھے ہوئے فضل بن عباس اور ایک دوسرے آدمی کے سہارے میرے گھر آئے، کمزوری کیوجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں گھسٹتے جا رہے تھے اور لکیریں کھینچ رہے تھے۔ عبیداللہ راوی کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سنائی تو انہوں نے کہا: کیا تجھے پتہ ہے کہ دوسرے آدمی کون تھے؟ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

بخاری نے حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

''جب حضور ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے اجازت مانگی کہ

Marfat.com

وہ میرے گھر میں رہیں' انہوں نے اجازت دے دی۔ آپ ﷺ دو آدمیوں عباس بن عبدالمطلب اور ایک دوسرے آدمی کے سہارے نکلے اور کمزوری کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک گھسٹ رہے تھے۔ عبیداللہ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ کی یہ روایت سنائی تو انہوں نے کہا: "کیا تم جانتے ہو کہ دوسرے آدمی کون تھے جن کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا"۔ میں نے کہا: "نہیں"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: "جب حضور ﷺ میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کی تکلیف بڑھنے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے سات مشکیزوں سے نہلاؤ جن کے مُنہ (ڈھکن) نہ کھولے گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کے سامنے کچھ عرض کرسکوں' چنانچہ ہم نے انہیں حضرت حفصہؓ کے پاس موجود ایک ٹب میں بٹھایا اور آپ ﷺ پر پانی ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ حضور ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے ہمیں روک دیا"۔

پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے' لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

بخاری نے اس حدیث کو کئی اور مقام پر بھی بیان کیا اور مسلم نے بھی۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ مرضِ وفات میں ازواج مطہرات سے پوچھا کرتے تھے: "کل میں کہاں ہونگا؟" "کل میں کہا ہونگا؟" اور آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کی باری کب آئے گی' یہ دیکھ کر ازواج مطہرات نے بھی آپ ﷺ کو اجازت دے دی کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں آرام فرمالیا کریں' چنانچہ پھر مرتے دم تک آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس ہی رہے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "حضور ﷺ اسی دن فوت ہوئے جس دن میری باری ہوا کرتی تھی' اور اللہ نے آپ ﷺ کو اس حال میں وفات دی کہ آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا اور آخری دفعہ آپ ﷺ کے لعاب دہن میں میرا لعابِ دہن شامل تھا۔ اور اسکی صورت یہ بنی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے گھر آئے انکے پاس مسواک تھی جو وہ کررہے تھے' حضور ﷺ اسکی طرف دیکھنے لگے تو میں نے کہا: "اے عبدالرحمٰن! مجھے مسواک دِکھاؤ' اس نے مجھے دے دی' تو میں

Marfat.com

نے چبا کر اسکو نرم کیا پھر حضور ﷺ کو دیا تو آپ ﷺ نے مسواک فرمائی۔ اس دوران آپ ﷺ میرے سینے کیساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ میرے سینے کیساتھ ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے' اور حضور ﷺ پر طاری ہونے والی شدتِ موت کو دیکھ کر اب میں کسی اور کے لئے اسکو ناپسند نہیں سمجھتی۔

بخاری نے حضرت عروہ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتایا: ''حضور ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی تو اپنے ہاتھ پر معوذات پڑھ کر پھونک مارتے اور اپنے جسم پر پھیر لیتے' جب آپ ﷺ کو مرضِ وفات کی تکلیف ہوئی تو میں معوذات پڑھ آپ ﷺ کے جسم پر پھونک ماردیتی اور حضور ﷺ کا ہاتھ پھیر دیتی''۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ایک دفعہ حضور ﷺ کی تمام بیویاں اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں اچانک حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں' انکی چال حضور ﷺ کی چال سے ذرا بھی مختلف نہ تھی۔ حضور ﷺ نے ان کو خوش آمدید کہا اور اپنے دائیں یا بائیں طرف بٹھالیا۔ آپ ﷺ نے اسکے کان میں کوئی سرگوشی کی جس سے وہ رونے لگیں پھر دوبارہ کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے کہا: حضور ﷺ نے خاص تمہارے ساتھ سرگوشی کی اور پھر بھی تم روتی ہو؟ جب وہ جانے لگیں تو میں نے کہا: مجھے بتاؤ حضور ﷺ نے تمہیں کیا کہا ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: ''میں حضور ﷺ کے راز کو فاش نہیں کرسکتی''۔ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے کہا: ''میں تم سے اس حق کے واسطے سے پوچھتی ہوں جو میرا تمہارے اوپر ہے حضور ﷺ نے تم سے کیا کہا تھا؟'' حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: ہاں! اب بتاتی ہوں' پہلی سرگوشی پر حضور ﷺ نے مجھ سے کہا: جبریل مجھ سے ہر سال ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے اور اس سال دو دفعہ کیا ہے' اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری موت قریب ہونیکی وجہ سے ہے' پس تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کہ میں تمہارے لیے بہتر پیش رو ہونگا''۔ اس پر میں رو پڑی پھر دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا: ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم مؤمن عورتوں کی سردار یا اس امت کی عورتوں کی سردار بن جاؤ؟''۔ اس پر میں ہنس دی۔

Marfat.com

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''ہم نے مرضِ وفات میں حضور ﷺ کو دوا ی ڈالی تو آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا' ہم نے سمجھا کہ حضور ﷺ کو ایسے ہی اچھی نہیں لگ رہی جس طرح کہ ایک بیمار کو دوائی اچھی نہیں لگتی۔ جب آپ ﷺ کو کچھ فاقہ ہوا تو فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں دوائی ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟'' ہم نے کہا: ''وہ تو ہر بیمار دوائی کو اچھا نہیں سمجھتا''۔ فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سوا تمام گھر والوں کو دوائی ڈالی جائیگی''۔

بخاری نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہؓ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے مرضِ وفات کے دوران فرمایا: ''اے عائشہ میں ابھی تک اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا اور اب مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میری ''عرق ابہر'' پھٹ گئی ہو''۔

بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر میں نو دفعہ یہ قسم کھاؤں کہ حضور ﷺ کو قتل کیا گیا تھا تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں یہ قسم کھاؤں کہ آپ ﷺ کو قتل نہیں کیا گیا' اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نبی اور شہید بنایا''۔

بخاری نے زھری کے حوالے سے نقل کیا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس سے مرضِ وفات میں نکلے تو لوگوں نے کہا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کیسے تھے؟ فرمایا: الحمدللہ اب ٹھیک ہیں''۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے انکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: خدا کی قسم! مجھے تو یہ دکھائی دیتا ہے کہ حضور ﷺ اس بیماری سے شفایاب نہیں ہونگے' اور موت کی صورت میں' میں بنی عبدالمطلب کی مشکلات بھی جانتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں حضور ﷺ کے پاس لیجائیں تاکہ ہم پوچھیں کہ دین اور خلافت کا معاملہ آپ ﷺ کے بعد کن میں ہوگا؟ اگر ہمارے درمیان ہوا تو ہمیں پتہ چل جائیگا اور اگر کسی اور میں ہوا تو اُسے بتادیں گے' اسلئے آپ ﷺ سے وصیت لکھوا لیتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہم نے حضور ﷺ سے پوچھا اور حضور ﷺ نے ہمیں رُوک دیا تو بعد میں لوگ کبھی بھی ہمیں نہیں دیں گے' اس لئے میں تو حضور ﷺ سے کبھی نہیں پوچھوں گا۔

Marfat.com

بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تمہیں پتہ ہے کہ جمعرات کا دن کونسا ہے؟ یہ وہ دن ہے کہ جب آپ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس قلم دوات لاؤ کہ میں تمہیں ایسا وصیت نامہ لکھ کر دوں کہ جسکے بعد تم گمراہ نہ ہو' وہ جھگڑنے لگے' حالانکہ نبی کے سامنے نہیں جھگڑنا چاہیے' انہوں نے کہا: کہیں حضور ﷺ غنودگی اور گھبراہٹ کی وجہ سے تو ایسا نہیں کہہ رہے پھر وہ حضور ﷺ سے بار بار اسکا مطلب پوچھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو' میں جس حال پر ہوں وہ اس حال سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے بُلا رہے ہو' پھر آپ ﷺ نے اُنہیں تین چیزوں کی وصیت فرمائی: ''مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا وفدوں کیساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا جیسے میں کیا کرتا تھا' اور تیسری سے خاموش ہو گئے یا راوی کہتے ہیں میں بھول گیا''۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو گھر میں بہت سے مرد تھے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''لاؤ میں تمہیں کچھ باتیں لکھ دوں کہ جن کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے''۔ جب آپ ﷺ کے پاس مختلف آراء اور آوازیں بڑھ گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جاؤ''۔ اسلئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اختلاف رائے اور کثرت باتوں کی وجہ سے حضور ﷺ اور وصیت کے درمیان حائل ہونا بہت بڑی غلطی تھی''۔

اس حدیث کی وجہ سے بہت سے اہل بدع اور شیعوں وغیرہ کو بہت کچھ کہنے کا موقع ملا اور ہر ایک کا دعویٰ ہے حضور ﷺ متوقع وصیت نامہ میں انکے عقائد کے مطابق کچھ لکھوانا چاہتے تھے لیکن یہ محکم حکم کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے پڑنا ہے جو کہ درست نہیں۔ اہل سنت ہمیشہ محکم کو اپناتے ہیں اور متشابہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہی راسخین فی العلم حضرات کا طریقہ بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھی بیان کیا' اس موقع پر اکثر لوگوں کے قدم پھسل گئے اور وہ گمراہوں میں جا پڑے۔ لیکن اہلِ سنت ہمیشہ حق کا اتباع کرتے ہیں اور حق کیساتھ گھومتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ حضور ﷺ کیا لکھوانا چاہتے تھے تو صحیح احادیث

Marfat.com

میں اس کے متعلق صراحت موجود ہے جس سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ نے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے مرضِ وفات میں فرمایا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ اور انکے بیٹے کو بلاؤ تا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں کوئی لالچ کرنے والا لالچ اور آرزو کرنے والا آرزو نہ کرے''۔ پھر دو دفعہ فرمایا: ''اللہ اور مؤمنین اسکے سوا کو رد کر دیں گے''۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: واقعی اللہ اور مؤمنین نے انکے سوا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

احمدؒ نے حضرت عائشہ سے نقل کیا: ''جب حضور ﷺ کی بیماری بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میرے پاس تختی لاؤ تا کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے وصیت لکھ کر دوں جس پر اُن سے کوئی اختلاف نہ کر سکے' جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اُٹھ کر جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! اللہ اور مؤمنین اس بات سے انکار کر دیں گے کہ تیرے خلاف اختلاف کیا جائے''۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور انکے بیٹے کے پاس پیغام بھیج کر انکے لئے عہد نامہ لکھوں تا کہ کسی کہنے والے کو کہنے کی یا آرزو کرنے والے کو آرزو کی جسارت نہ ہو''۔ پھر فرمایا: ''اللہ اور مؤمنین انکے سوا کسی کو نہ مانیں گے''۔ صحیح بخاریؒ اور مسلمؒ میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''ایک عورت حضور ﷺ کے پاس کوئی چیز مانگنے آئی تو آپ ﷺ نے اُسے دوبارہ آنے کا کہا' اس نے کہا: اگر میں آئی اور آپ ﷺ نہ ہوئے تو'' فرمایا: ''اگر میں نہ ہوا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا''۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس عورت نے یہ بات آپ ﷺ کو مرضِ وفات کے دوران کہی تھی' اسکے علاوہ اپنی وفات سے پانچ دن پہلے جمعرات کے دن آپ ﷺ نے ایک بڑا پُر اثر خطبہ دیا تھا' جسمیں آپ ﷺ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کئے۔ اس سے پہلے آپ ﷺ انکو امامت کا فریضہ سرانجام دینے کا بھی کہہ چکے تھے۔ گویا یہ خطبہ اس وصیت نامہ اور کتاب کے بدلے میں تھا جو آپ ﷺ لکھوانا چاہتے تھے۔ امام احمدؒ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور دین کا اختیار دیا تو

Marfat.com

اس نے اللہ کے پاس موجود چیزوں (دین) کو اختیار کر لیا"۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو ہمیں انکے رونے پر بڑا تعجب ہوا' کیونکہ حضور ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا تھا' لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی مراد کو سمجھ گئے۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: "تمام لوگوں میں سے صحبت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور اگر مَیں اپنے رب کے سوا کسی اور کو دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اب اسلامی دوستی اور بھائی چارہ ہی ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے"۔

حافظ بیہقی نے حضرت جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے کہتے ہوئے سنا: "تم میں سے بہت سے میرے دوست اور بھائی تھے لیکن میں ہر دوست کی دوستی سے برأت کا اعلان کرتا ہوں' اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا' اور میرے رب نے مجھے ایسے ہی دوست بنالیا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ تم سے پہلے کچھ قومیں ایسے بھی گزری ہیں جو اپنی قوم کے صلحاء اور علماء کی قبروں کو مسجد بنالیتی تھیں' تم قبروں کو مسجد نہ بناؤ' میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں"۔ حافظ بیہقی نے یہ خطبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا وہ فرماتے ہیں: "آپ ﷺ مرضِ وفات میں ایک دن سر باندھ کر باہر نکلے' منبر پر چڑھے اور حمد ثناء کے بعد فرمایا: "مجھ پر اپنے مال اور جان کے اعتبار سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی احسان کرنیوالا نہیں' اور اگر میں کوئی دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا' لیکن اسلام کی دوستی بہتر ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد کی طرف کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دو"۔

تو حضور ﷺ کا یہ کہنا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے (کھڑکی) کے سوا ہر دروازے کو بند کر دو' اسمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے تاکہ آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے نماز پڑھانے کے لئے آئیں۔

بخاری نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ اپنی مرض وفات میں سر باندھ کر نکلے اور آپ ﷺ نے ایک چادر بھی اوڑھی ہوئی تھی' آپ ﷺ منبر پر تشریف

Marfat.com

فرما ہوئے پھر سارا خطبہ بیان فرمایا جسمیں انصار کے لئے مختلف وصیتوں کا تذکرہ بھی ہے اور آخر میں فرمایا: مرنے سے پہلے حضور ﷺ کا یہ آخری خطبہ اور عوامی مجلس تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم

بخاری نے اسود بن قیس سے نقل کیا کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس تھے اور نماز کی پابندی اور اہتمام کا ذکر چل پڑا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''جب حضور ﷺ مرض وفات میں مبتلا ہوئے' اس دوران نماز کا وقت ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے''۔ ہم نے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دِل ہیں' اگر آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوئے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے'' حضور ﷺ نے دوبارہ کہا تو انہوں نے بھی یہ کہا۔ تیسری دفعہ کہنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بھی یوسف علیہ السلام والی عورتیں لگتی ہو' ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے اور اِدھر حضور ﷺ کو اپنی بیماری میں کچھ فاقہ محسوس ہوا تو حضور ﷺ دو آدمیوں کے سہارے پر نکلے اور گویا میں وہ منظر دیکھ رہی ہوں کہ حضور ﷺ کے دونوں پاؤں شدّت کمزوری کی وجہ سے گھسٹتے جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا تو حضور ﷺ نے اشارے سے انکو وہیں کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھایا گیا۔ لوگوں نے اعمش سے پوچھا! تو کیا حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑھا رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑھا رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے؟ انہوں نے اپنے سر سے اشارہ فرمایا: ہاں''۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں: ''جب حضور ﷺ میرے گھر داخل ہوئے تو فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں'' میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل ہیں' جب قرآن پڑھتے ہیں تو اپنے آنسو نہیں روک سکتے' اگر آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ کسی اور کو کہتے تو بہتر ہے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے ڈر تھا کہ کہیں حضور ﷺ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ بدشگونی لیں' فرماتی ہیں:

Marfat.com

میں نے دو تین دفعہ حضور ﷺ سے کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھائیں: اور تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں لگتی ہو''۔

صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ بیمار ہوئے تو فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل ہیں، جب وہ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہونگے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے'' فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ نماز پڑھائے اور تم مجھے یوسف والی عورتوں کی دوست دکھائی دیتی ہو''۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی زندگی میں نماز پڑھائی۔

امام احمد نے عبیداللہ بن عتبہ سے نقل کیا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور اُن سے کہا: کیا آپؓ ہمیں حضور ﷺ کی مرض وفات کے بارے میں بتا سکتی ہیں؟ فرمایا: ہاں، جب حضور ﷺ کا درد زیادہ ہوا تو ایک دفعہ پوچھا: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟''۔ ہم نے کہا: نہیں، بلکہ وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں، فرمایا: ''اچھا ٹب میں مجھے پانی ڈال دو''۔ ہم نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے غسل فرمایا: اور بتکلف اُٹھنے لگے تو غش کھا کر بے ہوش ہوگئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی؟''۔ ہم کہا: ''نہیں، وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں''۔ لوگ بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دِل انسان تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم پڑھاؤ''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں تم اسکے زیادہ حقدار ہو''۔ چنانچہ انہوں نے ان دنوں نماز پڑھائی، ایک دن حضور ﷺ کو بیماری میں کمی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے پر ظہر کی نماز کے لئے نکلے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا لیکن حضور ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانے لگے اور حضور ﷺ بیٹھ کر۔ عبیداللہ راوی کہتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسی حدیث نہ بتاؤں جو

Marfat.com

حضرت عائشہؓ نے مرضِ وفات کے بارے میں مجھے بتائی ہے؟''انہوں نے کہا:''بتاؤ''۔ میں نے حدیث بتائی تو انہوں نے کوئی انکار نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کیساتھ دوسرے آدمی کا نام بتایا کہ نہیں؟ میں نے کہا: نہیں' فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اور ایک روایت میں ہے:''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی نماز کھڑے ہو کر پڑھانے لگے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنے لگے''۔

بیہقی کہتے ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے:''حضور ﷺ اس نماز میں متقدم تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز کو حضور ﷺ کی نماز کے تابع کیا ہوا تھا''۔ یہ روایت مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:''جب حضور ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پھر آپ نے درد میں کمی محسوس کی تو خود بھی نماز کیلئے نکلے' جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا لیکن حضور ﷺ نے اشارے سے منع فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے' اور اسی آیت سے آگے شروع کر دیا جس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچے تھے۔

امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے اپنی مرضِ وفات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی''۔ امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے یہ بھی نقل کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور حضور ﷺ صف میں تھے''۔

بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا:''حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی''۔

بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا:''آخری نماز جو حضور ﷺ نے قوم کیساتھ پڑھ وہ ایک کپڑے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھی۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا:''حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک یمنی چادر میں نماز پڑھی جو آپ ﷺ نے مخالف سمت کناروں میں اوڑھ رکھی تھی' پھر جب آپ ﷺ نے کھڑا ہونا چاہا فرمایا:''اُسامہ کو بلاؤ' وہ آئے تو انکے سینے کیساتھ ٹھیک لگائی' اور یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی''۔

Marfat.com

بیہقی کہتے ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے یہ وفات کے دن کی فجر کی نماز تھی' کیونکہ یہ آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے ادا فرمائی تھی۔ اور سوموار کے دن وفات متفق علیہ ہے۔

بیہقی کہتے ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفات کے دن کی فجر کی نماز تھی' کیونکہ یہ آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے ادا فرمائی تھی۔ اور سوموار کے دن کی وفات متفق علیہ ہے۔

مسلم نے بھی مغازی موسیٰ بن عقبہ میں اسکو ذکر کیا ہے۔ ابوالاسود نے عروۃ سے اس کو نقل کیا' لیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ قوم کیساتھ تو آخری نماز ہو سکتی ہے لیکن وفات کے دن (سوموار) کی فجر کی نماز نہیں ہو سکتی' کیونکہ وہ آپ ﷺ نے شدتِ کمزوری کیوجہ سے گھر میں ہی ادا فرمائی تھی۔ اس پر دلیل بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے: مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نمازیں پڑھایا کرتے تھے' اس دوران سوموار کے دن جبکہ لوگ نماز کے لئے صفیں باندھ چکے تھے' حضور ﷺ نے حجرے کا پردہ ہٹا کر دیکھا' اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا' آپ ﷺ مسکرانے لگے' اسی مسکراہٹ سے قریب تھا کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سوچ کر کہ حضور ﷺ آنا چاہتے ہیں اپنے پاؤں پر پیچھے ہٹنے لگے تو حضور ﷺ نے اشارے سے فرمایا کہ نماز جاری رکھو اور پردہ گرا دیا' اور پھر اُسی دن آپ ﷺ کا انتقال ہوا۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ تین دن تک نمازوں میں نہ آ سکے۔ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے' حضور ﷺ نے فرمایا: پردہ ہٹاؤ' جب پردہ ہٹایا گیا تو آپ ﷺ کا چہرہ نمودار ہوا' خدا کی قسم! ہم نے اس منظر سے بڑھ کر کوئی خوش کن منظر نہیں دیکھا جو حضور ﷺ کے چہرے کو دیکھ کر دیکھا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارے سے کہا کہ آگے بڑھو اور پھر پردہ گرا دیا۔ اس دن آپ ﷺ باجماعت نماز ادا نہ کر سکے''۔ یہ سب سے واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے سوموار کے دن فجر کی نماز لوگوں کیساتھ نہیں پڑھی' اور تین دن تک مسجد نہ جا سکے' اس لحاظ سے آخری نماز جو حضور ﷺ نے لوگوں کیساتھ پڑھی وہ ظہر کی نماز ہے جب

Marfat.com

کہ حضرت عائشہؓ والی حدیث میں صراحۃً گزر چکا' اور وہ دن جمعرات کا بنتا ہے نہ کہ ہفتہ یا اتوار کا جیسا کہ مغازی موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے بیہقی نے نقل کیا کیونکہ وہ ضعیف ہے اور پیچھے گزر چکا کہ نماز کے بعد آپ ﷺ نے ایک خطبہ بھی دیا تھا' نیز آپ ﷺ تین دن جمعہ' ہفتہ اور مسجد نہ آ سکے۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مذکورہ بالا دن جمعرات کا تھا۔

زھری نے حضرت ابوبکر بن ابوسبرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں سترہ نمازیں پڑھائیں"۔ بعض کہتے ہیں: "بیس نمازیں پڑھائیں"۔ پھر سوموار کے دن عین نماز کے وقت آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک نمودار ہوا اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسی نگاہوں سے وداع کیا کہ قریب تھا کہ وہ فتنے میں مبتلا ہو جائیں اور یہ لوگوں کیساتھ آپ ﷺ کی آخری ملاقات تھی۔ اسوقت انکی زبانِ حال یہ کہہ رہی تھی جیسا کہ کسی شاعر نے کہا:

وَكُنْتُ اَرَى كَالْمَوْتِ مِنْ بَيْنِ سَاعَةٍ فَكَيْفَ بَيْنٍ كَانَ مَوْعِدُهُ الْحَشْرُ

"مجھے ایسے دِکھائی دے دیا تھا جیسے موت سامنے کھڑی ہو' تو اس کیفیت کا کیا عالم ہو گا جس کا وعدہ حشر میں ہے"۔

مقصد یہ ہے حضور ﷺ نے ارکانِ اسلام کے اہم ترین اور اعلیٰ رکن نماز کے لئے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی امامت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا۔ شیخ ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنا دینِ اسلام کی ایک بدیہی اور ناگزیر ضرورت تھی' نیز آپ رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنا اس بات کی بھی نشانی ہے کہ وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں زیادہ جاننے والے اور سب سے بڑے قاری تھے' جیسا کہ متفق علیہ روایت میں ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کو وہ نماز پڑھائے جو سب سے زیادہ پڑھنے والا ہو' اگر قرأت میں برابر ہوں تو زیادہ سنت کو جاننے والا پڑھائے' اگر سنت میں برابر ہوں تو زیادہ عمر والے' اگر عمر میں برابر ہوں تو جو اسلام میں مقدم ہو"۔

میں کہتا ہوں: امام اشعری کی یہ باتیں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں' اور اگر دیکھا

Marfat.com

جائے تو یہ تمام صفات حضرت ابو بکرؓ میں بطریقۂ اتم موجود تھیں۔ باقی بعض نمازوں میں حضور ﷺ کا اُن کے پیچھے نماز پڑھنا جیسا کہ صحیح روایات میں منقول ہے یہ اُس روایت کے منافی نہیں جسمیں ہے کہ حضور ﷺ نے اُن سے نمازیں پڑھوائیں کیونکہ یہ اور نمازوں میں تھا' جیسا کہ امام شافعیؒ نے اس پر نص بیان کی۔

فائدہ

امام مالکؒ شافعیؒ اور علماء کی ایک جماعت نے جن میں امام بخاریؒ بھی ہیں حضور ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے' حضرت ابو بکرؓ کے کھڑے ہو کر اُنکی اقتداء کرنے اور لوگوں کی حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء کرنے سے یہ استدلال کیا کہ یہ روایت اس متفق علیہ روایت کی وجہ سے منسوخ ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ گڑھے میں گر گئے اور آپ ﷺ کے پہلو پر ایسا کاری زخم آیا کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکے' چنانچہ آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہؓ نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ'' جب نماز مکمل ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم تو ایسے کھڑے ہوئے تھے جیسے فارس اور روم والے اپنے باشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں' انکے سرداران بیٹھے ہوتے ہیں اور لوگ کھڑے ہوتے ہیں''۔ پھر فرمایا: امام کو تو اسلئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اسکی پیروی کی جائے' جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو' جب رکوع کرے تو تم بھی کرو' جب رکوع سے اُٹھے تو تم بھی اُٹھو' جب سجدہ کرے تو تم بھی کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو''۔

تو حضور ﷺ نے مرضِ وفات میں نماز بیٹھ کر پڑھائی جبکہ لوگ کھڑے ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

اس استدلال کے جواب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ حکم کی وجہ سے صحابہؓ بیٹھ گئے تھے' صرف حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ کے اعمال پہنچانے کے لئے کھڑے رہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں: اصل امام حضرت ابو بکرؓ تھے' لیکن حضور ﷺ کیساتھ

Marfat.com

شدّتِ محبت کیوجہ سے ان سے آگے نہیں بڑھتے تھے بلکہ حضور ﷺ کی پیروی کرتے تھے' گویا حضور ﷺ امام کے امام تھے'اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی وجہ سے لوگ نہیں بیٹھے'اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس لئے نہیں بیٹھے کہ انکے امام تھے'اور چونکہ وہ حضور ﷺ کی حرکات وسکنات بھی لوگوں کو پہنچا رہے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں: قیام کی حالت میں کسی امام کے پیچھے نماز شروع کرنا اور اسمیں کھڑے رہنا اور پھر نماز کے دوران کسی ایسی حالت کا طاری ہونا جس سے امام بیٹھنے پر مجبور ہو جائے' اسمیں اور اس صورت میں فرق ہے کہ بیٹھے ہوئے امام کے پیچھے ابتداء سے نماز شروع کرنا۔ دوسری صورت میں حدیث بالا کی وجہ سے نماز بیٹھ کر پڑھنا ضروری ہوتا ہے نہ کہ پہلی صورت کی وجہ سے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں: اس عمل اور پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھڑا ہونا اور بیٹھنا دونوں جائز ہیں اور ان میں سے ہر ایک قابلِ عمل ہے' بیٹھنا پہلے عمل کی وجہ سے اور کھڑے ہونا مؤخر الذکر عمل کی جہ سے۔

سکرات موت اور وفات

امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں حضور ﷺ کے پاس داخل ہوا تو آپ ﷺ بخار میں پھنک رہے تھے' میں نے آپ ﷺ کو چھوا اور کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو تو سخت بخار ہے'' فرمایا: ''ہاں مجھے اتنا تیز بخار ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے''۔ میں نے: ''پھر تو آپ ﷺ کو دوھرا (دُگنا) ثواب ملے گا؟''۔ فرمایا: ''ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کی دستِ قدرت میں میری جان ہے' زمین میں کسی مسلمان کو کوئی تکلیف یا بیماری وغیرہ نہیں پہنچتی مگر اسکے بدلے اللہ تعالیٰ اسکے گناہ اس طرح معاف کرتا ہے جسطرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں''۔

بخاری اور مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھا''۔ اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ میری گود اور میرے زانو پر سر رکھے ہوئے فوت ہوئے' اور آپ ﷺ کی

Marfat.com

شدّتِ موت کو دیکھ کر میں کسی کے لئے موت کی سختی ناپسند نہیں کرتی۔

ایک اور حدیث میں ہے: ''حضور ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ آزمائش انبیاء پر پھر صلحاء پر پھر انکے بعد مرتبے والوں پر ہوتی ہے' اور ہر آدمی کو دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے' اگر اسکے دین میں استقامت ہو تو اس پر آزمائش بھی بڑھادی جاتی ہے۔

امام مالکؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حوالے سے نقل کیا: حضور ﷺ کی آخری گفتگو یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو تباہ و برباد کرے' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا' سرزمینِ عرب پر دو دین باقی نہیں رہ سکتے''۔

امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: جب حضور ﷺ کو تکلیف شروع ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے چہرے پر چادر ڈال لی۔ جب آپ ﷺ کو فاقہ ہوتا تو چادر اُتار دیتے' اس دوران آپ ﷺ نے ایک دفعہ چہرے سے چادر ہٹا کر فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو' انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدیں بنالیا''۔ گویا کہ آپ ﷺ انکے اس فعل بد سے آگاہ کر رہے تھے۔

حافظ بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں نے حضور ﷺ کو موت سے پہلے تین دفعہ کہتے ہوئے سُنا: ''اللہ کیساتھ اچھا گمان رکھو''۔ اور مسلم وغیرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث یوں منقول ہے: ''تم میں سے کسی آدمی کو اسی حالت میں موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھ رہا ہو''۔

بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''وفات کے قریب حضور ﷺ کی عام وصیت یہ تھی: ''نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا''۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ پر جان کنی کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ الفاظ آپ ﷺ کی زبان پر مدھم ہوتے گئے۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''وفات وقت حضور ﷺ کے پاس پانی کا پیالہ تھا' آپ ﷺ اپنا ہاتھ پیالے میں داخل کرتے' پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے: ''اے اللہ! موت کی سختیوں کے مقابلے میں میری مدد فرما''۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''حضور ﷺ نے میرے گھر اور میری گود میں وفات پائی' اس سے پہلے جب کبھی آپ ﷺ بیمار ہوتے تو حضرت جبریل علیہ السلام دُعا پڑھ کر آپ ﷺ پر پھونک مارتے۔ چنانچہ مرضِ وفات میں میں نے دَم کیا تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر فرمایا: ''اللھم الرفیق الاعلیٰ'' حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور انکے ہاتھ میں مسواک تھی' آپ ﷺ اسکی طرف دیکھنے لگے' میں سمجھ گئی کہ حضور ﷺ کو مسواک کی ضرورت ہے' چنانچہ میں نے وہ لی' چبا کر نرم کی اور آپ ﷺ کو دے دی' آپ ﷺ نے اچھی طرح مسواک کی' پھر مجھے پکڑانے لگے لیکن کمزوری کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے گر گئی۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: اللہ نے میرا اور آپ ﷺ کا تھوک دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن میں جمع فرمادیا''۔ بیہقی نے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوان نے بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: ''مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا انتقال میری باری کے دن' میرے گھر اور میری گود میں ہوا' اور موت کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور انکے تھوک کو جمع کیا۔ فرماتی ہیں: میرا بھائی مسواک کرتا ہوا داخل ہوا اور میں حضور ﷺ کو سینے کیساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھی' میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ بار بار اسکو دیکھ رہے ہیں' میں جانتی تھی کہ حضور ﷺ مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں' میں نے پوچھا: کیا آپ ﷺ کیلئے لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے فرمایا: ''ہاں'' چنانچہ میں نے مسواک کو نرم کر کے دیا اور آپ ﷺ نے مسواک فرمائی۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا پیالہ یا برتن رکھا تھا جسمیں پانی تھا' آپ ﷺ اس پانی میں ہاتھ ڈال کر تر کرتے اور چہرے پر پھیرتے' پھر فرماتے: ''لا الٰہ الا اللہ' بے شک موت کی سختیاں ہیں''۔ پھر ہاتھ کی اُنگلی اُٹھائی اور فرمایا: اللہ خاص مہربان کا ساتھ چاہتا ہوں''۔ اسی حالت میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پانی پر جھک گیا۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ کسی نبی ﷺ کو اسوقت تک موت نہیں آتی جب تک اُسے دنیا اور آخرت کا اختیار نہ دیا جائے' فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ مرضِ وفات میں بیمار ہوئے تو آپ ﷺ کی آواز بیٹھ گئی اور میں نے آپ ﷺ کو

Marfat.com

دھیمی آواز میں کہتے ہوئے سُنا: ''اُن لوگوں کیساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا' نبیّین' صدّیقین شہداء اور صالحین میں سے اور یہ بہترین ساتھ ہے''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا جا رہا ہے''۔

امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے اس حالت میں وفات پائی کہ آپ ﷺ نے میرے سینے سے ٹیک لگائی ہوئی تھی''۔ جب آپ ﷺ کی روح نکلی تو میں نے اس سے بڑھ کر کوئی اچھی خوشبو نہیں سونگھی''۔

امام احمد نے نقل کیا کہ حضرت ابو بردۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس داخل ہوا تو انہوں نے یمن کا بنا ہوا ایک موٹا سا تہہ بند اور ایک پیوند زدہ چادر نکالی اور فرمایا: ''حضور ﷺ کا انتقال ان دو چادروں میں ہوا''۔

زھری کہتے ہیں ابوسلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد آئے اور دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! بیٹھ جاؤ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ بیٹھے تو انہوں نے دوبارہ فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! بیٹھ جاؤ''۔ اب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ بیٹھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطاب شروع کر دیا' لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے' آپ رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ''جو تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو محمد کا انتقال ہو گیا اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے مرنے والا نہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۴۴)

''اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اُس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا اُلٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت

Marfat.com

کی تو خدا کی قسم! گویا لوگوں کو اس سے پہلے اس آیت کے اُترنے کا علم ہی نہیں تھا سب لوگوں نے اسکو قبول کیا اور کوئی ایسا نہ تھا جو اسکی تلاوت نہ کر رہا ہو۔

سعید بن المسیب سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''خدا کی قسم! میں نے یوں محسوس کیا جیسے میں نے ابو بکرؓ سے ہی یہ آیت سُنی ہو۔ میں سمجھ گیا کہ حق بات یہی ہے' میرے پاؤں سے جان نکل گئی' میرے لئے پاؤں اُٹھانا مشکل ہو گیا اور میں زمین پر گر گیا۔ اب جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سُنا تو مجھے یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پڑھایا کرتا تھا' ایک دن وہ آئے تو مجھے اپنا منتظر پایا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری حج والے مِنیٰ کا دن تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: فلاں آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر عمر مر گیا میں فلاں آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرونگا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آج خطاب کرونگا اور لوگوں کو اس گروہ سے خبر دار رہنے کی تلقین کرونگا جو اُن سے خلافت چھیننا چاہتا ہے' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! ایسا نہ کریئے کیونکہ حج میں ہر طرح کے لوگ جمع ہوتے ہیں' اور اگر آپ رضی اللہ عنہ خطاب کے لئے کھڑے ہوئے تو وہی آپ رضی اللہ عنہ پر غالب آئیں گے' مجھے ڈر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوئی بات کریں گے اور وہ اُسے اُچک لیں گے' پھر اسکی حفاظت نہیں کریں گے اور اسکو برمحل استعمال نہیں کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ واپسی تک انتظار کیجئے' جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچ جائیں تو وہاں کے علماء اور معزز لوگوں کو بُلائیں اور جو چاہیں اُن سے کہیں' وہ آپ رضی اللہ عنہ کی بات بھی سُنیں گے اور اسکے موقع محل کا لحاظ بھی کریں گے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے' اگر میں مدینہ صحیح سالم پہنچ گیا تو پہلے پڑاؤ میں لوگوں سے بات کرونگا' چنانچہ جب ہم ذی الحجہ کے آخر میں جمعہ کے دن پہنچے تو میں گرمی سردی کی پرواہ کئے بغیر مسجد پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ سعید بن زید مجھ سے بھی پہلے منبر کی دائیں طرف بیٹھے

Marfat.com

ہوئے ہیں' میں بھی بالکل انکے ساتھ بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے' جب میں نے انہیں دیکھا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ آج منبر پر ایسی باتیں کریں گے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی ہونگیں' حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے کہا: ایسی کونسی باتیں ہیں جو یہ کہیں گے؟' حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور جب مؤذن نے اذان دے لی تو کھڑے ہو کر حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! میں ایک بات کرنے لگا ہوں اور یہ اسلئے کر رہا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم کہ شاید میری موت قریب ہی ہو' جو میری بات کو یاد کر لے اور سمجھ لے تو اسکو وہاں تک پہنچا دے جہاں تک اسکی سواری جا سکے' اور جو یاد نہ رکھ سکے تو اسکو میں یہ اجازت نہیں دیتا کہ جھوٹ بولے' بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو برحق بھیجا اور اُن پر کتاب اُتاری اُسی کتاب میں ایک نازل شدہ آیت رجم کی بھی ہے' جسکو ہم نے پڑھا' محفوظ کیا اور سمجھا' حضور ﷺ نے اپنے زمانے میں سنگسار کیا اور ہم نے بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے رجم کیا' اب مجھے ڈر ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ لوگ کہیں گے کتاب اللہ میں آیت رجم نہیں۔ اسطرح وہ ایک ایسے حکم کے چھوڑنے کی وجہ سے گمراہ ہونگے جس کو اللہ نے فرض قرار دیا۔ کتاب اللہ کی رُو سے رجم ہر اس مرد عورت پر ضروری ہے جن کے خلاف بینہ قائم ہو جائے' یا حمل پایا جائے یا زانی خود اعتراف کر لے۔ آگاہ رہو! ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ باپ کے علاوہ کسی اور سے نسبت سے بچو' کیونکہ باپ کے سوا کسی اور سے نسبت کرنا کفرانِ نعمت اور گناہ ہے۔ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''مجھے اسطرح بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ کیا' میں تو اللہ کا بندہ ہوں' اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے: اگر عمر رضی اللہ عنہ مرجائے تو میں فلاں کے ہاتھ پر بیعت کر دونگا۔ کوئی آدمی اس دھوکے میں نہ رہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ایک اتفاقی حادثہ تھا' اگرچہ وہ ہنگامی ضرور تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکے ذریعے ہمیں بہت بڑے فتنے سے بچا لیا اور آج تم میں سے کوئی بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح نہیں کہ اسکے سامنے گردنیں جھکائی جائیں۔ جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھے' اس وقت حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھ کچھ اور لوگ حضرت فاطمہؓ کے گھر اکٹھے ہوئے، تمام انصار سقیفۂ بنی ساعد میں جمع ہوئے اور مہاجرین اکٹھے ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس ہماری نمائندگی کرو ہم چلے تو راستے میں ہمیں دو آدمی ملے، انہوں نے انصار کے بارے میں بتایا اور ہم سے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ ہم نے کہا: اپنے بھائی انصار کے پاس جانا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا: تم اُنکے پاس جائے بغیر کچھ اپنا فیصلہ کرلو، میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور انکے پاس جائیں گے، ہم سقیفہ بنی ساعدۃ پہنچے تو دیکھا کہ سب سر جوڑے بیٹھے ہیں اور انکے درمیان ایک آدمی چادر اُوڑھے ہوئے ہے، میں نے کہا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ، میں نے کہا: اسے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: بیمار ہے۔ جب ہم بیٹھے تو انکا ایک خطیب کھڑا ہوا اور حمد وثناء کے بعد کہنے لگا: ہم اللہ کے دین کے انصار (محافظ) اور اسلام کے ابتدائی پیروکار ہیں، اور تم اے مہاجرین کے گروہ والو! تعداد میں بھی کم ہو اور ہم سے خلافت کا حق چھینا چاہتے ہو۔ ہمیں اپنے پیدائشی حق سے عاق کرنا چاہتے ہو اور ہمیں ہٹا کر دوسروں کو آگے لانا چاہتے ہو۔ جب وہ خاموش ہوا تو میں نے بات شروع کی اور خطاب کیا جس کو پہلے ہی میں نے تیار کرلیا تھا اور چاہ رہا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کہوں، میں بعض دفعہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں زیادہ سخت کام یا بات کرجاتا تھا لیکن وہ بڑے بُردبار اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ میں نے جو خطاب تیار کیا تھا، وہ بڑی وضاحت اور تفصیل کیساتھ بیان کیا اور اس میں سے ایک لفظ بھی نہیں چھوڑا۔ جب میں خاموش ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''تم نے جن خوبیوں اور بھلائیوں کا تذکرہ کیا ہے، واقعی تم ان کے حقدار ہو، لیکن اہل عرب خلافت کے معاملے کو قریش کے سوا کسی اور قبیلے میں ہونا پسند نہیں کریں گے اور نہ ہی راضی ہونگے، بہرحال حسب ونسب اور دوسرے فضائل میں وہ تم سے بڑھ کر ہیں، اور یہ دو آدمی ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو میں اس سے راضی ہونگا، یہ کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرا اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس بات کے سوا مجھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کوئی بات ناگوار نہ گُزری، خُدا کی قسم! اگر میری گردن

Marfat.com

ماردی جاتی تو یہ مجھے زیادہ گناہ نہ معلوم ہوتا اور یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند تھا کہ مجھے کسی ایسی قوم کا امیر بنایا جاتا' جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا آدمی ہو' انصار میں سے ایک آدمی نے کہا: مجھے تو اسمیں دھوکے کی بُو آتی ہے' ایک امیر تم میں سے ہوگا اور ایک ہم میں سے۔

پھر شور غوغا زیادہ ہوگیا اور آوازیں بلند ہوگئیں۔ یہاں تک کہ ہمیں اختلاف کا ڈر ہوا' میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہاتھ بڑھاؤ' انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو سب سے پہلے میں نے انکے ہاتھ پر بیعت کی' پھر مہاجرین اور انصار بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ لوگ سعد کے اوپر سے کود کر جا رہے تھے تو کسی نے کہا: خُدا کی قسم! تم نے تو سعد کو مار ہی دیا' میں نے کہا: ہم نے نہیں مارا' خُدا نے مارا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خُدا کی قسم! اس وقت موجود مسائل میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سب سے آسان معاملہ ثابت ہوا اور اگر اسوقت ہم بیعت نہ کرواتے اور قوم کو ویسے ہی چھوڑ کر چلے جاتے تو یقیناً وہ ہمارے بعد بیعت کر لیتے' پھر اگر ہم انکی مخالفت کرتے تو جھگڑا فساد ہوتا۔

مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے ابن شہاب نے عروۃ کے حوالے سے بتایا کہ جو دو آدمی راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ملے تھے وہ عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ اور معن بن عدی رضی اللہ عنہ تھے' اور ابن شہاب نے سعید بن مسیبؒ سے نقل کیا کہ جس آدمی نے یہ کہا تھا کہ مجھے تمہاری باتوں میں ہوشیاری اور دھوکے کی بُو آتی ہے وہ حباب بن المنذر تھا۔

امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ انکے پاس آئے اور فرمایا: اے انصار کے گروہ! کیا تم جانتے نہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا' تم میں سے کس کو یہ جرأت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ انصار نے کہا: ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنے لگیں۔

امام احمدؒ نے حضرت حمید بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر اپنی زمینوں پر تھے' جب انکو اطلاع ملی تو تشریف لائے' حضور ﷺ کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر بوسہ لیا اور فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان' تمہارا

Marfat.com

مرنا اور جینا کتنا اچھا ہے خدا کی قسم! محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔
راوی کہتے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور اُن سے بات کی چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انصار کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث نہیں چھوڑی جو ذکر کر کے انکی فضیلت نہ بیان کی ہو اور فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا: اگر لوگ ایک وادی کا انتخاب کریں اور انصاری دوسری کا تو میں انصار کیساتھ ہونگا''۔ اور اے سعد رضی اللہ عنہ تم جانتے ہو کہ تمہاری موجودگی میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا: قریش ہی اس معاملے (خلافت) کے ذمہ دار ہیں اور نیک لوگ نیکوں کی بُرے لوگ بروں کی پیروی کرتے ہیں''۔
حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، ٹھیک ہے تم امیر اور ہم وزیر ہونگے۔

امام احمدؒ نے رافع الطائی سے نقل کیا جو غزوہ ذات السلاسل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے رفیق کار تھے، وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے انکی بیعت کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انصار کی گفتگو اور اُن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات چیت کے بارے میں بتایا اور یہ بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں میری (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی) امامت پر تقرری کے بارے میں بتایا تو انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی اور میں نے اس ڈر سے کہ اگر میں نے انکار کیا تو کہیں فتنہ فساد نہ ہو یہ ذمہ داری قبول کر لی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری اس خوف سے قبول کی کہ کہیں چھوڑنے پر فتنہ فساد قبول کرنے سے زیادہ برپا نہ ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ بیعت سوموار کے باقی دن میں ہوئی تھی، جب منگل کی صبح ہوئی تو لوگ مسجد میں جمع ہوئے اور باقی تمام مہاجرین اور انصار کی بھی بیعت مکمل کر لی گئی۔ یہ سب حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہوا تھا۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی وفات کے دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ سُنا جو انہوں نے منبر پر چڑھ کر دیا، فرمایا: ''میرا یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک ہم میں سے کوئی آدمی زندہ ہے یعنی سب سے آخر میں مریں گے لیکن اب اگر انکا انتقال ہو گیا ہے تو انہوں نے

Marfat.com

تمہارے درمیان ایسا ہدایت نامہ چھوڑا ہے جس سے تم ہدایت حاصل کر سکتے ہو اور جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت دی' یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھی اور یارِ غار ہیں اور تمام مسلمانوں میں سے خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں' سب انکے ہاتھ پر بیعت کریں"۔

اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدۃ میں ایک جماعت ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تھی اور منبر پر یہ بیعت عمومی تھی۔ زھری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ' منبر پر چڑھو' اور برابر اصرار کرتے رہے حتٰی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور عام لوگوں نے بیعت کی۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: زھری نے مجھ سے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا: "جب سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی اور دوسرا دن ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے' لیکن ان کے بولنے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول پڑے' انہوں نے حمد وثناء کے بعد فرمایا: "اے لوگو! کل میں نے جو بات کی تھی وہ اگر چہ کتاب اللہ میں نہیں اور نہ ہی حضور ﷺ سے میں نے اسکا کوئی عہد لیا تھا لیکن میرا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ ہم میں سے سب سے آخر میں وفات پائیں گے' بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر وہ کتاب چھوڑی ہے جس سے حضور ﷺ کو بھی ہدایت دے تھی' اگر تم نے اسکی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو تمہارے لئے بھی ویسے ہی باعثِ ہدایت بنا دیں گے جسطرح کہ اپنے محبوب کے لئے بنایا تھا' اللہ تعالیٰ نے بارِ خلافت ایک ایسے آدمی کے ذمے سونپ دی ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ بہتر' حضور ﷺ کا ساتھی اور یارِ غار ہے' پس اُٹھو اور اسکے ہاتھ پر بیعت کرو"۔ چنانچہ بیعتِ سقیفہ کے بعد لوگوں نے عام بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا اور حمد وثناء کے بعد فرمایا: "اے لوگو! مجھے تم پر ذمہ دار بنایا گیا ہے' حالانکہ میں تم سے افضل نہیں اگر میں اچھا کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برا کروں تو مجھے سیدھا کر دینا' سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے' تم میں سے کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ اسکی ضرورت پوری کر دوں' اور جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب

Marfat.com

تک اس سے حق نہ لے لوں۔ جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ دیتی ہے' اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے' اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے اسکو اللہ تعالیٰ آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تم بھی میری اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر بھی میری اطاعت ضروری نہیں۔ اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ' اللہ تم رحم کرے''۔ مذکورہ حدیث میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: ''مجھے تمہارا ذمہ دار بنایا گیا ہے حالانکہ مین تم میں زیادہ افضل نہیں''۔ یہ کسر نفسی اور تواضع کے طور پر ہے' ورنہ تمام اُمت اور ائمہ کا اجماع ہے کہ وہ سب سے افضل تھے۔

بیہقی نے حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کا انتقال ہوا اور تمام لوگ حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کے گھر اکٹھے ہوئے' جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور اس نے کہا: ''تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ مہاجرین میں سے تھے اور اُن کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا' ہم رسول اللہ ﷺ کے بھی حمایتی تھے تو اب خلیفہ کے بھی ہونگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: تمہارے خطیب نے سچ کہا ہے' اگر تم نے اسکے علاوہ کچھ اور کہا تو ہم تم لوگوں کے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: یہ تمہارے صاحب ہیں اسکے ہاتھ پر بیعت کرو' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ' مہاجرین اور انصار نے انکے ہاتھ پر بیعت کی' پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور لوگوں پر نظر دوڑائی تو اُنہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دکھائی نہیں دیئے' انہیں بلوایا اور جب وہ آئے تو فرمایا: ''میں کہوں! حضور ﷺ کا پھوپھی زاد مسلمانوں کی وحدت میں رخنہ ڈالنا چاہتا ہے''۔ انہوں نے کہا: ''اے خلیفۃ المسلمین! ایسی بھی کوئی بات نہیں''۔ پھر کھڑے ہوئے اور انکے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر مجمع پر نگاہ دوڑائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غیر موجود پایا' چنانچہ انکو بلوایا اور اُن سے بھی یہی کہا: ''حضور ﷺ کا چچا زاد اور داماد مسلمانوں کی وحدت کو پارہ کرنا چاہتا ہے؟''۔ انہوں نے کہا: ''نہیں! اے خلیفۃ المومنین' آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہیں'۔ پھر انکے ہاتھ پر بیعت کی''۔

اس حدیث کی اسناد بڑی عمدہ ہے اور اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے حضور ﷺ کی وفات کے پہلے یا دوسرے دن ہی بیعت کر لی تھی' اور یہی برحق ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی وقت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی اُن کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑی' ایسے ہی مرتدین کے خلاف سرگرمیوں میں بھی انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بات صرف اتنی تھی کہ حضرت فاطمہؓ کا یہ خیال تھا کہ وہ حضور ﷺ کی وراثت کی حقدار ہیں' لیکن اُن کو اس حدیث کا علم نہ تھا جو حضرت ابوبکرؓ نے حضور ﷺ سے سُن رکھی تھی ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' بلکہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس صریح ارشاد کی وجہ سے ازواجِ مطہراتؓ حضرت فاطمہؓ اور دیگر وارثانِ رسول ﷺ کو کچھ دینے سے انکار کر دیا' حضرت فاطمہؓ نے یہ بھی درخواست کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر اور فدک میں موجود زمینوں کی نگرانی کا حق دے دیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسکا جواب نہ دیا' کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام معاملات کی بذاتِ خود نگرانی کریں' اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کی حدیث کی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے ایسا کیا۔ دوسری طرف حضرت فاطمہؓ بہرحال انسان تھیں اور ناراض ہونا یا غصہ آ جانا بھی فطری چیزیں ہیں' اسلئے مرتے دم تک انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی انکی خاطرداری کی وجہ سے انکا ساتھ دیتے رہے' جب حضور ﷺ کے انتقال کے چھ مہینوں بعد حضرت فاطمہؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تجدیدِ بیعت میں کوئی قباحت نہیں سمجھی' چنانچہ انہوں نے دوبارہ بیعت کر لی جیسا کہ آگے صحیحین کی روایت میں آئے گا۔

پیچھے ہم حضور ﷺ کے دفن سے پہلے بیعت کا بھی تذکرہ کر چکے ہیں' جسمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا بھی تذکرہ تھا۔ اس روایت کی مزید تائید اس روایت سے ملتی ہے جو موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابراہیم کے حوالے سے نقل کی ''عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیساتھ تھے اور محمد بن مسلمۃ نے حضرت زبیر کی تلوار توڑ دی تھی' پھر ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معذرت خواہانہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے تو ایک دن رات کی امارت کی لالچ نہیں' نہ ہی میں نے چھپ کر یا اعلانیہ اسکا مطالبہ کیا' چنانچہ سب مہاجرین نے

Marfat.com

انکی بات کو قبول کیا' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا: ''ہم اسلئے ناراض ہوئے تھے کہ ہمیں مشورے میں نہیں بلایا گیا تھا' ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی اس کام (خلافت) کا اہل سمجھتے ہیں' وہ حضور ﷺ کے یارِ غار تھے' ہم انکے شرف وفضل کو بھی جانتے ہیں' حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں انہیں نماز پڑھانے کا کہا تھا۔

اب جو آدمی اس پوری بحث پر گہری نگاہ ڈالے گا تو اسکو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی نظر آ جائیگا۔ پیچھے یہ بھی گزر چکا کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی فرمایا تھا: ''اللہ اور مؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو قبول کرنے سے انکار کر دیں گے''۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ حضور ﷺ نے خلافت کے لیے کسی کو بالتعیین نامزد نہیں کیا تھا نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جیسا کہ اہل سنت کا دعویٰ ہے اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جیسا کہ اہل روافض کا قول ہے۔ بلکہ دیگر احادیث میں ایسا قوی اشارہ فرمایا تھا جس سے ہر عقلِ سلیم کا مالک سمجھ سکتا ہے کہ انکا اشارہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف ہی تھا۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور اُن سے یہ کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی کو خلیفہ بنا دیں تو انہوں نے فرمایا: ''اگر میں خلیفہ بناؤں تو مجھ سے بہتر یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا اور اگر چھوڑ دوں تو مجھ سے بہتر یعنی نبی کریم ﷺ نے خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب انہوں نے حضور ﷺ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ اپنا خلیفہ بنانیوالے نہیں۔

صحیحین میں حضرت اسود بن قیس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا: لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے وصیت کی تھی' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس چیز کی وصیّت کی؟ آپ ﷺ نے تو پیشاب کرنے کے لئے برتن منگوایا تھا اور میں نے آپ ﷺ کو اپنے سینے کیساتھ ٹیک لگا کر بٹھایا ہوا تھا' اس دوران آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ ایک طرف کو جُھک گئے' حتّٰی کہ میں نے خود محسوس تک نہ کیا' اب وہ علی رضی اللہ عنہ کے لئے کس قسم کی وصیت کا کہتے ہیں؟''۔

صحیحین میں حضرت ابراہیم التیمی کے باپ سے منقول ہے: ''ایک دفعہ حضرت

Marfat.com

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے کہا: جس کا یہ خیال ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا بھی کچھ چیزیں ہیں جو اس صحیفہ میں ہیں اور ہم انکو پڑھتے ہیں تو وہ جھوٹا ہے۔ اسمیں تو اونٹوں کی دیت کا تذکرہ اور کچھ قصاص وغیرہ کے احکام ہیں۔ اسمیں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ کے عَیر پہاڑ سے لیکر ثور پہاڑ تک کا درمیانی علاقہ حرم ہے، جس نے اسمیں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی ایسے آدمی کو پناہ دی تو اسپر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اسکی توبہ قبول کریگا اور نہ فدیہ۔ اور جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے نسبت قائم کی یا کسی غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا تو اس پر بھی اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت کے دن اللہ نہ اسکی توبہ قبول کرے گا اور نہ فدیہ۔ اور مسلمانوں کی پناہ ایک ہی ہے جو اُن میں سے ادنیٰ ترین آدمی بھی دے سکتا ہے لہذا اگر کسی نے مسلمان کی پناہ میں بد عہدی کی تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اسکی توبہ قبول کریگا اور نہ فدیہ۔

صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث روافض کے اس دعویٰ کی تردید کرتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت کی تھی، اگر روافض کا دعویٰ سچا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اللہ کے اور رسول ﷺ کے زندگی اور موت کے بعد بھی فرمانبردار رہے، اُن سے کیسے یہ توقع رکھی جاسکتی تھی کہ جسکو حضور ﷺ نے مقدم کیا اس پر کسی اور کو مقدم کریں، یا جس کے بارے میں تأخیر کا حکم دیا اسکو مؤخر نہ کریں۔ یقیناً یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہستیوں سے محال ہے اور جو کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسا گمان رکھے تو حقیقت میں اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نافرمانی اور حضور ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کا عقیدہ رکھا۔ اور جو اس حد تک پہنچ جائے تو اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے اسلام کا طوق گلے سے اُتار دیا۔

پھر اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی نص یا فرمان تھا تو انہوں نے اپنی امامت کے اثبات کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حجت بازی اور اپنی اہلیت کو ثابت کرنے کی کوشش کیوں نہ کی۔ پس اگر تو وہ فرمان یا نص نافذ کرنے سے عاجز ہو گئے تھے تو عاجز عن النفاذ امارت کے

Marfat.com

لائق نہیں، اور اگر وہ قدرت رکھتے تھے لیکن خود کوشش نہیں کی تو گویا خائن ہوئے (معاذ اللہ) اور خائن کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ اور اگر انکو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ انکے پاس نص ہے تو جاہل ہوئے حالانکہ یہ انکی شان کیخلاف ہے۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ بعد والوں پتہ چل گیا تھا اور وہ جان گئے تھے، تو یہ سب افتراء بازی اور جہالت و گمراہی کی باتیں ہیں کسی جاہل اور گمراہ کے ذہن میں ہی شیطان اسکو مزین کر کے پیش کرسکتا ہے، بلکہ یہ صرف ہذیان بکنا اور بہتان بازی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی تلبیس ابلیس سے محفوظ رکھ کے ہمیں قرآن وسنت کی مکمل پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسلام و ایمان پر موت عطا فرمائے۔

وفات کے دن اور عمر کا اختلاف

اسمیں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی وفات سوموار کے دن ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''تمہارے نبی کی پیدائش سوموار کے دن ہوئی، انہیں نبوت سوموار کے دن ملی، مکہ سے مدینہ سوموار کے دن ہجرت کی، مدینہ میں سوموار کے دن داخل ہوئے اور سوموار ہی کے دن فوت ہوئے''۔

سفیان ثوریؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''رسول ﷺ کس دن فوت ہوئے؟ میں نے کہا: سوموار کے دن، فرمایا: میری بھی یہی خواہش ہے کہ میں اسی دن مروں چنانچہ اسی دن انکا انتقال ہو گیا''۔

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''سب سے آخری دن میں نے حضور ﷺ کو سوموار کے دن دیکھا، حضور ﷺ نے پردہ ہٹایا اور دیکھا کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں۔ اسوقت آپ ﷺ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح تھا، لوگوں نے پیچھے ہٹنا چاہا تو آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو، پھر پردہ گرادیا اور اسی دن کے آخری حصے میں انتقال فرمایا۔'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات زوال کے بعد ہوئی تھی۔

یعقوب بن سفیان نے اوزاعیؒ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کا

Marfat.com

انتقال سوموار کے دن نصف النہار سے پہلے ہوا"۔

واقدی کہتے ہیں: ہم سے ابو معشر نے محمد بن قیس سے نقل کر کے بیان کیا: "رسول ﷺ کو 19 صفر 11 ہجری بروز بدھ کے دن حضرت زینب بنت جحشؓ کے گھر تکلیف شروع ہوئی، پھر وہ تکلیف بڑھتی گئی اور تمام ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئیں، تیرہ دن تک آپ ﷺ بیمار رہے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو انتقال فرمایا"۔

واقدی کہتے ہیں: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تکلیف کی ابتداء ۲۸ صفر بدھ کے دن ہوئی اور وفات سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ اور منگل کے دن مدفون ہوئے"۔

واقدی نے حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کو تکلیف کی ابتداء حضرت میمونہؓ کے گھر ہوئی اور یعقوب بن سفیان نے محمد بن قیس سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کو تیرہ دن تکلیف رہی، اس دوران جب کبھی آپ ﷺ کو درد میں کمی محسوس ہوتی نماز پڑھاتے ورنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پڑھاتے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ کا انتقال ۱۲ ربیع الاول کو ہوا اور اسی دن ہوا جس دن آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے۔ اس طرح گویا آپ ﷺ کی ہجرت کو مکمل دس سال ہو گئے تھے"۔

یعقوب بن سفیان نے یحییٰ بن بکر سے اور انہوں نے لیث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کی وفات سوموار کے دن یکم ربیع الاوّل کو ہوئی، اور ٹھیک اسی دن دس سال پہلے مدینہ آئے تھے"۔

سعد بن ابراہیم الزہری کہتے ہیں: "حضور ﷺ سوموار کے دن، ۲ ربیع الاوّل اور مدینہ آنے کے ٹھیک دس سال بعد فوت ہوئے"۔

ابو نعیم فضل بن رکین کہتے ہیں: حضور ﷺ سوموار کے دن، ۲ ربیع الاوّل اور مدینہ آمد کے گیارہویں سال فوت ہوئے"۔

واقدی نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے"۔ اور ابو بکر بن حزم کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ

Marfat.com

بدھ کے دن دفن ہوئے۔

فائدہ

ابوالقاسم سہیلی اپنی کتاب ''الـــروض'' میں فرماتے ہیں: ''سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری کو حضور ﷺ کی وفات کا دن شمار کرنا درست نہیں، کیونکہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں وقوف دس ہجری اور جمعہ کے دن کیا تھا، اور یکم ذی الحجہ جمعرات کے دن تھی۔ اس لحاظ سے اگر مہینوں کو تیس کا یا کم کا شمار کیا جائے تب بھی سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاوّل نہیں بنتی بہر حال مذکورہ قول پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے جس کا مختلف علماء نے جواب دینے کی کوشش کی ہے اور وہ ہے ''اختلافِ مطالع''۔ یعنی ہوسکتا ہے کہ اہل مکہ نے ذی الحجہ کا چاند جمعرات کے دن دیکھا ہو اور مدینہ والوں نے جمعہ کے دن۔ اس قول کی تائید حضرت عائشہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے: رسول ﷺ حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے پچیس ذی القعدہ کو نکلے، اور ہم نے پیچھے بتایا تھا کہ وہ ہفتہ کا دن بنتا تھا۔ جمعرات کا دن بھی نہیں بنتا تھا کیونکہ پانچ سے زیادہ دن باقی تھے اور نہ ہی جمعہ کے دن نکلنا درست ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، اس سے یہ بات خودبخود ثابت ہوجاتی ہے کہ پچیس ذی القعدۃ کو نکلے تھے۔ اس اعتبار سے مدینہ والوں نے ذی الحجہ کا چاند جمعہ کی رات دیکھا۔ اس حساب سے مدینہ والوں کے نزدیک یکم ذی الحجہ جمعہ کے دن، اور اسکے بعد مہینے مکمل ہوں تو یکم ربیع الاوّل جمعرات کے دن اور ۱۲ ربیع الاوّل سوموار کے دن بنتی ہے۔

وفات کے وقت عمر مبارک

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ نے لمبے قد والے تھے نہ کوتاہ قد، آپ ﷺ کی رنگت نہ بہت زیادہ سفید اور نہ گندم گوں تھی، آپ ﷺ کے بال نہ بہت گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوّت دیکر بھیجا، پھر آپ ﷺ مکہ میں دس سال اور مدینہ میں دس سال

Marfat.com

رہے اور ساٹھ سال کی عمر میں اللہ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بُلایا اور ابھی آپ ﷺ کے سَر اور ڈاڑھی کے بیس بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے''۔

ابن عساکر نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی''۔

ابن عساکر کہتے ہیں: ربیعہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ساٹھ سال کی بھی ہے۔ بیہقی نے حضرت ابو غالب الباھلیؒ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا: جس دن حضور ﷺ مبعوث ہوئے اس دن آپ ﷺ کی کیا عمر تھی؟ فرمایا: چالیس سال، میں نے کہا: پھر کیا ہوا؟ فرمایا: پھر آپ ﷺ مکہ میں دس سال رہے اور مدینہ میں بھی اور جب آپ ﷺ کی عمر ساٹھ سال مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی، اس وقت بھی آپ ﷺ طاقت، حسن و جمال اور لحیم ہونے میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے''۔

مسلمؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: ''حضور ﷺ تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت انکی سابقہ روایت کے منافی نہیں، کیونکہ عرب اکثر کسر (اکائی) کو حذف کر دیتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی''۔

بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ مکہ میں دس سال رہے اور اس دوران آپ ﷺ پر قرآن اُترتا رہا، اور مدینہ میں بھی دس سال''۔

ابو داؤد طیالسی نے اپنی کتاب میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کا انتقال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا''۔

Marfat.com

امام احمدؒ نے شعبیؒ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنایا گیا: پھر تین سال بعد جبریل علیہ السلام دوبارہ رسالت کا پیغام لیکر آئے' اسکے بعد اس سال آپ ﷺ وہاں رہے' پھر ہجرت کی اور تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے''۔

امام احمدؒ کہتے ہیں: ہمارے نزدیک بھی معتبر تریسٹھ سال کا قول ہے۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: رسول ﷺ مکہ میں تیرہ سال رہے اور جب فوت ہوئے تو آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی' آپ ﷺ مکہ میں تیرہ سال رہے' پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تو دس سال وہاں رہے' اور تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ پینسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے''۔

احمدؒ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ ﷺ کی کتنی عمر تھی؟ فرمایا: تم جیسا کوئی آدمی انکی قوم میں نہیں ہوسکتا اور اگر میں تمہیں بتاؤں تو تم شمار نہیں کرسکو گے' میں نے کہا: میں نے تم سے پوچھا تو آپ ﷺ نے مجھے دو مختلف باتیں بتائیں' میں چاہتا ہوں کہ اسکے بارے میں آپ مجھے بتائیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم شمار کرسکتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں' فرمایا: چالیس تو وہ شمار کرو جن پر آپ ﷺ مبعوث ہوئے' اور پندرہ سال امن و خوف کے درمیان مکہ میں رہے اور دس سال ہجرت کے بعد مدینہ میں''۔

بیہقی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تریسٹھ سال والی روایت زیادہ صحیح ہے' کیونکہ یہ حضرت عائشہؓ' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ہے۔ اور یہی قول مشہور تابعین' سعید بن المسیبؒ' عامر الشعبیؒ' ابوجعفرؒ' عبداللہ بن عقبہؒ' قاسم بن عبدالرحمٰنؒ' حسن بصریؒ اور علی بن حسینؒ کا بھی ہے۔

Marfat.com

تجہیز وتدفین

پیچھے گزر چکا کہ سوموار کے دن پچھلے پہر اور منگل کے دن صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں مشغول رہے، جب وہ مکمل ہوگئی تو اب وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی راہنمائی میں تجہیز وتکفین میں شروع ہوگئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مکمل ہوگئی تو لوگ منگل کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین میں مصروف ہوگئے، اور پیچھے ابن اسحاق سے حضرت عائشہؓ کی مروی حدیث نقل ہوچکی: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے دن فوت ہوئے اور بدھ کی رات دفن ہوئے''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کیلئے اکٹھے ہوئے لیکن گھر میں صرف قریبی مرد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اُسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت صالح بن عدی رضی اللہ عنہ تھے۔ جب یہ سب لوگ غسل دینے کے لئے اکٹھے ہوئے تو لوگوں کے پیچھے سے اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا: اے علی رضی اللہ عنہ! ہم تمہیں قسم دے کر کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہمارا بھی حصہ ہے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا آجاؤ چنانچہ وہ داخل ہوا لیکن نہلانے میں حصہ نہیں لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے کیساتھ ٹیک لگا کر بٹھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قمیض تھی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، فضل رضی اللہ عنہ اور قثم رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلٹ رہے تھے، جبکہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور انکے غلام صالح رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے، دورانِ غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی چیز نہ دیکھی جیسی کہ میت سے دکھائی دیتی ہے۔ جب غسل سے فارغ ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو خشک کیا اور ایسے ہی کیا جیسے کسی میت کیساتھ کیا جاتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں، دو سفید اور ایک حِبری (یمنی) چادر میں لپیٹا گیا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آدمیوں کو بُلایا اور فرمایا: ایک آدمی ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس جائے (یہ اہل مکہ کے لئے

Marfat.com

قبریں کھودتے تھے) اور دوسرا ابوطلحہ بن سہل الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس جائے (جو اہل مدینہ کے لئے بغلی قبریں کھودتے تھے)' جب انکو بھیج دیا تو پیچھے سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دُعا کی: اے اللہ! اپنے محبوب کے لئے تو خود ہی کوئی قبر اختیار کر لے' چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ والے ساتھی کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ملے جبکہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مل گئے اور یوں حضور ﷺ کے لئے لحد کھودی گئی۔

بیہقی نے سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے حضور ﷺ کو غُسل دیا اور یہ دیکھا کہ کہیں ایسی کوئی چیز تو نہیں جو عموماً میتوں میں ہوتی ہے لیکن مجھے کچھ نہ ملی' آپ ﷺ زندگی اور وفات کے دنوں میں پاک صاف رہے''۔

بیہقی نے سعید بن المسیبؒ سے یہ بھی نقل کیا: ''حضور ﷺ کی تدفین کی چار آدمیوں نے ذمہ داری لی' حضرت علی رضی اللہ عنہ' عباس رضی اللہ عنہ' فضل رضی اللہ عنہ اور صالح رضی اللہ عنہ' انہوں نے حضور ﷺ کو لحد میں اُتارا اور اوپر سے مٹی ڈال کر لیپ دیا''۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کو تین سحولی (کاٹن کے بنے ہوئے یمنی کپڑے) کپڑوں میں کفن دیا گیا' جن میں عمامہ یا قمیض نہ تھی''۔ ابوداؤد نے بھی حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کو تین سفید یمنی چادروں میں کفن دیا گیا' جن میں عمامہ یا قمیض نہ تھی''۔ کسی نے حضرت عائشہؓ سے کہا: لوگ تو کہتے ہیں: ''دو کپڑے اور ایک حبری چادر تھی''۔ فرمایا: ہاں وہ لائی گئی تھی لیکن انہوں نے نہیں لی اور لوٹا دی تھی۔

بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ کو تین سفید کاٹن کے یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا' جن میں قمیص یا عمامہ نہ تھا' باقی جوڑے (کرتہ اور تہہ بند) کے بارے میں لوگوں کو مغالطہ لگا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے لئے جوڑا خریدا تھا تاکہ آپ ﷺ کو اسمیں کفنایا جائے' لیکن اُسے چھوڑ دیا گیا اور میرے بھائی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لے لیا تھا اور کہا: میں اسکو اپنے کفن کے لئے سنبھال رکھوں گا' لیکن کچھ دنوں بعد کہا: اگر اسکو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے لئے پسند فرماتے تو ضرور اسمیں کفنائے

Marfat.com

جاتے' چنانچہ انہوں نے بیچ دیا اور اسکی قیمت صدقہ کردی۔

محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "جب حضور ﷺ فوت ہوئے تو لوگ جماعتوں اور ٹولیوں کی شکل میں داخل ہوئے اور ہاتھ کھلے چھوڑے امام کے بغیر آپ ﷺ پر درود پڑھا' مردوں کے بعد عورتیں اور عورتوں کے بعد بچے اور پھر سب سے آخر میں غلام داخل ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ پر درود پڑھا' حضور ﷺ کے جنازہ پر کسی نے امامت نہیں کرائی"۔

واقدی نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "جب حضور ﷺ کو کفنا دیا گیا تو آپ ﷺ کو چارپائی پر رکھا گیا' پھر قبر کے کنارے رکھا گیا' اس دوران لوگ جماعتوں کی شکل میں داخل ہو کر درود پڑھتے' اور کوئی انکو امامت نہیں کرا رہا تھا۔

اور یہ کام یعنی بغیر امام کے علیحدہ علیحدہ حضور ﷺ پر نماز (درود) پڑھنا متفق علیہ مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں' البتہ اسکی علت اور سبب میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: یہ امر تعبدی ہے جسکی وضاحت کرنا مشکل ہے' اور ہمیں یہ کہنا درست نہیں کہ انکے پاس امام نہیں تھا جو انہیں نماز پڑھاتا' کیونکہ پیچھے بیان ہو چکا کہ حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد شروع ہوئی تھی۔

بعض علماء کہتے ہیں: کسی نے امامت اسلئے نہیں کرائی تا کہ ہر آدمی علیحدہ اور بلاواسطہ نماز پڑھ سکے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مرد و عورتیں' بچے بوڑھے حتیٰ کہ غلاموں اور باندھیوں سے بھی بار بار آپ ﷺ پر نماز پڑھی جائے۔

سہیلیؒ نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ وہ (اللہ) اور فرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور مومنوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بھی درود بھیجیں' اب وفات کے بعد آپ ﷺ پر درود اسی قبیل سے تھا' نیز فرمایا: اس معاملے میں فرشتے ہمارے امام تھے۔

متاخرین شافعیہؒ میں صحابہ کے سوا کے لئے قبر پر نماز کی مشروعیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: جائز ہے' اس لئے کہ حضور ﷺ کا جسدِ مبارک قبر میں محفوظ ہے' اور زمین پر اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے' جیسا کہ سنن

Marfat.com

وغیرہ کی حدیث میں مروی ہے وہ گویا ایسے ہی ہیں جیسے آج فوت ہوئے۔اور بعض کہتے ہیں: آپ ﷺ کی قبر پر نماز نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد سلف صالحین سے یہ منقول نہیں اور اگر مشروع ہوتا تو یقیناً وہ اسکا اہتمام کرتے اور اسکو پورا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

امام احمدؒ نے حضرت عبدالعزیز بن جریج سے نقل کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کریں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ''نبی کی قبر وہیں بنائی جاتی ہے جہاں وہ فوت ہوتا ہے''۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کا بستر ہٹایا اور بستر سے نیچی والی جگہ پر قبر کھودی۔

یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ عبدالعزیز بن جریج راوی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، لیکن حافظ ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عائشہؓ سے یہی روایت نقل کی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو دفن کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف ہوگیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو کہتے ہوئے سُنا ہے: ''اللہ تعالیٰ نبی کو اسکی پسندیدہ ترین جگہ پر وفات دیتا ہے''۔ پھر فرمایا: ''انکو وہیں دفن کردو جہاں پر انکی روح قبض ہوئی ہے''۔

بیہقی نے حضرت سالم بن عبیدہ سے نقل کیا: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا: کیا حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے؟ فرمایا: ہاں، لوگوں کو علم ہوگیا کہ ایسے ہی ہے جیسے انہوں نے فرمایا۔ پھر لوگوں نے پوچھا: کیا ہم آپ ﷺ پر نمازِ جنازہ پڑھیں اور کس طرح پڑھیں؟ فرمایا: گروہ کی شکل میں آؤ اور درود پڑھتے جاؤ، لوگوں نے اسی کو صحیح خیال کیا۔ پھر لوگوں کو اشکال ہوا کہ کیا آپ ﷺ کو دفن کیا جائے اور کہاں کیا جائے؟ فرمایا: جہاں اللہ نے انکی روح قبض کی ہے وہیں دفن کردو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی کی پسندیدہ جگہ پر ہی اسکی روح قبض کرتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو بھی سچ سمجھا اور اس کے مطابق عمل کیا۔

بیہقی نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا: ''حضرت عائشہؓ نے اپنے والد

Marfat.com

صاحب رضی اللہ عنہ سے ایک خواب کی تعبیر پوچھی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تعبیر کے بڑے ماہر تھے)۔فرمایا: میں نے دیکھا کہ میری گود میں تین چاند اُتر آئے ہیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے سچا خواب بیان کیا ہے تو تمہارے گھر میں زمین کے تین بہترین افراد دفن ہونگے' جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اور وہاں دفن کیے گئے تو فرمایا: اے عائشہؓ یہ تیرا بہترین چاند ہے''۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کی وفات میرے گھر' میری باری کے دن اور میرے سینے کیساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے میرے اور حضور ﷺ کے تھوک کو اس جہاں کے آخری لمحات اور آخرت کی ابتدائی گھڑیوں میں جمع کیا''۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ کو مرضِ وفات میں یہ کہتے ہوئے سنا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنالیا''۔امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کی قبر میں ایک سرخ چادر بچھائی گئی''۔وکیع راوی کہتے ہیں: ''یہ حضور ﷺ کیساتھ خاص تھی''۔

ابن سعد نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کے نیچے ایک سُرخ رنگ کی چادر بچھائی گئی جو آپ ﷺ پہنا کرتے تھے' کیونکہ وہ زمین گیلی تھی اور نیچے سے تری پہنچتی تھی''۔بیہقی نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو غسل دیا اور میں کوئی ایسی چیز دیکھنے لگا جو عموماً میتوں میں ہوتی ہے لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا' آپ ﷺ زندگی میں بھی اور بعد از وفات میں بھی پاک صاف تھے' آپ ﷺ کے دفن کفن کی ذمہ داری چار آدمیوں حضرت علی رضی اللہ عنہ' عباس رضی اللہ عنہ' فضل رضی اللہ عنہ اور حضرت صالح رضی اللہ عنہ نے لی' حضور ﷺ کے لئے لحد قبر کھودی گئی اور اوپر سے کچی اینٹوں کیساتھ قبر کو بند کیا گیا۔

بیہقی نے بعض حضرات سے یہ بھی نقل کیا کہ حضو ﷺ کی قبر پر نو اینٹیں رکھی گئیں۔

واقدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''سوموار کی شام سے لے کر منگل کی

Marfat.com

شام تک آپ ﷺ کو چارپائی پر رکھا گیا جو کہ قبر کے کنارے پر پڑی تھی' اس دوران لوگ آتے اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے جاتے' اور جب آپ ﷺ کو دفن کرنا چاہا تو پاؤں کیطرف چارپائی کو تھوڑا سا ہٹایا گیا اور وہاں سے آپ ﷺ کو قبر میں داخل کیا گیا' آپ ﷺ کو قبر میں اُتارنے والے حضرت عباس رضی اللہ عنہ' علی رضی اللہ عنہ' قثم رضی اللہ عنہ' فضل رضی اللہ عنہ اور صالح بن عدی رضی اللہ عنہ (غلام) تھے۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کی قبر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ' علی رضی اللہ عنہ اور فضل رضی اللہ عنہ اُترے' اور آپ ﷺ کی قبر ایک انصاری نے تیار کی جس نے اس سے پہلے شہدائے بدر کیلئے قبریں کھودی تھیں''۔

ابن عساکر کہتے ہیں: ''صحیح یہ ہے کہ اس انصاری نے اُحد کے دن کھودی تھیں''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ''ہمیں حضور ﷺ کے دفن کا علم نہ ہوسکا یہاں تک کہ بُدھ کی رات ہم نے مسجد میں رہنے والوں کی رونے کی آواز سُنی''۔

واقدی نے حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا: ''اس دوران کہ ہم گھروں میں اکٹھی ہو کر رو رہی تھیں' ہم سوئی بھی نہیں تھیں اور ہم چارپائی پر ہی حضور ﷺ کو دیکھ اپنے آپ کو تسلیاں دے رہی تھیں کہ اچانک سحری کے وقت ہم نے گلوگیر قسم کی آوازیں سُنیں' حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں یہ آوازیں سن کر کسی کو ضبط کا یارانہ رہا' ہم بھی رو پڑیں اور مسجد والے بھی رو پڑے' حتّٰی کہ ایسا لگ رہا تھا کہ پورا مدینہ رو رہا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی آذان دی اور حضور ﷺ کو یاد کر کے بہت روئے' جس سے ہم مزید غمزدہ ہوگئیں' لوگ حضور ﷺ کی قبر کی طرف دوڑے لیکن حجرے کا دروازہ بند کر دیا گیا' ہائے حضور ﷺ کی مصیبت ایسی مصیبت تھی جسکے بعد کوئی بھی مصیبت ہمارے لئے آسان ہے''۔

امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: حضور ﷺ سوموار کے دن فوت ہوئے اور بُدھ کی رات دفن ہوئے''۔ اسی پر اکثر علمائے سلف و خلف کا اتفاق ہے۔

قبر مبارک کی کیفیت (ہیئت)

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہؓ کے کمرے میں مسجد کے

Marfat.com

مشرقی جانب اور کمرے کے مغربی قبلہ والے کونے میں دفن کیا گیا' پھر اسی کمرے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دفن کیا گیا۔

بخاری نے حضرت سفیان التمار سے نقل کیا: ''انہوں نے حضور ﷺ کی قبر کو کوہان نما دیکھا''۔

ابوداؤد نے حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس داخل ہوا اور کہا: خالہ! ہمیں حضور ﷺ اور شیخین کی قبریں تو دکھایئے' انہوں نے تین قبریں دکھائیں' جو نہ زمین سے زیادہ اُبھری ہوئی تھیں اور نہ چپکی ہوئی اور اس پر چھوٹے چھوٹے سرخ سنگریزے تھے۔ ابوعلی تابعیؒ کہتے ہیں: حضور ﷺ کی قبر سب سے مقدم ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر حضور ﷺ کے سرہانہ کی طرف اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پائتی کی طرف۔ اس لحاظ سے قبروں کی ترتیب اسطرح ہوئی۔

حضور ﷺ کی قبر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر

حاکم اور بیہقی نے حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی قبر سب سے مقدم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر کا سرہانہ حضور ﷺ کے کندھوں کے برابر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کا سرہانہ حضور ﷺ کے پاؤں کے پاس تھا۔ اس لحاظ سے قبروں کی ترتیب اس ہوگی۔

حضور ﷺ کی قبر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر

بیہقی کہتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوا کہ انکی قبریں ہموار ہیں' کیونکہ سنگریزے اور پتھر ہموار جگہ پر ٹھہر سکتے ہیں' لیکن بیہقی کی یہ روایت بڑی عجیب ہے' کیونکہ روایت میں سنگریزوں اور پتھروں کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں۔ الّا یہ کہ یہ کہا جائے کہ قبریں کوہان نما تھیں اور اُن پر پتھر مٹی وغیرہ سے گاڑے ہوئے تھے۔

Marfat.com

بخاری نے حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ولید بن عبدالملک کے زمانے میں اس کمرے کی دیواریں گر گئیں۔ اور جب دوبارہ تعمیر کے لئے کھدائی کی گئی تو نیچے سے پاؤں نکل آیا' اس سے سب گھبرا گئے اور سمجھے کہ حضور ﷺ کا پاؤں ہے' اس بات کی تحقیق کے لئے انہوں نے پوچھ گچھ کی لیکن کوئی بتانیوالا نہیں ملا' آخر حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نہیں' خدا کی قسم: یہ حضور ﷺ کا پاؤں نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ہے''۔

میں کہتا ہوں: ''جب ولید بن عبدالملکؒ نے ۸۶ھ ہجری میں خلافت سنبھالی تو اس نے جامع مسجد دمشق کی تعمیر شروع کی اور ساتھ ہی اپنے مدینہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا' چنانچہ انہوں نے مشرقی جانب کی طرف توسیع شروع کی اور حجرہ شریف کو بھی مسجد میں شامل کر لیا۔

حافظ ابن عساکر نے حضرت زاذانؒ سے نقل کیا اور یہ وہی ہیں جنہوں نے مدینہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی گورنری کے دنوں میں مسجد نبوی کی تعمیری کی تھی' پھر انہوں نے حضرت سالم بن عبداللہ سے ویسے ہی روایت نقل کی جیسے امام بخاری نے کی تھی اور قبروں کی ترتیب بھی وہی بتائی جیسے ابوداؤد نے ذکر کی۔

مسلمانوں پر ٹوٹنے والے غموں کے پہاڑ

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب آپ ﷺ کی تکلیف بڑھنے لگی اور شدتِ تکلیف سے آپ ﷺ پر غش کے دورے پڑنے لگے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: ''ہائے میرے باپ ﷺ کی تکلیف''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بیٹی! آج کے بعد تیرے باپ ﷺ پر کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ پھر جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا: ''ہائے میرے باپ نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا' ہائے! اب میرے باپ کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہو گا''۔

اور جب حضور ﷺ دفن ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: ''اے انس رضی اللہ عنہ! تمہارے ضمیر نے حضور ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا''۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب حضور ﷺ مدفون ہوئے تو

Marfat.com

حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: اے انس! کیا تم لوگوں کو یہ بات گوارا ہوئی کہ حضور ﷺ کو خاک میں دفن کر دیا اور خود واپس آ گئے؟''۔

ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حماد بن زید سے نقل کیا' حماد راوی کہتے ہیں حضرت ثابت بنانی جب اس روایت کو بیان کرتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ ہچکی بندھ جاتی تھی' لیکن یہ نوحہ شمار نہیں ہوتا بلکہ یہ حضور ﷺ کے فضائل شمار کرنے کے مترادف ہے (اسکی وضاحت اسلئے کی کیونکہ حضور ﷺ نے نوحہ سے منع فرمایا ہے۔)

امام احمدؒ اور نسائیؒ نے حضرت قیس بن عاصم سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی ''مجھ پر نوحہ نہ کرنا' کیونکہ حضور ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا تھا''۔

حافظ ابو بکر البزار نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا''۔ ابن ماجہ نے حضرت حسن بصریؒ سے اور انہوں نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کی موجودگی میں ہمارا چہرہ (جماعت کی یکجہتی اور وحدت) ایک تھا' حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ہم نے یہ دیکھا''۔

بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ایک دفعہ حضور ﷺ اور میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس زیارت کے لئے گئے' انہوں نے شربت پیش کیا جو حضور ﷺ نے یا روزے کی وجہ سے یا طبیعت نہ چاہنے کی وجہ سے نہیں لیا' اور واپس کر دیا۔ حضرت امّ ایمنؓ حضور ﷺ کی دلجوئی کے لئے آپ ﷺ کو ہنسانے لگیں حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آؤ' امّ ایمنؓ کی زیارت کے لئے جائیں جب ہم گئے تو وہ اُنہیں دیکھ کر رو پڑیں' حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے کہا: تم کیوں روتی ہو؟ اللہ کے پاس جو ہے وہ اپنے رسول کے لئے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! میں جانتی ہوں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اسکے رسول کیلئے بہتر ہے لیکن میں اسلئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہو گئی ہے' حضرت امّ ایمنؓ کی ان باتوں نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو رونے پر مجبور کر دیا اور وہ دونوں رونے لگے''۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے حضور ﷺ کی وفات اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خطبے کے

Marfat.com

واقعے میں ذکر کیا: ''جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبے سے فارغ ہوئے اور لوگ واپس لوٹے تو انہوں نے حضرت امّ ایمنؓ کو روتے ہوئے دیکھا' کسی نے کہا: آپؓ کیوں روتی ہیں؟ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو عزت بخشی کہ جنت میں داخل کرلیا ہے اور دنیا کی تکلیفوں سے محفوظ کرلیا ہے۔ وہ کہنے لگیں: میں آسمانی وحی پر روتی ہوں کہ روزانہ دن رات ہمارے پاس نئی نئی باتیں آتی تھیں اب وہ ختم ہوگئیں' یہ سُن کر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔

مسلم بن حجاج نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضور ﷺ سے نقل کیا: ''اللہ تعالیٰ جب اپنی امتوں میں سے کسی امت پر رحم کرنا چاہتے ہیں تو اس امت کے نبی کو پہلے وفات دے دیتے ہیں۔ وہ نبی اُن سے آگے بڑھ کر اللہ کے ہاں اُنکے لئے گواہی دیتا ہے' اور جب کسی امّت کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو نبی علیہ السلام کی موجودگی میں اسکو عذاب سے دوچار کردیتے ہیں' چنانچہ نبی علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے پوری امّت ہلاک ہوجاتی ہے' اور جھٹلانے اور نافرمانی کی وجہ سے قوم کو ہلاکت میں پڑتے دیکھ کر نبی علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں''۔

حافظ ابوبکر البزارؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: پوری زمین پر اللہ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو چلتے رہتے ہیں اور روئے زمین کے ہر کونے سے مجھ تک درود و سلام پہنچاتے ہیں'' امام احمدؒ نے حضرت اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے' اس دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی' پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود سلام پڑھا کرو کہ وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارا درود و سلام کس طرح پیش کیا جاتا ہے حالانکہ آپ ﷺ قبر میں بوسیدہ ہوچکے ہوں گے' فرمایا: اللہ نے زمین پر حرام کردیا کہ وہ نبیوں کے جسم کو کھائے''۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو اکثر عرب مرتد ہوگیا' یہودیت اور نصرانیت نے دعوے کردیئے اور نفاق پھوٹ پڑا' مسلمان اپنے نبی ﷺ کو کھونے کی وجہ سے ایک تاریک اور بارش والی رات میں بھٹکی ہوئی بکریوں کی طرح ہوگئے'

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے انکے معاملے کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جمع کیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد اکثر اہل مکہ نے اسلام سے پھر جانے اور مرتد ہونے کا ارادہ کیا لیکن پھر وہ ابن اُسید رضی اللہ عنہ سے ڈر گئے۔ ایک دن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے انکو جمع کر کے حمد و ثناء کے بعد حضور ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا اور فرمایا: اسُ نے تو اسلام کی قوت میں اضافہ ہی کیا ہے جس نے ہم سے پیچھے رہنے کی کوشش کی تو ہم اسکی گردن ماردیں گے' لوگوں نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور مرتد ہونے سے باز آ گئے۔ اور یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا تھا جب انہوں نے بدر کے قیدیوں میں سے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ دیا تھا کہ انکے سامنے کے دانت اُکھاڑ دیئے جائیں' حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ہوسکتا ہے کسی وقت ایسی باتیں کرے جسکی تم مذمت نہ کرسکو۔

وفات پر اظہارِ غم

ابن اسحاق وغیرہ نے حضور ﷺ کی وفات پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار نقل کیے۔ جن میں سے بہترین اشعار وہ ہیں جو عبدالملک بن ہشامؒ نے ابوزید انصاری سے نقل کیے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات پر فرمایا:

بطیبة رسم للرسول ومعهد　　　منیر وقد تعفر الرسوم وتمهد

طیبہ (مدینہ) میں رسول ﷺ کے آثار اور مشہور جگہیں ہیں حالانکہ اکثر آثار اور نقوش مِٹ جاتے ہیں۔

ولا تمتحیٰ الایات من دار حرمة　　　بها منبر الهادی الذی کان یصعد

لیکن اس حرمت والے گھر سے نشانیاں نہیں مٹائی جاسکتیں' جہاں پر ہادی عالم کا منبر ہے جس پر وہ چڑھا کرتے تھے۔

وواضح آثارٍ وباقی معالم　　　وربعٌ له فیه مصلّی ومسجد

اور واضح آثار اور باقی رہنے والی نشانیاں ہیں' اور ایسا گھر جسمیں اسکا (حضور ﷺ) مصلّی اور مسجد ہے۔

Marfat.com

بھا حجرات کان ینزل وسطھا من اللہ نور یستضاء ویوقد

اسمیں وہ حجرے ہیں جن میں اللہ کی طرف سے نور (قرآن) اُترتا تھا اور اس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔

معارف لم تطمس علی العھد آیھا اتاھا البلی فالآی منھا تجدد

ایسی نشانیاں جو وقت گزرنے کیساتھ بھی نہیں مٹیں بلکہ جب اس پر کوئی مصیبت آئی تو وہ نشانیاں دوبارہ واضح ہو گئیں۔

عرفت بھا رسم الرسول وعھدہ وقبراً بھا واراہ فی الترب ملحد

مجھے وہاں حضور ﷺ کی نشانیاں اور آپ ﷺ کے زمانے کی یادگاریں دکھائی دیں اور ایک قبر بھی جس کی تربت میں آپ ﷺ مدفون ہیں۔

ظللت بھا ابکی الرسول فاسعدت عیون و مثلاھا من الجفن تسعد

میں اس قبر پر کھڑا ہو کر رسول ﷺ پر رونے لگا تو میری آنکھیں بھی خوشبخت ہو گئیں اور اس جیسی آنکھیں خوش نصیب ہوتی ہیں۔

یذکرن آلاءَ الرسول وماأریٰ لھا محصیاً نفسی فنفسی تبلد

وہ آنکھیں حضور ﷺ کے محاسن یاد کرنے لگیں، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میرا نفس ان کو شمار کر سکے گا کیونکہ میرا نفس ان کے شمار کرنے میں ست ہے۔

مفجعۃً قد شفھا فقد احمد فظلت لآلاء الرسول تعدد

وہ آنکھیں دردمند تھیں اور احمد ﷺ کی جدائی نے انکو کمزور کر دیا تھا اسلئے وہ رسول ﷺ کے احسانات شمار کرنے لگیں۔

وما بلغت من کل امر عشیرۃ ولکن لنفسی بعد ما قد توجد

وہ آنکھیں معاملے کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچیں لیکن اسکے بعد بھی میں اپنے نفس میں بہت کچھ پاتا ہوں۔

اطالت وقوفاً تذرف العین جھدھا علی طلل القبر الذی فیہ أحمد

وہ آنکھیں بہت دیر تک قبر کے اس ٹیلے پر آنسو بہاتی رہیں جس میں احمد ﷺ ہیں۔

Marfat.com

فبورکت یا قبر الرسول وبورکت بلاد ثوی فیھا الرشید المسدّدِ

اے رسول ﷺ کی قبر! تم پر برکت نازل ہو اور اے وہ شہر! جسمیں ہدایت کرنے والا اور راست گو مدفون ہے تم پر بھی برکت نازل ہو۔

تھیل علیہ التراب ایدٍ واعینُ علیہ وقد غارت بذلک اسعد

ہاتھ اسکی قبر پر مٹی ڈالتے ہیں اور آنکھیں اس پر آنسو بہا کر خوش بخت ہوتی ہیں

لقد غیبوا حلما وعلما ورحمۃ عشیۃ علوہ الثریٰ لایوسد

درحقیقت اس رات انہوں نے بردباری، علم اور رحمت کو گم کر دیا، جس رات اسپر مٹی ڈال دی۔

وراحوا بحزن لیس فیھم نبیھم وقد وھنت منھم ظھور واعضد

اور وہ نبی کے بغیر بڑے غمزدہ لوٹے، اور اس دن بڑے بہادر اور مضبوط دل والے بھی کمزور پڑ گئے تھے۔

ویبکون من تبکی السموات یومہ ومن قد بَکتہ الارض فالناس اکمد

اور اس دن اسپر آسمان اور زمین بھی روئے اور لوگ بڑے رنجیدہ تھے۔

وھل عدلت یوماً رزیۃ ھالکٍ رزیۃ یوم مات فیہ محمّد؟

کیا کسی ہلاک ہونے والے کی مصیبت اس دن کی مصیبت کے برابر ہو سکتی ہے جس دن محمد ﷺ فوت ہوئے۔

تقطع فیہ منزل الوحی عنھم وقد کان ذا نورٍ یغور وینجد

اس دن اُن پر وحی بھی منقطع ہو گئی، حالانکہ وہ قرآن کی روشنی میں آتے تھے اور مدد کرتے تھے

یدل علی الرحمن من یقتدی بہ وینقذ من ھولِ الخزایا ویرشد

اقتداء کرنے والوں کی اللہ کی طرف راہنمائی کرتے تھے، ذلت کے گڑھوں سے بچاتے تھے اور رہبری کرتے تھے۔

امامٌ لھم یھدیھم الحق جاھدًا معلّم صدق ان یطیعوہ یسعدوا

وہ انکے امام تھے اور کوشش کر کے حق کی طرف انکی راہنمائی کرتے تھے، سچائی کے علمبردار تھے جنکی اطاعت کر کے وہ کامیاب ہوتے تھے۔

Marfat.com

عفوٌ عن الزلات یقبل عذرهم　　وان یحسنوا فاللّٰه بالخیر اجود

غلطیوں سے درگزر کرنے والے اور عذر کو قبول کرنے والا تھے اور اگر وہ نیکی کرتے تو اللہ نیکی کا بدلہ دینے میں بڑا سخی ہے۔

وان ناب امر لم یقوموا بحمله　　فمن عنده تیسیر ما یتشدد

اور اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آ جاتا جو وہ برداشت نہ کر سکتے تو اس تنگی کی آسانی اُنہیں کے پاس ہوتی۔

فبینا هم فی نعمة اللّٰه وسطهم　　دلیل به نهج الطریقة یقصد

اس دوران کہ وہ انکے درمیان اللہ کی نعمت بنے ہوئے تھے اور ایک حجت بنے ہوئے تھے جس سے راستے کی راہنمائی لے جاتی ہے۔

عزیزٌ علیه ان یجوروا عن الهدیٰ　　حریص علیٰ ان یستقیموا ویهتدوا

ان پر یہ بڑا ہی ناگوار تھا کہ لوگ ہدایت سے منہ پھیریں' خواہشمند تھے کہ تمام لوگ ہدایت اور راہِ راست پر آ جائیں۔

عطوفٌ علیهم لا یثنّی جناحه　　الی کنفٍ یحنو علیهم ویمهد

لوگوں پر بڑے مہربان تھے' انکو اپنی حفاظت میں لینے سے پہلوتہی نہیں کرتے تھے' ان پر شفقت اور مہربانی کرتے تھے۔

فبینا هم فی ذلك النور اِذ غدا　　الی نورهم سهم من الموت مقصد

پس دریں اثناء کہ وہ اس نور میں معمور تھے کہ اچانک انکے نور کو موت کا تیر آ کر لگا۔

فاصبح محمودًا الی اللّٰهِ راجعاً　　یبکیه جفن المرسلات ویحمد

پھر آپ ﷺ تعریف کئے ہوئے اللہ کی طرف لوٹنے لگے' جبکہ مسلسل برسنے والی آنکھیں رو رہی تھیں اور زبانیں حمد وثناء کر رہی تھیں۔

وامست بلاد الحرم وحشا بقاعها　　لغیبة ما کانت من الوحی تعهد

اور حرم کے تمام شہر ویران ہو گئے' اس وحی کے غائب ہونے سے جو اُن پر اترتی تھی۔

قفاراً سویٰ معمورة اللحد ضافها　　فقید یبکیه بلاط وغرقد

Marfat.com

سب کچھ ویران ہو گیا سوائے اس لحد (قبر) کے جسمیں وہ پیوند ہوئے تھے اور اس پر شاہی مجلس اور مقام غرقد والے بھی رونے لگے۔

ومسجده فالموحشات لفقده خلاء له فيه مقام ومقعد

اور اسکی مسجد بھی جدائی کی وجہ سے وحشت کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، اور وہ جگہ بھی خالی تھی جہاں اسکا اُٹھنا بیٹھنا تھا

وبالجمرة الكبرىٰ له ثم اوحشت ديار وعرصات وربع ومولد

جمرۃ الکبریٰ کے اِردگرد جگہ گھرانے، خالی جگہیں اور حویلیاں ویران ہو گئیں۔

فبكّی رسول اللّٰه یاعین عبرةً ولا اعرفنك الدهر دمعك يجمد

اے آنکھ! رسول ﷺ پر بطورِ عبرت رو، اور میں تجھے زمانہ بھر نہ جانوں اگر تیرے آنسو خشک ہو گئے۔

ومالكِ لاتبكين ذا النعمة التی علی الناس منها سابغٌ يتغمد

اور تو اس نعمت کے چھن جانے پر کیوں نہیں روتی، جسکی خوشحالی اور آسودگی نے لوگوں کو گھیرا ہوا تھا۔

فجوری عليه بالدموع واعولی لفقد الذی لامثله الدهر يوجد

اے آنکھ اس ذات کی جدائی پر آنسو بہانے میں کوشش کر اور چلا کر رو، جس کے مثل زمانے میں نہیں پایا جاتا۔

وما فقد الماضون مثل محمّد ولا مثله حتّی القيامة يفقد

اور نہ ہی ماضی والوں نے محمد ﷺ جیسے آدمی کو گم کیا ہوگا اور نہ قیامت تک کوئی اس جیسا گم کردہ ہوگا۔

اَعفَّ واوفیٰ ذمّة بعد ذمّة واقرب منه نائلاً لا ينكد

وہ معافی و درگزر کرنے والے اور اپنے ذمہ کو پورا کرنے والے تھے، اور اسکے قریب ہو کر حاصل کرنے والے کو دور نہیں کیا جاتا تھا۔

وابذل منه للطّريف وتالدٍ اِذا ضَنَّ معطاء بما كان يتلد

Marfat.com

اور نئے آنے والے کے لئے اس سے کہیں زیادہ عطا کرنیوالے تھے جب کوئی دینے والا سوچے کہ وہ کیا مال دے رہا ہے۔

واکرم حیا فی البیوت اِذا انتمیٰ　　　　واکرم جدّاً ابطحیاً یُسوَّد

اور وہ سب سے زیادہ معزز گھر والے تھے جب انکی نسبت کیجاتی' اور معزز نسب والے تھے اور سرداری کے گھرانہ سے تھے۔

وامنع ذرواتٍ واثبت فی العلا　　　　دعائم عِزٍّ شاھقاتٍ تشید

سب سے زیادہ پناہ دینے والے اور بلند کرداریوں میں ثابت قدم رہنے والے' اور مضبوط عزت کی عمارتوں کے ستون تھے۔

واثبت فرعاً فی الفرع ومنبتاً　　　　وعوداً غذاہ المزن فالعود اغیدُ

اور چوٹیوں میں سے بلندترین چوٹی اور ایسی ٹہنی جسکی خوراک' رحمت کی بارش ہے اور عود بھی اسکے سامنے نرم ونازک ہے۔

باہ ولیداً فاستتم تمامہ　　　　علی اکرم الخیرات ربٌ مُمَجَّد

بچپن میں اسکو پالا تو اسکو کمال پر پہنچادیا' بہترین اخلاق پر معزز رب نے۔

تناھت وصلۃ المسلمین بلغہ　　　　فلا العلم محبوسٌ ولا الرأیُ یفند

اسکے سخاوت والے ہاتھ سے مسلمان کمال کے انتہا کو پہنچ گئے نہ تو علم محبوس ہے اور نہ رائے ختم ہونے والی ہے۔

اقول ولا یلف لقولی عائب　　　　من الناس الّا عازب القول مبعد

میں کہتا ہوں اور لوگوں میں سے کوئی میرے قول کو معیوب نہیں سمجھے گا سوائے اسکے جو حق سے دور اور بھٹکی باتیں کرنے والا ہو

ولیس ھوائی نازعاً عن ثنائہ　　　　لعلّی بہ فی جنۃ الخلد اخلد

اور میری خواہش نفسانی بھی اسکی تعریف سے مجھے نہیں روک سکتی ہوسکتا ہے کہ میں اس تعریف ساتھ ہمیشہ کی جنت میں داخل ہوں۔

مع المصطفیٰ ارجو بذاک جوارہ　　　　وفی نیل ذٰلک الیوم اسعیٰ واجھد

Marfat.com

مصطفیٰ ﷺ کیساتھ میں اسکے پڑوس کی امید رکھتا ہوں اور اسکے حصول کے لئے میں دن رات محنت اور کوشش کرتا ہوں۔

حافظ ابوالقاسم السہیلی نے بھی اپنی کتاب ''الرَّوض'' میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے مرثیہ کے یہ اشعار نقل کیے:

اَرِقتُ فبات لیلی لا یزول ولیل اَخی المصیبة فیه طول

تاریکی چھائی، اور میری رات اس حال میں گزری کہ اسمیں مصیبت بہت بڑی تھی۔

واسعدنی البکاء وذاك فیما اصیب المسلمون به قلیل

اور رونے نے مجھ برانگیختہ کیا اور وہ رونا مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت سے کہیں کم تھا۔

لقد عظمت مصیبت وجلت عشیة قیل قد قبض الرسول

ہماری تکلیف بہت بڑھ گئی اور بڑی ہوگئی جس رات کہا گیا کہ رسول ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے۔

واضحت ارضنا ممّا عراها تکاد بنا جرابنها تمیل

اور وہ زمین جو اس سے خالی ہوگئی تھی قریب تھا کہ اسکے کنارے ہمیں لڑھکا دے۔

فقدنا الوحی والتنزیل فینا یروح به ویغدو جبرئیل

ہم نے وحی اور قرآن کو اپنے سے گم کردیا جن کو جبریل صبح وشام لایا کرتے تھے۔

وذاك احق ما سالت علیه نفوس الناس اَو کادت تسیل

اور وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے جس پر لوگوں کی آنکھیں بہیں یا بہنے لگیں۔

نبی کان یجلو الشك عنا بما یوحیٰ الیه وما یقول

وہ نبی جو شک کو ہم سے دور کرتا تھا وحی اور اپنے اقوال سے۔

ویهدینا فلا نخشی ضلالاً علینا والرسول لنا دلیل

اور ہماری رہنمائی کرتا تھا تو ہمیں گمراہی کا خطرہ نہ ہوتا اور وہ رسول ہمارے لئے علامت اور دلیل تھا۔

افاطم ان جزعت فذاك عذرٌ وان لم تجزعی ذاك السبیل

اے فاطمہؓ! اگر تو جزع فزع کرے تو یہ عذر ہے اور اگر نہ کرے تو صحیح طریقہ یہی ہے۔

Marfat.com

فقبر ابیك سید كل قبر وفيه سيد الناس الرسول

تمہارے باپ کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے اور اسمیں تمام لوگوں کے سردار رسول ﷺ ہیں۔

حضور ﷺ کی وراثت

نبی کریم ﷺ نے کوئی درہم و دینار' غلام باندی' اونٹ بکری یا کوئی اور چیز وراثت میں نہیں چھوڑی' صرف کچھ زمین چھوڑی تھی اور اسکو بھی صدقہ کر دیا۔ کیونکہ یہ دنیا اپنی زیب و زینت کے باوجود حضور ﷺ کے نزدیک حقیر تھی' اور اس حقارت کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کی شان سے یہ بعید تھا کہ اسکو جمع کریں اور اپنے بعد چھوڑیں۔

بخاری نے حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے کوئی درہم و دینار' غلام یا باندی نہیں چھوڑی سوائے ایک سفید خچر کے جس پر سواری کرتے تھے' اسلحہ اور زمین کا ایک ٹکڑا جو بعد میں ایک مسافر کو صدقہ کر دیا گیا''۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے کوئی درہم و دینار' اونٹ بکری نہیں چھوڑی نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی''۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ اُدھار لیا اور اپنی لوہے والی زرہ اسکے پاس رہن رکھوائی''۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی''۔

بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''جب نبی ﷺ نے وفات پائی تو انکی زرہ تیس صاع جَو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے آثار دیکھے تو فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ اپنے لئے نرم بستر بنا لیتے تو آپ ﷺ کے لئے آرام دِہ ہوتا؟ فرمایا: ''میرا اور دُنیا کا کیا تعلق ہے' میری اور اس دنیا کی مثال اس سوار جیسی ہے جو گرمی والے دن سفر کر رہا ہو اور گھڑی بھر کسی درخت کے نیچے سایہ لے پھر اسکو

Marfat.com

چھوڑ کر چلا جائے''۔

امام احمدؒ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرا جو بھی ورثہ درہم یا دینار ہو وہ تقسیم نہیں ہوتا' میں جو بھی اپنی بیویوں اور گھر والوں کے خرچہ سے زیادہ چھوڑوں وہ صدقہ ہے''۔

امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے بھی حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے فرمایا: میرا اور ورثہ دینار وغیرہ تقسیم نہیں ہوتے' میں جو بھی اپنی بیویوں اور گھر والوں کی ضرورت سے زیادہ چھوڑوں وہ صدقہ ہے''۔ بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو ازواج مطہراتؓ نے حضرت عثمان کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنا چاہا تا کہ اپنی میراث وغیرہ لیں' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو مال چھوڑتے ہیں' وہ صدقہ ہوتا ہے؟''۔

اگر وراثت میں انکا حق مان لیا جائے تو یہ ایک زوجہ مطہرہؓ اعتراف کر رہی ہیں کہ حضور ﷺ نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے نہ کہ میراث' اور ظاہر یہ ہے کہ باقی امہات المومنین نے بھی انکی اس بات پر موافقت کی اور انکے یاد دلانے پر اسکو مانا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ انکے نزدیک یہ ایک طے شدہ مسئلہ تھا۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہم کسی کو وراث نہیں بناتے اور جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔

بخاری نے ایک باب قائم کرتے ہوئے کہا: ''یہ باب ہے اس بیان میں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے اور جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔

پھر حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خیبر اور فدک میں حضور ﷺ کا جو حصہ تھا وہ مانگنے لگے' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو کہتے ہوئے سُنا ہے: ''ہم کسی کو وراث نہیں بناتے' ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے' محمد ﷺ کی آل صرف اسمیں سے کھائے گی''۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میں کوئی ایسا کام نہیں چھوڑونگا جسمیں میں نے خود

Marfat.com

حضور ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہو"۔ اس بات پر حضرت فاطمہؓ ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق رکھا۔

بخاری نے "کتاب المغازی" میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا، جس میں مذکورہ روایت کے بعد یہ اضافہ بھی ہے کہ پھر جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکو رات کے وقت دفن کر دیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نمازِ جنازہ نہیں پڑھانے دی بلکہ خود پڑھائی، حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں ہی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ کھنچے کھنچے رہتے تھے۔ اب جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو اُنکے لیے لوگوں کا سامنا کرنا ناقابل برداشت ہو گیا اس لئے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اور اُن سے صلح میں ہی بہتری سمجھی، چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اکیلے میں مجھ سے ملیں، لیکن ساتھ کوئی نہ ہو۔ کیونکہ وہ ڈر رہے تھے کہ ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ آجائیں اور وہ دین کے معاملے میں سخت تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا: خُدا کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ اکیلے نہیں جائیں گے"۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ میرے ساتھ کیا کر سکتے ہیں؟ میں ضرور جاؤں گا اور اکیلا جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مقام اور فضیلت دی ہے وہ ہم جانتے ہیں اور ہم کسی ایسی فضیلت کو کم بھی نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو عطا کی لیکن آپ نے خلافت کے معاملے میں جلد بازی کی اور ہم حضور ﷺ سے قرابت داری کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ اسمیں ہمارا بھی حق ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے قرابت کی اور بھی باتیں ذکر کیں جن سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے' حضور ﷺ کی قرابت مجھے اپنی قرابت داری سے زیادہ محبوب ہے۔ باقی اس مال کی وجہ سے جو آپ کو ناراضگی ہوئی ہے تو اسمیں بھی میں خیر سے نہیں ہٹا' اور میں نے کوئی ایسا کام نہیں چھوڑا جو حضور ﷺ نے کیا ہو اور میں نے چھوڑ دیا ہو۔ اس دن جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو نماز کے بعد منبر پر چڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری باتیں ذکر کیں اور بیعت میں پیچھے رہنے کا عذر بھی بیان کیا۔ پھر

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقانیت، فضیلت اور اسلام میں اولیت کی صفات بیان کیں اور بتایا کہ میں پیچھے اس وجہ سے نہیں رہا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات میں کوئی کمی نظر آئی تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، سب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ستائشی نظروں سے دیکھا اور کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے بڑا اچھا کیا۔ اسکے بعد لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ قریب رہنے لگے۔

تو یہ بیعت جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کی یہ اس بیعت کی تاکید کے لئے تھی جو اس سے پہلے سقیفہ کے دن ہوئی تھی۔ ان چھ مہینوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ رہتے نہیں تھے بلکہ صرف پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور مشورے میں حاضر ہوتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کئی دنوں بعد ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اکٹھے باہر نکلے، راستے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بچوں کیساتھ کھیل رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں کاندھوں پر اُٹھالیا اور فرمایا: میرا باپ تم پر قربان ہو! یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مشابہت رکھتا ہے علی رضی اللہ عنہ کیساتھ نہیں''۔ یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر دوسری بیعت کی تو بعض راویوں کو خیال ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے بیعت نہیں کی تھی، چنانچہ انہوں نے پہلی بیعت کا انکار کر دیا۔ باقی حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر غصے اور ناراضگی کا اظہار کرنا تو بظاہر اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

اگر اس وجہ سے ہو کہ انہوں نے وراثت مانگی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وراثت دینے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا عذر بیان کیا تھا جسے اُنہیں قبول کرنا چاہیے تھا، کیونکہ خود انکے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔ اور حضرت فاطمہؓ اُن عورتوں میں سے ہیں جو شارع علیہ السلام کی بات پر عمل پیرا رہتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ انکو پہلے

Marfat.com

پتہ نہ ہو جس طرح کہ اکثر ازواجِ مطہرات کو علم نہیں تھا اور حضرت عائشہؓ نے انکو بتایا تو اُن سب نے انکی بات کو قبول کرلیا۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر ؓ کی روایت کو جھوٹا سمجھا ہو کیونکہ حضرت عمر ؓ، عثمان ؓ، علی بن ابی طالب ؓ، عباس بن عبدالمطلب ؓ، عبدالرحمٰن بن عوف ؓ، طلحہ بن عبیداللہ ؓ، زبیر بن العوام ؓ، سعد بن ابی وقاص ؓ، ابوہریرہ ؓ اور حضرت عائشہؓ جیسے لوگوں نے انکی موافقت کی تھی اور اگر اس روایت میں حضرت ابوبکر ؓ متفرد ہوں تو تمام روئے زمین کے لوگوں پر انکی بات ماننا ضروری تھا۔

اور اگر انکی ناراضگی کا مقصد یہ تھا کہ یہ زمین صدقہ ہونے کے باوجود انکے خاوند کی نگرانی میں رہنی چاہیے تو اس صورت میں بھی حضرت ابوبکر ؓ کا یہ عذر قابل قبول ہونا چاہیے تھا کہ وہ خلیفہ تھے اور انکی ہی ذمہ داری بنتی تھی کہ جو کام حضور ﷺ نے کیے وہ کریں اور جس سے منع کیا اس سے رُک جائیں، اس لئے فرمایا: ''خُدا کی قسم! میں کوئی ایسا کام نہیں چھوڑ سکتا جس کو خود حضور ﷺ نے کیا ہو''۔

اس ناراضگی اور قطع تعلقی نے رافضیوں پر شر کا دروازہ کھول دیا اور انہوں نے ایسی موشگافیاں شروع کردیں جن سے اُن کا کوئی سروکار نہیں تھا۔ اگر وہ معاملات کو گہرائی سے جانچتے تو اُن پر حضرت ابوبکر ؓ کی فضیلت ظاہر ہو جاتی اور اُن مجبوریوں کو سمجھ جاتے جو حضرت ابوبکر ؓ کو خلیفہ ہونے کے ناطے سے لاحق تھیں اور جنکی اتباع سب پر لازم تھی۔ لیکن چونکہ یہ فرقہ گمراہ اور ذلیل ہے اس لئے یہ ہمیشہ مشابہات کو بطورِ استدلال پیش کرتے ہیں اور محکمات کو چھوڑ دیتے ہیں، جن پر صحابہ ؓ، ائمہ اسلام اور علمائے عظامؒ کا عمل ہے۔

امام بیہقی نے حضرت عامر شعبیؒ سے نقل کیا: ''جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ایک دن حضرت ابوبکر ؓ انکی عیادت کے لئے آئے اور داخل ہونے کی اجازت چاہی، حضرت علی ؓ نے کہا: اے فاطمہؓ! یہ ابوبکر ؓ تمہارے پاس آنا چاہتے ہیں؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: کیا تم اُسے اجازت دینا پسند کرتے ہو؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا: ہاں'' چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ داخل ہوئے اور اُنہیں راضی کرنے لگے۔ دورانِ گفتگو فرمایا: خدا

Marfat.com

کی قسم! میں نے گھر، مال، آل اولاد اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی اور اے اہلِ بیت والو تمہارے لئے چھوڑے، پھر انہیں راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عامر شعبی نے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے کسی راوی سے سُنی، اہلِ بیت کے علماء نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو صحیح مانا ہے۔

چنانچہ بیہقی نے حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے نقل کیا: "اگر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا"۔

اس مقام پر روافض نے بہت جاہلانہ گفتگو کی ہے، اور ایسے تکلّفات میں پڑ گئے جن کا انہیں علم نہیں، اور اپنے گمان و خیال کے مطابق ایسے مسائل کا علمی احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جنکی حجت و تاویل کا انہیں علم نہیں۔ حتیٰ کہ بعض نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو یہ کہہ کر رد کرنے کی کوشش کی کہ یہ قرآنی نص کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَنُ دَاوُدَ﴾ (سورۃ النمل:۱۶)

اور حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا:

﴿فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ٥ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ ءَالِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ (سورۃ مریم:۶،۵)

"سو بخش تو مجھ کو اپنے سے ایک کام اٹھانے والا جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی۔ اور کر اسکو اے رب من مانتا"۔

روافض کا ان آیات سے استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔ پہلا یہ ہے کہ:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَنُ دَاوُدَ﴾

سے مراد باشاہت اور نبوت میں وراثت ہے، یعنی ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد بادشاہت، رعایا کے انصراف و انصرام اور بنی اسرائیل میں فیصلے کرنے کیساتھ ساتھ حضرت

Marfat.com

سلیمان علیہ السلام کو اپنے باپ کی طرح نبی بھی بنایا' اور جسطرح انکے باپ کو بادشاہت اور نبوت کے منصب دونوں اکٹھے ملے انکے بعد انکے بیٹے کو بھی ملے اور اس سے مراد مال کی وراثت نہیں' کیونکہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بھی اولاد تھی۔ تو اگر وراثت سے مراد مال کی واثت ہے تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہی اکتفا کیوں کیا گیا؟ اس لئے اس سے مراد نبوت اور باشاہت کا ملنا ہے' جیسا کہ فرمایا:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ (سورۃ النمل:۱۶)

''اور قائم مقام ہوا سلیمان داؤد کا اور بولا اے لوگو ہم کو سکھائی ہے بولی اڑتے جانوروں کی۔ اور دیا ہم کو ہر چیز میں سے بے شک یہی ہے فضیلت صریح۔

حضرت زکریا علیہ السلام بھی معزز نبیوں میں سے ہیں۔ اور دنیا انکے نزدیک ایک حقیر چیز تھی چہ جائیکہ وہ ایسی اولاد کی خواہش رکھیں جو مال میں انکی وارث ہو۔ بخاری کی روایت کے مطابق وہ بڑھئی تھے اور ایک دن کی ضرورت سے زیادہ مال جمع نہیں رکھتے تھے۔

انہوں نے تو ایسے صالح جانشین کی دُعا کی جو نبوت اور بنی اسرائیل کے معاملات کی نگرانی اور انکو راہِ راست پر گامزن رکھنے کی خدمت سرانجام دے' اسلیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ (سورۃ مریم:۶۱)

''کھیعص یہ مذکور ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندہ زکریا پر' جب پکارا اُس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے بولا اے میرے رب بوڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں اور

Marfat.com

شعلہ نکلا سر سے بڑھاپے کا اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا اور میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے پیچھے اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام اٹھانیوالا جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی اور کر اسکو اے رب من مانتا''۔

Marfat.com

﴿چھٹی فصل﴾

حضور ﷺ سے متعلق چند امور

☆ بیویاں

☆ باندیاں

☆ اَولاد

☆ غلام

☆ باندیاں

☆ خدّام

☆ کاتبینِ وحی

☆ مختلف چیزیں

(i) مہرِ نبوت

(ii) کپڑے

(iii) اسلحہ

(IV) سواریاں

Marfat.com

حضور ﷺ کی بیویاں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا﴾ (سورۃ الاحزاب: ۳۲-۳۴)

”اے نبی ﷺ کی عورتو! تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں۔ اگر تم ڈر رکھو تو تم دب کر بات مت کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھاتی نہ پھرو جیسے کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں اور قائم رکھو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اُسکے رسول کی۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں۔ اے نبی کے گھر والو! اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی کی۔ مقرر اللہ ہے بھید جاننے والا خبردار ہے“۔

اسمیں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی زوجیت میں نو ازواجِ مطہرات تھیں: حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ۔ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ۔ حضرت رملہ بنت ابوسفیانؓ۔ حضرت زینب بنت جحشؓ۔ حضرت ام سلمہ ھند بنت ابوامیہؓ۔ حضرت میمونہ بنت حارثؓ۔ حضرت سودہ بنت زمعہؓ۔ حضرت جویریہ بنت حارثؓ اور حضرت صفیہ بنت حُیَی بن اخطبؓ۔

آپ ﷺ کی دو باندیاں بھی تھیں: حضرت ماریہ بنت شمعونؓ (حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ) اور ریحانہ بنت زیدؓ ' یہ اسلام لائیں تو حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور یہ اپنے گھر والوں کے پاس چلی گئیں۔

بیہقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ”حضور ﷺ نے پندرہ عورتوں کیساتھ

Marfat.com

شادی کی۔ اُن میں تیرہ کیساتھ شب باشی کی' گیارہ بیک وقت آپ ﷺ کے پاس رہیں اور نو کی موجودگی میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا''۔ پھر اُن عورتوں کا نام ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنی گیارہ عورتوں کے پاس اپنی اپنی باری کے مطابق جایا کرتے تھے''۔ ان گیارہ عورتوں سے مراد مذکورہ نو اور دو باندیاں ماریہؓ اور ریحانہؓ۔ ازواجِ مطہرات کا تفصیلی تذکرہ ترتیب وار مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ

یعقوب بن سفیان نے زھری سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ سے نکاح کیا' اُنکا یہ نکاح ایک روایت کے مطابق انکے والد صاحب نے اور ایک روایت کے مطابق چچا نے کرایا''۔

زھری سے منقول ہے: جس دن حضور ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک اکیس سال' یا پچیس سال تھی۔

واقدی کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ کی عمر اسوقت پینتالیس سال تھی اور حضور ﷺ کی تیس سال۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن مبارک سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ' طیب رضی اللہ عنہ' طاہر رضی اللہ عنہ' زینبؓ' رقیہؓ' ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ تولد ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ جو حضرت ماریہؓ سے تولد ہوئے اُنہیں کے بطن سے ہیں۔ انکی زندگی میں حضور ﷺ نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔

یعقوب بن سفیان الفسوی نے زھری سے نقل کیا کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت خدیجہؓ کا انتقال نماز فرض ہونے سے پہلے ہوا۔ زھری سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا انتقال حضور ﷺ کی ہجرت اور نماز کی فرضیت سے پہلے ہوا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کا انتقال ایک ہی سال میں ہوا۔

بیہقی کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ کا انتقال ابوطالب کے انتقال کے تین دن بعد ہوا۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: نماز فرض ہونے سے مراد معراج کی رات پانچ نمازوں کا فرض ہونا ہے۔

بخاری نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: ''یہ خدیجہؓ ہاتھ میں کھانے یا پینے کا برتن اُٹھائے لا رہی ہیں، جب یہ آئیں تو اُنہیں رب کی طرف سے سلام پہنچانا اور اُنہیں جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری سُنانا جسمیں نہ شور و شغب ہوگا نہ تھکاوٹ''۔

سہیلی کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری اسلئے سنائی گئی کیونکہ انہوں نے بھی ایمان کی دوڑ میں سب سے سبقت حاصل کی، ''اور اسمیں شور شغب اور تھکاوٹ نہ ہوگی'' کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے زندگی بھر حضور ﷺ کے مقابلے میں آواز اونچی نہیں کی اور نہ کبھی تھکنے دیا تو اللہ تعالیٰ بھی اُنھیں بدلے میں ایسے ہی گھر جنت میں عطا کریں گے۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''مجھے حضور ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا ہے، حالانکہ وہ مجھ سے پہلے فوت ہو گئیں۔ لیکن میں اکثر حضور ﷺ کو انکا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا تھا کہ اُنہیں جنت میں ایک موتیوں والے محل کی خوشخبری دیں، اور جب کوئی بکری وغیرہ ذبح کیجاتی تو جہاں تک ہوسکتا اسکا گوشت انکی سہیلیوں میں بھیج دیا جاتا۔

حضرت عائشہؓ بنت صدیق رضی اللہ عنہ

زھریؒ کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا آپ ﷺ نے انکے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں: حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں: ان سے ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا تھا، جس کا نام حضور ﷺ نے عبداللہ رکھا تھا اور اسی وجہ سے آپؓ کی کنیت امّ عبداللہ تھی۔ بعض کہتے ہیں: آپؓ کی کنیت امّ عبداللہ، اپنی بہن اسماءؓ کے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کیوجہ سے تھی۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پہلے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا تھا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے نکاح پہلے کیا۔

Marfat.com

بخاری نے ایک باب قائم کرتے ہوئے بیان کیا: ''یہ باب ہے حضرت عائشہؓ کے نکاح کے بیان میں''۔ پھر حضرت عائشہؓ سے حدیث نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے خواب میں دو دفعہ تم دِکھائی گئیں، میں نے دیکھا کہ ریشم کا کپڑا ہے اور کوئی کہنے والا کہتا ہے: یہ تمہاری بیوی ہے، میں کپڑا اٹھاتا ہوں تو تم ہوتی ہو، میں کہتا ہوں: اگر یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے تو لامحالہ پورا ہو کر رہے گا''۔

بخاری میں ایک باب ہے ''کنواری لڑکیوں سے نکاح کے بیان میں''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ سے بیان فرمایا: ''تمہارے سوا حضور ﷺ نے کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی''۔

پھر بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا: ''اے اللہ کے رسول! اگر آپ ﷺ کسی وادی میں اُتریں اور وہاں کچھ درخت ایسے ہوں جن میں سے کھایا گیا ہو اور ایک درخت ایسا ہو جس میں سے کھایا نہ گیا ہو تو آپ ﷺ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائیں گے؟ فرمایا: ''جس درخت سے نہ کھایا گیا ہو''۔ حضرت عائشہؓ کا مقصد اس مثال کے ذریعے اس طرف اشارہ کرنا تھا کہ حضور ﷺ نے ان کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔

ترمذی میں ہے: ''جبریل علیہ السلام انکی تصویر ایک سبز رنگ کے ریشمی کپڑے میں لائے اور حضور ﷺ سے فرمایا: ''یہ دنیا اور آخرت میں تمہاری بیوی ہے''۔

بخاری نے ایک باب قائم کرتے ہوئے کہا: ''یہ باب ہے چھوٹی لڑکیوں میں سے کنواریوں کے نکاح کے بیان میں''۔ پھر حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہؓ کا رشتہ مانگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو آپکا بھائی ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: تم میرے دینی بھائی ہو اور وہ میرے لئے حلال ہے''۔ اس حدیث کے ظاہر سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرسل ہے لیکن بخاری وغیرہ کے نزدیک متصل ہے۔

بخاری نے حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت خدیجہؓ کی وفات حضور ﷺ کی

Marfat.com

ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی اسکے بعد ڈیڑھ دو سال بے نکاح رہے اور پھر حضرت عائشہؓ سے نکاح فرمایا جبکہ انکی عمر چھ سال تھی اور جب انکی رخصتی ہوئی تو اس وقت انکی عمر نو سال تھی"۔

"حضرت عائشہؓ کی چھ سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی" میں کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ یہ صحاح وغیرہ میں ثابت ہے۔ اور انکی رخصتی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی تھی۔ باقی یہ کہنا کہ انکا نکاح حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تین سال بعد ہوا تو یہ محلِ نظر ہے۔ کیونکہ یعقوب بن سفیان نے متصل سند کیساتھ حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے مجھ سے حضرت خدیجہؓ کے وفات والے سال نکاح کیا' اسوقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ جب ہم مدینہ آئے تو ایک دفعہ میں جھولے میں کھیل رہی تھی اور میرے سر کے بال بھی کان کی لو تک تھے انصار کی عورتیں آئیں اور مجھے تیار اور سنوار کر کے حضور ﷺ کے پاس لے گئیں اور اس وقت میں نو سال کی تھی"۔ اس حدیث میں مذکور لفظ خدیجہؓ کے وفات والے سال نکاح" سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح حضرت خدیجہؓ کی وفات کے کچھ عرصے بعد ہی ہوا تھا۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: "جب حضور ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو اس وقت میری عمر چھ سال تھی' پھر ہم مدینہ آئے اور ہم بنی الحارث بن الخزرج کے ہاں ٹھہرے۔ یہاں مجھے ایسا بخار ہوا کہ میرے سر کے سارے بال جھڑ گئے' جب دوبارہ میرے بال اُگے اور کان کی لو تک پہنچے تو ایک دن جب میں اپنی سہیلیوں کیساتھ جھولے جھول رہی تھی میری ماں اُم رومان آئی اور مجھے بلایا' مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہیں' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کے اندر دھکیل دیا' اسوقت میں ہانپ رہی تھی' جب طبیعت سنبھلی تو انہوں نے پانی لیا اور میرے ہاتھ منہ اور سر دھویا' پھر گھر لے گئیں جہاں پہلے سے انصار کی عورتیں موجود تھیں' وہ مجھے دعائیں اور مبارکبادیں دے کر تیار کرنے لگیں' پھر چاشت کے وقت حضور ﷺ آئے تو مجھے انکے سپرد کر دیا اور اس وقت میں نو سال کی تھی۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے شوال کے مہینے میں مجھ سے

Marfat.com

نکاح فرمایا اور شوال میں ہی میری رُخصتی ہوئی' حضور ﷺ کی بیویوں میں مجھ سے بڑھ کر کون خوش قسمت ہوسکتی ہے؟''۔ حضرت عائشہؓ کی رُخصتی ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد ہوئی تھی' حضرت عائشہؓ کی رُخصتی ''سُـــخ'' مقام پر دن کے وقت ہوئی تھی اس سے اُن لوگوں کی تردید ہوجاتی ہے جو دن کے وقت یا شوال کے مہینے میں رُخصتی کو معیوب سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دو عیدوں کے درمیان شادی سے میاں بیوی میں جدائی ہوجاتی ہے' یہ عقیدہ درست نہیں اور اسی وہم کی تردید کیلئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور شوال ہی میں میری رُخصتی ہوئی' پھر مجھ سے بڑھ کر کوئی عورت خوش قسمت بھی ثابت نہیں ہوئی''۔ اس سے معلوم ہوا وہ حضور ﷺ کے ارشادات سے سمجھ چکی تھیں کہ وہ حضور ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہیں۔ جیسا کہ بخاری میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے کونسا آدمی آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: ''عائشہؓ'' میں نے کہا: ''مردوں میں سے؟''۔ فرمایا: ''انکا باپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ)''۔

اہل علم کی ایک جماعت حضرت عائشہؓ پر حضرت خدیجہؓ کی فضیلت کی طرف گئی ہے' اور یہ ایسا مسئلہ ہے جو علمائے قدیم و جدید میں مختلف فیہ رہا ہے۔ اہل تشیع اور دیگر مذاہب والے حضرت خدیجہؓ کو تمام ازواجِ مطہرات پر فضیلت دیتے ہیں' کیونکہ اُن کو اللہ نے سلام بھیجا' حضور ﷺ کی تمام اولاد بھی اُنہیں کے بطن سے ہے' نیز انکی وفات تک حضور ﷺ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا' ایسے ہی وہ متقدم فی الاسلام بھی ہیں اور ابتدائے اسلام میں انکو صدقت و راست بازی کا منفرد مقام حاصل ہے اور ہر موقع پر انہوں نے حضور ﷺ پر اپنی جان و مال خرچ کیے۔ ان تمام وجوہات کی وجہ سے انکو دیگر ازواج پر ترجیح حاصل ہے۔

اہل سنت میں سے بھی بعض غلو کرتے ہیں اور ہر ایک کے لئے مستقل فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں' لیکن احادیث کی قوت و طاقت انہیں حضرت عائشہؓ کی فضیلت و برتری تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتی ہے' کیونکہ وہ صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں' اور حضرت خدیجہؓ سے زیادہ جاننے والی ہیں' کیونکہ تمام اُمتوں میں حضرت عائشہؓ کی طرح حفظ' علم' فصاحت

Marfat.com

اور عقل میں بڑھ کر نہیں، نیز تمام ازواجِ مطہرات میں سے حضور ﷺ کو اُن سے بڑھ کر کسی سے محبت نہیں تھی، انکی برأت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی تھی اور حضور ﷺ کے بعد علم کا ایک بہت بڑا حصہ اُن سے منقول ہے۔

اور حق یہ ہے کہ دونوں کو ایسے فضائل حاصل ہیں کہ اگر کوئی گہرائی سے دیکھے تو مبہوت رہ جائے اور تعجب کرے، اور بہتر یہ ہے کہ اس مسئلے میں توقف کیا جائے۔ البتہ اگر کسی کے پاس دلیل قطعی ہو تو وہ اپنی دلیل کی وجہ سے کسی ایک ترجیحی صورت کو اختیار کر سکتا ہے لیکن بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس مسئلے میں توقف کرتے ہوئے کہے: ''اللہ اعلم''۔

امام احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے فرمایا: ''اپنے زمانے کی بہترین عورت مریم بنت عمران علیہا السلام تھیں، اور میرے زمانے کی بہترین عورت خدیجہؓ بنت خویلد ہے''۔

شعبہ نے حضرت قرۃ بن ایاسؓ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مردوں میں سے کامل مرد بہت گزرے ہیں لیکن عورتوں میں سے تین عورتیں گزری ہیں: مریم بنت عمران علیہا السلام، فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام اور خدیجہؓ بنت خویلد۔ اور عائشہؓ کو تمام عورتوں پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر''۔

علماء کہتے ہیں: تینوں عورتوں آسیہ علیہا السلام، مریم علیہا السلام، اور خدیجہؓ میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے ایک نبی کی کفالت کی، انکا ساتھ دیا اور تصدیق کی۔ حضرت آسیہ علیہا السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی، انکے ساتھ اچھا معاملہ کیا اور بعثت پر انکی تصدیق کی۔ حضرت مریم علیہا السلام نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کفالت کی اور نبوت ملنے پر ان کی تصدیق کی۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی حضور ﷺ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی، انکی خاطر اپنا مال خرچ کیا اور وحی اُترنے پر آپ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کی۔

حضور ﷺ کا یہ کہنا ''عائشہؓ کو تمام عورتوں پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر''۔ یہ ارشاد صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے

Marfat.com

کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مردوں میں سے بہت سے کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے صرف فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام اور مریم بنت عمران علیہا السلام ہوئیں، اور عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے''۔

حضور ﷺ کا یہ ارشاد: ''اور عورتوں پر عائشہؓ کی فضیلت''۔ یہ خاص بھی ہو سکتا ہے تو اس صورت میں مذکورہ عورتوں وغیرہ سب کو شامل ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ انکے ماسوا میں عام ہو۔ باقی کلام صرف مذکورہ بالا عورتوں اور حضرت عائشہؓ میں رہ جاتا ہے جس میں برابری کا احتمال ہے اور کسی ایک پر دوسری کو ترجیح دینے کے لئے خارجی دلیل کی ضرورت ہے۔

حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ

زھری کہتے ہیں: ''حضور ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب ؓ سے بھی نکاح کیا، اس سے پہلے وہ حضرت خُنیس بن خدافۃ ؓ کی زوجیت میں تھیں اور حالتِ ایمان پر انکے انتقال کے بعد حضور ﷺ سے نکاح ہوا''۔

حضرت سودۃ بنت زمعۃؓ

زھری کہتے ہیں: ''حضرت سودہ بنت زمعۃؓ '' سے بھی نکاح فرمایا اور اس سے پہلے وہ حضرت سکران بن عمرو کی ماتحتی میں تھیں جو حبشہ سے واپس مکہ آتے ہوئے راستے میں حالتِ ایمان میں فوت ہوئے۔

حضرت ام سلمۃؓ

زھری کہتے ہیں: ''حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ ھند بنت ابو امیہ سے نکاح فرمایا، جو اس سے پہلے اپنے چچا زاد بھائی ابو سلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ

بیہقی نے حضرت ابن عباس ؓ سے اس ارشاد کے بارے میں نقل کیا:

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً﴾

(سورۃ الممتحنۃ: ۷)

Marfat.com

"امید ہے کہ کردے اللہ تم میں اور جو دشمن ہیں تمہارے اُن میں دوستی"۔

فرمایا: اس سے مراد حضور ﷺ کا حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا ہے، جس سے وہ ام المومنین بن گئیں اور حضرت معاویہؓ خال المومنین بن گئے۔

بیہقی نے حضرت ام حبیبہؓ سے نقل کیا کہ وہ حضرت عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں اور جب وہ ہجرت کر کے حبشہ گئے تو وہیں فوت ہو گئے، حضور ﷺ کو انکے انتقال کا علم ہوا تو حضرت ام حبیبہؓ سے عقد فرمایا۔ یہ اس وقت حبشہ میں تھیں اور نجاشی نے ہی انکا نکاح پڑھوایا اور انکا مہر چار ہزار درہم ادا کئے، پھر انہیں شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کیساتھ بھجوادیا اور اپنی طرف سے جہیز کا سامان بھی دیا۔ حضور ﷺ کی بیویوں کا مہر چار سو درہم ہوا کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ اوقیہ چالیس درہم کو اور "نش" نصف کو کہتے ہیں اس طرح کل تقریباً پانچ سو درہم بن جاتے ہیں۔

بیہقی نے حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "عبیداللہ بن جحش حبشہ میں نصرانیت کی حالت میں مرا تو اس نے اپنی بیوی ام حبیبہؓ پر حضور ﷺ کو کفیل بنایا اور بعد میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضور ﷺ نے ان سے شادی کر لی"۔

میں کہتا ہوں: عبیداللہ بن جحش کی نصرانیت اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے مسلمانوں کیساتھ حبشہ ہجرت کی تو شیطان نے انکو بہکا دیا اور انہوں نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی پر انکا انتقال بھی ہوا۔

باقی حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس نکاح کی ذمہ داری لی تو یہ درست نہیں اسلئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو اس سے پہلے ہی مکہ واپس آ گئے تھے اور وہاں سے اپنی بیوی حضرت رقیہؓ کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر چکے تھے۔

اور صحیح وہ ہے جو ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ انکے نکاح کی ذمہ داری انکے چچا زاد بھائی خالد بن سعید بن العاص نے لی تھی، جبکہ قبول نکاح کے لئے حضور ﷺ کی طرف سے وکیل حبشہ کا بادشاہ اصحمۃ تھا۔

ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں: حضرت ام حبیبہؓ کا انتقال سن ۴۴ ھجری میں ہوا۔

Marfat.com

ابو بکر بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انکا انتقال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال قبل ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال رجب سنہ ۶۰ ہجری کو ہوا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

انکا نام زینب بنت جحش بن رئاب بن یعمر الاسدیہ ہے۔ اور یہ حضور ﷺ کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی ہیں۔ حضور ﷺ سے پہلے انکا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا''۔ قتادہ اور واقدی کہتے ہیں: پانچ ہجری کو حضور ﷺ نے ان سے عقد فرمایا اور بعض کہتے ہیں ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔

بیہقی کہتے ہیں: غزوہ بنی قریظہ کے بعد حضور ﷺ نے اُن سے عقد فرمایا۔

خلیفہ بن خیاط، معمر بن المثنی اور ابن مندہ کہتے ہیں: سنہ ۳ ھ میں عقد فرمایا، لیکن پہلا قول مشہور ہے اور اس کو ابن جریر وغیرہ نے اختیار کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ (سورۃ الاحزاب: ۳۷)

''اور جب تو کہنے لگا اُس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا۔ رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جسکو اللہ کھولا چاہتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیے ڈرنا تجھ کو پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض ہم نے اسکو تیرے نکاح میں دے دیا تا کہ نہ رہے مسلمانوں پر گناہ نکاح کر لینا جوروئیں اپنے لے پالکوں کی جب وہ تمام کر لیں ان سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم بجا لانا''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۸)

''نبیؐ پر کچھ مضائقہ نہیں اس بات میں جو مقرر کر دی اللہ نے اس کے واسطے جیسے دستور رہا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو گزرے پہلے اور ہے حکم اللہ کا مقرر ٹھہر چکا''۔

اس آیت کی تفسیر کے لئے ''فتح القدیر' تہذیب تفسیر ابن کثیر'' ص ۳۷ ج ۵'' دیکھئے جو کافی وافی ہے۔ آیت میں مذکور انعم اللہ علیہ سے مراد حضور ﷺ کے غلام زید بن حارثہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان کیا کہ انہیں اسلام کی توفیق دی اور حضور ﷺ نے یہ احسان کیا کہ آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحشؓ سے نکاح کروا دیا' وہ انکے پاس سال بھر رہیں' پھر ان میں جھگڑا رہنے لگا تو حضرت زید انکی شکایت حضور ﷺ کے پاس لے کر آئے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو روک کر رکھو''۔ آگے اللہ نے فرمایا:

﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ، مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾

حضرت علی بن حسین زین العابدین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ یہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ہونگیں اور یہی بات حضور ﷺ کے دل میں بھی تھی۔

آگے فرمایا:

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾

یعنی جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انکو طلاق دے دی اور انکی عدت بھی پوری ہوگئی تو حضور ﷺ نے انکے پاس پیغامِ نکاح بھیجا۔ انکا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود کرایا' جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ دیگر ازواجِ مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں: ''تمہاری شادی تو تمہارے ولیوں نے کرائی لیکن میری شادی ساتوں آسمان کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کرائی''۔

اور انہی کے بارے میں پردے کی آیت نازل ہوئی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ﴾ (سورۃ الاحزاب:۵۳)

Marfat.com

''اے ایمان والو! مت جاؤ نبیؐ کے گھروں میں مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے اس کے پکنے کی''۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت زید رضی اللہ عنہ' حضرت زینبؓ کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو روکے رکھو''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز چھپاتے تو یہ چھپاتے اور اسی وجہ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر فخر کرتی ہوئی کہا کرتی تھیں: ''تمہیں تو تمہارے ولیوں نے بیاہا' لیکن میرا نکاح سات آسمانوں سے اوپر اللہ نے کرایا''۔

ابن جریرؒ کہتے ہیں: ''حضرت زینبؓ ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتی تھیں' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ایسی باتیں بتاسکتی ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیویوں میں نہیں: میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ایک ہیں' یعنی حضرت عبدالمطلب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا اور حضرت زینبؓ کے نانا تھے۔ اور میرا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے نکاح کروایا' اور اس نکاح کے سفیر حضرت جبریل علیہ السلام تھے''۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''جب حضرت زینبؓ کی عدّت مکمل ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اور انکے سامنے میرا تذکرہ کرو' جب وہ گئے تو حضرت زینبؓ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے انہیں دیکھا تو میرے دل میں انکا احترام بڑھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کرنے کی وجہ سے میں انکی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا' میں نے انکی طرف پیٹھ پھیر کر کہا: اے زینبؓ! تمہیں خوشخبری ہو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے' حضرت زینبؓ نے فرمایا: میں اس وقت تک کوئی کام نہیں کرونگی جب تک اپنے رب سے مشورہ (استخارہ) نہ کرلوں' پھر وہ اپنے عبادت خانے میں چلی گئیں۔ دوسری طرف انکے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر بغیر اجازت کے داخل ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا ولیمہ روٹی گوشت سے کیا' جب کھانا کھایا جاچکا اور لوگ چلے گئے تو چند آدمی وہیں بیٹھے گفتگو کرنے لگے'

Marfat.com

حضور ﷺ پریشانی کی حالت میں نکلے اور میں بھی آپ ﷺ کیساتھ ہولیا' آپ ﷺ ایک ایک زوجہ محترمہ کے پاس جاتے اور انکی خیریت دریافت فرماتے' وہ کہتیں: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے نئی دلہن کو کیسے پایا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر پتہ نہیں میں نے بتایا یا حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ لوگ چلے گئے ہیں' حضور ﷺ گھر داخل ہوئے میں نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے داخل ہونا چاہا لیکن آپ ﷺ نے پردہ گرادیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب: ۵۳)

"اے ایمان والو! مت جاؤ نبی ﷺ کے گھروں میں مگر جب تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے اُسکے پکنے کی لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ پھر جب کھا چکو تو آپ آپکو چلے جاؤ۔ اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں اس بات سے تمہاری تکلیف تھی نبی کو پھر تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ شرم نہیں کرتا ٹھیک بات بتلانے میں اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے باہر سے اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو اور اُنکے دل کو اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول ﷺ کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اسکی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے"۔

گویا اس شادی میں پردے کی آیت کا نزول دیگر ازواجِ مطہرات کے لئے بچاؤ کا ذریعہ بن گیا اور یہ بعینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق تھا۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "جب حضور ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو لوگوں کو ولیمہ کی دعوت دی' کھانے کے بعد لوگ بیٹھ کر باتیں

Marfat.com

کرنے لگے' حضور ﷺ نے اُٹھنا چاہا لیکن وہ پھر بھی نہ اُٹھے' آخر کار حضور ﷺ اُٹھے تو اکثر لوگ اُٹھ گئے لیکن تین آدمی بیٹھے رہے' تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ نے دوبارہ داخل ہونا چاہا تو دیکھا کہ وہ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے آ کر آپ ﷺ کو بتا دیا' آپ ﷺ آئے اور گھر داخل ہو گئے' میں بھی پیچھے داخل ہونے لگا تو آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا اور اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ﴾

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضرت زینب بنت جحشؓ کا ولیمہ روٹی اور گوشت کا دیا گیا' مجھے لوگوں کو دعوت دینے کے لئے بھیجا گیا کہ لوگ گروہ کی شکل میں آئیں اور کھا کر چلے جائیں پھر اور آئیں۔ میں نے سب کو بلایا یہاں تک کہ کوئی آدمی نہیں رہا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اب کوئی نہیں رہا۔ فرمایا: اچھا دستر خوان اُٹھا لو چنانچہ سب لوگ چلے گئے لیکن تین آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرنے لگے' حضور ﷺ نکلے اور حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے اور سلام کیا' حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اور فرمایا: آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو کیسے پایا' اللہ آپکے لئے اسمیں برکت ڈالے۔ پھر آپ ﷺ تمام ازواجِ مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے' سب نے وہی سوال کیا جو حضرت عائشہؓ نے کیا تھا اور حضور ﷺ نے بھی وہی کہا جو حضرت عائشہؓ کو کہا تھا۔ پھر حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آدمی ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے واپس حضرت عائشہؓ کے پاس جانا چاہا تو میں نے یا کسی نے حضور ﷺ کو بتایا کہ لوگ چلے گئے ہیں۔ حضور ﷺ واپس تشریف لائے اور گھر داخل ہوتے وقت ایک پاؤں آپ ﷺ کا دروازے کی دہلیز کے اندر تھا اور ایک باہر کہ آپ ﷺ نے پرداہ گرا دیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ کیا تو حضرت ام سلیمؓ نے حَیس (حلوہ) بنایا اور اُسے پنیر میں اچھی طرح ملایا' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکر فرمایا: اسکو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرو اور کہو کہ یہ

Marfat.com

ہماری طرف سے حقیر سا نذرانہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ اُن دنوں قحط سالی کا شکار تھے' میں وہ کھانا لے گیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے حضرت ام سلیمؓ کا سلام اور پیغام پہنچایا' حضور ﷺ نے کھول کر دیکھا اور فرمایا کہ ایک طرف رکھ دو' پھر فرمایا: ''جاؤ اور فلاں فلاں کو بُلا کر لاؤ''۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بہت سے لوگوں کا نام لیا اور فرمایا اس کے علاوہ بھی جو تمہیں ملیں انہیں بھی بلا لاؤ' میں گیا اور اُن تمام لوگوں کو دعوت دی جن کا حضور ﷺ نے نام لیا تھا یا راستے میں مجھے ملا۔ جب میں واپس آیا تو گھر' صُفّہ چبوترہ اور حجرہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ راوی ابو حاتم کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اے ابوعثمان! وہ کتنے تھے؟ فرمایا: تقریباً تین سو تھے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کھانا لے آؤ''۔ جب لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھا اور دُعا کی پھر فرمایا: دس دس آدمیوں کا گروہ آئیں' وہ بسم اللہ پڑھ کر شروع کریں اور ہر آدمی اپنے سامنے سے کھائے۔ چنانچہ لوگ آتے رہے اور کھاتے رہے' جب سب نے کھا لیا تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ برتن اُٹھا لو' میں نے برتن اُٹھایا اور دیکھا تو مجھے نہیں پتہ کہ جب میں نے برتن رکھا تھا اسوقت کھانا زیادہ تھا یا اُٹھاتے وقت؟ کھانے کے بعد سب لوگ چلے گئے لیکن کچھ آدمی بیٹھے باتیں کرتے رہے' حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ بھی اسی حجرے میں تھیں اور اپنا منہ دیوار کی طرف کئے ہوئی تھیں۔ اُن آدمیوں نے مجلس لمبی کر دی تو حضور ﷺ کو بڑا ناگوار گزرا لیکن آپ ﷺ بڑے حیادار تھے۔ اس لئے آپ ﷺ وہاں سے نکلے اور اپنی بیویوں کی خیر خریت دریافت کرنے کے لئے چلے گئے۔ جب واپس آئے تو اُن آدمیوں نے سمجھ لیا کہ حضور ﷺ کو اُنکا بیٹھنا ناگوار گزر رہا ہے' چنانچہ وہ نکل گئے اور حضور ﷺ نے گھر میں داخل ہو کر اپنے پیچھے پردہ گرا دیا۔ حضور ﷺ تھوڑی دیر گھر میں رہے پھر یہ آیت:

﴿يَاۤ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَاتَدْخُلُوا بُيُوْتَ النَّبِيِّ﴾

پڑھتے ہوئے نکلے اور سب لوگوں سے پہلے مجھے پڑھائی۔

میں کہتا ہوں: حضرت زینب بنت جحشؓ ابتدائی مہاجرات میں سے تھیں' یہ بہت زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں' انکا اصلی نام ''بَرَّۃ'' تھا' حضور ﷺ نے تبدیل کر کے

Marfat.com

زینب رکھا' انکی کنیت ام حکم تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''میں نے حضرت زینبؓ سے بڑھ کر اچھے دین والی' اللہ سے زیادہ ڈرنے والی' سچی گفتگو کرنے والی' صلہ رحمی کرنے والی اور امانت صداقت والی نہیں دیکھی''۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے میرے بارے میں زینب بنت جحشؓ سے واقعہ افک کے حوالے سے پوچھا' کیونکہ تمام عورتوں میں وہی میری برابری کرتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے انکو تقویٰ کی وجہ سے بچالیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھوں کو بچاتی ہوں' میں تو انکے بارے میں خیر ہی جانتی ہوں۔

مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو لمبے ہاتھوں والی ہوگی''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں'' ''ہم ایک دوسرے کے ہاتھ دیکھا کرتی تھیں کہ کون لمبے ہاتھوں والا ہے' بعد میں حضرت زینبؓ نکلیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام اور صدقہ خیرات کرنیوالی تھیں''۔

واقدی کہتے ہیں: حضرت زینبؓ کا انتقال بیس ہجری کو ہوا' انکی نمازِ جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور بقیع میں دفن کی گئیں' اور یہ پہلی عورت تھیں جنکے لیے تابوت بنایا گیا۔

حضرت صفیہ بنت حُیَیؓ

انکا قصہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے جب یہود یعنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کردیا تو اُن سے اکثر خیبر چلے گئے' جن میں حیی بن اخطب اور بنو ابی الحقیق بھی تھے' جو اپنی قوم کے مالدار ترین اور سردار تھے' حضرت صفیہؓ اسوقت چھوٹی تھیں' پھر جب شادی کے قابل ہوئیں تو انکے ایک چچازاد کیساتھ شادی ہوگئی' کچھ دنوں کے بعد انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ گویا آسمانی چاند انکی گود میں اُتر آیا ہے' انہوں نے یہ خواب اپنے چچازاد خاوند کو سُنایا تو اس نے ایک زوردار تھپڑ مارا اور کہا: تو یثرب (مدینہ) کے بادشاہ کو اپنا شوہر بنانا چاہتی ہے۔ اس واقعہ کو چند دن ہی گُزرے تھے کہ حضور ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت صفیہؓ قید ہوگئیں اور انکا خاوند مارا گیا۔ بعد میں جب عدت گُزرنے کے بعد ان سے شادی کرلی تو

Marfat.com

تھپڑ کا اثر انکے گالوں پر دیکھا' اسکے بارے میں پوچھا تو انہوں وہ خواب اور سارا واقعہ سنایا۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے صبح کی نماز خیبر کے قریب اندھیرے میں پڑھی' پھر فرمایا: ''اللہ اکبر' خیبر تباہ ہوگیا' ہم جب کسی قوم کے میدان میں اُترتے ہیں تو وہ صبح انکے لئے بڑی بُری ہوتی ہے''۔ جب یہودیوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو گلیوں میں بھاگنے لگے' چنانچہ حضور ﷺ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور عورتوں' بچوں کو قید کر لیا' قید ہونے والوں میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں یہ پہلے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں' پھر حضور ﷺ نے انکو لے لیا اور ان کی آزادی کو ہی مہر مقرر کیا۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن راتیں رہے اور وہاں حضرت صفیہؓ کا ولیمہ ہوا۔ انکے ولیمہ میں گوشت یا روٹی نہیں تھی بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا گیا اور اس پر کھجوریں' پنیر اور مکھن وغیرہ رکھ دیا گیا' بعض لوگوں نے کہا: ''امہات المؤمنین'' میں سے ہیں یا باندی؟ کسی نے کہا: اگر پردہ کروایا تو امّ المؤمنین ہیں' اور اگر نہ کروایا تو باندی' جب وہاں سے کوچ کرنے کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے انکے لئے ہودج بنوایا اور اسپر پردہ لٹکا دیا۔

حضرت میمونہ بنت حارثؓ

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور ﷺ نے سفر کے دوران احرام کی حالت میں حضرت میمونہ بنت الحارثؓ سے نکاح فرمایا' انکا نکاح حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کروایا۔

ابن ہشام کہتے ہیں: میمونہ نے اپنا معاملہ اپنی بہن ام فضلؓ کے ہاتھ چھوڑا تھا اور انہوں نے اپنے خاوند عباس رضی اللہ عنہ کو یہ معاملہ سونپ دیا' چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ سے انکا نکاح کروا دیا اور اپنی طرف سے چار سو درہم مہر ادا کیا۔

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح احرام کی حالت میں کیا اور شب باشی حلال ہونے کے بعد کی' حضرت میمونہؓ کا انتقال سرف مقام پر ہوا''۔ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حلال

Marfat.com

ہونے کے بعد حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت کی تأویل یہ کی کہ اس سے مراد احرمت کے مہینے میں تھے۔

میں کہتا ہوں: یہ تأویل قابلِ غور ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اپنی روایت اسکے خلاف ہے' بالخصوص ان کا کہنا: ''حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا اور حلال ہونے کے بعد انکے پاس گئے''۔ یہ واقعہ ذی القعدۃ کے مہینے میں پیش آیا اور وہ بذاتِ خود حرمت کا مہینہ ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ نے حضرت میمونہؓ کیساتھ احرام کی حالت میں نکاح کیا''۔ جب عطاء راوی نے یہ روایت نقل کی تو حضرت سعید بن المسیبؒ نے کہا: یہ اگرچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں لیکن حضرت ابن عباسؓ کو وہم ہوگیا' حضور ﷺ نے تو حلال ہونے کے بعد ہی ان سے نکاح فرمایا تھا۔

ابن اسحاق نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا کہ انہوں فرمایا: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا''۔ پھر اپنی رائے بیان کرتے فرمایا: اصل میں حضور ﷺ مکہ تشریف لائے تھے تو وہاں احرام باندھا بھی تھا اور کھولا بھی اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر معاملہ مشتبہ ہوگیا۔

مسلم نے یزید بن اصم العامری کے حوالے سے نقل کیا کہ انکی خالہ حضرت میمونہ بنت حارثؓ نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے مقام سَرِف پر مجھ سے عقد فرمایا جبکہ ہم حلال (احرام کھولے ہوئے) تھے۔

بیہقی نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے حلال ہونے کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا اور اسی حالت میں شب باشی کی' اور میں ہی اُن دونوں کے درمیان قاصد (پیغام برُ رشتہ کروانے والا) تھا۔

میں کہتا ہوں: حضرت میمونہؓ کی وفات مقام سرف پر تریسٹھ یا ساٹھ ہجری کو ہوئی۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ

ابن شہاب زھریؒ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے

Marfat.com

بھی نکاح فرمایا۔ انکا تعلق بنی عبد مناف بن ھلال بن عامر بن صعصعتہ سے ہے' انکو "ام المساکین" کہا جاتا ہے' اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں جو اُحد کے دن قتل ہوئے۔ حضور ﷺ کیساتھ شادی کے کچھ دنوں بعد انتقال فرمایا۔

حضرت جویریہ بنت الحارثؓ

امام زھریؒ کہتے ہیں: "غزوہ مریسیع" کے دن حضرت جویریہ بنت الحارثؓ قید ہوکر آئیں تو حضور ﷺ نے ان کو آزاد کر کے نکاح فرمالیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انکے باپ حارث جو بنی خزاعہ کے سردار تھے خود آئے' اسلام قبول کیا اور پھر حضور ﷺ کیساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا' اس سے پہلے وہ اپنے چچازاد بھائی صفوان بن ابی السفر کے عقد میں تھیں۔ زھری کہتے ہیں: یہ وہ گیارہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ حضور ﷺ نے شب باشی کی۔

حضرت عمر بن الخطاب ﷺ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان میں سے ہر زوجہ مطہرہ کے لئے بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا تھا' جبکہ حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ کا چھ چھ ہزار تھا کیونکہ یہ دونوں قید ہوکر آئی تھیں۔

زھری کہتے ہیں: حضور ﷺ نے انکو پردہ بھی کروایا تھا اور ان کے لئے باری بھی مقرر کی تھی۔

زھری کہتے ہیں: حضور ﷺ نے عالیہ بنت ظبیان بن عمرو سے بھی نکاح کیا تھا' لیکن دخول کے بعد جلد طلاق دے دی تھی' اور ایک روایت میں ہے: دخول کے بغیر طلاق دے دی تھی۔ ابن سعد کہتے ہیں: بنی بکر کے ایک آدمی نے ہشام بن محمد کو بتایا کہ حضور ﷺ نے عالیہ بنت ظبیان سے نکاح فرمایا اور وہ ایک عرصہ تک آپ ﷺ کے پاس رہیں لیکن پھر آپ ﷺ نے طلاق دے دی۔

یعقوب بن سفیان نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ضحاک بن سفیان الکلابی نے حضور ﷺ کو اس رشتہ پر توجہ دلائی تھی۔ میں پردے کے پیچھے سے سُن رہی تھی' اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ کو ام شبیب کی بہن (ضحاک کی سالی) میں نکاح کی رغبت ہے۔ اس لئے زھری کہتے ہیں: حضور ﷺ نے بنی عمرو بن کلاب کی ایک

Marfat.com

عورت سے شادی کی' پھر آپ ﷺ کو پتہ چلا کہ وہ بہت سفید رنگت ہے چنانچہ آپ ﷺ نے طلاق دے دی اور دخول نہیں کیا' میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی ہیں جنکا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

زھری کہتے ہیں: آپ ﷺ نے بنی الجون الکندی کی بہن اسماء بنت نعمان سے عقد فرمایا تھا' لیکن حضور ﷺ کے داخل ہونے پر انہوں نے حضور ﷺ سے اللہ کی پناہ چاہی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم نے بڑی پناہ مانگی ہے' جاؤ اپنے گھر چلی جاؤ''۔ پھر آپ ﷺ نے اسے طلاق دے دی اور دخول بھی نہیں کیا۔

بیہقی کہتے ہیں: ہم تک اس جونیہ کا جس نے پناہ مانگی تھی اور اپنے گھر والوں کے پاس چلی گئی تھی کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ اسکا نام ''اُمیمہ بنت نعمان بن شراحیل'' تھا۔

امام احمد نے حمزہ بن ابی اُسید اور عباس بن سہل سے نقل کیا: حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ ہماری بستی سے گزرے تو ہم بھی آپ ﷺ کو لیکر ''شوط'' نامی باغ میں چلے گئے' جب ہم وہاں دو حویلیوں کے درمیان پہنچے تو حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ خود حضور ﷺ امیمہ بنت النعمان بن شراحیل کے گھر داخل ہو گئے' جہاں ایک کمرے میں آپ ﷺ کے لئے جونیہ کیساتھ خلوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ جب حضور ﷺ داخل ہوئے تو اُس سے کہا کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو' اس نے کہا: کیا کوئی شہزادی اپنے آپ کو رعایا کے حوالے کر سکتی ہے' اور ساتھ ہی یہ بھی کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو نے پناہ مانگنے والی کی پناہ مانگی ہے''۔ پھر باہر ہمارے پاس آئے اور کہا: ''اے ابو اُسید! اسکو دو چادریں دے دو اور اسے گھر پہنچا دو''۔

بخاری نے حضرت ابو اُسید سے نقل کیا: ''ہم حضور ﷺ کیساتھ نکلے اور ایک باغ میں پہنچے جس کا نا ''شوط'' تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور خود امیمہ بنت نعمان کے گھر میں داخل ہو گئے جہاں جونیہ کو لایا گیا تھا اور اُس کے ساتھ انکی خادمہ تھی۔ جب حضور ﷺ اس پر داخل ہوئے تو فرمایا: اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو''۔ اس نے کہا: کیا کوئی شہزادی بھی اپنے آپ کو رعایا کے حوالے کر سکتی ہے۔ حضور ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھنا چاہا تا کہ پر

Marfat.com

سکون ہو جائے لیکن اس نے کہا: ''میں تم سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو نے پناہ مانگے جانیوالے کی پناہ مانگی ہے'' پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے ابو اُسید! اسکو دو کپڑے دے دو اور اسکے گھر پہنچا دو''۔

بخاری کہتے ہیں: سہل بن سعد اور ابو اُسید سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا' جب آپ ﷺ اس پر داخل ہوئے اور اپنا ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے ناپسند کیا۔ آپ ﷺ نے ابو اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُنہیں دو کپڑے دے دیں اور گھر چھوڑ آئیں۔

بخاری کہتے ہیں: اوزاعی نے زھری سے پوچھا حضور ﷺ کی کس بیوی نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی؟ فرمایا: مجھ سے عروۃ نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بیان کیا کہ ابنۃ الجون کو حضور ﷺ پر داخل کیا گیا تو اس نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں' حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو نے ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے جس سے پناہ مانگی جاتی ہے' تم اپنے گھر چلی جاؤ''۔

بیہقی کہتے ہیں کتاب ''المعرفة'' میں ہے: اس پناہ مانگنے والی بیوی کا نام ''امیمہ بنت نعمان بن شراحیل'' اور بعض کہتے ہیں ''فاطمہ بنت الضحاک'' تھا لیکن صحیح قول پہلا ہے۔

زھری سے منقول ہے کہ وہ فاطمہ بنت الضحاک تھی' اس نے پناہ مانگی تو حضور ﷺ نے اسکو طلاق دے دی' بعد میں وہ اونٹ کی لیدیں جمع کیا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی: میں ہی وہ بدبخت ہوں۔ حضور ﷺ نے ذی القعدہ آٹھ ہجری کو اس سے نکاح فرمایا اور اسکا انتقال ساٹھ ہجری کو ہوا۔ ابن عساکر نے زھری سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے مکہ میں خدیجہ بنت خویلدؓ سے نکاح کیا جو اس سے پہلے عتیق بن عائذ کی ماتحتی میں تھیں' پھر مکہ میں ہی عائشہؓ بنت ابی بکرؓ سے نکاح فرمایا۔ پھر مدینہ میں حضرت حفصہ بنت عمر الخطابؓ سے عقد فرمایا جو اس سے پہلے خنیس بن حذافہ السھمی کی زوجیت میں تھیں۔ پھر سودہ بنت زمعۃؓ کو زوجیت میں لیا جو اس سے پہلے سکران بن عمرو کی منکوحہ تھیں۔ پھر ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے نکاح فرمایا جو اس سے پہلے عبید اللہ بن جحش کے عقد میں تھیں۔ پھر ام سلمۃؓ کو اپنی زوجیت میں لیا جو

Marfat.com

اس سے پہلے ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کی ماتحتی میں تھیں۔ پھر زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا۔ پھر عالیہ بنت ظبیان اور بنی الجون کی ایک عورت سے بھی نکاح فرمایا۔ اور جویریہ بنت حارثؓ کو اس لڑائی میں قید کیا جسمیں مریسیع والوں کا بُت توڑا گیا۔ ایسے ہی حضرت صفیہ بنت حُیَیؓ کو بھی بنی نضیر کی لڑائی میں قید کر لیا' اور ان دونوں پر اللہ نے احسان کیا اور حضور ﷺ نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ کو باندی بنایا جن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔ ایسے ہی حضرت ریحانہؓ کو بھی باندی بنایا' پھر انکو آزاد کر دیا اور یہ اپنے گھر والوں میں جا کر بیٹھ گئیں۔ حضور ﷺ نے عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ عنہا کو طلاق دی' اور بنی عمرو بن کلاب کی بہن کو چھوڑ دیا ایسے ہی بنی الجون الکندی کی بہن کو بھی بہت زیادہ سفید رنگت ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ ان تمام ازواج مطہرات میں سے حضور ﷺ کی موجودگی میں حضرت زینب بنت خزیمہؓ نے انتقال فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ عالیہ بنت ظبیان نے طلاق کے بعد' حضور ﷺ کی بیویوں کے لئے مزید نکاحوں کی حرمت سے پہلے اپنے ایک چچا زاد سے شادی کر لی اور اُن لئے انکے بچے بھی ہوئے۔

مذکورہ روایت میں جو یہ ذکر ہے کہ حضرت سودہؓ کی شادی مدینہ میں ہوئی تو یہ درست نہیں' کیونکہ صحیح یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوئی۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ کا انتقال حضور ﷺ کی ہجرت سے تین سال پہلے ہوا' انکی موجودگی میں حضور ﷺ نے کوئی نکاح نہیں فرمایا' انکے بعد حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے نکاح فرمایا' پھر حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے عقد فرمایا جو کنواری تھیں لیکن ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی' پھر حضرت حفصہ بنت عمر بنت عمرؓ سے' پھر حضرت زینب خزیمہؓ سے' پھر حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے' پھر ام سلمہؓ سے' پھر زینب بنت جحشؓ سے' پھر اسکے بعد حضرت جویریہؓ بن حارثؓ سے' پھر صفیہ بنت حیی بن اخطبؓ سے اور آخر میں حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے نکاح فرمایا۔ ناموں کی یہ ترتیب زھری کی بیان کردہ ترتیب سے بہتر اور اقرب ہے۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں: اُن عورتوں میں سے جن سے حضور ﷺ نے نکاح تو فرمایا لیکن دخول نہیں کیا امّ شریک الازدیہ بھی تھیں' جنکا نام خولہ بنت حکیم السلمی یا واقدی کے قول کے مطابق غزیہ بنت جابر بن حکیم تھا۔

محمد بن اسحاق نے محمد بن علی بن حسین سے نقل کیا کہ انکے باپ نے بتایا: حضور ﷺ نے کل پندرہ عورتوں سے نکاح فرمایا' جن میں امّ شریک انصاریہ بھی تھیں اور انہوں نے اپنا آپ حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔

بیہقی کہتے ہیں: خولہ یعنی بنت حکیم ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا آپ حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔

لیکن ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کے پاس کوئی ایسی عورت نہ تھی جس نے اپنے آپ کو ہبہ کیا ہو' یعنی آپ ﷺ نے ایسا قبول نہیں فرمایا اگرچہ آپ ﷺ کے لئے یہ مباح تھا۔

اور وہ عورتیں جنکو حضور ﷺ نے پیغام نکاح بھیجا لیکن نکاح نہیں فرمایا:

(۱) ''اُمِ ھانی''۔ حضرت فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا' آپ ﷺ کی چچا زاد بہن' لیکن انہوں نے بڑی عمر ہونے اور چھوٹے بچوں کے ہونے سے معذرت کر لی۔ اور حضور ﷺ نے بھی انکو چھوڑ دیا۔

(۲) ''حضرت ضُباعۃ بنت عامر بن قرط''۔ حضور ﷺ نے انکا رشتہ انکے بیٹے سلمۃ رضی اللہ عنہ سے مانگا پھر خاموش ہو گئے۔

(۳) ''حضرت حبیبہ بنت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب''۔ انکے بارے میں پیغام کے بعد یہ معلوم ہوا کہ انکے والد حضور ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں اور دونوں کو ابولہب کی باندی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا' اس لئے چھوڑ دیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تین طرح کی عورتیں ہو گئیں۔

☆ ایک وہ جو حضور ﷺ کی زوجیت میں رہیں اور انکی موجودگی میں حضور ﷺ کا انتقال ہوا' انکی تعداد مذکورہ بالا ابتدائی نو عورتیں ہیں اور یہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد

Marfat.com

بالاجماع لوگوں پر حرام ہیں، گویا انکی عدت انکے مرتے دم تک تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۵۳)

"اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اُسکی عورتوں سے اُس کے پیچھے کبھی البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے"۔

ایک قسم اُن عورتوں کی تھی جن سے حضور ﷺ نے نکاح فرمایا اور اپنی زندگی میں ہی انہیں طلاق دیدی۔ تو کیا انکی عدت گزرنے کے بعد کسی کے لئے اُن سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ اسمیں علماء کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ عمومِ آیت کی وجہ سے درست نہیں، دوسرا یہ کہ آیتِ تخییر کی وجہ سے درست ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۲۸،۲۹)

"اے نبی ﷺ کہہ دے اپنی عورتوں کو اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ پہنچادوں تم کو اور رخصت کردوں اچھی طرح سے رخصت کرنا اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اُسکے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے ان کے لئے جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا ثواب"۔

تو اگر حضور ﷺ کے چھوڑنے کے بعد دوسروں کے لئے شادی کرنا حلال ہوتا تو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اور یہ قول راجح اور قوی ہے۔

☆ تیسری قسم اُن عورتوں کی ہے جن کے ساتھ حضور ﷺ نے نکاح فرمایا اور دخول سے پہلے طلاق بھی دے دی، تو غیر کیلئے جائز ہے کہ شادی کرلے اور اسمیں کوئی اختلاف نہیں۔ باقی جنکو صرف پیغام نکاح بھیجا اور نکاح نہیں فرمایا تو انکے لئے شادی کرنا

Marfat.com

بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔

حضور ﷺ کی باندیاں

حضور ﷺ کی دو باندیاں تھیں:
ایک ''ماریہ بنت شمعون القبطیۃ''۔ جو آپ ﷺ کو شاہِ اسکندریہ جریج بن میناء نے ہبہ کی تھی، انکے ساتھ انکی بہن ''شیرین'' ایک غلام ''مابور'' اور ''دلدل'' نامی خچر تھا۔ آپ ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا اور اپنے لئے حضرت ''ماریہ'' کو رکھ لیا، انکا تعلق مصر کے ایک شہر ''حَفن'' سے تھا۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے انکا احترام کرتے ہوئے اپنے زمانۂ خلافت میں حفن والوں کا خراج معاف کر دیا تھا۔
علماء فرماتے ہیں: حضرت ماریہؓ بڑی اچھی رنگت اور صفات والی تھیں، اس لئے حضور ﷺ کو اُن سے بڑی محبت و عقیدت تھی بالخصوص جب انکے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو انکی خوش قسمتی اور بھی بڑھ گئی۔ انکی بہن ''شیرین'' کو حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا جن سے حضرت عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ باقی حضور ﷺ اس پر سواری کیا کرتے تھے اور حنین کے دن بھی اسی پر سوار تھے۔ یہ خچر ایک لمبے عرصے تک زندہ رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انکے پاس رہا اور انکے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور اتنا بوڑھا ہو گیا کہ اسکے لئے جَو وغیرہ کوٹ کر دی جاتی تھی تاکہ کھانے میں آسانی ہو۔
ابوبکر بن خزیمہ نے بریدہ بن حُصیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''قبط کے امیر نے رسول ﷺ کو دو باندیاں (بہنیں) اور ایک خچر ہدیہ بھیجا' آپ ﷺ اس خچر پر بیٹھ کر مدینہ میں سواری کرتے تھے، باندیوں میں سے بھی ایک کو حضور ﷺ نے اپنے پاس رکھ لیا، جن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور دوسری کو ہبہ کر دیا۔
واقدی نے حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ سے نقل کیا ''حضور ﷺ کو حضرت ماریہؓ بہت پسند تھیں، وہ سفید اور خوبصورت رنگت والی تھیں۔ حضرت ماریہؓ اور انکی بہن ابتداء حضرت ام سلیم بن ملحانؓ کے ہاں ٹھہریں، حضور ﷺ نے وہاں جا کر انکو ایمان

Marfat.com

پیش کیا تو دونوں اسلام لے آئیں۔ پھر حضرت ماریہؓ کو اپنی باندی بنالیا اور انکو بنی نضیر میں عالیہ مقام پر موجود اپنی جگہ پر بھیج دیا' وہ وہیں رہتیں آپ ﷺ انکی ملاقات کے لئے وہیں تشریف لے جاتے' حضرت ماریہؓ بڑے اچھے دین والی تھیں۔ انکی بہن ''شیرین'' کو حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا جن سے ایک لڑکا عبدالرحمن پیدا ہوا۔ حضرت ماریہؓ سے حضور ﷺ کا ایک لڑکا پیدا ہوا جنکا آپ ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ نام رکھا' ساتویں دن عقیقہ کیا' سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی فقراء و مساکین میں تقسیم کی' انکے بالوں کو زمین میں دفن کر دیا۔ ولادت کے وقت حضرت ماریہؓ کے پاس حضرت سلمیٰؓ تھیں' انہوں نے چل کر اپنے خاوند ابو رافع کو اطلاع دی کہ لڑکا ہوا ہے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور لڑکے کی خوشخبری دی تو حضور ﷺ نے انکو ایک ہار ہبہ کر دیا' حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے ازواجِ مطہرات کو حضرت ماریہؓ پر بڑا رشک آنے لگا اور انکا مقام حضور ﷺ کی نگاہوں میں اور بھی بلند ہو گیا۔

واقدی کہتے ہیں: حضرت ماریہؓ کا انتقال ماہِ محرم میں پندرہ ہجری کو ہوا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ خلیفہ بن خیاطؒ، ابو عبیدہؒ اور یعقوب بن سفیان کہتے ہیں: دس ہجری کو وفات پائی۔

دوسری: ''حضرت ریحانہ بنت زید'' جنکا تعلق بنی نضیر سے اور ایک روایت کے مطابق بنی قریظہ سے تھا۔ واقدی کہتے ہیں: بنی نظیر سے تعلق تھا اور ان ہی میں شادی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے انکو اپنے لئے منتخب کر کے ان پر سلام پیش کیا لیکن ابتداءً انہوں نے یہودیت چھوڑنے سے انکار کر دیا البتہ آخر میں اسلام لے آئیں۔

واقدی کہتے ہیں: ایوب بن بشیر المعاوی سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ریحانہؓ کو سلمیٰ ابن قیس رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا' وہ وہیں رہیں اور حیض کے بعد پاک ہوئیں تو حضرت ام منذر نے آکر حضور ﷺ کو بتا دیا۔ حضور ﷺ حضرت ام منذرؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: ''اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ میں تمہیں آزاد کر دوں اور شادی کر لوں تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں اور اگر تم باندی رہنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی''۔ انہوں نے کہا: یا رسول

Marfat.com

اللہ! آپ ﷺ پر اور اپنے پر بوجھ کم رکھنے کی یہی صورت بہتر ہے میں آپ ﷺ کی باندی اور خادمہ بن کر رہوں' چنانچہ پھر موت تک وہ باندی رہیں"۔

واقدی کہتے ہیں: مجھ سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا کہ میں نے زھریؒ سے حضرت "ریحانہ" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ حضور ﷺ کی باندی تھیں' جن سے آپ ﷺ نے آزاد کر کے شادی کی' یہ پردہ کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں! حضور ﷺ کے بعد مجھے کوئی نہ دیکھے۔ حضرت ریحانہ حضور ﷺ کے پاس رہیں اور حجۃ الوداع سے واپسی پر انتقال فرمایا۔ واقدی کہتے ہیں: حضرت ریحانہؓ کی وفات دس ہجری کو ہوئی اور اُن پر حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

حضور ﷺ کی اولاد

حضور ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہے' سوائے حضرت ابراہیمؓ جو حضرت ماریہؓ بنت شمعون کے بطن سے تولد ہوئے۔

حضرت قاسمؓ

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "حضور ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے قاسمؓ تھے' پھر زینبؓ ' پھر عبداللہؓ ' پھر امّ کلثومؓ ' پھر فاطمہؓ ' پھر رقیہؓ "۔

حضرت قاسمؓ کا انتقال مکہ میں ہوا اور اسکے کچھ عرصے بعد حضرت عبداللہ نے بھی وفات پائی تو عاص بن وائل السھمی نے کہا: اسکی نسل منقطع ہوگئی ہے' اس پر اللہ تعالی نے سورت نازل کی:

﴿اِنَّا اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ٥ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ٥ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ﴾

(سورۃ الکوثر: ۱۔۳)

"بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر۔ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کرو۔ بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا"۔

Marfat.com

پھر مدینہ میں حضرت ماریہؓ کے ہاں ذی الحجہ آٹھ ہجری کو ابراہیم ﷺ کی پیدائش ہوئی' جنہوں نے اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پائی۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں: حضرت خدیجہؓ کو جاہلیت میں "طاھرۃ بنت خویلد" کے نام سے پکارا جاتا تھا ان ہی سے حضور ﷺ کی ساری اولاد پیدا ہوئی۔ حضرت قاسم ﷺ جو سب سے بڑے تھے اور انہیں سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی' پھر زینب ﷺ' پھر عبداللہ ﷺ جن کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا تھا یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ پھر ام کلثومؓ' پھر فاطمہؓ اور آخر میں حضرت رقیہؓ تھیں۔

اسی طرح موت کے لحاظ سے آپ ﷺ کی اولاد میں سے سب سے پہلے مکہ میں حضرت قاسم فوت ہوئے' پھر عبداللہ فوت ہوئے۔ مدینہ میں حضرت ماریہؓ بنت شمعون کے ہاں ابراہیم ﷺ نامی لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ماریہؓ وہی ہیں جو مقوقس نے حضور ﷺ کو ہدیہ کی تھی' انکے ساتھ انکی بہن شیرین اور ایک غلام مابور بھی تھا۔ حضور ﷺ نے شیرین حضرت حسان بن ثابت ﷺ کو ہبہ کر دی جن سے حضرت عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

مجاہد سے منقول ہے کہ حضرت قاسم ﷺ صرف سات دن زندہ رہے' لیکن مفضل راوی کہتے ہیں یہ غلط ہے' اور صحیح یہ ہے کہ سترہ مہینے زندہ رہے۔ مجاہد کہتے ہیں: سات دن عمر پائی۔ زھری کہتے ہیں: دوسال جبکہ قتادہ کا خیال ہے چلتے پھرنے کے زمانے تک زندہ رہے۔

حضرت زینبؓ

ابن جریج ﷺ کہتے ہیں: "حضرت زینبؓ حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں اور حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی اور محبوب ترین بیٹی تھیں۔ حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے ہوا' جن سے علی ﷺ اور امامہؓ پیدا ہوئے' اور یہ وہی ہیں جن کو حضور ﷺ نماز میں اُٹھالیا کرتے تھے جب سجدہ کرتے تو اُتار دیتے اور کھڑے ہوتے تو اُٹھالیتے۔ اور ہوسکتا ہے یہ آٹھ ہجری کے بعد انکی والدہ کے انتقال کے بعد ہو۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علی ﷺ بن ابی طالب نے ان سے نکاح فرمالیا۔

Marfat.com

حضرت زینبؓ کا انتقال آٹھ ہجری میں ہوا' اور قتادہ سے مروی ہے کہ آٹھ ہجری کی ابتداء میں ہوا۔ حماد بن سلمۃ رضی اللہ عنہ حضرت ہشام بن عروۃ رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت زینبؓ نے ہجرت کی تو ایک آدمی نے انہیں دھکا دیا جس سے وہ ایک پتھر پر گر گئیں اور انکا حمل ساقط ہو گیا۔ پھر وہ اسی درد میں مر گئیں' اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ شہیدہ ہیں۔

حضرت رقیہؓ

ابتداءً حضور ﷺ کے چچازاد بھائی عتبہ بن ابی لہب سے انکا اور عتبہ بن ابی لہب سے ان کی بہن حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ہوا' لیکن جب سورۃ المسد:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ O مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ O سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ O وَّامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ O فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ﴾

نازل ہوئی تو انہوں نے غصے میں حضور ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دی۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہؓ سے شادی کر لی اور یہ ہجرتِ حبشہ میں انکے ساتھ تھیں۔ بعد میں مکہ واپس لوٹے اور دوبارہ مدینہ ہجرت کی' انکے ہاں ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جن کو چھ سال کی عمر میں مُرغ نے آنکھوں میں ٹھونگیں ماریں اور وہ اس سے فوت ہو گئے۔ اسی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

حضرت رقیہؓ کا انتقال اس دن ہوا جس دن مسلمانوں کو بدر میں فتح ہوئی' جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے تو دیکھا کہ لوگ ابھی ابھی حضرت رقیہؓ کی قبر پر مٹی ڈال کر فارغ ہوئے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی انکی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رُک گئے تھے اور بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے' اسکے باوجود حضور ﷺ نے مال غنیمت میں انکا حصہ مقرر کیا تھا۔ حضور ﷺ نے واپسی پر حضرت ام کلثومؓ سے انکا نکاح فرما دیا' اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کہا جاتا ہے۔ پھر شعبان نو ہجری میں انکا بھی انتقال ہو گیا۔ انکی وفات کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی میں عثمان رضی اللہ عنہ کو دے دیتا" اور ایک روایت میں ہے: "اگر میرے پاس دس

Marfat.com

بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں عثمان سے انکو بیاہ دیتا"۔

حضرت فاطمہؓ

انکا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ماہِ صفر سن دو ہجری میں ہوا' جن سے حضرت حسن اور حسین اور ایک قول کے مطابق محسن پیدا ہوئے' اور بیٹیوں میں سے حضرت ام کلثومؓ اور حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہِ خلافت میں حضرت امّ کلثوم سے نکاح فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہؓ سے نسبت کی وجہ سے انکا مہر چالیس ہزار درہم ادا کیا' ان ہی سے حضرت زید بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انکے چچا زاد بھائی عون بن جعفر رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا' انکے انتقال کے بعد محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے اور انکے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے عقد فرمایا' حضرت زینبؓ اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس رہ چکی تھیں اور انہیں کے پاس فوت ہوئی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوا' یہی مشہور اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔ زھری سے منقول ہے کہ تین ماہ بعد۔ ابو زبیر رضی اللہ عنہ کے مطابق دو مہینے اور ابو بریدہ کہتے ہیں ستر دن زندہ رہیں۔ عمرو بن دینار کے نزدیک آٹھ ماہ زندہ رہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

انکی پیدائش ماہِ ذی الحجہ آٹھ ہجری کو ہوئی۔

حضرت ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بچوں کیساتھ محبت و شفقت سے پیش آنے والا نہیں دیکھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ کے مضافات میں پرورش پا رہے تھے اور عربوں کے دستور کے مطابق دیہات میں انکے دودھ کا انتظام کیا گیا تھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ جاتے اور دھوئیں بھرے گھر میں داخل ہوتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لیتے' چومتے اور پھر لوٹا دیتے' حضرت عمر فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابراہیم میرا بیٹا ہے اور یہ دودھ پینے کے زمانے میں فوت ہوا ہے اب جنت میں انکی دو دائیاں ہونگیں جو جنت

Marfat.com

میں انکی رضاعت مکمل کریں گی"۔

امام احمد نے شعبی سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھائی، وفات کے وقت انکی عمر سولہ ماہ تھی، اور فرمایا: "انکے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہوگی اور یہ صدیق ہے"۔

ابو یعلی نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے اپنے بیٹے کی نمازِ جنازہ پڑھائی جو میں نے بھی پڑھی، آپ ﷺ نے چار تکبیریں پڑھی"

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: "حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال اُٹھارہ ماہ کی عمر میں ہوا اور آپ ﷺ نے اُن پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی"۔

واقدی کہتے ہیں: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ ﷺ منگل کے دن، دس ربیع الاول سن دس ہجری کو فوت ہوئے جبکہ انکی عمر اُٹھارہ ماہ تھی، انکا انتقال بنی مازن اور اُمّ برزہ بنت المنذر کے گھر ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے۔

میں کہتا ہوں: جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اُس دن سورج گرہن ہوگیا تو لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے ہوا ہے، جب حضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "سورج چاند تو اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انکو کسی کی موت یا زندگی سے گرہن نہیں لگتا"۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے غلام

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

انکا نام ''حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ'' تھا۔ انکو ابوزید اور ایک روایت کے مطابق ابومحمد کہا جاتا تھا' یہ حضور ﷺ کے غلام اور غلام کے بیٹے تھے' انکی والدہ ''ام ایمن'' جن کا نام ''برکتہ'' تھا بچپن سے حضور ﷺ کی پرورش کنندہ اور بعثت کے بعد ابتداء اسلام لانے والیوں میں سے تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنی آخری عمر میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا' اس وقت انکی عمر اُٹھارہ یا اُنیس سال تھی۔ انکے لشکر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسے لوگ تھے اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ انکو حضور ﷺ نے امامت کے لئے مقرر کیا تھا۔

جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جُرف نامی مقام پر خیمہ زن تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ سے اجازت لیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی اپنے پاس ٹھہرالیا تھا تاکہ اُن سے مشورہ لے سکیں' حضور ﷺ کی وفات کے بعد اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا لشکر بھیجنے کا فیصہ برقرار رکھا اور فرمایا:

''خدا کی قسم! میں ایسا فیصلہ واپس نہیں لے سکتا جو خود حضور ﷺ نے کیا ہو''۔ چنانچہ یہ لشکر چلا اور شام کے ''تخوم البلقاء'' جگہ پر پہنچا جہاں اس سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ نے پہنچتے ہی حملہ کیا اور بہت سا مال غنیمت او قیدی لے کر فتح وظفر کے شادیانے بجاتے واپس لوٹے۔ اس لئے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب کبھی ان سے ملتے تھے تو فرمایا کرتے تھے: ''السلام علیك ایها الامیر''

جب حضور ﷺ نے انکو لشکر کا سردار بنایا تھا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراضات

Marfat.com

کئے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: ''اگر تم اسکی امارت پر لعن طعن کرو تو اس سے پہلے اسکے باپ کی امارت پر بھی لعن طعن کر چکے ہو خُدا کی قسم! یہ امارت کا مستحق ہے اور اپنے باپ کے بعد تمام مخلوقات میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے'' صحیح بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مجھے اور حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر کہا کرتے تھے! ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی انکو محبوب رکھ''۔ اسلئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں لوگوں کے لئے وظیفے مقرر کئے تو حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ کے لئے پانچ ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے چار ہزار درہم مقرر کیے' کسی نے اس سلسلے میں بات کی تو فرمایا:

''یہ حضور ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب تھے اور انکے باپ حضور ﷺ تم سے زیادہ محبوب تھے'' عبدالرزاق نے حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ واقعہ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گئے اور انکو اپنے ساتھ پیچھے دراز گوش پر بٹھا کر لے گئے''۔ میں کہتا ہوں: حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حضور ﷺ نے عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے انکو اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کر لیا تھا۔

اکثر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ کسی بھی معرکے میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ اس سے پہلے قبیلہ جہینہ کی لڑائی میں ایک آدمی انکے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا' کلمہ پڑھنے کے باوجود انہوں نے اُسے قتل کر دیا تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ''قیامت کے دن تم لاالٰہ الّا اللہ پڑھنے کا کیا جواب دو گے؟ کیا کلمہ پڑھنے کے بعد بھی تم نے اُسے قتل کر دیا''۔ اسلئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معذرت کر لی تھی۔

حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ رنگت کے اعتبار سے کالے تھے۔ البتہ حسن' فصاحت' علم اور خوفِ خدا میں بہت بڑھے ہوئے تھے' انکے باپ بھی انہی صفات کے حامل تھے البتہ وہ رنگت کے اعتبار سے بہت سفید تھے' اس لئے بعض نادانوں نے انکے نسب کے بارے میں بعض باتیں مشہور کر دیں جو حضور ﷺ کو ناگوار گزریں۔ ایک دن مُجزِز المدلجی جو عرب کا بہت بڑا قیافہ شناس تھا مدینہ آیا' یہ دونوں باپ بیٹا چادر اوڑھے سوئے ہوئے تھے

Marfat.com

اور انکے پاؤں کھلے (برہنہ) تھے اس نے پاؤں دیکھ کر کہا: سبحان اللہ! یہ تو ایک جیسے پاؤں دکھائی دیتے ہیں"۔ حضور ﷺ کو اسکی یہ بات بڑی اچھی لگی اور آپ ﷺ اسی وقت حضرت عائشہؓ کے پاس داخل ہوئے خوشی آپ ﷺ کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی داخل ہوتے ہی فرمایا: تم نے دیکھا! ابھی ابھی مجزز نے اسامہ ؓ بن زید اور زید بن حارثہؓ کے پاؤں دیکھے ہیں اور کہا ہے یہ پاؤں ایک جیسے ہیں"۔

اسی حدیث کو سامنے رکھ کر امام شافعیؒ اور احمدؒ نسب وحسب اور پاؤں وغیرہ کے نشانات وغیرہ میں قیافہ شناس کے قول کو معتبر مانتے ہیں۔

حضرت اسامہ ؓ کا انتقال چون (۵۴) ہجری کو ہوا۔ بعض کہتے ہیں: اٹھاون یا اُنسٹھ کو وفات پائی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے بعد انتقال ہوا۔

حضرت ابورافع قبطی ؓ

انکا نام "اسلم" یا "ابراہیم" یا "ثابت" یا "ھرمز" تھا۔ اور ابورافع کی کنیت سے مشہور تھے۔ غزوہ بدر سے پہلے مسلمان ہوئے لیکن غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ یہ اپنے آقاؤں آل عباس کیساتھ مکہ میں تھے یہ لکڑیاں کھود کر پیالے اور برتن بنایا کرتے تھے پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کی اور اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ یہ بہت اچھے کاتب بھی تھے اور حضرت علی ؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ میں انکے کاتب بھی رہے تھے۔
ایسے ہی حضرت عمرؓ کے دور میں مصر کی فتح میں شریک تھے۔ ابتداء یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ کے غلام تھے بعد میں انہوں نے حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا تو آپ ﷺ نے آزاد کر کے اپنی باندی سلمیٰ سے انکا نکاح کر دیا جن سے آگے بہت سی اولاد بھی ہوئی۔ حضرت ابورافع ؓ حضور ﷺ کے سامان وغیرہ کے محافظ اور نگران تھے۔ امام احمد نے حضرت ابورافع ؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے بنی مخزوم میں سے ایک آدمی کو صدقہ وغیرہ جمع کرنے کے لئے بھیجا اس نے حضرت ابورافع ؓ سے کہا: "تم بھی میرے ساتھ آجاؤ تاکہ تمہیں بھی کچھ مال وغیرہ مل جائے ابورافع نے کہا: جب تک حضور ﷺ سے پوچھ نہ لوں اس وقت تک میں نہیں جا سکتا چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا "ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام انہی میں سے ہوتا ہے"۔

ابویعلیٰ نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "غزوہ خیبر کے موقع پر سخت سردی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس لحاف ہو وہ اپنے ساتھ ایسے آدمی کو شریک کرے جس کے پاس لحاف نہ ہو"۔ ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو مجھے اپنے ساتھ لحاف میں سلائے، میں حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اپنا لحاف مجھ پر ڈال دیا اور ہم صبح تک سوتے رہے، صبح کے وقت حضور ﷺ نے اپنے پاؤں کے پاس سانپ دیکھا تو فرمایا: "اے ابورافع رضی اللہ عنہ! اسکو مار دو، مار دو"۔

کچھ علماء نے اپنی کتابوں میں ان سے روایات بھی ذکر کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انکا انتقال ہوا۔

حضرت ابومسرح رضی اللہ عنہ

انکا نام "انسۃ بن زیاد بن مشرح" تھا۔ ابومسرح کی کنیت سے مشہور تھے، انکا تعلق مکہ اور یمن کے درمیان "السراۃ" نامی جگہ سے تھا۔ یہ مہاجر تھے اور غزوہ بدر میں شریک رہے تھے۔

زھری، ابن اسحاق اور بخاری وغیرہ سے منقول ہے کہ یہ حضور ﷺ کی مجلس میں لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دلوایا کرتے تھے، گویا دربانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

خلیفہ بن خیاط نے اپنی کتاب "کتاب التاریخ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "بدر کے دن حضور ﷺ کے غلام انسۃ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے"۔ لیکن واقدی کہتے ہیں: یہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں، کیونکہ اہل علم یہ کہتے ہیں کہ یہ غزوہ اُحد میں بھی شریک تھے۔ اور ایک عرصے تک زندہ رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انتقال فرمایا۔

حضرت ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ

انکا پورا نام "ایمن بن عبید زید الحبشی رضی اللہ عنہ" تھا۔ ابن مندہ نے انکو عوف بن الخزرج کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ قول قابلِ نظر ہے۔ یہ حضرت ام ایمنؓ کے

Marfat.com

صاحبزادے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: یہ حضور ﷺ کے وضو وغیرہ کی خدمت پر مامور تھے اور یہ حنین کے دن ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (سورۃ کہف: ۱۱۰)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: حضرت ایمنؓ حنین کے دن شہید ہو گئے اور فرمایا: مجاہد کی ان سے روایت منقطع ہے یعنی ان سے جو یہ مروی ہے: ''حضور ﷺ زیادہ چوری پر ہاتھ کاٹتے تھے اور اس زمانے میں زیادہ اور بڑی چوری ایک دینار شمار ہوتی تھی''۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکی موت حضور ﷺ کے بعد ہوئی ہے جبکہ جمہور مؤرخین نے انکو یوم حنین کے مقتولین میں شمار کیا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ

انکا نام ''حضرت ثوبان بن مجدد رضی اللہ عنہ'' تھا۔ انکو ''ابن جحدر''، ''ابوعبداللہ'' یا ''ابو عبدالکریم'' یا ''ابوعبدالرحمٰن'' کہا جاتا تھا۔ انکا تعلق ایک روایت کے مطابق ''السراۃ'' سے تھا بعض کہتے ہیں ''حمیر'' سے، بعض کہتے ہیں: ''الہان'' سے اور بعض کہتے ہیں: ''مذحج'' قبیلے سے تھا۔ جاہلیت میں کہیں قید ہو گئے تھے حضور ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا اور ساتھ ہی انہیں اختیار دیا کہ اگر چاہیں تو اپنی قوم کے پاس چلے جائیں اور چاہیں تو رہ لیں اور اہل بیت میں سے ہو جائیں: انہوں نے حضور ﷺ کی ولاء میں رہنا پسند کیا اور حضور ﷺ کو کبھی سفر یا حضر میں نہ چھوڑا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کی فتح میں شریک رہے۔ اسکے بعد حمص میں گھر بنا کر وہاں سکونت اختیار کر لی اور وہیں سن چون یا چوالیس میں انتقال فرمایا۔ بعض حضرات کہتے ہیں مصر میں انتقال فرمایا لیکن صحیح یہ ہے کہ حمص میں انتقال فرمایا۔ بخاری نے ''کتاب الادب'' میں مسلم نے اپنی کتابیں اور اہل سنن اربعہؒ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان سے روایات ذکر کیں۔

Marfat.com

حضرت حنین رضی اللہ عنہ

یہ حضور ﷺ کے غلام تھے۔ اور یہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن حنین رضی اللہ عنہ کے دادا ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے اور انہیں وضو کروایا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ وضو سے فارغ ہوجاتے تو یہ وضو کا پانی لے کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتے' کوئی اسکو پیتا اور کوئی چہرے اور جسم پر مَل لیتا۔ ایک دفعہ حضرت حنین رضی اللہ عنہ نے پانی روک لیا اور ایک گھڑے (مشکیزے) میں بھر لیا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے شکایت کی تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم اسکے ساتھ کیا کرو گے؟'' فرمایا: ''میں اسکو ذخیرہ کرونگا اور پھر پیونگا' رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے کوئی ایسا غلام دیکھا جس نے اس طرح ذخیرہ کیا ہو جس طرح اس نے کیا'' کچھ عرصے بعد حضور ﷺ نے انکو اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کردیا جنہوں نے آزاد کردیا۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ

انکا نام ''رافع'' یا ''ابورافع'' تھا۔ اور انکو ''ابوالبہی'' بھی کہا جاتا تھا۔ ابوبکر بن ابی خیثمہ کہتے ہیں یہ ابواحیحہ سعید بن العاص کے غلام تھے' انکے انتقال کے بعد بیٹوں کو وراثت میں ملے تو تین بیٹوں نے اپنے حصے آزاد کردیئے' غزوہ بدر میں یہ انکے ساتھ شریک تھے اور اتفاق سے تینوں اس غزوہ میں شہید ہو گئے۔ پھر بنی سعد کے باقی حصہ داروں نے انکو خرید لیا' لیکن خالد بن سعید نے اپنا حصہ حضور ﷺ کو ہبہ کردیا' حضور ﷺ نے قبول کر کے آزاد کردیا۔ اس لئے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں حضور ﷺ کا غلام ہوں' اسی طرح انکے بعد انکے بیٹے بھی کہا کرتے تھے۔

حضرت رباح رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے غلاموں میں سے ''حضرت رباح الاسود رضی اللہ عنہ'' تھے۔ یہ دربانی کی خدمت سرانجام دیتے تھے' اور انہوں نے ہی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اجازت دلوائی تھی جب حضور ﷺ نے ازواجِ مطہرات کے خرچہ والے مطالبے سے ناراض ہو کر

Marfat.com

بالا خانے میں علیحدگی اختیار کر لی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیق حال اور حضور ﷺ کی دلجوئی کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ اس حدیث میں صراحۃً انکا نام مذکور ہے۔

امام احمد نے حضرت سلمۃ بن الاکوع کے باپؒ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کا ایک غلام تھا جس کا نام رباح تھا۔

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے ایک غلام ''حضرت رویفع رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عبداللہ اور ابوبکر بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ نے انکو حضور ﷺ کے غلاموں میں سے شمار کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں انکے بیٹے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گئے تھے اور انہوں نے انکا وظیفہ مقرر کیا تھا۔

میں کہتا ہوں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حضور ﷺ کے غلاموں کا بہت خیال رکھتے تھے انکے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ کے عامل ابوبکر بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ حضور ﷺ کے تمام غلام، خدام اور باندیاں وغیرہ تلاش کر کے انکو بتائیں اور انکے وظیفے مقرر کئے۔ ابوعمر کہتے ہیں: ان سے کوئی روایت منقول نہیں، ابن الاثیر نے ''الغابة'' میں انکا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

انکا نام ''زید بن حارثہ الکلبی رضی اللہ عنہ'' تھا، انکی شہادت ۸ ہجری کو فتح مکہ سے چند دن قبل غزوہ موتہ میں ہوئی، اس غزوہ میں یہی امیر جیش تھے۔ انکے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر بنے اور یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''حضور ﷺ نے کوئی ایسا لشکر نہیں بھیجا جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہوں اور انکو لشکر کا سپہ سالار نہ بنایا ہو، اور اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور حضور ﷺ انکو اپنا خلیفہ بناتے''۔

Marfat.com

حضرت ابو یسار رضی اللہ عنہ

انکا نام ''ابو یسار زید رضی اللہ عنہ'' تھا' قاسم بغوی اپنی کتاب ''معجم الصحابہ رضی اللہ عنہ'' میں کہتے ہیں: یہ مدینہ میں رہے' اور صرف ایک روایت نقل کی جس کو بغوی نے بیان کرتے ہوئے ذکر کیا: بلال بن یسار بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے نقل کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''جس نے یہ کہا:

استغفر اللہ الذی لاالٰہ الّا ھو الحیّ القیوم واتوب الیہ''

تو اسکے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اگرچہ میدانِ جہاد سے بھاگا ہو''۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ کے غلاموں میں سے ''سفینہ ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ'' تھے۔ جنہیں ''ابوالبختری'' کہا جاتا ہے انکا نام ایک روایت کے مطابق ''مہران'' ایک روایت کے مطابق ''عبس یا ''احمد'' یا ''رومان'' تھا۔ حضور ﷺ نے انکا لقب ''سفینہؓ'' رکھا پھر اسی نام سے مشہور ہوئے۔ یہ حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے' انہوں نے آزاد کردیا اور شرط لگائی کہ مرنے تک حضور ﷺ کی خدمت کریں' انہوں نے یہ شرط قبول کرلی اور کہا: اگر یہ شرط نہ بھی لگاتیں تب بھی میں حضور ﷺ کو نہ چھوڑتا۔ انکا تعلق فارس سے تھا۔

امام احمد نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میری امّت میں خلافت تیس سال رہے گی' پھر اسکے بعد بادشاہت ہوگی''۔ پھر سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ شمار کرو' پھر عمر رضی اللہ عنہ کا' پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا' پھر علی رضی اللہ عنہ کا تو دیکھا کہ تقریباً پورے تیس سال تھے۔ پھر بعد والے خلفاء کا زمانہ شمار کرنا چاہا تو تیس مکمل نہیں ہورہے تھے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے سعید سے پوچھا: تمہیں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہاں ملے؟ اس نے کہا: حجاج کے زمانے میں بطنِ نخلہ میں' میں انکے پاس تین راتیں رہا اور اُن سے حضور ﷺ کی احادیث کے بارے میں پوچھتا رہا۔ میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں بتاؤں گا' حضور ﷺ نے میرا نام ''سفینہ'' رکھا تھا' میں نے کہا:

Marfat.com

سفینہ کیوں رکھا تھا؟ فرمایا: ایک دفعہ حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ نکلے' انکے ساتھ سامان بہت زیادہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ' میں نے بچھائی تو انہوں نے سارا سامان رکھا اور مجھ سے حضور ﷺ نے کہا: اُٹھاؤ! تم سفینہ رضی اللہ عنہ ہو"۔ تو اگر اس دن مجھے ایک اونٹ سے لے کر سات اونٹوں کے بوجھ کے برابر لادا جاتا تو میں تب بھی اُٹھالیتا۔

یہ حدیث ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ میں بھی منقول ہیں' البتہ انکے الفاظ یہ ہیں: ''نبوت کے بعد خلافت تیس سال ہوگی' پھر بادشاہت ہوگی''۔

امام احمد نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ہم ایک سفر میں تھے' اور جب کوئی آدمی تھک جاتا تو وہ اپنا سامان' کپڑے' ترکش یا تلوار مجھ پر لاد دیتا' یہاں تک مجھ پر بہت سا بوجھ ہو گیا' حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: تم سفینہ رضی اللہ عنہ (کشتی) ہو"۔ اور سفینہ رضی اللہ عنہ کی وجہ تسمیہ میں یہ مشہور ترین قول ہے۔ مسلم اور اہل سنن نے انکی بہت سی روایات ذکر کیں' اور امام احمد والی سابقہ روایت میں گزر چکا کہ وہ بطن نخلہ میں رہتے تھے اور حجاج کے زمانہ خلافت تک زندہ تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

انکا نام ''سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ'' اور کنیت ابوعبداللہ تھی' یہ اصل میں فارس سے تھے' اور حوادثات زمانہ کے ہاتھوں ہوتے ہوئے مدینہ کے یہودی کے پاس پہنچے تھے' جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور حضور ﷺ کے حکم پر اپنے یہودی آقا سے مکاتبت کر لی۔ حضور ﷺ نے انکی بدلِ کتابت میں مدد فرمائی اور انہیں اپنے گھر والوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا: ''سلمان رضی اللہ عنہ ہم اہل بیت میں سے ہے''۔ انکی ہجرت کا تفصیلی واقعہ اور ایک راہب سے ہوتے ہوئے دوسرے راہب تک پہنچنے اور پھر وہاں سے مدینہ آنے اور اسلام قبول کرنیکے ابتدائی واقعات پیچھے گزر چکے۔ انکی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری سالوں پینتیس یا چھتیس ہجری میں ہوئی۔ بعض حضرات کہتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ انکی عمر اڑھائی سو سال تھی' البتہ ساڑھے تین سو سال تک

Marfat.com

کے اقوال میں اختلاف ہے' جبکہ متاخرین حفاظ کا دعویٰ ہے کہ انکی عمر سو سال سے زیادہ نہ تھی۔

حضرت صالح بن عدی رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں سے "حضرت شقران الحبشی رضی اللہ عنہ" بھی ہیں جن کا نام "صالح بن عدی" تھا۔ یہ حضور ﷺ کو وراثت میں ملے تھے۔ مصعب الزبیری اور محمد بن سعد کہتے ہیں: یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور انہوں نے حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔

امام احمدؒ نقل کرتے ہیں کہ ابو معشر رضی اللہ عنہ نے انکو شرکاء بدر میں شمار کیا ہے لیکن حضور ﷺ نے انکو غنیمت میں کوئی حصہ نہیں دیا البتہ قیدیوں پر انکو نگران مقرر کر دیا' جسکی وجہ سے ہر قیدی کے والی نے انکو کچھ نہ کچھ دیا اور انکو اپنے حصہ سے بھی کہیں زیادہ مل گیا۔ راوی کہتے ہیں: غزوہ بدر میں انکے علاوہ تین اور غلام تھے' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام' حضرت حاتم بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا غلام اور حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ کا غلام۔ ان سب کو حضور ﷺ نے کچھ نہ کچھ تو دیا لیکن غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا۔

ابو القاسم البغوی کہتے ہیں: زھری اور ابن اسحاق کی کتابوں میں انکا تذکرہ شرکاء بدر میں نہیں۔ واقدی نے حضرت ابو بکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے اپنے غلام شقران کو غزوہ مریسیع کے غنائم' سامان' اسلحہ' اونٹ بکریاں اور قیدیوں پر نگران مقرر کیا' جبکہ عورتوں کو ایک طرف اکٹھا کر لیا گیا تھا"۔

امام احمدؒ نے حضرت شقران رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں نے حضور ﷺ کو ایک خچر پر خیبر جاتے اور اشارے سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا"۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان غزوات میں شریک رہے تھے۔ اور پیچھے گزر چکا کہ یہ حضور ﷺ کے غسل میں شریک تھے اور قبر مبارک میں بھی اُترے تھے' انہوں نے ہی حضور ﷺ کے نیچے وہ چادر رکھی جس پر آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور فرمایا تھا: "خدا کی قسم! آپ ﷺ کے بعد اسکو کوئی نہیں پہنے گا"۔

ابن الاثیر نے "اسد الغابة" میں ذکر کیا کہ انکی نسل معدوم ہو گئی تھی اور رشید کے

Marfat.com

زمانے میں مدینہ میں ہی فوت ہوئے۔

حضرت ضمیرہ رضی اللہ عنہ

انکا نام "ضمیرۃ بن ابی ضمیرۃ الحمیری رضی اللہ عنہ" تھا۔ جاہلیت میں قید ہو گئے تھے تو حضور ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

مصعب الزبیری کہتے ہیں: بقیع میں انکا گھر اور ایک بچہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن وھب حضرت ضمیرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: "حضور ﷺ ام ضمیرہؓ کے قریب سے گزرے تو وہ رو رہی تھیں' فرمایا: کیوں رو رہی ہو؟ بھوکی ہو یا ننگی؟ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے بیٹے سے جدا کر دیا گیا ہے' حضور ﷺ نے فرمایا: "ماں اور اسکے بیٹے میں جدائی نہیں کرنی چاہیئے"۔ پھر اس آدمی کے پاس پیغام بھیجا جس کے پاس حضرت ضمیرہ تھے اور ایک اونٹ کے بدلے میں خرید لیا۔ ابن ابی ذئب کہتے ہیں: پھر مجھ سے ایک خط لکھوایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ محمد رسول ﷺ کی طرف سے ابوضمیرہ اور انکے گھر والوں کے لئے خط ہے کہ حضور ﷺ نے انکو آزاد کر دیا ہے اور اب یہ اہل عرب کے باشندے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہیں اور اگر چاہیں تو اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں' کوئی ان سے حق کے سوا تعارض نہ کرے' اور جو مسلمان اُن سے ملے اسکو بھی انکے ساتھ بھلائی اور اچھائی کی وصیت کی جاتی ہے"۔

حضرت طہمان رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں سے ایک حضرت طہمان رضی اللہ عنہ بھی تھے' جنہیں ذکوان' یا مہران' یا میمون' یا کیسان' یا باذام کہا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ روایت نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "صدقہ میرے یا میرے اہلِ بیت کے لئے جائز نہیں' اور قوم کا غلام اُن ہی میں سے ہوتا ہے"۔

بغوی نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھ سے نبی ﷺ کے ایک غلام جنہیں طہمان یا ذکوان کہا جاتا ہے یہ بیان کیا: پھر مذکورہ حدیث بیان کی۔

Marfat.com

حضرت عبید رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں سے ایک "حضرت عبید" بھی تھے۔ انکے نام کے سوا حالات کا تذکرہ نہیں ملتا۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ

انکا نام "حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ" تھا۔

محمد بن سعید کہتے ہیں: واقدی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ کے عامل ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے حضور ﷺ کے تمام خدّام غلام اور باندیاں تلاش کر کے بتاؤ۔ انہوں نے لکھا: حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے غلام ہیں، انکا تعلق یمن سے ہے اور بعد میں شام میں جا بسے تھے، یہ بنی مزینہ کے غلام تھے جنہوں نے انہیں آزاد کر دیا۔

ابن عساکر کہتے ہیں: اسکے سوا حضرت فضالہؓ کی غلامیت کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔

حضرت قفیز رضی اللہ عنہ

ایک غلام حضور ﷺ کے "قفیز رضی اللہ عنہ" بھی تھے۔ ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کا ایک غلام تھا جسکا نام قفیز" تھا۔

حضرت کرکرۃ رضی اللہ عنہ

انکا نام "کرکرۃ" تھا۔ یہ غزوات میں حضور ﷺ کے سامان کی حفاظت پر مامور تھے۔

ابوبکر بن حزم نے انکا تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھے جانے والے خط میں کیا ہے۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کے سامان پر ایک غلام مقرر تھے جن کا نام "کرکرۃ" تھا، وہ فوت ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ جہنم میں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے مال غنیمت سے چھپایا ہوا کرتا یا چادر پہنی ہوئی تھی"۔

حضرت کیسان رضی اللہ عنہ

ایک غلام "حضرت کیسان رضی اللہ عنہ" بھی تھے۔ بغوی کہتے ہیں: حضرت عطاء بن

Marfat.com

سائب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے بتایا: حضور ﷺ کا ایک غلام کیسان تھا' اس نے صدقے کے بارے میں حضور ﷺ سے نقل کیا: ''ہم اہل بیت ہیں' ہمیں صدقہ کھانے سے منع کیا گیا ہے' ہمارے غلام بھی ہم میں سے ہیں لہذا وہ بھی صدقہ نہ کھائیں''۔

حضرت مابور قبطی رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں سے ایک حضرت ''مابورؓ القبطی رضی اللہ عنہ'' بھیتھے' اور یہ وہی غلام ہیں جو صاحب اسکندریہ نے حضرت ماریہؓ' حضرت شیرینؓ اور ایک خچر کیساتھ حضور ﷺ کو ہدیہ کیا تھا۔

حضرت مدعم رضی اللہ عنہ

ایک غلام ''مدعم رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔ جو شام کے ایک علاقے ''حسمی'' کے رہنے والے تھے۔ حضرت رفاعۃ بن زید الجذامی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا' خیبر سے واپس لوٹتے ہوئے اور وادی القریٰ میں پہنچ کر جب یہ حضور ﷺ کے اونٹ سے سامان اُتارنے لگے تو اچانک ایک نامعلوم تیر انکے آ لگا جس سے یہ فوت ہو گئے۔ لوگوں نے کہا: انکو شہادت مبارک ہو' حضور ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں! قسم ہے اس ذات کی جسکے دستِ قدرت میں میری جان ہے' وہ چادر جو انہوں نے مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لی وہ اسکے لئے آگ بن جائیگی''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ سُنا تو ایک آدمی ایک تسمہ یا تسمے لے آیا' حضور ﷺ نے فرمایا: یہ جہنم کا ایک تسمہ یا دو تسمے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں سے ایک ''حضرت نافع رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔

ابن عساکر نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''جنت میں بوڑھا زانی' متکبر مسکین اور اپنے اعمال کو جتلانے والا داخل نہ ہوگا''۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

قیامت کے دن نہ بات کرے گا' نہ پاک صاف کرے گا' نہ انکی طرف دیکھے گا اور انکے لئے دردناک عذاب ہوگا' بوڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور تکبّر کرنے والا عیالدار"۔

حضرت نافع بن حارث رضی اللہ عنہ

انکا نام "نُــفَیــع رضی اللہ عنہ" بعض کہتے ہیں: "مسروح" بعض کہتے ہیں: "نافع بن مسروح" اور صحیح یہ ہے کہ "نافع بن حارث بن کلدۃ بن ابوبکرۃ الثقفی رضی اللہ عنہ" تھا۔ انکی والدہ کا نام "امّ زیاد" تھا۔ یہ اپنے چند غلام ساتھیوں کیساتھ محاصرۂ طائف کے دوران قلعے سے لٹک کر اندر اُتر گئے تھے اسلئے حضور ﷺ نے انکو آزاد کردیا' یہ صبح کے وقت اُترے تھے اس لئے حضور ﷺ نے انکا نام ابوبکرہ رضی اللہ عنہ رکھ دیا۔ ابونعیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ نیک آدمی تھے حضور ﷺ نے انکے اور ابوبرزۃ اسلمی رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ کی تھی۔

میں کہتا ہوں: حضرت نُفیع رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق انکے دینی بھائی حضرت ابوبرزۃ اسلمی رضی اللہ عنہ نے انکی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ یہ واقعہ جمل یا غزوہ صفین میں شریک نہیں تھے' ان کی وفات اکاون یا باوّن ہجری کو ہوئی۔

حضرت واقد رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے ایک غلام "واقد رضی اللہ عنہ" یا "ابوواقد" بھی تھے۔

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ

"حضرت ہشام رضی اللہ عنہ" بھی حضور ﷺ کے غلاموں میں سے تھے۔

محمد بن سعد نے حضور ﷺ کے غلام ہشام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میری عورت کسی ہاتھ بڑھانے والے کو نہیں روکتی' حضور ﷺ نے فرمایا: "طلاق دے دو"۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اس سے بڑی محبت ہے"۔ فرمایا: "پھر یوں ہی فائدہ اُٹھاتے رہو"۔

حضرت یسار رضی اللہ عنہ

انکا نام "حضرت یسار رضی اللہ عنہ" تھا' ایک روایت کے مطابق عرنیین نے انکو قتل کرکے

Marfat.com

مُثلہ بنادیا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں: قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی تو حضور ﷺ نے انہیں صدقے کے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا' لیکن انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے' حضور ﷺ نے چند صحابہؓ کو بھیج کر تعاقب کیا اور گرفتار کر کے سزا دی۔ وقدای نے بیان کیا: حضور ﷺ نے انکو "قرقرة الكدر" نامی جگہ پر بنی غطفان وسلیم کے مال غنیمت کیساتھ گرفتار کیا تھا لوگوں نے انکو پکڑ کر حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا اور حضور ﷺ نے بھی قبول کر لیا تھا کیونکہ آپ ﷺ نے اسکو اچھی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کیا تو ہر ایک آدمی کے حصے میں سات اونٹ آئے اور وہ کُل دو سو آدمی تھے۔

حضرت ابو الحمراء رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے غلاموں میں سے حضرت "ابو الحمراء رضی اللہ عنہ" تھے۔ انکا نام "ھلال بن حارث" یا "ابن مظفر" تھا۔ بعض کہتے ہیں انکا نام "ہلال بن حارث بن ظفر السلمی" تھا۔ جاہلیت میں قید ہوئے تھے اور تب سے غلامی کا طوق گلے میں پڑا ہوا تھا۔

ابن معین کہتے ہیں: ابو الحمراء حضور ﷺ کے ساتھی تھے' انکا نام ھلال بن حارث اور جائے اقامت "حمص" تھی' وہاں میں نے انکے غلام بیٹے کو بھی دیکھا تھا' باقی حضرات کہتے ہیں: انکا گھر "باب حمص" سے باہر تھا۔

ابو الوازع سمرة سے نقل کرتے ہیں: ابو الحمراء غلاموں میں سے تھے۔

حضرت ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ

"حضرت ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ" حضور ﷺ کے چرواہے تھے۔ بعض کہتے ہیں: انکی کنیت ابو سلام اور نام "حریث" تھا۔

بغوی نے حضرت ابو سلمة رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "جو اللہ سے اس حال میں ملے کہ وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اور بعث بعد الموت اور حساب کا یقین رکھتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے کہا: کیا آپ نے بذات خود حضور ﷺ سے یہ سُنا ہے؟ انہوں نے

Marfat.com

اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر کہا: میں نے خود ان کانوں سے ایک دو تین بلکہ چار دفعہ سے زیادہ سنا ہے"۔

ابن عساکر نے انکی صرف یہی حدیث نقل کی ہے البتہ نسائی نے ایک اور ابن ماجہ نے تیسری حدیث بھی ذکر کی ہے۔

حضرت ابو صفیہ رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں سے "حضرت ابو صفیہؓ" بھی تھے۔

ابو القاسم بغوی نے حضور ﷺ کے غلام ابو صفیہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کے لئے چمڑے کی چادر بچھائی جاتی اور ایک تھیلا لایا جاتا جس میں کنکریاں ہوتیں۔ آپ ﷺ آدھے دن تک تسبیح پڑھتے رہتے پھر وہ اُٹھا لیجاتی اور نماز کے بعد دوبارہ شام تک ایسے ہی تسبیح کرتے رہتے۔

حضرت ابو ضمیرۃ رضی اللہ عنہ

یہ بھی حضور ﷺ کے غلام اور ضمیرۃ رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔ پیچھے انکے بیٹے کے تذکرے میں انکا بیان گزر چکا ہے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں: مجھے حسین بن عبداللہ بن ابو ضمیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ خط جو رسول ﷺ نے ابو ضمیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دیا تھا وہ یہ تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابو ضمیرہ اور انکے گھر والوں کے لئے خط ہے، یہ اہل عرب کے ایک گھرانہ میں سے ہیں اور ان میں سے ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے احسان کر کے آزاد کیا ہے۔ ابو ضمیرۃ رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہیں تو انہیں اجازت ہے، اور اگر رسول ﷺ کے ساتھ رہنا چاہیں تو انکے اہل بیت کے ساتھ ہونگے۔ انہوں نے اللہ رسول کی اختیار کر کے اسلام قبول کیا، اب کوئی ان سے بھلائی کے سوا تعارض نہ کرے، اور جو کوئی مسلمان ان سے ملے تو وہ بھی بھلائی کا معاملہ ہی کرے"۔

یہ خط اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

ایک سفر میں انکے خاندان کے کچھ لوگ نکلے، راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو آلیا اور انکا سارا مال و اسباب چھین لیا۔ انہوں نے خط نکالا اور انکو دکھایا، ڈاکوؤں نے پڑھ کر

Marfat.com

سب لوٹی ہوئی چیزیں واپس کر دیں اور انہیں کچھ نہ کہا۔

مہدی کے زمانے میں حسین بن عبداللہ بن ابی ضمیرة رضی اللہ عنہ اسکے دربار میں گیا اور خط دِکھایا، تو مہدی نے خط کو آنکھوں پر رکھا اور حسین کو تین سو دینار دیئے۔

حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ

یہ بھی حضور ﷺ کے غلاموں میں سے تھے۔

امامؒ احمدؒ کہتے ہیں: ''حضور ﷺ کے غلام ابو عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے لئے گوشت کی ہنڈیا پکائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دستی دے'' میں نے دے دی، تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ نے تیسری دفعہ کہا: ''مجھے دستی دے دو''۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! ایک بکری کی کتنی دستیاں ہو سکتی ہیں؟ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جسکے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم خاموش رہتے تو اتنی برکت ہوتی کہ ہر دفعہ مانگنے پر تم مجھے دیتے رہتے''۔

حضرت ابو عشیب رضی اللہ عنہ

انکا نام ''ابو عشیب رضی اللہ عنہ'' اور بعض حضرات کے نزدیک ''ابو عسیب رضی اللہ عنہ'' تھا۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

یہ حضور ﷺ کے جنازے اور دفن میں شریک رہے تھے۔

ابن مندہ نے حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ ایک دفعہ رات کو نکلے اور مجھے بلوایا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب سے گزرے اور انہیں بلوایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور انہیں بھی بلوایا۔ پھر ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے اور مالک سے کہا: ''ہمیں پکی کھجوریں کھلاؤ''۔ وہ لے آیا تو حضور ﷺ اور شیخین نے کھائیں، پھر پانی منگوالیا اور پیا۔ پینے کے بعد فرمایا: اس نعمت کے بارے میں تم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شاخ پکڑی اور زمین پر ماری تو پکی کھجوریں گر گئیں، پھر فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم سے اسکے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! سوائے اس کپڑے کے جس سے اپنا جسم ڈھانپے، اس

Marfat.com

ٹکڑے کے جس سے بھوک مٹائے یا اس حجرے کے جسمیں محض داخل ہو سکے' یعنی سردی گرمی سے بچ سکے۔

حضرت ابو کبشہ انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ''ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ'' کا تعلق مشہور قول کے مطابق مذحج کے انماریوں سے تھا۔ انکے نام میں مختلف اقوال ہیں' جن میں سے مشہور ترین یہ ہے کہ انکا نام سلیم رضی اللہ عنہ' یا عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ' یا سعد بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ اصل میں دوس سے تعلق رکھتے تھے' بدر کے شرکاء میں سے ہیں۔

واقدی نے مزید بتایا: یہ اُحد اور مابعد کے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ ۲۲ جمادی الاوّل تیرہ ہجری کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے دن فوت ہوئے۔

خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں: تیئس ہجری کو ابو کبشہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔

ترمذی نے حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں تین چیزوں کے بارے میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور تمہیں بتاتا ہوں انکو یاد کرلو: کسی آدمی کا مال صدقہ سے کم نہ ہوگا' کسی بندے پر ظلم ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ اسکی مزید عزت بڑھائے گا اور جس بندے نے اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولا تو اللہ بھی اس پر فقرو فاقہ کا دروازہ کھول دے گا''۔

حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کا ایک غلام ''ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ'' بھی تھا۔ یہ مزینہ کے رہنے والے تھے' حضور ﷺ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' انکا نام معلوم نہیں۔

ابو مصعب زبیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ'' غزوۂ مریسیع کے شریک تھے اور یہ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کو ہانکا کرتے تھے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی باندیاں

حضرت اُمیمہؓ

آنحضرت ﷺ کی ایک باندی حضرت ''اُمیمہؓ '' تھیں۔ابن اثیر کہتے ہیں: شام والوں نے اسکی حدیث نقل کی ہے۔جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''یہ حضور ﷺ کو وضو کروایا کرتی تھیں۔ایک دن ایک آدمی انکے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے وصیت کیجئے' فرمایا: ''اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے' جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے تو وہ اللہ اور رسول کے ذمے سے بری ہے' شراب یا نشہ آور چیز استعمال نہ کرنا کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے' والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تمہیں اپنا گھر بار چھوڑنے کا ہی کیوں نہ کہیں''۔

حضرت ام ایمنؓ

ایک باندی حضرت ''برکۃ رضی اللہ عنہا'' تھیں۔ یہ ام ایمنؓ اور حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔انکا نام ''برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو الحبشیہ رضی اللہ عنہا'' تھا' لیکن ''ام ایمنؓ '' کی کنیت سے زیادہ مشہور تھیں۔ایمن انکے پہلے خاوند عبید بن زید الحبشی کا بیٹا ہے' پھر اسکے بعد زید بن حارث رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا جن سے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔انکو امّ الظباء بھی کہا جاتا ہے' انہوں نے حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کی تھی۔انہوں نے آنحضرت ﷺ کی پرورش بھی کی تھی اور حضور ﷺ کو باپ سے وراثت میں ملی تھیں۔بعض کہتے ہیں: والدہ سے وراثت میں ملی تھیں' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت خدیجہؓ کی بہن کی باندی تھیں اور انہوں نے حضور ﷺ کو ہبہ کی تھیں' ابتداءً ایمان لائی تھیں اور حضور ﷺ کے بعد تک زندہ رہی تھیں۔حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ انکی زیارت کے لئے گئے تو وہ رونے لگیں' حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہا نہیں

Marfat.com

جانتیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے دُنیا سے کہیں بہتر ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں! میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہوگئی ہے۔ یہ بات سُن کر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بھی رونے لگے۔

بخاری میں زھری سے منقول ہے: ''حضرت امّ ایمنؓ بڑے ہونے تک حضور ﷺ کی پرورش کرتی رہیں، جب آپ ﷺ بڑے ہوئے تو انہیں آزاد کردیا اور اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمادیا' انکا انتقال حضور ﷺ کی وفات کے پانچ یا چھ ماہ بعد ہوا' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔

محمد بن سعد' واقدی سے نقل کرتے ہیں: حضرت ام ایمنؓ کا انتقال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ابتدائے خلافت کے زمانے میں ہوا۔

حضرت بریرۃؓ

آنحضرت ﷺ کی باندیوں میں سے ایک حضرت ''بریرۃؓ'' بھی تھیں۔ یہ ابو احمد بن جحش کے قبیلے کی باندی تھیں، جنہوں نے انکو مکاتبہ بنالیا' حضرت عائشہؓ نے بدلِ کتابت ادا کر کے انکو خرید لیا اور آزاد کردیا' اور حق ولاء بھی انکو حاصل ہوگیا۔

حضرت خضرۃؓ

ابن مندہؒ نے ذکر کیا کہ یہ حضور ﷺ کی باندی تھیں۔ چنانچہ جعفر بن محمد سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی ایک باندی تھی جس کو ''خضرۃؓ'' کہا جاتا تھا۔

حضرت خلیسۃؓ

آنحضرت ﷺ کی ایک باندی حضرت ''خلیسۃؓ'' تھیں جو حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں: حضرت ''خلیسہؓ'' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آقا تھیں' کیونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے' انکو آزاد کرنے اور آزادی کے عوض انکو تین سو کھجوروں کی پنیری لگانے کا تذکرہ ملتا ہے۔

Marfat.com

حضرت خولہؓ

ابن اثیر کہتے ہیں: یہ حضور ﷺ کی باندی تھیں۔

حضرت رُزینہؓ

ایک روایت کے مطابق یہ حضور ﷺ کی باندی تھیں، لیکن ابن عساکر کہتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ صفیہ بنت حُییؓ کی باندی تھیں اور حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں، باقی انکی بیٹی ''امۃ اللہ بنت رزینہؓ'' تو بعض حضرات نے انکو بھی حضور ﷺ کی باندیوں میں شمار کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ براہِ راست باندی نہیں تھیں، البتہ اپنی والدہ کیساتھ حضور ﷺ کے پاس آیا کرتی تھیں۔

حضرت رَضویؓ

ایک باندی حضرت ''رضویؓ'' تھیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں: حضرت قتادہ نے حضرت رَضوی بنت کعبؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے اس حائضہ کے بارے میں پوچھا جو خِضاب لگائے، فرمایا: اسمیں کوئی حرج نہیں''۔

حضرت ریحانہؓ

ایک حضرت ''ریحانہ بنت شمعونؓ'' تھیں۔ انکا ذکر پیچھے ازواجِ مطہرات میں ہو چکا ہے۔

حضرت سائبہؓ

آنحضرت ﷺ کی باندیوں میں سے ایک باندی حضرت ''سائبہؓ'' بھی تھیں، جنہوں نے لقطہ کی ایک حدیث نقل کی۔

حضرت سدیسہؓ

ایک روایت کے مطابق ''حضرت سدیسہ انصاریہؓ'' حضور ﷺ کی باندی تھیں اور ایک روایت کے مطابق حضرت حفصہ بنت عمرؓ کی باندی تھیں۔

Marfat.com

حضرت سلامۃؓ

"حضرت سلامۃؓ" حضرت ابراہیم بن رسول ﷺ کی پرورش کرنے والی تھیں۔ انہوں نے ایک حدیث حمل، طلاق اور رضاعت کی فضیلت میں بیان کی۔ لیکن اسکی سند میں کلام ہے۔

حضرت سلمیٰؓ

آنحضرت ﷺ کی باندیوں میں سے ایک باندی حضرت "سلمیٰؓ" "ام رافعؓ" تھیں۔

واقدی سے مروی کہ حضرت "سلمیٰؓ" فرماتی ہیں: میں، خضرۃؓ، رضویٰؓ اور میمونہؓ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں، حضور ﷺ نے ہم سب آزاد کر دیا۔ انہوں نے بہت سی احادیث ذکر کیں جنکو یہاں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

مصعب زبیریؒ کہتے ہیں: سلمیٰؓ حنین کے واقعہ میں شریک رہیں۔

میں کہتا ہوں: یہ حضور ﷺ کو "حریرۃ" بنا کر دیا کرتی تھیں جو حضور ﷺ کو بہت پسند تھی۔ حضرت سلمیٰؓ حضور ﷺ کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں اور حضرت فاطمہؓ کی وفات پر موجود تھیں۔ پہلے یہ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ کے پاس تھیں اور انہوں نے حضور ﷺ کو ہبہ کر دی تھیں۔

انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد انکی اولاد کی پرورش کی تھی، ایسے ہی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ ﷺ کی بھی پرورش کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ کیساتھ یہ بھی حضرت فاطمہؓ کے غسل میں شریک تھیں۔

حضرت شیرینؓ

انکا نام "شیرین" یا ایک روایت کے مطابق "سیرین" تھا۔ یہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں، اسکندریہ کے مقوقس نے انکو ایک غلام مابور اور خچر دُلدل کیساتھ حضور ﷺ کو ہدیۃً دی تھیں، حضور ﷺ نے آگے انکو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا جن سے ایک لڑکا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہوا۔

Marfat.com

حضرت عنبۃؓ

انکا نام "عنقودہؓ" اور کنیت امّ ملیح الحبشیۃؓ تھا۔ یہ حضرت عائشہؓ کی باندی تھیں، انکا اصل نام "عنبۃؓ" تھا حضور ﷺ نے "عنقودہؓ" رکھ دیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں: انکا نام غفیرۃ تھا۔

حضرت فروہؓ

یہ حضور ﷺ کی مرضعہ تھیں۔ یہ نقل کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے کہا: جب تم بستر پر جاؤ تو "قل یاایھا الکافرون" پڑھا کرو کیونکہ یہ شرک سے برأت کا ذریعہ ہے"۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ

آنحضرت ﷺ کی باندیوں میں سے "حضرت ماریہ قبطیہؓ" تھیں، انکا ذکر پہلے امہات المؤمنین میں گزر چکا ہے۔ ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہؓ اور ماریہ امّ ربابؓ میں فرق ہے اور مؤخر الذکر حضور ﷺ کی باندی ہیں۔ بصرہ والوں نے ان سے روایت نقل کی: "میں حضور ﷺ کے نیچے جھکی اور حضور ﷺ دیوار پھاند کر ہجرت کی رات نکل گئے"۔

مثنیٰ بن صالح نے حضرت ماریہؓ سے نقل کیا: میرے ہاتھوں نے حضور ﷺ کے ہاتھوں سے بڑھ کر کسی نرم چیز کو نہ چھوا"۔

ابوعمر بن عبدالبر "الاستیعاب" میں کہتے ہیں: میں نہیں جانتا، یہ پہلے والی ہی ہیں یا کوئی اور ہیں۔

حضرت میمونہ بنت سعدؓ

انکا نام "میمونہ بنت سعدؓ" تھا۔

حضرت میمونہ بنت ابی عسیبۃؓ

حضور ﷺ کی ایک باندی "میمونہ بنت ابی عسیبہؓ" یا "عنبۃؓ" تھیں۔
ابونعیم کہتے ہیں: صحیح نام میمونہ بنت ابی عسیبؓ ہے اور بعض کہتے ہیں: بنت ابی عنبسہؓ۔

Marfat.com

حضرت امّ ضمیرہؓ

یہ حضرت ابو ضمیرہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور انکی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

حضرت امّ عیاشؓ

آنحضرت ﷺ کی ایک باندی حضرت ''ام عیاشؓ'' تھیں، جنکو آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کیساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا تھا۔

ابو القاسم بغوی نے حضرت ''ام عیاشؓ'' سے نقل کیا: ''میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے صبح کے وقت کھجوریں کوٹ کر نبیذ بنا کر رکھتی تھی تو وہ شام کو پی لیتے' اور شام کو بناتی تو صبح پی لیتے' ایک دن انہوں نے مجھ سے پوچھا: کیا تم اسمیں کچھ ملاتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں' فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا۔

حضرت جاریہ حبشیہؓ

امام احمدؒ نے حضرت ثمامہ بن حزن سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے نبیذ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ایک حبشن باندی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ حضور ﷺ کی خادمہ رہی ہے' اُس سے پوچھو۔ میں نے پوچھا تو اس نے کہا: ''میں ایک برتن میں عشاء کے وقت حضور ﷺ کے لئے نبیذ بنا کر ڈھانک دیتی تھی اور صبح کے وقت آپ ﷺ اس سے پی لیا کرتے تھے''۔

اس باندی کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال ہیں کہ یہ مذکورہ باندیوں میں سے ہی کوئی باندی ہیں یا ان کے علاوہ ہیں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

حضور ﷺ کے خدّام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

انکا نام ''انس بن مالک بن نضر انصاری بخاری رضی اللہ عنہ'' اور کنیت ابوحمزہ مدنی تھی۔ بصرہ کے متوطن تھے اور مدینہ کے دس سالہ مدتِ قیام میں حضور ﷺ کے خادم رہے۔ اس دوران حضور ﷺ نے کبھی انکو نہ ڈانٹا اور نہ ہی کسی چیز کے بارے میں کہا: کیوں کیا؟ اور اگر کوئی کام نہ کیا ہو تو یہ نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا؟ انکی والدہ حضرت ام سلیمؓ بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام تھیں' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے حوالے کیا تھا اور دُعا کی درخواست کی تھی تو حضور ﷺ نے دُعا فرمائی: ''اے اللہ انکے مال واولاد میں برکت عطا فرما' انکی عمر لمبی فرما اور جنت میں داخل فرما''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے دو دعاؤں کو تو اپنی آنکھوں سے قبول ہوتا دیکھ لیا اور تیسری کا منتظر ہوں' خُدا کی قسم! میرا مال بڑا زیادہ ہے اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: میرا باغ سال میں دو دفعہ پھلتا ہے اور میری سگی اولاد ایک سو چھ ہے۔ غزوہ بدر میں انکی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے یہ بدر اور اُحد میں شریک نہیں ہو سکے' البتہ انکے بعد کے تمام غزوات حدیبیہ' خیبر' عمرۃ القضاء' فتح مکہ' حنین' طائف اور بعد کے تمام واقعات میں شریک تھے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے ابن ام سلیم رضی اللہ عنہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر کسی کو حضور ﷺ سے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا''۔

ابن سیرین کہتے ہیں: یہ سفر اور حضر میں سب سے عمدہ نمازیں پڑھنے والے تھے۔ انکی وفات بصرہ میں ہوئی تھی اور وفات کے لحاظ سے بصرہ میں آخری صحابی رضی اللہ عنہ یہی تھے۔ انکا سن وفات ایک قول کے مطابق نوے' ایک کے مطابق اکانوے' یا بانوے' یا ترانوے تھا اور

Marfat.com

یہی مشہور ہے۔
وفات کے وقت انکی عمر کتنی تھی تو امام احمد نے حُمید سے نقل کیا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر سو سال تھی' اسکے علاوہ انکی عمر کے بارے میں کم از کم قول چھیانوے اور زیادہ سے زیادہ ایک سو سات سال کا ہے۔ بعض کہتے ہیں: ایک سو چھ اور بعض کہتے ہیں: ایک سو تین۔

حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے خادموں میں سے ایک خادم حضرت ''اسلع بن شریک بن عوف الاعرجی رضی اللہ عنہ'' تھے۔

محمد بن اسعد کہتے ہیں: انکا نام میمون بن سنباذ رضی اللہ عنہ تھا۔ ربیع بن بدر حضرت اسلع سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کیساتھ سفر میں جایا کرتا تھا۔ ایک سفر میں ہم نے ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا اور صبح سویرے حضور ﷺ نے کوچ کا حکم دیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے جنابت لاحق ہوگئی ہے' حضور ﷺ کچھ دیر خاموش ہوگئے تو حضرت جبریل علیہ السلام تیمم کی آیت لے کر اُترے حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے اسلع رضی اللہ عنہ! اُٹھو اور تیمم کرو''۔ میں اٹھا' تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ جب ہم آگے بڑھے تو ایک جگہ پانی نظر آیا' فرمایا: ''اے اسلع رضی اللہ عنہ! اب غُسل کرلو''۔ حضرت اسلع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے تیمم کرکے دکھایا تھا'' ''آپ ﷺ نے سب سے پہلے زمین پر ہاتھ مارے' پھر انکو جھاڑ کر چہرے پر مسح کیا' پھر دوبارہ زمین پر مار کر جھاڑا اور اپنے بازوؤں پر مسح کیا' دائیں سے بائیں پر اور بائیں سے دائیں پر اور ہاتھ کے اوپر نیچے دونوں طرف سے''۔

جمیع راوی کہتا ہے: مجھے میرے باپ نے' انکو انکے باپ نے اور انکو حضرت اسلع رضی اللہ عنہ نے اور انکو حضور ﷺ نے تیمم کرکے دکھایا۔

ربیع راوی کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث عوف بن ابی جمیلہ کو سنائی تو انہوں نے کہا: میں نے حسن بصریؒ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

Marfat.com

حضرت اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ

انکا نام حضرت ''اسماء بن حارثہ بن سعد الاسلمی رضی اللہ عنہ'' تھا۔ محمد بن سعد کہتے ہیں: یہ اہلِ صفہ میں سے تھے۔ یہ ھند بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور دونوں حضور ﷺ کے خادم تھے۔

امام احمد نے اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھے حضور ﷺ نے یہ کہہ کر بھیجا: ''اپنی قوم کو اس دن (عاشوراء) کے روزے کا حکم دو'' میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر وہ کچھ کھا پی چکے ہوں تو؟ فرمایا: باقی دن کو روزہ پورا کرلیں''۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: محمد بن نعیم نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ میں نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: ''میں ھند اور اسماء بن حارث رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا خادم ہی سمجھا کرتا تھا۔

واقدی کہتے ہیں: یہ دونوں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا دروازہ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: حضرت اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی وفات سن چھیاسٹھ ہجری کو بصرہ میں اسّی سال کی عمر میں ہوئی۔

حضرت بکیر بن شداخ رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے خادموں میں سے حضرت ''بکیر بن شداخ اللیثی رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔

ابن مندہ نے عبدالملک بن یعلیٰ اللیثی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''بکیر بن شداخ اللیثی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے، ایک دن انکو احتلام ہوگیا تو انہوں نے حضور ﷺ کو کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ''میں آپ ﷺ کے گھر والوں کی رکھوالی کرتا ہوں مجھے احتلام ہوگیا ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسکے قول کو سچا فرما اور اسکو کامیابی عطا فرما''۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک یہودی قتل ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا: اس آدمی کو اللہ کی قسم ہے جو اسکے قتل کے بارے میں کچھ جانتا ہو؟''۔ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے امیر المؤمنین! میں نے اسکو قتل کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے قتل کا اقرار کیا ہے، اب تمہارے لئے نکلنے کی کیا سبیل ہے؟ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! ایک غازی نے مجھے اپنے گھر کا نگران مقرر کیا، میں آیا تو دیکھا یہ

Marfat.com

یہودی اسکی عورت کے پاس ہے اور یہ کہہ رہا ہے۔

(۱) واَشعث غرّہ الاسلام منّی خلوت بعرسہ لیل التمام

اور پراگندہ بالوں والے کو اسلام نے مجھ سے غافل کر دیا' میں نے اسکی بیوی کیساتھ چاند رات گزاری۔

(۲) ابیت علی ترائبھا ویمسی علی جرد الاعنۃ والحزام

میں اسکی بیوی کے سینے پر رات گزارتا ہوں جبکہ وہ رات گزارتا ہے' مشقتوں اور تکلیفوں کی ننگی پیٹھ پر۔

(۳) کأن مجامع الربلات منھا فئام ینھضون الیٰ فئام

اسکے پستان ایسے ہیں جیسے' جماعت ایک جماعت پر حملہ آور ہو۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکی بات مان لی اور حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی وجہ سے یہودی کا خون باطل قرار دے دیا۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

انکا نام حضرت ''بلال بن رباح رضی اللہ عنہ'' تھا۔ مکہ میں پیدا ہوئے' یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زرِ کثیر کے عوض انکو خرید لیا' کیونکہ امیہ انکو سخت عذاب دیا کرتا تھا تاکہ وہ اسلام سے مرتد ہو جائیں لیکن یہ اسلام چھوڑنے پر راضی نہ ہوتے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکو خریدا تو اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا' جب لوگوں نے ہجرت کی تو انہوں نے بھی ہجرت کی اور بدر' اُحد اور بعد کے غزوات میں شریک رہے' انکو اپنی ماں کی وجہ سے بلال بن حمامۃ رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا تھا۔ یہ بڑے فصیح اللسان تھے نہ کہ جیسے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سین کو شین پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال رضی اللہ عنہ کی سین بھی شین ہے''۔

یہ چار مؤذنوں میں سے ایک اور سب سے پہلے مؤذن ہیں' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو یہ لڑائی کے سلسلے میں ملکِ شام کی طرف نکل گئے' بعض کہتے ہیں: یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی مؤذن رہے تھے لیکن پہلا قول صحیح اور مشہور ہے۔

Marfat.com

واقدی کہتے ہیں: یہ دمشق میں بیں ہجری کو فوت ہوئے اس وقت انکی عمر ساٹھ یا اس سے زیادہ تھی۔ فلاس کہتے ہیں: انکی قبر دمشق میں یا داریا میں یا حلب میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ حلب میں انکے بھائی خالد فوت ہوئے۔

مکحول کہتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھنے والوں نے مجھے بتایا کہ وہ بہت سیاہ کمزور بوڑھے اور بہت بالوں والے تھے یہ اپنے سفید بالوں پر خضاب نہیں لگایا کرتے تھے۔

حضرت حبۃ رضی اللہ عنہ اور سواء

آنحضرت ﷺ کے خدام میں سے حضرت ''حبۃ رضی اللہ عنہ اور سواء رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔

امام احمد نے حبہ رضی اللہ عنہ اور سواء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ہم حضور ﷺ کے پاس داخل ہوئے اور دیکھا کہ حضور ﷺ کوئی چیز تیار کر رہے ہیں ہم نے انکی مدد کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے سروں کا ہلنا (محنت کرنا) رزق میں زیادتی نہیں کرتا جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ بالکل بے بس ہوتا ہے اور اس پر جھلی تک نہیں ہوتی پھر اللہ اسکو رزق دیتا ہے''۔

حضرت ذومخمر رضی اللہ عنہ

اُنکا نام ''ذومخبر رضی اللہ عنہ'' یا ذومخمر رضی اللہ عنہ'' تھا۔ یہ نجاشی کے بھتیجے یا بھانجے تھے اور نجاشی نے انکو حضور ﷺ کی خدمت کے لئے بھیجا تھا۔

امام احمد نے حضرت ذومخمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کیساتھ تھے آنحضرت ﷺ اونٹ کو ہانک کر جلدی تشریف لے گئے اسطرح آپ ﷺ قلتِ زاد کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔ کسی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! لوگ پیچھے رہ گئے ہیں: حضور ﷺ رُک گئے اور لوگ آکر مل گئے پھر حضور ﷺ نے فرمایا: پڑاؤ کرنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ یا پڑاؤ کے بارے میں کسی نے کہا تو حضور ﷺ اُتر گئے اور فرمایا: آج رات پہرہ کون دے گا؟ میں نے کہا: میں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ حضور ﷺ نے اپنی اونٹنی کی لگام مجھے دی اور فرمایا: ''خبردار رہنا اور پہرے میں غفلت نہ کرنا''۔ میں نے حضور ﷺ کی اونٹنی اور اپنی اونٹنی کو پکڑلیا اور تھوڑی دور جا کر انکو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ میں ان پر ہی نظر رکھے ہوئے تھا کہ اچانک مجھے اونگھ آگئی اور مجھے پتہ اس وقت لگا جب

Marfat.com

دھوپ کی تیز کرنیں میرے چہرے پر پڑنے لگیں' میں بڑبڑا کر بیدار ہوا اور دائیں بائیں دیکھا تو دونوں سواریاں قریب ہی تھیں۔ میں نے حضور ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑی اور ایک آدمی کے پاس جا کر اُسے بیدار کیا اور کہا: کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا نہیں' دیکھتے ہی دیکھتے سارے لوگ ایک دوسرے کو جگانے لگے۔ اس دوران حضور ﷺ بھی جاگ گئے اور فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! کیا مشکیزے میں پانی ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اور پانی لا کر حضور ﷺ کو وضو کرایا' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اور فجر سے پہلے دو رکعتیں اطمینان سے پڑھیں۔ کسی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے دیر کر دی' فرمایا: ''نہیں' اللہ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں' پھر ہماری طرف لوٹا دیں اور ہم نے نماز پڑھ لی''۔

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ

انکا نام ''ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ'' اور کنیت ''ابوالفرس'' تھی۔

اوزاعیؒ نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں حضور ﷺ کیساتھ رات گزارتا تھا' اور آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مہیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ رات کو بیدار ہوتے اور فرماتے: ''پاک ہے میرا پروردگار اور زمانہ بھر کی تعریف و ثناء اسکے لئے ہے''۔ ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا: ''مانگو کیا مانگتے ہو؟''۔ میں نے کہا: ''جنت میں آپ ﷺ کی مرافقت''۔ فرمایا: ''سجدوں کی کثرت کیساتھ میری مدد کرو''۔

امام احمدؒ نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں دن بھر حضور ﷺ کی خدمت کرتا تھا یہاں تک آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ لیتے' عشاء کے بعد جب آپ ﷺ گھر داخل ہو جاتے تو میں پھر بھی دروازے پر بیٹھ جاتا اور سوچتا کہ شاید حضور ﷺ کو کچھ ضرورت ہی پیش آ جائے اسی لیے باہر بیٹھا رہتا اور حضور ﷺ کو کہتے ہوئے سنتا رہتا: ''سبحان اللہ وبحمدہٖ''۔ پھر جب میں تھک جاتا تو چلا آتا یا نیند آ جاتی تو وہیں سو جاتا۔ ایک دن جو حضور ﷺ نے مجھ کو اسطرح خدمت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''اے ربیعہؓ! مانگو کیا مانگتے ہو' میں تمہیں دونگا''۔ میں نے کہا: اچھا میں سوچونگا اور پھر آپ ﷺ کو بتاؤنگا۔

Marfat.com

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے سوچا اور یہ جانا کردنیا تو بہرحال منقطع اور زائل ہونے والی ہے' اور اتنا رزق تو میرے پاس ہے جو مجھے کافی ہو اور جو ملتا رہے۔ میں نے سوچا حضور ﷺ سے آخرت مانگوں گا' کیونکہ آنحضرت ﷺ کو اللہ کے ہاں جو مقام حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ چنانچہ میں آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: ''اے ربیعہ رضی اللہ عنہ پھر تو نے کیا سوچا؟''۔ میں نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ میرے لئے اللہ کے ہاں سفارش کریں اور وہ مجھے جہنم سے آزاد کردے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''تمہیں یہ کس نے سمجھایا؟'' میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے مجھے کسی نے بتایا نہیں' بلکہ جب آپ ﷺ نے یہ کہا تھا: مانگو میں دونگا' اور اللہ کے ہاں جو مقام آپ ﷺ کو حاصل ہے وہ بھی ظاہر ہے' میں نے اپنے معاملے پر غور کیا تو مجھے پتہ چلا کہ دنیا ختم اور زائل ہونے والی ہے اور اتنا رزق ہے جو مجھے ملتا رہے گا' اس لئے میں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ سے آخرت مانگوں گا''۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے لمبی خاموشی کے بعد فرمایا: اچھا ٹھیک ہے میں دُعا کرونگا' لیکن کثرتِ سجود کیساتھ میری مدد کرو''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ

خدّام نبوت ﷺ میں سے ایک حضرت ''سعد رضی اللہ عنہ'' بھی تھے' جو ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ کے خادم تھے۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت سے متاثر ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''سعد رضی اللہ عنہ کو آزاد کردو''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس اسکے سوا کوئی خادم نہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''سعد کو آزاد کردو' تم پر آدمی پڑیں''۔

ابوداؤد طیالسی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سامنے کھجوریں رکھیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم انکو ملانے لگے' حضور ﷺ نے ملانے سے منع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ

انکا نام حضرت ''عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ '' تھا۔ عمرۃ القضاء کے دن مکہ میں داخل

Marfat.com

ہوئے تو حضور ﷺ کی اونٹنی کی باگ تھامے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔

خلّوا بنی الکفار عن سبیله　　　اليوم نضربكم على تأويله

اے بنی کفار! نبی ﷺ کا راستہ چھوڑ دو آج ہم تمہیں اسکے واپس لوٹانے پر ماریں گے۔

کماضربناکم علی تنزیله　　　ضرباً یزیل الهام عن مقیله

جیسے ہم نے حضور ﷺ کے مدینہ آنے پر مارا تھا' ایسی مار جو سر کو تن سے جُدا کر دے۔

ویشغل الخلیل عن خلیله

اور جو دوست کو دوست سے مصروف (غافل) کر دے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ''غزوہ مؤتہ'' میں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

انکا نام حضرت ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ'' اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہذلی تھی۔ ائمہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے اور صاحبِ ہجرتین تھے۔ یہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ یہ حضور ﷺ کے پاپوش (جوتے)' لوازماتِ وضو اور سواری کے نگران تھے۔ کلام اللہ کی تفسیر میں انکو بڑا ملکہ حاصل تھا' صاحب علم وفضیلت تھے۔

حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو انکے پست قد اور کمزور ٹانگوں پر تعجب ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے' ترازو میں یہ اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہیں''۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''وہ تو علم سے بھرپور مشکیزے ہیں''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے! وہ کمزور خلقت ہونے کے باوجود بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی حرکات وسکنات' کلام اور عبادت میں مقدور بھر حضور ﷺ کیساتھ مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں سن بتیس یا تینتیس ہجری کو مدینہ میں تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ بعض کہتے ہیں: یہ کوفہ میں فوت ہوئے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

Marfat.com

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے خدام میں سے حضرت ''عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔

امام احمدؒ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ایک دفعہ میں حضور ﷺ کی اونٹنی کی باگ تھامے پہاڑ کے درمیان سے گزر رہا تھا کہ اچانک حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عقبہ! کیا تم سوار نہیں ہوتے''۔ میں ڈر گیا کہ کہیں گستاخی نہ ہو۔ حضور ﷺ اُترے اور میں آہستہ سے سوار ہو گیا' پھر حضور ﷺ بھی سوار ہو گئے اور فرمایا: ''اے عقبہ! کیا میں تمہیں ایسی دو سورتیں نہ بتاؤں جو سب سے بہتر ہوں؟'' میں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ رسول ﷺ' حضور ﷺ نے مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھائیں۔ پھر اسکے بعد نماز میں بھی یہی پڑھیں' نماز کے بعد میرے قریب سے گزرے تو فرمایا: سوتے اور بیدار ہوتے وقت ان سورتوں کو پڑھا کرو''۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ

انکا نام حضرت ''قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری رضی اللہ عنہ'' تھا۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے ہاں وہی مقام حاصل تھا جو دفاعی دستے کے سالار کو امیر کے ہاں ہوتا ہے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ لمبائی میں سب سے زیادہ لمبے تھے' البتہ ان کے دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے لمباترین آدمی انکی سروال کو ناک پر رکھتا تھا تو تب بھی وہ زمین کو چھونے لگتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکی سروال شاہِ روم کو بھیجی اور لکھا: کیا تمہارے پاس کوئی ایسا لمبا آدمی ہے جس کو یہ سروال پوری آئے؟ سلوار دیکھ کر شاہِ روم کو بڑا تعجب ہوا علماء لکھتے ہیں: یہ بڑے سخی معاملہ فہم اور صاحب رائے تھے۔ صفین کے موقعے پر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

مسعر' معبد بن خالد سے نقل کرتے ہیں: جنگِ صفین میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اپنی شہادت والی انگلی اُٹھا کر دعائیں مانگتے رہے۔

واقدی کہتے ہیں: حضرت قیس رضی اللہ عنہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے خلافت میں

Marfat.com

مدینہ میں فوت ہوئے۔ ابوبکر البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''انصار کے بیس نوجوان حضور ﷺ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ساتھ رہا کرتے تھے' اور حضور ﷺ کو بھی جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی انکو بھیج دیتے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

خدمتِ نبوی ﷺ میں رہنے والے حضرت ''مغیرۃ بن شعلبہ رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔ یہ حضور ﷺ کے حفاظتی دستے کے کماندار تھے اور حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے ہاتھ میں تلوار لئے حضور ﷺ کے آگے یا پیچھے کھڑے رہا کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے دن بھی مصالحت کی گفتگو کے دوران حضور ﷺ کے سَر پر کھڑے تھے۔ عروۃ بن مسعود الثقفی گفتگو کے دوران جب بھی جوش میں آکر عربوں کی عادت کے مطابق آنحضرت ﷺ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو یہ فوراً تلوار کے دستے پر ہاتھ مارتے اور فرماتے: ''اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی داڑھی سے پیچھے رکھو اس سے پہلے کہ ہمیشہ کے لئے پھر پیچھے نہ ہٹ سکے''۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی۔ اہل طائف کے بُت کو مسمار کرنے کے لئے حضور ﷺ نے انکو بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کیساتھ بھیجا تھا۔ انکا شمار عرب کے فہیم ترین اور چالاک ترین افراد میں ہوتا ہے۔

شعبی کہتے ہیں: ''میں نے مغیرہ بن شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ آج تک چالاکی میں مجھ پر کوئی غالب نہ آسکا''۔

شعبی کہتے ہیں: قاضی چار ہوئے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ۔ اور چالاک بھی چار گزرے ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور زیاد۔

زھری کہتے ہیں: چالاک پانچ ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ' عمرو رضی اللہ عنہ' مغیرۃ رضی اللہ عنہ' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ نکاح کرنیوالے تھے' وہ کہا کرتے تھے: ایک نکاح کرنے والا ایسا ہے جب اسکو حیض آئے تو بیوی کو بھی حیض آجائے' جب وہ بیمار ہو تو یہ بھی اسکے ساتھ بیمار

Marfat.com

ہو جائے۔ اور دو بیویوں والا دو جلتی ہوئے آگوں میں ہے' چنانچہ حضرت مغیرۃ اکٹھی چار عورتوں سے شادی کیا کرتے تھے اور اکٹھی ہی طلاق دیا کرتے تھے۔ انکی وفات میں مختلف اقوال ہیں' مشہور ترین یہی ہے کہ پچاس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ

کاشانۂ نبوت ﷺ کے خدام میں سے ایک حضرت ''مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔

امام احمد نے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں اور میرے دو ساتھی مدینہ آئے اور ہم نے لوگوں کے پاس ٹھہرنا چاہا لیکن کسی نے ہماری ضیافت نہ کی' ہم حضور ﷺ کے پاس آئے اور ذکر کیا تو آپ ﷺ ہمیں اپنے گھر لے گئے' جہاں آپ ﷺ کے پاس چار بکریاں تھیں۔ حضور ﷺ فرمایا: ''اے مقداد رضی اللہ عنہ! انکا دودھ دوہ لو اور چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کو ایک دے دو''۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ ایک رات میں نے حضور ﷺ کو پیش کرنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے واپس کر دیا' جب میں بستر پر لیٹا تو میرے نفس نے کہا: حضور ﷺ کسی انصاری کے گھر گئے ہوئے ہیں اور میرے لئے پینے کا اچھا موقع ہے' یہ خیال بار بار میرے ذہن میں آتا رہا یہاں تک کہ میں نے حضور ﷺ کے حصے کا دودھ پی لیا' جب دودھ میرے پیٹ میں اتر گیا (دودھ پی لیا) تو سابقہ اور آئندہ کے تمام خدشات نے مجھے آگھیرا' میں نے سوچا! ابھی حضور ﷺ بھوکے پیاسے آئیں گے اور پیالے میں کچھ نہ ہوگا۔ میں نے شرم کے مارے چہرے پر چادر ڈال لی۔ حضور ﷺ آئے اور اس انداز میں سلام کیا کہ بیدار کو تو سُنائی دے لیکن سوئے ہوئے کو نہ جگائے۔ حضور ﷺ نے پیالے سے ڈھکن ہٹا کر دیکھا تو وہ خالی تھا۔ حضور ﷺ نے آسمان کیطرف سَر اُٹھا کر فرمایا: اے اللہ! جو مجھے سیراب کرے تو بھی اسکو سیراب کر اور جو مجھے کھلائے تو بھی اسکو کھلا''۔ میں نے اس دعا کو غنیمت سمجھا اور چھری لیکر بکریوں کی طرف لپکا تا کہ اُن میں سے طاقتور بکری کو ذبح کروں' جب میں نے انکے جسموں کو پرکھنے کے لئے ٹٹولا تو اچانک میرا ہاتھ بکری کے تھن پر لگ گیا: کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دودھ سے بھرا ہوا ہے' دوسری بکری کو دیکھا تو اسکے بھی تھن بھرے ہوئے تھے۔ غرض ساری بکریاں دودھ سے لبریز تھیں۔ میں نے برتن

Marfat.com

میں دودھ دوہا اور حضور ﷺ کے پاس لے کر آیا' میں نے کہا "نوش فرمایئے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے مقداد رضی اللہ عنہ! اصل بات کیا ہے؟۔ میں نے کہا: پہلے پی لیجئے: پھر بتاؤنگا"۔ فرمایا: "اے مقداد رضی اللہ عنہ! لگتا ہے تم سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا: میں نے مزید پیش کیا تو آپ ﷺ نے خوب نوش فرمایا' پھر فرمایا: "ہاں' اب بتاؤ"۔ میں نے کہا: ایسے ایسے ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ آسمان سے نازل ہونے والی برکت تھی' تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا کہ میں تمہارے ساتھیوں کو بھی جگاتا اور انکو پلاتا"۔ میں نے کہا: "جب برکت میں نے اور آپ ﷺ نے پی لی ہے تو اب مجھے پرواہ نہیں کہ کون پیچھے رہ گیا"۔

امام احمد نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مذکورہ روایت نقل کرنے کیساتھ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسے بڑے برتن میں دودھ دوہا جسمیں وہ نہیں نکالا کرتے تھے' وہ برتن بھر گیا اور اوپر تک دودھ کی جھاگ آ گئی' جب وہ برتن لے کر حضور ﷺ کے پاس گئے تو حضور ﷺ نے پوچھا: "آج رات تم لوگوں نے دودھ نہیں پیا؟" انہوں نے کہا: آپ ﷺ نوش فرمالیں' حضور ﷺ نے پیا پھر برتن واپس کیا تو انہوں نے کہا: مزید پئیں جب مجھے پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے خوب سیر ہو کر پی لیا ہے اور مجھے حضور ﷺ کی دُعا مل چکی ہے تو میں اتنا ہنسا کہ زمین پر گر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لگتا ہے تم سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے"۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میرا معاملہ ایسے ایسے تھا' میں نے یوں یوں کیا"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ اللہ کی رحمت تھی' تم نے پہلے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تمہارے ساتھیوں کو جگاتا اور وہ بھی اس رحمت میں شریک ہوتے؟۔ میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے' جب میں نے آپ ﷺ کیساتھ یہ رحمت حاصل کر لی تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کس کو ملی کس کو نہیں"۔

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ

حضرت "مہاجر رضی اللہ عنہ" حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے۔

طبرانی نے حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا: "میں نے حضور ﷺ کی کئی سال تک

Marfat.com

خدمت کی اس دوران جو کام میں نے کیا اسکے بارے میں آپ ﷺ نے نہیں پوچھا کہ کیوں کیا اور جو نہیں کیا اسکے بارے میں نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے دس یا پندرہ سال خدمت کی۔

حضرت ابو السمح رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت کا اعزاز حاصل کرنے والے ایک حضرت "ابو السمح رضی اللہ عنہ" بھی تھے۔

محمد بن اسحاق نے ابو السمح رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا' اور جب کبھی آپ ﷺ غسل کرنا چاہتے تو فرماتے: "مجھے غسل کے لئے برتن دو"۔ میں آپ ﷺ کو دیتا اور آپ ﷺ کے اِرد گرد پردہ کر دیتا۔ ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو انہوں نے حضور ﷺ کے سینے پر پیشاب کر دیا' میں اسکو دھونے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف چھینٹیں ماری جاتی ہیں"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

خدمت نبوی ﷺ میں سب سے زیادہ فدویانہ کردار ادا کرنے والے حضرت "ابوبکر رضی اللہ عنہ" تھے۔ جنہوں نے سفرِ ہجرت میں خود خدمت کی ذمہ داری لی' بالخصوص غارِ حراء میں داخل ہونے سے نکلنے تک اور وہاں سے مدینہ پہنچنے تک انکی خدمت بہت مشہور ہے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے کاتبینِ وحی

حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم

انکے نام بالترتیب: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ'' ہیں۔ان سب کی شخصیات یا کارنامے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں' ان میں سے ہرایک وقت کے خلیفہ اور امیر المؤمنین تھے۔

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے کاتبین وحی میں سے ایک حضرت ''ابان بن سعید بن عاص بن امیۃ رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔یہ اپنے بھائیوں خالد اور عمرو کے بعد اسلام لائے یعنی حدیبیہ کے بعد' کیونکہ حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تھا تو انہوں نے ہی انکو پناہ دی تھی۔بعض حضرات کہتے ہیں: خیبر کے بعد مسلمان ہوئے کیونکہ خیبر کی تقسیم غنائم والی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں انکا تذکرہ ہے۔

انکے اسلام لانے کی وجہ یہ بنی کہ ایک دفعہ شام کی طرف تجارت کے سلسلے میں نکلے تو راستے میں ایک راہب مل گیا' حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے اُس سے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھا تو راہب نے کہا: ''اس کا نام کیا ہے؟''۔انہوں نے کہا: محمد ﷺ''۔اس نے کہا: اچھا میں تمہیں انکا حلیہ اور اخلاق بتاتا ہوں' پھر اس نے بعینہ وہ سب بتائیں جو حضور ﷺ میں تھیں' آخر میں یہ بھی کہا: جب واپس لوٹو تو انکو میری طرف سے سلام کہنا۔چنانچہ واپسی پر حضرت ابان اور انکے بھائی عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں: سب سے پہلے حضور ﷺ کے سامنے وحی حضرت اُبی بن کعب لکھا کرتے تھے' اگر وہ نہ ہوتے تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' ایسے ہی عثمان رضی اللہ عنہ' خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور ابان سعید رضی اللہ عنہ بھی کاتبین وحی میں سے تھے۔

Marfat.com

حدیث میں مذکورہ ترتیب مدینہ کی ہے، ورنہ مکی سورتوں کے نزول کے وقت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نہیں تھے، اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم لکھا کرتے تھے۔

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی وفات میں اختلاف ہے: موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ اور اکثر اہل سیر کہتے ہیں: یہ اجنادین کے واقعے میں یعنی جمادی الاولیٰ بارہ ہجری کو قتل ہوئے۔ بعض کہتے ہیں: چودہ ہجری کو قتل ہوئے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں: یہ اور انکے بھائی پانچ رجب پندرہ ہجری کو یرموک کے معرکے میں قتل ہوئے، بعض یہ بھی کہتے ہیں: یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے اور مصحفِ امام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھوایا کرتے تھے اور انتیس ہجری کو فوت ہوئے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

انکا نام حضرت ''اُبی بن کعب بن قیس بن عبید رضی اللہ عنہ'' اور کنیت ''ابوالمنذر'' یا ''ابوالطفیل'' تھی۔ یہ عقبہ ثانیہ، بدر اور بعد والے غزوات میں شریک تھے۔ یہ درمیانہ قد، کمزور اور سفید سَر اور داڑھی کے بالوں والے تھے، لیکن داڑھی پر خضاب وغیرہ نہیں لگاتے تھے۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''قرآن کو چار آدمیوں نے جمع کیا: اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور انصار کا ایک آدمی جسکا نام ابوزید رضی اللہ عنہ تھا۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر قرآن پڑھوں''۔ حضرت اُبی نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا ہے؟ فرمایا: ''ہاں''۔ اس سے حضرت اُبی رو دیئے۔ حدیث میں قرآن پڑھنے کا معنیٰ پہنچانا ہے نہ کہ سیکھنا، اور اسکی وضاحت اس لئے کردی تاکہ کہیں ذہن میں اسکے برعکس معنیٰ نہ آجائے۔

ابن ابی خیثمہ'' کہتے ہیں: انہوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وحی لکھی۔ انکی وفات میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں: انیس ہجری، بعض کہتے ہیں: بیس ہجری اور بعض کہتے ہیں: تیئس ہجری کو ہوئی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

Marfat.com

سے ایک جمعہ پہلے ہوئی۔

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ

کاتبین وحی میں سے حضرت ''ارقم بن ابی رقم'' بھی تھے جن کا نام ''عبد مناف بن اسد بن جندب بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھا'' یہ قدیم الاسلام تھے اور ابتداءً انہیں کے گھر میں چھپ کر حضور ﷺ خفیہ دعوت دیا کرتے تھے حضرت ارقم نے ہجرت کی تھی اور بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے تھے حضور ﷺ نے انکے اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ کردی تھی۔

انکا انتقال ایک قول کے مطابق ترپین ہجری اور ایک قول کے مطابق پچپن ہجری کو ہوا جبکہ انکی عمر پچاسی سال تھی۔ امام احمد نے انکی دو روایتیں نقل کیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

کتابتِ وحی کی خدمات سرانجام دینے والوں میں سے ایک حضرت ''ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ خزرجی'' بھی تھے۔ انکی کنیت ''ابو عبدالرحمٰن'' یا ''ابو محمد'' تھی۔ انکو خطیبِ انصار یا خطیب النبی ﷺ کہا جاتا تھا۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: محمد مدینی نے اپنے شیوخ کے واسطے سے حضور ﷺ کے پاس مختلف آنے والے وفود کے بارے میں بتایا: حضرت عبداللہ بن عبس الیمانی اور مسلمہ بن ہاران الحرانی فتح مکہ کے بعد اپنی قوم کی ایک جماعت کیساتھ حضور ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا: حضور ﷺ نے انکو ایک خط لکھ کر دیا جس میں صدقہ وغیرہ کے احکامات تھے۔ یہ خط ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا اور اس پر گواہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ تھے۔

صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے انکو جنت کی خوشخبری سنائی۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بہترین آدمی ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ اور معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن الجموح ہیں''۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بارہ ہجری کو

Marfat.com

"یمامہ" میں شہید ہوئے۔

حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

انکا نام "حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن رباح رضی اللہ عنہ" تھا۔ انکا بھائی رباح بھی صحابی تھے جبکہ چچا "اکثم بن صیفی" حکیم العرب تھا۔

واقدی کہتے ہیں: یہ حضور ﷺ کے لئے خطوط وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ بعض یہ کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اہلِ طائف سے صلح کرنے کے لئے انکو بھیجا تھا' یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کیساتھ عراق کے تمام معارک میں شریک رہے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی پایا لیکن واقعہ جمل میں شریک نہیں ہوئے' اور جب کوفہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا جانے لگا تو وہاں سے بھی منتقل ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت کے بعد فوت ہوئے۔

احمد بن عبداللہ بن الرّقی کہتے ہیں: یہ فتنوں سے دور رہا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہو گئے۔ ان سے دو حدیثیں مروی ہیں:۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: ان سے دو نہیں' تین حدیثیں مروی ہیں۔

(۱) امام احمد نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: "جس نے پانچوں نمازیں اچھی طرح رکوع' سجود' وضو اور وقتوں پر ادا کیں اور یہ بھی جانا کہ یہ اللہ کی طرف سے برحق ہیں تو جنت میں داخل ہوگا"۔ یا فرمایا: "اس پر جنّت واجب ہوگئی"۔

(۲) امام احمدؒ مسلمؒ ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر تم ایسے ہی رہو جیسے میرے پاس رہتے ہو تو فرشتے تم سے مجلسوں' راستوں اور بستروں پر مصافحہ کریں' لیکن گھڑی گھڑی (وقت وقت) کا فرق ہے"۔

(۳) احمد' نسائی اور ابن ماجہؒ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ہم نے حضور ﷺ کیساتھ ایک غزوہ میں شرکت کی' لڑائی کے بعد ایک مقتولہ عورت پر ہمارا گزر ہوا' جسکے ارد گرد لوگ اکٹھے ہوئے تھے' حضور ﷺ کو آتا دیکھ کر لوگوں نے راستہ دیا اور آپ ﷺ اسکی نعش کے پاس پہنچ گئے' نعش دیکھ کر فرمایا: "یہ تو لڑنے والی نہیں تھی"۔ پھر ایک آدمی سے

Marfat.com

کہا: ''خالد بن ولید ﷛ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ کسی عورت اور مزدور کو قتل نہ کیا جائے''۔

مذکورہ حدیث کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ رباح ﷛ سے منقول ہے حنظلہ ﷛ سے نہیں' اسلئے ابو بکر بن شیبہ کہا کرتے تھے: سفیان ثوری اس حدیث کے بیان کرنے میں غلطی کیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے ابن رقی کی مذکورہ بالا بات درست ہے کہ ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت خالد بن سعید ﷛

انکا نام ''حضرت خالد بن سعید ﷛ بن العاص بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف'' اور کنیت ابو سعید' تھی۔ قدیم الاسلام تھے' حضرت ابو بکر صدیق ﷛ کے تین یا چار اور زیادہ سے زیادہ پانچ افراد کے بعد اسلام لائے۔ انکے اسلام لانے کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ایک وسیع وعریض جہنم کے کنارے پر کھڑے ہیں اور گویا انکے والد انکو اسمیں دھکیل رہے ہیں' لیکن حضور ﷺ انکا ہاتھ پکڑے ہوتے ہیں تاکہ نہ گریں انہوں نے یہ واقعہ حضرت ابو بکر ﷛ کو سنایا تو انہوں نے کہا: اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے' یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں' انکی پیروی کرو بچ جاؤ گے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا' جب انکے باپ کو اسلام قبول کرنے کا پتہ چلا تو وہ بڑا غضبناک ہوا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی سے اتنا مارا کہ لاٹھی ٹوٹ گئی' انکو گھر سے نکال دیا' کھانا پینا بند کر دیا اور باقی بھائیوں کو ان سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔ حضرت خالد ﷛ دن رات حضور ﷺ کے ساتھ رہے' پھر انکے بھائی عمرو اسلام لے آئے اور جب لوگوں نے حبشہ ہجرت کی تو انہوں نے بھی ہجرت کی اور حضرت جعفر ﷛ کی معیت میں واپس خیبر حضور ﷺ کے پاس پہنچے' حضور ﷺ نے مسلمانوں کے مشورے سے انکے لئے بھی حصہ مقرر کیا۔ انکے بھائی ''ابان بن سعید ﷛'' بھی آگئے اور خیبر کی فتح میں شریک ہو گئے' حضور ﷺ اپنے زمانہ میں انکو مختلف ذمہ داریاں سونپتے رہے' حضرت ابو بکر ﷛ کی خلافت میں یہ ملکِ شام کی طرف جہاد کے لئے نکلے تو وہیں ''اجنادین'' یا ''مرج الصُّفّر''

Marfat.com

میں شہید ہو گئے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: خالد بن سعید حبشہ سے آنے کے بعد مدینہ میں رہے' یہ حضور ﷺ کے لئے خطوط لکھا کرتے تھے' انہوں نے ہی اہل طائف کے لئے وفدِ ثقیف کو خط لکھ کر دیا اور حضور ﷺ اور اہلِ طائف کے درمیان مصالحت کی کوشش کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

کتاب وحی کا ایک عظیم نام حضرت ''خالد بن ولید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ'' بھی ہے' یہ ہر لشکر کے اوّل دستے کے سپہ سالار' فہم و فراست کے پیکر جنگی حکمت عملیوں کے ماہر اور استقامت کے پہاڑ تھے۔ انکی کنیت ''ابوسلیمان'' تھی۔ انکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جس لشکر میں یہ ہوں اس نے کبھی شکست نہیں کھائی' نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں: قریش میں انکی ذمہ داری لشکروں کے لئے خیمے مہیا کرنا اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنا تھی۔ یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اکٹھے حدیبیہ یا خیبر کے بعد مسلمان ہوئے' حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ ہر لشکر کے سپہ سالار رہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں انکو معزول کر دیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا لیکن انہیں حکم دیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رائے کی مخالفت نہ کریں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اکیس یا بائیس ہجری میں حمص سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک دیہات میں فوت ہوئے۔ واقدی کہتے ہیں: میں نے اس دیہات کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ ''دُثرت'' ہے۔ دُحیم کہتے ہیں: مدینہ میں فوت ہوئے' لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بہت سی احادیث مروی ہیں: عتیق بن یعقوب بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن حزم کہتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک خط لکھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مؤمنین کے نام خط ہے کہ صَیدُ وج (جگہ) کا شکار نہ پکڑا جائے گا نہ قتل کیا جائے گا' اور جس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا گیا اسکو کوڑے لگائے جائیں

Marfat.com

گے اور اسکے کپڑے اُتارے جائیں گے (رسوا کیا جائے گا)' اگر کسی نے زیادتی کی تو اُسے پکڑ کر نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا جائیگا' یہ حکمنامہ محمد ﷺ کا ہے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھا ہے' لہذا کوئی زیادتی نہ کرے ورنہ حضور ﷺ کے حکم کی وجہ سے اپنے اوپر خود زیادتی کریگا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

انکا نام "زبیر بن العوام بن خویلد رضی اللہ عنہ" اور کنیت "ابو عبداللہ الاسدی رضی اللہ عنہ" تھی۔ یہ عشرہ مبشرۃ اور حضرت عمر کیطرف سے خلافت کے لئے نامزد چھ اصحاب شوریٰ میں سے تھے۔ حضور ﷺ کے پھوپھی زاد اور حواری (محافظ' نگہبان) تھے۔ یہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کے شوہر تھے۔

عتیق بن یعقوب نے عمرو بن حزم سے نقل کیا: حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم سے بنی معاویہ بن جرول کو خط لکھ کر دیا۔

حضرت زبیر سولہ یا آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے' دونوں ہجرتیں کیں' تمام غزوات میں شریک رہے' سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار سونتی۔ جنگِ یرموک میں اعلیٰ جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کی صفوں کو دو دفعہ چیر کر عبور کیا اور صحیح سالم پار ہو گئے لیکن انکے شانوں پر زخم آ گئے۔

غزوہ خندق کے موقع پر حضور ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا: "اے زبیر رضی اللہ عنہ تیر پھینکو' میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں"۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے"۔ اسکے علاوہ بھی انکے بہت سے فضائل اور مناقب ہیں۔

انکی وفات جمل کے دن ہوئی' اور اسکی وجہ یہ بنی کہ یہ لڑائی سے واپس آ رہے تھے تو عمرو بن جرموز' فضالہ بن حابس اور نفیع التمیمیون نے انکا تعاقب کیا اور وادی سباع میں جبکہ یہ سوئے ہوئے تھے جا لیا اور جرموز نے انکو سوتے میں قتل کر دیا۔ یہ واقعہ دس جمادی الاولیٰ' چھتیس ہجری اور جمعرات کے دن پیش آیا' اسوقت انکی عمر ستاسٹھ سال تھی۔

Marfat.com

انہوں نے اپنے پیچھے ایک عظیم ترکہ چھوڑا انہوں نے ثلث کی وصیت کی تھی اوران پر قرضہ بھی تھا' چنانچہ قرضہ ادا کرنے اور ثلث مال نکالنے کے بعد انکی چار عورتوں پر ترکہ تقسیم کیا گیا تو ہر عورت کو بہت سا حصہ ملا۔ یہ سب انکو حلال ذرائع' فی'' مغانم اور تجارت وغیرہ سے حاصل ہوا تھا' اور یہ وہ رقم تھی جو اپنے اوقات پر زکوٰۃ ادا کرنے اور ضرورت مندوں کو صدقات عطیات ادا کرنے کے بعد بچی تھی۔

انکے بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے کہا:

اقام علی عهد النبی وهدیه حواریه والقول بالفضل یعدل

نبی کے طریقے اور راہنمائی پر ثابت قدم رہا' انکا حواری (زبیرؓ) اور بات فضیلت سے پہچانی جاتی ہے۔

اقام علی منهاجه وطریقه یوالی ولی الحق والحق اعدل

انکے راستے اور طریقے پر چلتے رہے' حق کی پیروی کرتے رہے اور حق پیروی کے زیادہ لائق ہے۔

هوالفارس المشهور والبطل الذی یصول اِذا ماکان یومٌ محجّلُ

وہ مشہور گھڑسوار اور ایسے بہادر ہیں 'جو خوشی کے دن میں حملہ کرتے ہیں

وانّ امرأ کانت صفیة امّه ومن اسد فی بیته لمرسل

یہ وہ شخص ہیں کہ حضرت صفیہؓ انکی والدہ تھیں' اور وہ شیر کہ جنکے گھرانے میں نبی مرسل تھے

له من رسول اللّٰه قربیٰ قریبة ومن نصرة الاسلام مجد مؤثل

انکو رسول اللہ ﷺ سے خاص قرابت داری تھی' اور اسلام کی مدد سے وہ بزرگی اور شرافت میں بڑھے ہوئے تھے۔

فکم کربة ذب الزبیر بسیفه عن المصطفیٰ واللّٰه یعطی ویجزل

کتنی ہی مصیبتوں کو زبیر نے تلوار کے ذریعے سے دور کیا حضور ﷺ سے جنکا بدلہ اللہ ہی دے گا

اِذا کشفت عن ساقها الحرب حشّها بأبیض سیّاف الی الموت یرفل

جب گھمسان کا رن پڑتا تو وہ اسکو اپنی تلوار سے دور کرتے اور وہ ایسے تلوار باز تھے کہ

Marfat.com

موت کیطرف متکبرانہ چال سے چلتے تھے

فمـا مثلـہ فیھـم ولا کـان قبلـہ   ولیـس یـکـون الـدھـر مادام یذبل

اُن میں اس جیسا کوئی نہیں اور نہ اس سے پہلے تھا اور زمانہ بھر میں نہیں ہوگا جب تک وہ ناز سے چلتا ہے

پیچھے گزر چکا کہ عمر بن جرموز نے انکو وادی سباع میں قتل کر دیا تھا۔ لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ بیدار ہو گئے تھے اور دہشت وخوف کے عالم میں گھوڑے پر سوار ہو کر ابن جرموز کو للکارا اور اچانک اس پر حملہ کر دیا لیکن فضالہ اور نفیع اسکی مدد کو پہنچ گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ ابن جرموز انکا سر اور تلوار لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکی تلوار دیکھی تو فرمایا: یہ تلوار تو ہمیشہ سے مصیبتوں کو دور کرتی رہی پھر فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سُنا ''ابن صفیہ'' کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری سناؤ'' جب ابن خبر موز نے یہ سُنا تو خودکشی کر لی' لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نے خودکشی نہیں کی بلکہ حضرت ابن زبیر کے زمانے میں جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ عراق کے امیر بنے' تو ابن جرموز اس خوف سے کہ کہیں مصعب اسکو اپنے باپ کے بدلے میں قتل نہ کروادے چھپ گیا۔ لیکن مصعب نے کہا: اسکو بتادو کہ میں نے اُسے امن دیا' کیا وہ سمجھتا ہے کہ میں اسکو اپنے باپ عبداللہ کے بدلے میں قتل کر دونگا' ہرگز نہیں! خدا کی قسم' وہ دونوں برابر نہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث ذکر کیں' جن کو بیان کرنے کی صفحات اجازت نہیں دیتے۔

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انکی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمر نے مرثیہ اشعار پڑھتے ہوئے کہا:

غـدر ابـن جـرمـوز بفـارس بهمة   یـوم الـلـقـاء وکـان غیر معرّد

ابن جرموز نے جنگ کے دن ایک بے مثال جنگجو کیساتھ دھوکہ کیا اور وہ راستے سے ہٹا ہوا تھا

یـا عـمـرو لـونبهتـه لـوجـدتـه   لاطـائشـاً رعـش الـجنان ولا الید

اے عمرو! اگر تو اسکو جگا دیتا تو اسکو نہ پاتا' خفی یا بزدل دل اور کانپتے ہاتھوں والا

کـم غـمـرة قـد خـاضهـا لم یثنه   عنهـا طـرادٌ یـا ابـن فـقـع القـرد د

Marfat.com

کتنے ہی جمگھٹوں میں وہ گھس گیا تو' اے ابن قمئہ جتھوں کے جتھے بھی انہیں واپس نہ کرسکے۔

ثکلتك امك إن ظفرت بمثله   فيمن مضى فيمن يروح ويغتدى

تیری ماں تجھ کوگم کردے اگر تو اس جیسے پر کامیاب ہو جائے' موجودہ آئندہ یا ماضی میں۔

واللّٰه ربك ان قتلت لمسلماً   حلت عليك عقوبة المتعمّد

تیرے رب کی قسم تو نے ایک مسلمان کو قتل کرنے کی کوشش کی' تجھ پر جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی سزا لاگو ہوگی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

انکا نام ''زید بن ثابت بن ضحاک بن زید رضی اللہ عنہ الانصاری'' اور کنیت 'ابوسعید' یا ''ابوخارجۃ'' یا ''ابوعبدالرحمٰن المدنی'' تھی۔ جب حضور ﷺ مدینہ آئے تو یہ گیارہ سال کے تھے اس لئے بدر میں شریک نہ ہو سکے اور ایک روایت کے مطابق اُحد میں بھی شریک نہیں ہوئے' بلکہ انکا پہلا معرکہ خندق کا تھا یہ بہت زبردست' حافظ' ذہین' عالم اور صاحب رائے تھے۔

بخاری میں ان سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے انکو یہودیوں کی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا تا کہ انکے خطوط کا جواب دے سکیں' چنانچہ انہوں نے پندرہ دنوں میں سیکھ لی۔

امام احمدؒ نے خارجہ بن زید سے نقل کیا کہ انکے باپ زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ بنی نجار کا غلام ہے اور اس نے کئی سورتیں یاد کر رکھی ہیں۔ حضور ﷺ کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور فرمایا: ''اے زید! تم عبرانی زبان سیکھو' کیونکہ مجھے خط و کتابت کے لئے یہودیوں پر اعتبار نہیں''۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے انکی زبان سیکھ لی اور پندرہ دن میں مہارت حاصل کرلی' پھر یہودیوں کے خطوط میں ہی پڑھکر سنایا کرتا تھا اور حضور ﷺ کی طرف سے جواب بھی لکھا کرتا تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے زمانے میں قرآن جمع کرنے والے قاریوں

Marfat.com

میں سے تھے' جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ہمدرد ترین آدمی ابوبکر رضی اللہ عنہ' اللہ کے معاملے میں سخت ترین آدمی عمر رضی اللہ عنہ' سب سے زیادہ باحیاء آدمی عثمان رضی اللہ عنہ' سب سے زیادہ درست فیصلے کرنیوالا علی رضی اللہ عنہ' سب سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے اور ہر امت کا کوئی نہ کوئی امین ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہے''۔

انہوں نے ایک سے زیادہ موقع پر حضور ﷺ کے سامنے وحی لکھی' جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب یہ آیت:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النساء:۹۵)

نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا لکھو:

﴿لایستوی القٰعدون من المؤمنین والمجاھدون فی سبیل اللّٰہ﴾

اسی دوران حضرت ابن ام مکتومؓ آ گئے اور اپنی تکلیف کی شکایت کرنے لگے تو آپ ﷺ پر دوبارہ وحی کے آثار طاری ہو گئے اور میری ران بوجھ کیوجہ سے پھسنے لگی' وحی میں (غیر اولی الضرر) کے لفظ اُترے تو حضور ﷺ نے مجھے آیت میں یہ الفاظ شامل کرنیکا حکم دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں ان الفاظ کے اضافہ کی جگہ بھی جانتا ہوں کہ وہ بالکل کنارے پر لکھے گئے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ یمامہ میں بھی شریک تھے اور انکو ایک تیر بھی لگا تھا لیکن اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان سے کہا: تم ایک نوجوان اور سمجھدار ہو' تم حضور ﷺ کے لئے بھی وحی لکھا کرتے تھے' اب قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو' چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور اس سے بعد میں امّت کو بہت فائدہ ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دو دفعہ حج کے موقع پر انکو اپنے پیچھے مدینہ کا امیر بنایا' ایسے ہی جب وہ شام گئے تو تب بھی انکو اپنا نائب بنا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی انکو

Marfat.com

اپنا نائب بناتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے محبت کرتے تھے اور یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور قدر دانی کیا کرتے تھے لیکن اُن کیساتھ کسی معرکے میں شریک نہیں ہوئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتقال پینتالیس' اکاون یا ایک روایت کے مطابق پچپن ہجری کو ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے لکھے جانے والے مصاحف میں انکا بھی کردار تھا۔

حضرت عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ

کاتبین میں سے ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام "عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ" بھی تھے۔

امام احمدؒ سراقہ سے حضور ﷺ کی ہجرت والی حدیث نقل کرتے ہیں جسمیں یہ بھی ہے: میں نے اُنہیں بتایا کہ قوم نے آپ کی گرفتاری پر انعام مقرر کر دیا ہے' اور پھر انہیں تلاش کرنے کے واقعات اور لوگوں کے ارادوں کے متعلق بتایا اور اپنا کھانے پینے کا سامان پیش کیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا' صرف اتنا کہا: کسی کو ہمارے بارے میں نہ بتانا' میں نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی خط لکھ کر دے دیں تو حضور ﷺ نے عامر بن فہیرۃؓ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر مجھے خط لکھ کر دے دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو یہ خط لکھ کر دیا تھا۔

حضرت عامر بن فہیرۃ "ازد" سے تعلق رکھنے والے تھے اور ابتداءً یہ طفیل بن حارث کے غلام تھے' یہ دارِارقم میں داخل ہونے سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لا چکے تھے گویا کہ سابق الاسلام تھے' اس لئے دیگر کمزور مسلمانوں کی طرح ان پر بھی عذاب کے پہاڑ توڑے گئے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکو خرید کر آزاد کر دیا' اسکے بعد یہ انکی بکریاں چراتے تھے۔ اور جب حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر کیساتھ ہجرت کی تو یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیساتھ سواری پر سوار تھے اور مدینہ پہنچنے پر انہوں نے سعد بن خیثمہ کے ہاں پڑاؤ کیا تھا' حضور ﷺ نے انکے اور اوس بن معاذ رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات کرادی۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بدر اور اُحد میں شریک رہے اور بئر معونہ کے دن چار ہجری کو قتل ہوئے' اسوقت انکی عمر چالیس سال تھی۔

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

انکا نام "عبداللہ بن ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ" تھا' فتح مکہ کے دن اسلام لائے یہ

Marfat.com

حضور ﷺ کے لئے خطوط وغیرہ لکھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے خطوط وغیرہ لکھوایا کرتے تھے اور فرماں رواؤں کو جواب وغیرہ لکھا کرتے تھے' انکی امانت اور ان پر حضور ﷺ کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ حضور ﷺ انہیں لکھنے کا حکم دیتے اور پھر پڑھے بغیر اس پر مہر لگا دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں انکو کتابت کیساتھ بیت المال کا نگران بھی مقرر کر دیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ انہیں دو عہدوں پر کام کرتے رہے' البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آ کر انکو معزول کر دیا۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکو معزول نہیں کیا بلکہ یہ خود مستعفی ہو گئے تھے اور اسکی وجہ یہ بنی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکو نگرانی کے بدلے میں تین لاکھ درہم کی پیش کش کی لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں نے جو کچھ کیا' اللہ کی رضا کے لئے کیا اور اسکا اجر بھی اللہ سے لوں گا''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضور ﷺ کے لئے سب سے پہلے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے' اگر وہ نہ ہوتے تو ابن ارقم رضی اللہ عنہ' اور دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں جو حاضرِ مجلس ہوتا وہ لکھ لیا کرتا۔ چنانچہ مختلف مواقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ' علی رضی اللہ عنہ' زید رضی اللہ عنہ' مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' معاویہ رضی اللہ عنہ اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

اعمش کہتے ہیں: میں نے سلمۃ رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی ﷺ کا کاتب کون تھا؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ' اور قادسیہ میں بھی ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا تھا جسکے نیچے حضرت عبداللہ بن ارقم کا بطورِ کاتب نام لکھا ہوا تھا۔

بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی کا خط آیا تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میری طرف سے جواب لکھو''۔ انہوں نے جواب لکھا' پھر پڑھ کر سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم نے بڑا اچھا اور درست جواب لکھا' اے اللہ! اسکو توفیق دے''۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: میں نے ان سے بڑھ کر کوئی متقی اور پرہیزگار عامل نہیں دیکھا۔

وفات سے پہلے انکی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

انکا نام ''عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ'' انصاری تھا اور ''صاحب الاذان'' کے نام سے مشہور تھے' قدیم الاسلام تھے اور عقبہ ثانیہ کے ستر افراد میں شریک تھے' بدر اور اسکے بعد کے غزوات میں بھی شریک تھے' انکی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں اذان اور اقامت دیکھی اور حضور ﷺ پر پیش کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ سچا خواب ہے' تم اسکو بلال پر پیش کرو' کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں''۔

واقدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا: انہوں نے یمن کے علاقے ''جُرش'' کے مسلمان ہونے والوں کو ایک خط لکھ کر دیا جسمیں نماز کے اہتمام' زکوٰۃ اور غنیمت کے پانچویں حصے کی ادائیگی کا تذکرہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بتیس ہجری کو چونسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انکی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے' اور حضور ﷺ کی خدمت میں وحی لکھا کرتے تھے' پھر اسلام سے مرتد ہو کر مکہ مشرکین کے پاس واپس چلے گئے تھے' جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کیا تو چند افراد میں سے انکا خون بھی مباح کر دیا۔ لیکن انہوں نے آ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پناہ لے لی اور دوبارہ مسلمان ہو گئے تو حضور ﷺ نے بھی انکے اسلام کو قبول کر لیا۔

ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''عبداللہ بن سعد حضور ﷺ کے لئے لکھا کرتے تھے' شیطان نے انکو بھکایا اور وہ کفار سے جا کر مل گئے' حضور ﷺ نے انکے قتل کا حکم دیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں پناہ لے لی اور حضور ﷺ نے بھی

Marfat.com

اس پناہ کو قبول کر لیا۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بیس ہجری کو مصر فتح ہوا تو یہ لشکر کے میمنہ پر سپہ سالار تعینات تھے اور مصر فتح ہونے کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر مقرر رہوئے۔ لیکن جب حضرت عثمان خلیفہ بنے تو انہوں نے عمرو بن عاص کو معزول کر کے عبداللہ بن سعد کو مصر میں عامل بنا دیا اور انہیں افریقہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا' چنانچہ انہوں نے افریقہ فتح کیا اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ حتیٰ کہ ہر گھوڑ سوار کو تین ہزار مثقال سونا اور پیدل کو ایک ہزار مثقال سونا ملا' اس لشکر میں انکے ساتھ تینوں عبداللہ: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے' پھر سن اکتیس ہجری میں افریقہ کے بعد نوبہ کے سرداروں کیطرف رُخ کیا اور انہیں صلح پر مجبور کر دیا' اسکے بعد روم کے سمندر میں "غزوۃ الصواری" ہوا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کو اختلاف ہوا تو انہوں نے مصر پر اپنا نائب مقرر کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے کوچ کیا' لیکن راستے میں انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا تو عسقلان میں ہی یا رملہ میں قیام فرمایا اور اللہ سے دُعا کی کہ انہیں نماز میں موت نصیب ہو' چنانچہ ایک دن فجر کی نماز پڑھی' پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۂ عادیات اور دوسری رکعت میں بھی فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی۔ تشہد کے بعد ایک طرف سلام پھیرا اور دوسری طرف پھیرنے سے پہلے انتقال فرمایا۔

انکا انتقال سن چھتیس' سینتیس یا ایک روایت کے مطابق اُنسٹھ ہجری کو ہوا۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: کتب ستہ اور مسند احمد میں ان سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کاتبین وحی میں انکا نام بھی آتا ہے' انکی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہجرت والی حدیث میں بیان کیا کہ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تعاقب کیا اور میرے گھوڑے کو وہ معاملہ پیش آیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے امان لکھوانے کا کہا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا

Marfat.com

اور انہوں نے ایک خط لکھ کر دے دیا۔

امام احمد نے زھری سے نقل کیا کہ یہ خط عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دیا تھا' لیکن اسمیں احتمال ہے کہ کچھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھا ہو اور باقی حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

انکا نام امیر المؤمنین حضرت ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ'' تھا۔ یہ بھی مشہور کاتب تھے۔

واقدی نے بیان کیا کہ جب نھشل بن مالک الوائلی حضور ﷺ کے پاس آیا تو حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے کا کہا تو انہوں نے ایک خط لکھ کر دے دیا جس میں اسلام کے اصول تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

کتابت کی خدمت سرانجام دینے والوں میں سے حضرت ''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش اور حضور ﷺ کے درمیان صلح نامہ انہوں نے لکھا تھا' جس میں مختلف شرطیں تھیں' اسکے علاوہ بھی حضور ﷺ کی طرف سے خطوط وغیرہ لکھا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت ''عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ'' بھی مشہور کاتب تھے۔ حضرت عبداللہ بن ارقم کے عنوان کے تحت انکے خط لکھنے کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ

کاتبین وحی میں سے حضرت ''علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ'' بھی تھے۔ انکا نام عباد یا عبداللہ بن عباد تھا' یہ بنی امیہ کے حلفاء میں سے تھے' انکا کچھ تذکرہ حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیان میں گزر چکا۔ انکے دس بھائی تھے' جن میں سے ''عمرو بن الحضرمی'' مشرکوں کی طرف سے پہلا مقتول تھا' اسکو مسلمانوں نے سریہ عبداللہ بن جحش میں قتل کیا'' عامر بن الحضرمی''، اس نے بدر کے موقع پر ابوجہل کے کہنے پر نیم برہنہ ہو کر ''واعمراہ'' کا نعرہ لگایا اور دونوں طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔

Marfat.com

''شریح بن الحضرمی رضی اللہ عنہ'' یہ مشہور صحابی تھے۔ انکے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ قرآن کو سرہانہ نہیں بناتے'' یعنی اسکو چھوڑ کر سو نہیں جاتے بلکہ دن رات پڑھتے ہیں۔ اور ان سب کی ایک بہن ہے ''صعبہ بنت حضرمی'' ام طلحہ بن عبید اللہ۔

نبی ﷺ نے علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساوی کے پاس بھیجا اور بحرین فتح ہونے پر انہیں امیر مقرر کر دیا۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں انکو مقرر رکھا' البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں انہیں بصرہ کا والی بنا دیا' انکا انتقال اکیس ہجری کو ہوا۔

بیہقی نے انکی بہت سی کرامات ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے اپنا پورا لشکر سمندر میں اُتار دیا اور جب پار ہوئے تو پانی انکے گھٹنوں تک یا پاؤں کی سموں تک بھی نہیں پہنچا تھا' اس دوران وہ یا حلیم یا عظیم پڑھتے رہے۔

اسی طرح ایک دفعہ لشکر میں پانی ختم ہو گیا اور انہوں نے اللہ سے دُعا کی تو اللہ نے بقدرِ کفایت بارش کر دی۔ اور جب دفن ہوئے تو انکی قبر کے نشان تک مِٹ گئے۔ کیونکہ انہوں نے اسکی دعا کی تھی۔ انکی تین احادیث حضور ﷺ سے مروی ہیں۔

پہلی: امام احمد نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حج کے مناسک ادا کرنے کے بعد مہاجر تین دن تک رہے''۔

دوسری: امام احمد نے ابن سیرینؒ سے اور انہوں نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انکے باپ نے حضور ﷺ کو خط لکھا اور اپنی ذات سے ابتداء کی۔

تیسری: احمد اور ابن ماجہ نے حبان الاعرج سے اور انہوں نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں نے بحرین سے حضور ﷺ کو ایک باغ کے بارے میں لکھا جو دو بھائیوں کا ہو اور ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان سے عشر اور غیر مسلم سے خراج لے لو۔

حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ

انکا نام ''علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ'' تھا۔

Marfat.com

ابن عساکر کہتے ہیں: یہ حضور ﷺ کے کاتب تھے چنانچہ عمرو بن حزم سے وہ خط بھی منقول ہے جو حضور ﷺ نے انکو جائیداد دیتے ہوئے لکھا' اسمیں تھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ نبی محمد ﷺ کی طرف سے عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ عنہ کے لئے ہے جو انہوں نے دیا ہے' اب جو اس سے حق کا دعویٰ کرے تو وہ ناحق ہے اور اسکو کوئی حق نہیں' اور یہ علاء بن عقبہ نے لکھا ہے اور اسپر گواہ ہے''۔

پھر فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ وہ جائیداد ہے جو محمد ﷺ نے عوسجہ بن حرملۃ الجھنی کو ذی المروۃ اور بلکثہ سے لے کر طیبہ تک اور جبل قبیلہ کے پہاڑوں تک کے لئے دی' اب جو اس سے حق کا دعویٰ کرے تو اسکا کوئی حق نہیں بلکہ یہ عوسجہ کیلئے ہے۔ اسکو علاء بن عقبہ نے لکھا''۔

واقدی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے بنی شیخ کو جھینہ میں جائیداد دی اور اسکی دستاویز علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے لکھی۔

ابن اثیر نے ''اُسد الغابۃ'' میں ذکر کیا کہ علاء بن عقبہ حضور ﷺ کے کاتب تھے۔

حضرت محمد بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ

کاتبین میں سے حضرت ''محمد بن سلمۃ رضی اللہ عنہ'' بھی تھے' جن کو ''ابو عبداللہ'' یا ''ابوعبدالرحمٰن'' یا ''ابوسعید'' کہا جاتا تھا۔ یہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ یا ایک روایت کے مطابق سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے۔ جب یہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضور ﷺ نے انکے اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات کرادی' یہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں حضور ﷺ نے انکو اپنے پیچھے مدینہ کا خلیفہ بنایا۔

''الاستیعاب'' میں ابن عبدالبر کہتے ہیں: یہ بہت گندم گوں' لمبے سروقد اور جہیر الصوت تھے' انکا شمار بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ فتنہ کے زمانے میں یہ خلوت نشین رہے اور اپنی تلوار بھی لکڑی کی بنالی۔

انکی وفات جمہور کے مطابق تینتالیس ہجری کو مدینہ میں ہوئی اور مروان بن حکم نے

Marfat.com

ان پر نماز پڑھائی' انہوں نے حضور ﷺ سے بہت سی احادیث نقل کیں۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: محمد بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ نے مُرۃ کے وفد کو حضور ﷺ کے حکم پر خط لکھ کر دیا۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

کاتبین وحی میں سے ایک حضرت "معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ" بھی تھے۔ امام مسلم نے انکو حضور ﷺ کے کاتبین میں شمار کیا ہے۔

مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا! یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تین چیزوں کا مجھے اختیار دیں حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ فرمایا: آپ مجھے اجازت دیں کہ کافروں کیساتھ ایسے ہی لڑوں جیسے مسلمانوں کیساتھ لڑتا تھا' حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک۔ فرمایا: اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنالیں' فرمایا: ٹھیک ہے۔

حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

انکا نام "مغیرۃ بن شعبہ الثقفی رضی اللہ عنہ" تھا۔ انکا ذکر پیچھے حضور ﷺ کے خدام میں گزر چکا ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں: حصین بن نضلۃ الاسدی رضی اللہ عنہ کو جائیداد کی دستاویز لکھ کر دینے والے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے اُمناء

حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ

ابن عساکر نے حضور ﷺ کے اُمناء میں سے حضرت "ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ" کا ذکر کیا ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "ہر امت کا کوئی نہ کوئی امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہے"۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے نجران کے وفد سے کہا: "میں تمہارے ساتھ ایسا امین بھیج رہا ہوں جو واقعی امین ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے انکے ساتھ حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

حضرت معیقیب بن ابی فاطمۃ رضی اللہ عنہ

انکا نام "معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی رضی اللہ عنہ" تھا۔ یہ بنی عبد شمس کے غلام تھے اور حضور ﷺ کی انگوٹھی پر مامور تھے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کے خادم تھے۔ یہ قدیم الاسلام اور حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے مدینہ کی طرف ہجرت کرنیکے بعد بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے تھے۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے اپنے دور میں انکو بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا۔ انکو جذام (بیماری) ہوگئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے انہوں نے اندرائن استعمال کی تو بیماری رک گئی۔

انکی وفات ایک قول کے مطابق حضرت عثمان کی خلافت میں اور ایک قول کے مطابق چالیس ہجری کو ہوئی، امام احمد نے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے اس آدمی کے بارے میں جو اپنے سجدے کی جگہ مٹی (کنکریاں) برابر کرے فرمایا: اگر تم کرنا ہی چاہو تو ایک دفعہ کر سکتے ہو، صحیحین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اسی روایت کو نقل کیا۔

Marfat.com

امام احمد نے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "ہلاکت ہو ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ سے" ابوداؤد اور نسائی نے ایاس بن حارث بن معیقیب کے دادا سے نقل کیا (یہ حضور ﷺ کی انگوٹھی پر مقرر رہتے تھے): "حضور ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی اور اس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا" فرمایا: "اور بعض دفعہ یہ انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہوتی"۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اسمیں نگینہ بھی تھا۔ صحیحین۔ میں ہے: اس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا "محمد" ایک سطر میں، "رسول" دوسری سطر میں اور "اللہ" تیسری سطر میں نقش تھا۔ یہ انگوٹھی حضور ﷺ کے ہاتھ میں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چھ سال تک رہی۔ ایک دفعہ اُن سے "بئر اریس" میں گر گئی۔ انہوں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ نہ ملی۔ امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے اپنی سنن ابی داؤد میں مستقل ایک باب انگوٹھی کی تمام تفصیلات کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

باقی حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کا اس انگوٹھی کو پہننا تو اس سے ابن عبدالبر والی روایت کے ضعف کی طرح اشارہ ملتا ہے جس میں یہ ہے کہ انکو جذام ہو گیا تھا۔ تو ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد آپکو یہ بیماری لگی ہو یا پہلے سے ہو لیکن ان سے متعدی نہ ہوتی ہو یا قوت توکل کیوجہ سے یہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہو جیسے کہ ایک مجذوم کو حضور ﷺ نے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دیتے ہوئے کہا تھا: "اللہ پر اعتماد کر کے کھاؤ اور اسی پر توکل کرو"۔ حالانکہ صحیح مسلم میں حضور ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

صحابہ رضی اللہ عنہ کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابوزرعۃ رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ کی تعداد تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب حضور رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ سے سماعت حدیث کرنیوالے اور آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ساٹھ ہزار کے قریب تھی۔

Marfat.com

حاکم ابوعبداللہ کہتے ہیں: پانچ ہزار سے زیادہ صحابہ ؓ سے احادیث منقول ہیں۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: امام احمد نے اپنی کثرتِ روایات اور کثرتِ اَسفار کے باوجود نو سو ستاسی صحابہ ؓ سے روایات نقل کیں، اور کتب سند کے مقابلے میں تقریباً تین سو صحابہ ؓ سے زائد روایات ذکر کیں۔ چنانچہ اسماء الرجال کے علماء نے ان صحابہ ؓ کے نام، حالات اور ان سے مروی روایات کو ضبط کرنے کا اہتمام کیا، جن میں سے شیخ ابوعمر بن عبدالبر نے "الاستیعاب" لکھی۔ ایسے ہی ابوعبداللہ محمد بن اسحاق، ابوموسیٰ المدینی نے کتب تحریر کیں، انکے بعد حافظ عز الدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الجزری نے "اُسد الغابۃ" لکھ کر اس حوالے سے تشنگی کو دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی یادگار چیزیں

انگوٹھی

امام ابوداوٗدؒ نے اپنی کتاب میں اسکے لئے مستقل باب قائم کیا ہے۔

امام ابوداوٗدؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے شاہانِ عجم سے خط و کتابت کرنا چاہی تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ مہر کے بغیر خط نہیں پڑھتے' چنانچہ مہر کے لئے آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنائی اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا۔

امام ابوداوٗدؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث نقل کی جسمیں یہ اضافہ بھی ہے: ''یہ انگوٹھی وفات تک حضور ﷺ کی انگلی میں رہی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھی رہی۔ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر گئی' انہوں نے بڑی تلاش کی اور پانی بھی نکلوایا لیکن وہ دوبارہ نہ ملی''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشہ کا تھا''۔ یہ حدیث بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ذکر کی۔

ابوداوٗد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی' اسکا نگینہ مستقل نہیں تھا' بلکہ انگوٹھی نگینہ سمیت چاندی کی تھی''۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور فرمایا: ہم نے انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر نقش بھی کروایا ہے' اب اس پر کوئی اور نقش نہ کروائے''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں اس انگوٹھی کی چمک حضور ﷺ کی چھنگلی (چھوٹی) انگلی میں دیکھا کرتا تھا۔

ابوداوٗد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: حضور ﷺ نے پہلے سونے کی انگوٹھی بنائی اور اسکا نگینہ ہاتھ کی ہتھیلی کیطرف رکھا اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا۔ حضور ﷺ

Marfat.com

کی دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنالیں جب حضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے اُتار پھینکی اور فرمایا: میں اسکو کبھی نہیں پہنوں گا"۔ پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر "محمد رسول اللہ" نقش کروایا۔ یہ انگوٹھی حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنی اور ان سے بئر اریس میں گر گئی۔

امام ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "نبی ﷺ نے اسمیں "محمد رسول اللہ" نقش کروایا اور فرمایا: "میری اس انگوٹھی پر کوئی اور نقش نہ کرے اور نہ اسکے علاوہ کوئی اور نقش کرے"۔

ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مزید نقل کیا: "گم ہونے پر لوگوں نے اسکو ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اور انگوٹھی بنوالی اور اس پر "محمد رسول اللہ" نقش کروالیا' پھر اسی کیساتھ مہر لگایا کرتے تھے۔

ابوداؤدؒ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے ایک دن حضور ﷺ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی صرف ایک دن دیکھی تو لوگوں نے بھی انگوٹھیاں بنا کر پہن لیں' حضور ﷺ نے وہ اُتاری تو لوگوں نے بھی اُتار دیں' بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ انہوں نے صرف ایک دن حضور ﷺ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی' یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنا کر پہن لیں۔ حضور ﷺ نے اپنی انگوٹھی اُتاری تو لوگوں نے بھی اُتار دیں۔

صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو ایک دن انگوٹھی پہنی اور اُتاری وہ سونے کی تھی نہ کہ چاندی کی۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ "حضور ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے' ایک دفعہ حضور ﷺ نے اُتار کر پھینک دی اور فرمایا: اب میں یہ کبھی نہیں پہنوں گا' لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں"۔ البتہ چاندی کی انگوٹھی آپ ﷺ اکثر پہنا کرتے تھے اور مرتے وقت تک آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔

بعض حضرات نے دعویٰ کیا کہ اسمیں ایک شخص کی تصویر تھی لیکن یہ بالکل غلط ہے' بلکہ وہ پوری چاندی کی تھی حتیٰ کہ اسکا نگینہ بھی اُسی سے تھا' اس پر "محمد رسول اللہ" تین سطروں میں

Marfat.com

نقش تھا۔ ایک سطر پر ''محمد'' دوسری پر ''رسول'' اور تیسری پر ''اللہ'' نقش تھا۔ یہ الفاظ کندے ہوئے اور اُلٹے لکھے ہوئے تھے تا کہ مہر لگتے وقت سیدھے ہوں جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الفاظ کی کتابت سیدھی ہی تھی اور اسی طرح وہ مہر بھی لگاتی تھی۔ البتہ یہ قول محلِ نظر ہے۔

یہ احادیث جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی چاندی کی انگوٹھی تھی' اس سے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی تردید ہو جاتی ہے' جس میں ہے: ''حضور ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی تھی اور اس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ اس حدیث کی مزید تاکید احمد' ابو داؤد' ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن بریدۃ رضی اللہ عنہ کے باپ سے مروی روایت سے ہوتی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے! مجھے تجھ سے بتوں کی بُو آ رہی ہے؟'' اس نے وہ اُتار کر لوہے کی انگوٹھی پہن لی' حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں کو تو نے جہنم کا زیور پہن لیا ہے؟'' اس نے وہ بھی اُتار دی اور کہا: ''یا رسول اللہ! پھر میں کس چیز کی بناؤں؟'' فرمایا: ایک مثقال سے کم چاندی کی بناؤ''۔

حضور ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے' جیسا کہ ابو داؤد اور ترمذی میں حضرت ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ ایک روایت بائیں ہاتھ کی بھی ہے۔ ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور اس کا نگینہ انگلی کے باطن یعنی ہاتھ کی ہتھیلی کی طرف ہوتا تھا''۔

ابو داؤد کہتے ہیں: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے دائیں ہاتھ میں پہننا بھی ثابت ہے۔
حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

محمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ میں نے صلت بن عبداللہ کو دائیں ہاتھ کی چھنگلی (چھوٹی) انگلی میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو پوچھا: یہ کیا ہے؟۔ اس نے کہا: ''میں نے

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اسی طرح انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا ہے' اور اسکا نگینہ اندر ہاتھ کی ہتھیلی کی طرف کیا ہوا تھا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہنتے ہوئے دیکھا ہوگا۔

ترمذی نے ''شمائل'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' جابر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو ایک خط لکھ کر دیا اور اسپر مہر لگائی جس پر تین سطریں نقش تھیں' ایک سطر میں ''محمد'' ایک میں ''رسول'' اور ایک میں ''اللہ'' تھا۔

باقی وہ حدیث جو ترمذی نے ''شمائل'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی' اس سے صرف مہر لگاتے تھے پہنتے نہیں تھے''۔ یہ غریب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء داخل ہوتے تھے تو انگوٹھی اُتار لیا کرتے تھے''۔

تلوار

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ذوالفقار'' نامی تلوار ملی اور اسی کے بارے میں اُحد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا' چنانچہ فرمایا: ''میں نے اپنی تلوار ذوالفقار پر دندانے دیکھے تو میں نے اسکو شکست سے تعبیر کیا اور میں نے دیکھا کہ میں دنبے پر سوار ہوں' میں نے اسکی تعبیر مقدمۃ الجیش سے کی۔ اور میں نے اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک محفوظ زرہ میں دیکھا' تو میں نے اسکی تعبیر مدینہ سے کی' اور میں نے ذبح ہوتی ہوئی گائے کو دیکھا' اور گائے تو خدا کی قسم خیر کی علامت ہے''۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے خواب بیان کیا تھا وہی بعد میں پیش آیا۔

ترمذی نے ''الشمائل'' میں حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا''۔

Marfat.com

ابن سیرین سے منقول ہے: میں نے اپنی تلوار حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کی تلوار کیمطابق بنائی' اور انکا دعویٰ تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی تلوار کے مطابق بنائی ہے' حضور ﷺ کی تلوار بنو حنیفہ (تلوار سازی میں مشہور قبیلہ) کی طرز پر بنی ہوئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان والوں کے پاس بھی حضور ﷺ کی ایک تلوار تھی' چنانچہ میدان کربلاء میں جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو وہی تلوار انکے پاس تھی۔ حضرت علی بن حسین بن زین العابدین وہ تلوار لیکر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں آ گئے اور وہاں سے اسکے ساتھ مدینہ چلے گئے۔

صحیحین میں حضرت مسور بن مخرمہ سے منقول ہے: مدینہ واپسی کے دوران یزید کو حضرت علی بن حسین ملے اور کہا: کیا آپ کو میری کچھ ضرورت ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تو کیا آپ مجھے حضور ﷺ کی تلوار دے سکتے ہیں' مجھے ڈر ہے کہ کہیں قوم کے لوگ آپ پر غالب نہ آ جائیں' اگر آپ نے مجھے دے دی تو خدا کی قسم کوئی میری لاش پر گزر کر ہی اس تک پہنچے گا۔

حضور ﷺ کے پاس تلواروں کے علاوہ بھی اسلحہ تھا' جن میں سے زرہیں تھیں۔ جیسا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اُحد کے دن حضور ﷺ دو زرہیں پہن کر نکلے۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "فتح مکہ کے دن جب حضور ﷺ مکہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے خود (جنگی ٹوپی) پہنی ہوئی تھی' فتح کے بعد آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کیساتھ چمٹا ہوا ہے' حضور ﷺ نے فرمایا اسکو قتل کر دو۔

مسلمؒ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرو بن حدیث رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور آپ ﷺ نے بھوری (مائل سیاہی) پگڑی پہن رکھی تھی۔

ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "حضور ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو اسکا شملہ دو کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔

Marfat.com

نعلین مبارک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ”حضور ﷺ سبتی (بغیر بالوں والے) جوتے پہنتے تھے۔

بخاری نے حضرت عیسیٰ بن طہمان سے نقل کیا کہ ابن مالک رضی اللہ عنہ نے انکے سامنے دو جوتے نکالے جو دو تسموں والے تھے۔ ثابت بنانی نے کہا: یہ حضور ﷺ کے جوتے ہیں۔

بخاری کے ”کتاب الخمس“ میں بھی حضرت عیسیٰ بن طہمان سے منقول ہے: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے دو سبتی جوتے نکالے جس کے دو تسمے تھے بعد میں ثابت بنانی نے بتایا کہ حضور ﷺ کے جوتے تھے۔

ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کے جوتوں کے دو تسمے تھے اور انکا تسمہ دُہرا تھا۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا: حضور ﷺ کے جوتوں کے دو تسمے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بھی دو تسمے تھے اور سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک تسمہ استعمال کیا۔

میں کہتا ہوں: چھٹی صدی ہجری میں تاجر ابن ابی الحذرد نے ایک منفرد جوڑے کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ حضور ﷺ کے نعلین ہیں۔ اس وقت کے بادشاہ موسیٰ بن ابی بکر بن ایوب نے اسکو زرِ کثیر کے عوض بیچنے کی پیش کش کی لیکن اس نے بیچنے سے انکار کر دیا' کچھ عرصے بعد اتفاقاً اس تاجر کا انتقال ہو گیا تو وہ جوتے حکومت کی تحویل میں چلے گئے' اور بادشاہ نے اسکی بڑی عظمت کی۔ پھر جب بادشاہ نے قلعہ کے ایک طرف ”دار الحدیث الاشرفیہ“ تعمیر کیا تو جوتے ایک خزانے میں رکھ دیئے اور ایک خادم چالیس درہم ماہوار پر اسکی خدمت کے لئے مقرر کر دیا' وہ نعلین اب تک وہاں موجود ہیں۔

پیالہ

امام احمد نے عاصم سے نقل کیا: ”میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا

Marfat.com

پیالہ دیکھا جسمیں چاندی کی پتری لگی ہوئی تھی"۔

حافظ بیہقی نے عاصم سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: "میں نے حضور ﷺ کا پیالہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا جسمیں دراڑ پڑ گئی تھی اور اس پر انہوں نے چاندی کی پتری چڑھالی تھی' وہ ایک عمدہ اور کشادہ پیالہ تھا جو نُضار لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس پیالے سے اتنی اتنی دفعہ حضور ﷺ کو پلایا تھا۔

ابن سیرین کہتے ہیں: اسمیں ایک پتری لوہے کی تھی' تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بدل کر اسکی جگہ سونے یا چاندی کی پتری لگانی چاہیے' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: ایسی چیز کو تبدیل نہ کرو جسکو خود حضور ﷺ نے کیا ہو۔

امام احمد نے حضرت حجاج بن حسّان سے نقل کیا کہ ہم انسؓ کے پاس تھے' انہوں نے ایک برتن منگوایا جسمیں لوہے کی تین پتریاں اور ایک گول حلقہ تھا۔ یہ پیالہ کالے غلاف میں تھا' یہ چوتھائی سے کم اور آدھے صاع سے زیادہ تھا۔ حضرت انسؓ کے کہنے پر اسمیں پانی لایا گیا' ہم نے پیا اور اپنے چہرے اور سَر پر ڈالا اور حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھا۔

سُرمہ دانی

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کی ایک سُرمہ دانی تھی' جس میں سے روزانہ آپ ﷺ سوتے وقت تین دفعہ سُرمہ ڈالا کرتے تھے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: مجھے پتہ چلا ہے کہ مصر کے ایک شہر میں ایک مزار ہے' جس میں حضور ﷺ سے منسوب سی بہت چیزیں ہیں اور انکو متاخرین وزراء وغیرہ نے جمع کیا ہے' ان چیزوں میں سرمہ دانی اور ایک روایت کے مطابق کنگھی وغیرہ بھی ہے۔

کپڑے

حافظ بیہقی کہتے ہیں: خلفائے عباسین کے پاس جو دھاری دار کپڑا (چادر) ہے اسکے بارے میں محمد بن اسحاق نے تبوک کے واقعے میں بیان کیا کہ حضور ﷺ نے اہل ایلہ کو امان کا خط لکھ دینے کیساتھ یہ چادر بھی دی تھی' بنی عباس کے پہلے خلیفہ ابوالعباس (سفاح)

Marfat.com

نے تین سو دینار کیساتھ وہ چادر خرید لی۔

پھر یہ چادر خلفاء بنی عباس میں خلیفہ در خلیفہ چلتی رہی' عید کے دن خلیفہ اسکو کندھوں پر ڈال لیتا اور ہاتھ میں وہ چھڑی لے لیتا جو حضور ﷺ کی طرف منسوب تھی' پھر وہ ایسے پُر وقار اور پُر سکون انداز میں نکلتا کہ دل ہل جاتے اور نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتیں۔ ایسے ہی عیدین اور جمعوں میں حضور ﷺ کی اقتداء میں وہ سیاہ پگڑیاں بھی پہنتے تھے' جیسا کہ حضور ﷺ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ مکّہ داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے سَر پر خود تھا''۔ اور ایک روایت میں ہے: ''ان پر سیاہ عمامہ تھا'' جبکہ دوسری روایت میں ہے: پگڑی کے اطراف کو کندھوں کے درمیان چھوڑ دیا گیا تھا''۔

بخاری نے حضرت ابو بُردۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ہمارے سامنے حضرت عائشہؓ نے ایک چادر اور موٹا تہہ بند نکالا اور فرمایا: حضور ﷺ کی روح ان میں قبض ہوئی تھی''۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: جب حضور ﷺ کو تکلیف شروع ہوئی تو آپ ﷺ ایک جُبہ میں اپنا چہرہ چُھپا لیتے اور جب کبھی فاقہ ہوتا تو چہرے سے ہٹا لیتے' اس دوران آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو' انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔

میں (مصنف) کہتا ہوں: ان تین کپڑوں کے بارے میں پتہ نہ چلا کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ان کا کیا بنا' البتہ پیچھے یہ گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر میں سُرخ رنگ کی مخملی چادر بچھائی گئی تھی۔ باقی زندگی میں حضور ﷺ نے جو کپڑے زیبِ تن کئے' اگر انکی تفصیل شروع کر دی جائے تو طوالت ہو جائیگی۔

گھوڑے اور سواریاں

ابن اسحاق نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نقل کیا: ''حضور ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام ''المرتجز'' ایک دراز گوش جسکا نام ''عُفیر'' اور خچر جسکا نام ''دلدل'' تھا۔ آپ ﷺ کی تلوار کا نام ''ذوالفقار'' اور زِرہ کا نام ''ذوالفضول'' تھا۔

بیہقی کہتے ہیں: ''کتاب السنن'' میں حضور ﷺ کے اُن گھوڑوں کے نام مذکور ہیں

Marfat.com

جو بنی ساعدۃ کے پاس تھے ان میں سے مشہور نام ''لزاز''، ''السلخی'' ''ظرب'' اور ''المندوب'' تھا۔ اسی طرح اونٹنیاں ''قصواء''، ''العضباء''، ''الجدعاء'' تھیں اور خچر ''الشہباء'' اور ''البیضاء'' تھے۔ بیہقی کہتے ہیں: روایات میں کہیں بھی یہ نہیں ہے کہ چیزیں حضور ﷺ کی موجودگی میں مری ہوں یا حضور ﷺ نے اِن سے پہلے وفات پائی ہو۔ سوائے ایک سفید خچر، اسلحہ، زمین کا ٹکڑا جو صدقہ کر دیا۔ اسی طرح کپڑے، انگوٹھی اور چند اور استعمال کی چیزیں تھیں۔

ابوداؤد طیالسی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کیلئے ایک اون کا جبہ تیار کیا جا رہا تھا''۔

حافظ ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کے لئے اُون کی چادر بُنی جا رہی تھی''۔

میں (مصنف) کہتا ہوں: پیچھے گزر چکا کہ حضور ﷺ نے کوئی دینار، درہم، غلام، باندیاں نہیں چھوڑے تھے سوائے ایک خچر اور زمین کے جسکو صدقہ کر دیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے تمام غلام اور بندیاں آزاد کر دی تھیں ایسے ہی اسلحہ، جانور اور سامان وغیرہ صدقہ کر دیا تھا۔

باقی شہباء یا بیضاء خچری جو صاحب اسکندریہ مقوقس نے ہدیۃً بھیجا تھا یہ وہی خچری ہے جس پر حنین کے دن حضور ﷺ سوار تھے۔ اسکے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضور ﷺ کے بعد بھی زندہ رہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، اور وہ کمزوری کیوجہ سے اسکے لئے جَو وغیرہ کوٹتے تھے تاکہ کھا سکے۔

اسی طرح ''یعفور'' یا ''عُفیر'' دراز گوش پر بھی بعض دفعہ حضور ﷺ سواری فرمایا کرتے تھے۔ محمد بن اسحاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ دراز گوش پر سواری کیا کرتے تھے جس کا نام عُفیر تھا۔

متعدد احادیث میں دراز گوش پر سواری کا تذکرہ ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر ایک مجلس سے گزرے جسمیں عبداللہ بن اُبی بن سلول مسلمان اور کچھ

Marfat.com

یہود و مشرکین تھے' آپ ﷺ اُترے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دی' حضور ﷺ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے جا رہے تھے' حاضرین مجلس میں سے عبداللہ نے کہا: اس سے اچھا کوئی کلام یا اس سے بڑھ کر کوئی عمدہ بات نہیں ہوسکتی' اگر یہ حق ہے تو ایسی برسرِ عام مجالس میں لے کر نہ آیا کریں (یہ اعلانیہ اسلام سے پہلے کا واقعہ) یہ بھی کہا جاتا ہے: جب انکو جانور کی بدبو ناگوار لگی تو اس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: ہمیں اپنے دراز گوش کی بدبو سے تکلیف نہ دو' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خُدا کی قسم! حضور ﷺ کے دراز گوش کی خوشبو تمہاری خوشبو سے بہتر ہے' اور یارسول اللہ! اسکو لے کر آپ ﷺ ہماری مجلسوں میں ضرور آیا کریں' ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ اس پر دونوں قبیلے جھگڑنے لگے اور قریب تھا کہ تلواریں نِکل آئیں' حضور ﷺ نے انکو ٹھنڈا کیا' پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن اُبی حضور ﷺ کی شکایت لے کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! اسکے ساتھ نرمی برتا کیجئے' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق سے نوازا' جب اللہ نے آپ ﷺ حق سے دیکر بھیجا تو ہم اسکو اپنا بادشاہ بنانے اور اسکی تاج پوشی کرنے کے لئے موتی پرو رہے تھے' جب آپ ﷺ آئے تو اسکا بھانڈہ پھوٹ گیا۔

خیبر کے دن بھی حضور ﷺ نے دراز گوش پر سواری فرمائی' اور اپنے پیچھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔ باقی جو قاضی عیاض نے اپنی کتاب "الشفاء" میں ذکر کیا کہ حضور ﷺ کے پاس زیاد بن شہاب نامی دراز گوش بھی تھا' اسکو حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُلانے کے لئے بھیجا کرتے تھے' یہ جاتا اور دروازہ کھٹکھٹاتا تو وہ جان لیتے کہ حضور ﷺ نے بلایا ہے' نیز حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ ستر دراز گوشوں کی نسل سے ہے اور ان میں سے ہر ایک پر نبی نے سواری فرمائی۔ اور جب رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو اس نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں گرا لیا اور مر گیا۔ تو اس حدیث کی بالکل اصل نہیں اور حافظ ابوالحجاج نے تو بڑی سختی سے اس کا انکار کیا اور اسکو من گھڑت روایت قرار دیا۔

Marfat.com

﴿ساتویں فصل﴾

حضور ﷺ کی عادات وصفات

- ☆ حضور ﷺ کا حُسن
- ☆ جسمانی ساخت اور رنگت
- ☆ بال مبارک
- ☆ خوشبو
- ☆ مہر نبوت
- ☆ اخلاق و عاداتِ کریمہ
- ☆ سخاوت
- ☆ تواضع
- ☆ مزاح
- ☆ زہد واستغناء
- ☆ عبادت وریاضت
- ☆ شجاعت وبہادری
- ☆ آسمانی کتابوں میں تذکرہ

Marfat.com

حضور ﷺ کے اخلاق و عادات اور فضائل مبارکہ کے سلسلے میں بہت سے لوگوں نے قدیم وجدید زمانے میں چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں۔ جن میں سے سب سے بہتر مجموعہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ کا ہے' جنہوں نے اس عنوان کے لئے اپنی یکتا اور منفرد کتاب ''الشمائل'' کے نام سے لکھی۔ مندرجہ ذیل فضائل نبوی بھی اسی سے لئے گئے ہیں' اس فصل کی ابتداء حضور ﷺ کے حُسن سے کی جائے گی اور پھر تفصیلاً دیگر عادات نبوی کو نمبروار بیان کیا جائے گا۔

حضور ﷺ کا حُسن

بخاری نے ابواسحاق سے نقل کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''حضور ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت چہرے اور اخلاق والے تھے' آپ ﷺ نہ بہت لمبے اور نہ بہت زیادہ کوتاہ قد والے تھے''۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''رسول ﷺ درمیانے قد والے اور دونوں کندھوں کے درمیان فاصلے والے تھے اور آپ ﷺ کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے' میں نے سُرخ جوڑے میں انہیں دیکھا تو ان سے بڑھ کر کسی چیز کو حسین نہیں پایا''۔

امام احمد نے ابن اسحاق سے نقل کیا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی زلفوں والے اور سُرخ جوڑے میں ملبوس حضور ﷺ سے بڑھ کر خوبصورت آدمی نہیں دیکھا' آپ ﷺ کے بال کندھوں کو چھو رہے ہوتے تھے' کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا' نہ بہت زیادہ لمبے اور نہ کوتاہ قد تھے''۔

بخاری نے ابن اسحاق سے نقل کیا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا حضور ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا؟ فرمایا: نہیں' بلکہ چاند کی طرح''۔

حافظ بیہقی نے ''الدلائل'' میں ذکر کیا کہ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے کہا: کیا حضور ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکدار تھا؟ فرمایا: نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح چمکدار اور گول تھا''۔

Marfat.com

صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ جب مسکراتے تھے تو آپ کا چہرہ ایسے روشن ہو جاتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو''۔

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رُبیّع بنت معوذؓ سے کہا: مجھے حضور ﷺ کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا: بیٹے! اگر تم انکو دیکھتے تو یوں سمجھتے جیسے سورج نکلا ہوا ہو''۔

بیہقی نے اس روایت کو عبداللہ بن موسیٰ التیمی سے یوں نقل کیا: ''اگر تم انکو دیکھتے تو یوں کہتے کہ سورج نکل آیا ہے''۔

جسمانی ساخت اور رنگت

بخاری نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے نقل کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس انداز میں حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے سُنا: ''آپ ﷺ درمیانے قد والے تھے' نہ بہت زیادہ لمبے اور نہ بہت زیادہ چھوٹے' صاف رنگ والے' نہ بہت زیادہ سفید اور نہ بہت زیادہ گندمی رنگت والے' نہ بہت گھنگریالے اور نہ بالکل سیدھے بالوں والے' جب آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا تو آپ ﷺ چالیس سال کے تھے' مکہ میں دس سال اور مدینہ میں بیس سال رہے اور جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ کے سَر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے''۔ ربیعہ راوی کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کا ایک بال دیکھا جو سُرخ ہو گیا تھا' پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ خوشبو سے سُرخ ہو گیا ہے''۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نہ بہت زیادہ لمبے تھے نہ کوتاہ قد' نہ بہت زیادہ سفید تھے نہ گندم گوں' نہ بہت گھنگریالے اور نہ بہت سیدھے بالوں والے تھے' اللہ نے انکو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا' آپ ﷺ مکہ میں بھی دس سال اور مدینہ میں بھی دس سال رہے' اور جب اللہ نے آپ ﷺ کو وفات دی تو آپ ﷺ کے چہرے اور سَر میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے''۔

بیہقی کہتے ہیں: ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ صاف رنگ والے تھے''۔

Marfat.com

یعقوب بن سفیان نے حمید الطویل سے ادریس نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ گندم گوں رنگت والے تھے"۔

حافظ ابوبکر البزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے بہت زیادہ لمبے نہ کوتاہ قد تھے، جب چلتے تھے تو ذرا آگے کو جھک کر چلتے تھے، اور گندم گوں رنگت والے تھے"۔

بیہقی نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ روایت نقل کی، لیکن اسمیں ہے: حضور ﷺ سفید رنگت کے تھے اور انکی سفیدی گندمی رنگت کیطرف مائل تھی"۔

میں (مصنف) کہتا ہو: مؤخر الذکر روایت کا متن زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چہرے کی گندمی رنگ کثرتِ اسفار اور دھوپ میں زیادہ نکلنے کی وجہ سے ہو جاتی تھی۔

یعقوب بن سفیان الفسوی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور اسوقت میرے سوا کوئی نہیں جس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہو"۔ یعقوب راوی کہتے ہیں، ہم نے کہا: پھر ہمیں حضور ﷺ کے بارے میں بتائیں، فرمایا: "حضور ﷺ سفید خوبصورت چہرے والے تھے"۔

ابوداؤد نے بھی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ سفید خوبصورت تھے، جب چلتے تھے تو گویا چڑھائی سے اتر رہے ہوں"۔

امام احمد کہتے ہیں: زید بن ہارون الجریری، حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ کیساتھ طواف کر رہے تھے، دوران طواف حضرت ابو طفیل نے کہا: "اب میرے سوا کوئی نہیں رہا جس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہو" میں نے کہا: "کیا آپ ﷺ نے دیکھا ہے؟" فرمایا: "ہاں"۔ میں نے کہا: کیسے تھے؟"۔ فرمایا: "سفید خوبصورت اور درمیانے قد والے تھے"۔ ترمذی نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ سفید رنگت کے تھے اور بوڑھے ہو چکے تھے، اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ انکے بہت مشابہ تھے"۔

بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: "حضور ﷺ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھائی اور حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کیساتھ باہر آئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کیساتھ کھیل رہے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکو اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا: میرا باپ تم پر قربان ہو' تم تو حضور ﷺ کے مشابہ ہو علی رضی اللہ عنہ کے نہیں یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے۔

بخاری نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا انہوں نے کہا: ''میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور حسن رضی اللہ عنہ انکے بہت مشابہ تھے''۔

بیہقی نے ابن حنفیہ کے باپؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ صاف رنگ والے تھے''۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کا چہرہ سُرخی مائل تھا''۔

یعقوب بن سفیان نے حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا: ''حضور ﷺ سُرخی مائل سفیدی لئے ہوئے تھے''۔

بیہقی کہتے ہیں: حضور ﷺ کے وہ اعضاء جو کھلے تھے یا جن پر سورج پڑتا تھا وہ سُرخی مائل تھے باقی ڈھانپے ہوئے اعضاء اور جسم تو صاف اور سفید تھے۔

امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نقل کیا: ''حضور ﷺ بڑے سَر بڑی آنکھوں' گھنی پلکوں' سُرخ آنکھوں والے' گھنی ڈاڑھی' صاف رنگ اور پُر گوشت ہتھیلیوں اور پاؤں والے تھے جب چلتے تھے تو گویا چڑھائی چڑھ رہے ہوں اور جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو پورے جسم کیساتھ متوجہ ہوتے تھے'' یعقوب بن سفیان نے عبید اللہ بن محمد کے دادا سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ہمیں حضور ﷺ کا وصف بتائیں تو فرمایا: ''حضور ﷺ سُرخی مائل سفید رنگت' سیاہ پتلیوں اور گھنی پلکوں والے تھے''۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور ﷺ سُرخ پتلیوں والے' پُرگوشت پیٹھ والے اور کشادہ دہن والے تھے''۔

شعبہ سے بھی ابوداؤد طیالسی کی روایت سُرخ پتلیوں والی ہے۔

ابوعبید کہتے ہیں: ''الشُھــــلة'' کا معنیٰ پتلیوں کی سیاہی میں سرخی کا ہونا ہے اور

Marfat.com

"الشُکلة" آنکھوں میں سُرخی کو کہتے ہیں۔

میں (مصنف) کہتا ہوں: مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں روایت کرتے ہوئے "اشکل العینین" کا لفظ ہی استعمال کیا ہے۔ جبکہ مسلم نے "الشُکلة" کی تفسیر "آنکھوں کی پلکوں کا بڑا اور لمبا ہونا" کیا ہے، لیکن یہ تفسیر امام مسلم نے کسی راوی کی ہے۔ اور صحیح قول ابوعبید کا ہی ہے یعنی پتلیوں میں سُرخی اور یہ قوت وشجاعت کی علامت ہے۔

یعقوب بن سفیان نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کشادہ دانتوں والے تھے اور جب آپ ﷺ تکلم فرماتے تو ثنایا (سامنے کے دانت) سے نور سا نکلتا دِکھائی دیتا" یعقوب بن سفیان نے حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "جب میں حضور ﷺ کو دیکھتا تھا تو ایسا محسوس کرتا تھا جیسے آپ ﷺ نے سُرمہ پہن رکھا ہو حالانکہ پہنا نہیں ہوتا تھا' آپ ﷺ کی پنڈلیوں میں پتلا پن تھا اور آپ ﷺ صرف مُسکرا کر ہنستے تھے۔

امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا: "حضور ﷺ نہ کوتاہ قد تھے نہ بہت لمبے' بڑے سر اور ڈاڑھی والے' پُر گوشت ہتھیلیوں' پاؤں اور پہلوؤں والے تھے' آپ ﷺ کا چہرہ سُرخی لئے ہوئے تھا' پیٹ سے سینہ تک لمبی اور باریک بالوں کی دھاری والے تھے' جب چلتے تھے تو ایسے جُھک کر چلتے تھے گویا پہاڑ سے اُتر رہے ہوں' میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں"۔

یعقوب بن سفیان نے ابراہیم بن محمد سے نقل کیا: "حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تھے تو فرماتے تھے' آپ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ کوتاہ قد' بلکہ درمیانے قد والے تھے' اور آپ ﷺ کے بال نہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکا سا خم لئے ہوئے تھے' نہ بہت موٹے تھے اور نہ بالکل نحیف وکمزور' بلکہ چہرے میں گول پن تھا۔ سفید رنگت والے' سخت سیاہ آنکھوں والے' گھنی پلکوں والے' مضبوط اور بڑی ہڈیوں اور کندھوں والے' بے بال جسم اور سینہ سے پیٹ تک کی باریک بالوں کی دھاری والے' پُر گوشت ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں والے' جب چلتے تو جھک کر چلتے گویا اونچائی سے اُتر رہے ہوں اور جب' توجہ ہوتے تو پورے جسم کیساتھ متوجہ ہوئے' آپ ﷺ کے دوش

Marfat.com

مبارک کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی، کشادہ دِل، راست باز، عہد کے پاسدار، نرم خو اور صلہ رحمی کرنے والے تھے، جو آپ ﷺ کو فی البدیہ دیکھتا تو ہیبت کھا جاتا اور جو آپ ﷺ سے میل جول رکھتا وہ محبت کرنے لگ جاتا، کسی مدّاح نے آپ ﷺ کے بارے میں کہا: میں نے آپ جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں"۔

بال مبارک

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "جن کاموں میں حضور ﷺ کو واضح حکم نہیں ملتا تھا ان میں آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے، چنانچہ اہل کتاب اپنے بال کھلے چھوڑتے تھے اور مشرکین درمیان سے مانگ نکالا کرتے تھے، حضور ﷺ نے بھی اپنے بال چھوڑ دیئے اور بعد میں مانگ بھی نکال لیا کرتے تھے"۔

صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے: "حضور ﷺ کے بال کندھوں کو چھوتے تھے"

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "کانوں کی لَو تک"۔ لیکن ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ بال کبھی بڑھ جاتے ہیں اور کبھی گھٹ جاتے ہیں، تو ہر ایک نے اپنے مشاہدہ کے مطابق بیان کر دیا۔

ابوداؤد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ وہ فرماتی ہیں: "حضور ﷺ کے بال وفرہ (کانوں تک لمبے بال) سے اوپر اور جُمّہ (لو سے نیچے تک بال) سے نیچے تک ہوتے تھے"۔

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اپنا پورا سر منڈوایا اور اسکے اکیاسی دن بعد آپ ﷺ کا انتقال ہوا۔ صحیحین میں بالوں والی حضرت ربیعہ کی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "حضور ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بہت گھنگریالے"۔ اور جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے"۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا حضور ﷺ خضاب لگایا کرتے تھے؟ فرمایا: "آپ ﷺ کے سفید بال بہت کم دِکھائی دیتے تھے"۔

Marfat.com

حماد بن سلمہ سے منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا حضور ﷺ کے سفید بال تھے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑھاپے سے دوچار نہیں کیا' آپ ﷺ کے سر میں صرف سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے"۔

مسلمؒ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "حضور ﷺ نے خضاب نہیں لگایا' بلکہ داڑھی' کنپٹی اور سر پر ہی صرف چند بال سفید تھے"۔

بخاری نے قتادہ سے نقل کیا: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا حضور ﷺ خضاب لگایا کرتے تھے؟ فرمایا: "نہیں' صرف آپ ﷺ کی کنپٹی پر ہی کچھ بال سفید تھے"۔

بخاری نے جرید بن عثمان سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن بُسر السلمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا' تم نے تو حضور ﷺ کو دیکھا ہے' کیا وہ بوڑھے تھے؟ فرمایا: "آپ ﷺ کی داڑھی میں چند بال سفید تھے"۔

صحیحین میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "میں نے حضور ﷺ کے نچلے ہونٹ اور داڑھی کے درمیان بال (چھوٹی داڑھی) سفید دیکھے"۔

یعقوب بن سفیان نے عثمان بن عبداللہ سے نقل کیا: "ہم حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں حضور ﷺ کے بال مبارک نکال کر دکھائے جو مہندی اور زرد رنگ سے رنگے ہوئے تھے"۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "حضور ﷺ درمیانے قد کے تھے' نہ بہت لمبے اور نہ بہت کوتاہ قد کے تھے"۔

ابواسحاق نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ خوبصورت چہرے اور اچھے اخلاق والے تھے' نہ بہت دراز قد اور نہ کوتاہ قد تھے"۔

جسم کی خوشبو

بخاریؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میرے ہاتھوں نے ریشم اور دیباج کو بھی اتنا نرم اور ملائم نہیں پایا جتنا حضور ﷺ کی ہتھیلی کو پایا' اور میں نے حضور ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی عمدہ خوشبو نہیں پائی۔

Marfat.com

مسلم نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاف رنگ والے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے' جب چلتے تھے تو جُھک کر چلتے تھے' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے بڑھ کسی ریشم یا دیباج کو بھی نہیں پایا' اور نہ ہی مشک وعنبر کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے بڑھ کر خوشبودار پایا''۔

امام احمد کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''میں نے کوئی ریشم یا سوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے بڑھ کر نرم اور ملائم نہیں پایا اور نہ ہی حضور کے جسم کی خوشبو سے بہتر خوشبو سونگھی''۔

بیہقی نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ اپنی زندگی کی پہلی نماز پڑھی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کی طرف نکلے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہولیا' راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کے رُخسار کو پیار سے چھونے اور ملنے لگے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گال بھی تھپتھپائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو پائی گویا ابھی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطار کی ٹوکری سے ہاتھ نکالا ہو''۔

امام احمد نے حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ایک دفعہ صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میدان کی طرف نکلے اور ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھی پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہروں پر لگانے لگے' میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر چہرے سے لگایا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا''۔

امام احمد نے یزید بن الاسود سے نقل کیا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں نماز پڑھائی اور لوگوں کی طرف چہرہ کر متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ لوگوں کے پیچھے دو آدمی ویسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو بلایا تو وہ کانپتے ہوئے آئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: لوگوں کیساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟ انہوں کہا: یارسول اللہ! ہم اپنے کجاووں میں نماز پڑھ چکے تھے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آئندہ ایسا نہ کرنا'' جب تم میں سے کوئی اپنے ٹھکانے میں نماز پڑھ لے' پھر امام کیساتھ بھی نماز پائے تو دوبارہ پڑھ لے اور یہ اسکے لئے نفل ہونگے''۔ ان میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لئے بخشش مانگیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اسکے لئے استغفار کیا' اسکے بعد لوگ حضور ﷺ کیطرف لپکے اور میں بھی لپکا' اسوقت میں نوجوان اور طاقتور تھا' میں لوگوں میں جگہ بناتا ہوا حضور ﷺ تک پہنچ گیا اور آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے چہرے یا سینے پر رکھا تو میں نے حضور ﷺ کے ہاتھ سے بڑھ کر ٹھنڈا یا خوشبودار ہاتھ نہیں دیکھا''۔ امام احمد سے ایک روایت یزید بن الاسود سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے صبح کی نماز حضور ﷺ کیساتھ پڑھی پھر انہوں نے حدیث بیان کی جسمیں یہ بھی ہے: ''پھر لوگ ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر پھیرنے لگے' میں نے بھی آگے بڑھ کر حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے چہرے پر مَلا' تو اُسے برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیا کرتے تھے تو مدینہ کے لوگ برتنوں میں پانی لاتے' آپ ﷺ برکت کے لئے اسمیں ہاتھ ڈالتے' بعض دفعہ ایسے بھی ہوتا کہ سخت سردی ہوتی تب بھی آپ ﷺ ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے''۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: 'حضور ﷺ حضرت ام سلیمؓ کے گھر جایا کرتے تھے اور انکے بستر پر سو جایا کرتے تھے' چنانچہ ایک دن حسب معمول حضور ﷺ آئے اور بستر پر سو گئے' حضرت ام سلیمؓ کو بتایا گیا تو وہ آئیں اور دیکھا کہ حضور ﷺ کو پسینہ آیا ہوا ہے اور وہ پسینہ چمڑے کے بستر پر بھی گر رہا ہے' انہوں نے ایک بوتل لی اور پسینہ نچوڑ کر اس بوتل میں ڈالنے لگیں' اس دوران حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا! ''اے امّ سلیمؓ! تم کیا کر رہی ہو؟'' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اپنے بچوں کے لئے اس کو بطور برکت رکھیں گے' فرمایا: اچھا پھر تم نے ٹھیک کیا'' امام احمد نے حضرت انسؓ سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ حضور ﷺ ہمارے پاس آئے' اور قیلولہ کیا' گرمیوں کے دن تھے' اس لئے آپ ﷺ کو پسینہ آنے لگا' میری ماں ایک بوتل لائیں' اور اس میں پسینہ اکٹھا کرنے لگیں تو حضور ﷺ بیدار ہو گئے' اور فرمایا: اے ام سلیمؓ! کیا کر رہی ہو؟ ''فرمایا'' آپ ﷺ کے پسینے کو اپنی خوشبو میں شامل کر لیں گے جو سب خوشبوؤں سے بڑھ کر ہے''۔

Marfat.com

مسلم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیمؓ سے یوں نقل کیا: ''حضور ﷺ ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور اکثر دوپہر کے وقت ہمارے پاس ہی آرام کیا کرتے تھے' حضور ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا' چنانچہ میں آپ ﷺ کے پسینے کو خوشبو اور بوتلوں میں ڈال لیتی' ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ''ام سلم رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے جو میں خوشبو میں ملالیتی ہوں''۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس دنیا کی عورتیں اور خوشبو میرے لئے محبوب بنائی گئیں ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے''۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''دنیا میں سے میرے لئے صرف عورتیں اور خوشبو محبوب بنائی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے''۔ نسائی نے بھی اس حدیث کو ان الفاظ سے بیان کیا: ''میرے لئے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں محبوب بنائی گئی ہیں: خوشبو اور عورتیں' اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے''۔ لیکن یہ روایت ان الفاظ کیساتھ درست نہیں' کیونکہ نماز امورِ دنیا میں سے نہیں بلکہ امورِ آخرت میں سے ہے۔

مہرِ نبوت

بخاری کہتے ہیں: حضرت جعد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''میری خالہ مجھے حضور ﷺ کے پاس لے گئیں' اور کہا: یارسول اللہ! میرے بھانجے کو تکلیف ہے' حضور ﷺ نے میرے سَر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دُعا کی' پھر وضو کیا تو میں نے آپ ﷺ کے بچے ہوئے پانی سے پیا' پھر میں آپ ﷺ کی پیٹھ کیطرف گیا اور آپ ﷺ کی مہرِ نبوت کو دلہن کے لئے آراستہ کمرے سے لٹکے ہوئے حلقوں کی طرح پایا' پھر بخاری نے کہا: ابن عبید اللہ کہتے ہیں: حدیث میں مذکور لفظ ''الحُجلۃ'' حُجل الفرس سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پیشانی کی ٹکیہ۔ اور ابراہیم بن حمزہ کہتے ہیں: یہ لفظ ''زِرّ الحَجلة'' ہے' اور ابو عبداللہ کہتے ہیں: یہ لفظ ''الرِّز'' ہے یعنی زاء سے پہلے راء ہے۔

مسلم نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کی ڈاڑھی اور سر کے اُگے کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے جو تیل لگانے پر چھپ جاتے اور پھر کچھ دنوں بعد دِکھائی

Marfat.com

دیتے" آپ ﷺ کی داڑھی بڑی گھنی تھی'ایک آدمی نے پوچھا: کیا حضور ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکدار تھا؟ فرمایا: نہیں' بلکہ سورج اور چاند کی طرح چمکدار اور گول تھا۔اور میں نے کندھے کے پاس کبوتری کے انڈے کیطرح مہر نبوت دیکھی جو جسم کے ہم رنگ تھی"۔

مسلم ہی سے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یوں بھی ہے: "میں نے حضور ﷺ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی' گویا وہ کبوتری کا انڈہ ہو"۔

امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: "تم مجھے دیکھ رہے ہونا' میں نے حضور ﷺ کو دیکھا بھی ہے اور آپ ﷺ کیساتھ کھانا بھی کھایا ہے اور کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت کی علامت بھی دیکھی ہے جو بائیں کندے کیطرف تھی گویا کہ وہ بند مُٹھی ہو اور اس پر تلوں جیسے دھبّے تھے۔

مسلم نے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور گوشت روٹی یا ثرید کھائی' پھر میں نے کہا: "یارسول اللہ! اللہ آپ ﷺ کی مغفرت فرمائے" فرمایا: "تمہاری بھی"۔ راوی عاصم بن نفر الاحول کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے پوچھا! کیا حضور ﷺ نے تمہارے لئے بخشش مانگی تھی؟ انہوں نے کہا: "ہاں" پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (سورۃ محمد:۱۹)

"اور معافی مانگ گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے"۔

پھر میں آپ ﷺ کی پُشت کیطرف گیا اور دوش مبارک کے درمیان مہرِ نبوت دیکھی جو بائیں کندھے کے قریب بند مُٹھی کے مثل تھی اور اسپر تلوں کی طرح دھبوں کے نشانات تھے"

بیہقی نے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے پُشت سے چادر ہٹائی اور فرمایا: "اے سلمان رضی اللہ عنہ! وہ دیکھ لو جسکا تمہیں بتایا گیا تھا"۔ چنانچہ میں نے کبوتری کے انڈے کے برابر مہرِ نبوت دیکھی۔

امام احمد نے غیاث الکبری سے نقل کیا کہ ہم حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں اُٹھا بیٹھا کرتے تھے' میں نے اُن سے حضور ﷺ کی مہرِ نبوت کے بارے میں

Marfat.com

پوچھا تو انہیں نے اپنی شہادت کی انگلی موڑ کر فرمایا: اس طرح گوشت کا اضافی ٹکڑا تھا۔

اخلاق وعادات کریمیہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (سورۃ الانعام:۱۲۴)

"اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام"۔

بخاری نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "بنی آدم کے وہ تمام زمانے جو یکے بعد دیگرے تھے' میں اُن میں سے بہترین زمانے میں مبعوث کیا گیا"۔

صحیح مسلم میں حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے چنا"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَ ۝ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ﴾ (سورۃ القلم:۱تا۴)

"قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ اور تیرے واسطے بدلہ ہے بے انتہا اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خُلق پر"۔

عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ﴾

کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ اس کا معنی ہے تم عظیم دین یعنی اسلام پر ہو۔ اور یہی قول مجاہد' ابن مالک' ضحاک وغیرہ کا ہے۔ عطیہ کہتے ہیں: خُلُقٍ عَظِيۡمٍ کا معنی ادب عظیم ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت سعد بن حشام سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا: "مجھے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیے"، فرمایا: "کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟" میں نے کہا: "کیوں نہیں" فرمایا: "قرآن ہی حضور ﷺ کے اخلاق تھے"۔

Marfat.com

امام احمدؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا: ''حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''قرآن ہی آپ ﷺ کے اخلاق تھے''۔

امام احمدؒ 'نسائیؒ اور ابن جریر نے حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حج کیا اور حضرت عائشہؓ کے پاس جاکر حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''قرآن آپ ﷺ کے اخلاق تھے'' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جن چیزوں کو اپنانے کا حکم دیا' حضور ﷺ نے اُن پر عمل کیا اور جن چیزوں سے منع کیا انکو چھوڑ دیا۔

بہر حال یہ وہ اخلاق تھے جو کسی بشر کی طاقت ووسعت میں نہ تھے اور نہ ان سے بہتر ہوسکتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کو دینِ عظیم عطا کیا گیا جو اس سے پہلے کسی کے لئے مشروع نہ تھا' اسپر مستزاد یہ کہ آپ ﷺ خاتم النبیّٖن تھے اور چونکہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی یا رسول نے نہیں آنا' اس لئے آپ ﷺ حیاء' سخاوت' بہادری' بردباری' عفوودرگزر اور دیگر اخلاقِ حمیدہ ایسے تھے جنکو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

یعقوب بن سفیان نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے عائشہؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ''انکے اخلاق قرآن تھے' اسکی رضا پر راضی اور ناراضگی پر ناراض ہوتے تھے''۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ (سورۃ الاعراف:۱۹۹)

کے بارے میں فرمایا اس آیت میں حضور ﷺ کو لوگوں کے اچھے اخلاق میں سے عفوودرگزر اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اچھے اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں'' اور پیچھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث گزرچکی کہ حضور ﷺ سب سے خوبصورت چہرے اور اچھے اخلاق والے تھے''۔

امام مالکؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ وہ فرماتی ہیں: حضور ﷺ کو جب بھی دو آسان کاموں کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اسمیں سے آسان کو اختیار کرتے' اگر وہ گناہ

Marfat.com

نہ بنتا ہو' اور اگر وہ گناہ ہو تو سب سے زیادہ اس سے بھاگتے بھی تھے' نیز حضور ﷺ اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیتے تھے' مگر جب اللہ کی نافرمانی کی جاتی تو اللہ کیلئے انتقام لیتے تھے"۔

مسلم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو نہیں مارا' نہ کسی غلام کو نہ ہی اپنی کسی بیوی یا خادم کو' مگر جب آپ ﷺ جہاد کرتے' اور جب آپ ﷺ سے کوئی شخص کوئی چیز لے لیتا تو آپ ﷺ کبھی اس سے انتقام نہ لیتے' جب تک اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی جاتی تو اللہ کے لئے انتقام لیتے"۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے ہاتھ سے کبھی کسی خادم بیوی کو نہیں مارا' نہ کسی اور چیز کو مارا مگر اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے (پھر اللہ کی خاطر تلوار اُٹھاتے تھے) اور جب کبھی دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان کو اختیار فرمایا: اِلّا یہ کہ وہ گناہ ہو' اگر وہ گناہ ہوتا تو سب سے زیادہ اس سے دور ہونے والے ہوتے' اپنے آپ کو پہنچنے والے نقصان کا انتقام بھی نہ لیتے یہاں تک کہ خدا کی نافرمانی نہ ہو' اگر کہیں نافرمانی ہوتی تو پھر خود انتقام لیتے"۔

ابوداؤد طیالسی' ابواسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ الجدلی کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ بیہودہ یا فحش گوئی کرنے والے نہ تھے' نہ بازاروں میں اونچے بولنے والے تھے اور نہ بُرائی کا بُرائی سے بدلہ دیتے تھے' بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے تھے"۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کیا: "حضور ﷺ فحش گو یا بیہودہ گفتگو کرنے والے نہ تھے' اور فرمایا کرتے تھے: تم میں سے بہترین وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے"۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کیا: "توراۃ میں بھی حضور ﷺ کو اُنہی اوصاف کیساتھ متصفکیا گیا ہے جو قرآن میں ہیں' اے نبی! ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا' خوشخبری سنانے والا' ڈرانے والا اور غلاموں کی حفاظت کرنیوالا بنا کر بھیجا' تم

Marfat.com

میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے' تم نہ جھگڑالو ہو اور نہ سخت دِل' اور نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے' وہ برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے' بلکہ عفوو درگزر کرتے ہیں' اللہ انکو اسوقت تک وفات نہیں دیگا جب تک انکے ذریعے ٹیڑھی اُمت کو لا الٰہ الا اللہ کے ذریعے سیدھا نہ کریں: اللہ ان کے ذریعے اندھی آنکھیں' بہرے کان اور غافل دِل کھول دے گا''۔

بخاری نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ ایک باپردہ کنواری دوشیزہ سے بھی زیادہ باحیاء تھے'' اور ایک روایت میں ہے: ''اور جب آپ ﷺ کوئی چیز ناپسند کرتے تو آپ ﷺ کے چہرے سے صاف ظاہر ہو جاتا''۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ گالم گلوچ' لعن طعن اور بیہودہ گفتگو کرنے والے نہ تھے' بلکہ ڈانٹ کے وقت صرف یوں کہا کرتے تھے: اسکو کیا ہو گیا ہے' اسکی پیشانی خاک آلود ہو'' صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ سب سے زیادہ اچھے' سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ والے ڈر گئے' تو لوگ آواز کی طرف بھاگے' راستے میں انکو حضور ﷺ آتے ہوئے دکھائی دیئے' جو اُن سے پہلے آواز تک پہنچ گئے تھے' آپ ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے' اور کہہ رہے تھے: ''ڈرو نہیں' ڈرو نہیں' میں دیکھ آیا ہوں کوئی چیز نہیں'' پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے بارے میں فرمایا: ہم نے تو اسکو سمندر پایا اور اس سے پہلے وہ سست گھوڑا شمار ہوتا تھا''۔

مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک دفعہ مدینہ میں کوئی خوفناک آواز سُنی گئی' تو حضور ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا (مندوب) عاریۃً لیا اور اسپر سواری کی' پھر فرمایا: ''ہمیں تو کوئی گڑبڑ نظر نہیں آئی' ہم نے تو اسکو سمندر پایا ہے''۔ آگے فرمایا: ''جب جنگ جوبن پر ہوتی تو ہم حضور ﷺ کے ذریعے بچاؤ کرتے۔

ابواسحاق سبیعی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: ''بدر کے دن ہم نے حضور ﷺ کے ذریعے دشمن سے اپنا بچاؤ کیا'' غزوہ ''ھوازن'' میں جب بھگدڑ مچی اور

Marfat.com

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتشر ہو گئے تب بھی حضور ﷺ ثابت قدم رہے اور چیلنجانہ انداز میں صحابہ کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہنے لگے: ''میں برحق نبی ہوں' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں'' یہ کہتے ہوئے دشمن پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے اور یہ شجاعت و بہادری اور توکل کی انتہائی کیفیت ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''جب حضور ﷺ مدینہ آئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول ﷺ کے پاس لے گئے' پھر خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا: ''یا رسول اللہ! انس ایک ذہین غلام ہے' یہ انشاء اللہ آپ ﷺ کی اچھی خدمت کریگا'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''چنانچہ سفر اور حضر میں میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی' خدا کی قسم! جو کام میں نے کیا' اسکے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ کیوں کیا' اور جو میں نہ کر سکا اسکے بارے میں یہ کبھی نہ کہا کہ یہ کیوں نہ کیا؟۔

حضرت سعید بن ابی بریدہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مسلم میں نقل کیا: ''میں نے حضور ﷺ کی نو سال خدمت کی' مجھے نہیں یاد پڑتا کہ اس دوران آپ ﷺ نے کبھی یہ کہا ہو' فلاں فلاں کام کیوں کیا' یا میرے کسی کام میں عیب نکالا ہو''۔

مسلمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے' ایک دن انہوں نے مجھے کسی کام کے لئے جانے کا کہا تو میں نے کہہ دیا: میں نہیں جاؤنگا' لیکن میرے دل میں یہ تھا کہ حضور ﷺ کے حکم کی وجہ سے جاؤنگا' میں نکلا اور راستے میں بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو کھڑا ہو گیا' اس دوران حضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے پیچھے سے میری گردن پکڑلی' میں نے گردن موڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ کو مسکراتے ہوئے پایا' پھر فرمایا: ''اے انس رضی اللہ عنہ! کیا تم نے وہ کام کر لیا جو میں نے تمہیں کہا تھا؟'' میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! بس ابھی جاتا ہوں'' حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے نو سال آپ ﷺ کی خدمت کی' اور میں نہیں جانتا کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور آپ ﷺ نے کہا ہو یہ کیوں کیا' یا نہ کیا ہو تو فرمایا ہو یہ کیوں نہیں کیا؟''۔

امام احمدؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: میں نے نبی ﷺ کی دس سال

Marfat.com

خدمت کی' اس دوران اگر آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کا حکم دیا اور مجھ سے سستی ہو گئی یا مجھ سے کوئی چیز گم ہو گئی تو آپ ﷺ نے کبھی ملامت نہیں کی' اور اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے میری کوئی ملامت بھی کرتا تو آپ ﷺ فرمایا کرتے: اسکو چھوڑ دو' اگر ہمارے مقدر اور نصیب میں ہوتا تو ضرور ہو جاتا''۔

امام احمدؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا: ''حضور ﷺ تمام لوگوں میں سے بہترین اخلاق والے تھے' میرا ایک بھائی تھا' جسکا نام ابو عُمیرؒ تھا' حضور ﷺ جب بھی ہمارے گھر تشریف لاتے اور اسکو دیکھتے تو فرماتے: ''اے ابو عُمیر' تمہارے پرندے کا کیا بنا''۔ (ابو عُمیر کے پاس ایک پرندہ تھا' جس کو عربی میں نُغیر کہتے ہیں' وہ مر گیا تو حضور ﷺ انکی دلجوئی کیلئے یہ کہا کرتے تھے)۔ بعض دفعہ ہمارے گھر میں ہوتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو اپنے نیچے بچھے بستر کو جھاڑ لیتے اور اسپر نماز شروع کر لیتے اور ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ بستر کھجوری کی چھال کا ہوتا تھا۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ تمام لوگوں سے بڑھکر سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت رمضان میں تو اور بڑھ جاتی تھی' جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو ملتے اور آپ ﷺ سے قرآن مجید کا دور کرتے' اُسوقت تو حضور ﷺ تیز آندھی سے بھی زیادہ خیر میں سخی ہوتے تھے۔

ابو داؤد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کو جب کسی آدمی سے کوئی بات پہنچتی تو یہ نہیں کہتے تھے کہ فلاں کو کیا ہوا' وہ ایسے ایسے کیوں کہتا ہے' بلکہ کہتے: ''لوگوں کو کیا ہوا' وہ ایسے' ایسے کہتے ہیں''۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کوئی آدمی مجھ تک کسی کی بُری بات نہ پہنچائے' میں چاہتا ہوں کہ جب میں باہر نکلا کروں تو میں سلیم الصدر ہوں اور میرے دِل میں کسی کے بارے میں کوئی بُرا خیال نہ ہو''۔

مالکؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں حضور ﷺ کیساتھ جا رہا تھا' آپ ﷺ نے کھردرے کناروں والی چادر پہن رکھی تھی' اس دوران ایک اَعرابی پیچھے

Marfat.com

سے آیا اور اس نے بڑے زور سے چادر کھینچی' جس سے آپ ﷺ کے دوش مبارک پر نشانات پڑ گئے' پھر اس نے کہا: اے محمد! جو مال اللہ نے آپ کو دیا ہے' اسمیں سے میرا حصہ نکالو"۔ حضور ﷺ اسکی طرف دیکھ کر مسکرائے' پھر اُسکو دینے کا حکم دیا"۔

یعقوب بن سفیان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ جب کسی سے مصافحہ کرتے تھے یا کوئی آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا' تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں چھڑواتے تھے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا' اور جب کوئی آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو اس وقت تک اس سے اپنی توجہ نہیں ہٹاتے تھے جب تک وہ خود چلا نہ جاتا یا توجہ نہ ہٹا لیتا۔ اور کبھی آپ ﷺ کو اپنے ہم نشین سے پاؤں بڑھائے ہوئے نہیں دیکھا گیا"۔

ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "جب کوئی آپ ﷺ سے سرگوشی کرتا تو آپ ﷺ اپنا سر پورا اسکی طرف جھکا لیتے اور جب تک وہ گفتگو ختم نہ کر لیتا اپنا سر جھکائے رکھتے' اور جب کوئی آدمی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑتا' تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ اس سے نہ چھڑواتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا"۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: اگر مدینہ کی کوئی باندی یا چھوٹی بچی بھی آ کر حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ نہ چھڑواتے جب تک اس کا کام نہ کر دیتے' یا جہاں تک وہ چاہتی وہاں تک چلے نہ جاتے"۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ایک باندی آتی اور اپنی ضرورت کے لئے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتی"۔ امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ایک عورت کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا' اس نے ایک دفعہ کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا ایک کام ہے' فرمایا: اے امّ فلاں! جس راستے سے چاہو مجھے لیجاؤ' پھر آپ ﷺ اسکے ساتھ ہو لئے اور اسکی ضرورت پوری کر دی"۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے: "حضور ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا' اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے"۔

ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ جب بیٹھتے تو اپنے

Marfat.com

ہاتھ سے احتباء (ہاتھ سے ٹانگ کے گرد حلقہ بنانا) کر لیتے تھے''۔

بزار نے یہ حدیث یوں نقل کی ہے: ''حضور ﷺ جب بیٹھتے تو ٹانگیں کھڑی کر کے انکے گرد ہاتھ سے حلقہ بنا لیتے'' ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میری دادی دحیبہ اور صفیہ نے حضور ﷺ کو اُکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا' فرماتی ہیں: جب میں نے حضور ﷺ کو اس خشوع' خضوع والی کیفیت میں دیکھا تو میں رُعب کیوجہ سے کپکپانے لگی''۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ ایسی ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی انکے الفاظ کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا''۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''کیا تمہیں ابوفلاں سے تعجب نہیں' وہ میرے کمرے کیساتھ بیٹھ کر حضور ﷺ کی حدیثیں بیان کرنے لگے' میں اس وقت تسبیحات کر رہی تھی' انہوں نے میری تسبیحات مکمل کرنے سے پہلے ساری احادیث بیان کر دیں' اگر میں انکو پالیتی تو بتاتی کہ حضور ﷺ احادیث کو مسلسل بیان نہیں کرتے تھے۔ امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کلمات علیحدہ علیحدہ اس طرح ادا فرماتے تھے کہ ہر ایک اس کو سمجھ جاتا۔ اور مسلسل لگاتار بیان نہیں فرماتے تھے۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ جب گفتگو کرتے تھے تو ایک کلمہ کو تین دفعہ دُہراتے تھے تاکہ اچھی طرح سمجھ آ جائے۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضور ﷺ کو کہتے ہوئے سُنا: ''میں جامع کلمات کیساتھ بھیجا گیا ہوں' رُعب کیساتھ میری مدد کی گئی ہے اور اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں''۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''رُعب کیساتھ میری مدد کی گئی' مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور زمین کو میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنا دیا گیا' اور اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور میرے ہاتھوں پر رکھ دی گئیں۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''میں نے حضور ﷺ کو کبھی اسطرح کھل

Marfat.com

کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کا تالو دکھائی دے بلکہ آپ ﷺ مسکراتے تھے"۔
ترمذی میں حضرت عبداللہ بن حرث رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "حضور ﷺ کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی تھی"۔ مسلم نے سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم حضور ﷺ کیساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے' فرمایا: ہاں' حضور ﷺ جس جگہ فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے' وہاں سے اسوقت تک نہیں اُٹھتے تھے جب تک سورج طلوع نہ ہوتا' جب طلوع ہوتا' تو اُٹھتے' صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں باتیں کرتے اور اکثر جاہلیت کی باتیں یاد کر کے ہنستے لیکن حضور ﷺ صرف مسکراتے"۔
ابوداؤد طیالسی نے حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم حضور ﷺ کیساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے' انہوں نے کہا: ہاں' حضور ﷺ بہت کم خاموشی اور بہت کم ہنسی والے تھے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض دفعہ آپ ﷺ کے سامنے اشعار کہتے یا آپ ﷺ انکے بارے میں کچھ کہتے تو وہ ہنسنے لگتے لیکن حضور ﷺ صرف مسکراتے"۔
بیہقی نے ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ کچھ لوگ انکے باپ زید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتائیں' انہوں نے کہا: "میں حضور ﷺ کا پڑوسی تھا' اور جب کبھی وحی نازل ہوتی تو حضور ﷺ کسی آدمی کو بھیجتے اور میں آ کر وحی لکھ لیتا' مجلس میں بھی جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ دنیا کا تذکرہ شروع کر دیتے' جب آخرت کا تذکرہ کرتے تو حضور ﷺ بھی آخرت کا تذکرہ شروع کر دیتے اور جب کھانے کا تذکرہ کرتے تو وہ بھی کھانے کا تذکرہ شروع کر لیتے اور یہی باتیں ہم تمہارے لئے بیان کرتے ہیں"۔

سخاوت

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے' اور سب سے زیادہ سخی تو ماہِ رمضان میں ہوتے تھے' جب جبریل علیہ السلام انکے پاس وحی لاتے اور قرآن پڑھاتے' اس وقت تو حضور ﷺ چھوڑی ہوئی ہوا (تیز آندھی) سے

Marfat.com

بھی زیادہ سخی ہوتے"۔

صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "حضور ﷺ سے جب کوئی چیز مانگی گئی تو آپ ﷺ نے کبھی "لا نہیں فرمایا"۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "اسلام لانے کے لئے حضور ﷺ سے جو چیز مانگی گئی وہ آپ ﷺ نے ضرور عطا فرمائی' حتیٰ کہ ایک آدمی آیا اور اس نے سوال کیا تو حضور ﷺ نے اسکو صدقہ کی بکریوں میں سے دو پہاڑوں کے درمیانی علاقے کے برابر بکریاں دے دیں' وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے قوم! سارے اسلام لے آؤ' محمد ﷺ تو اتنی بخشش دیتا ہے کہ اسکے بعد فاقہ کا خطرہ نہیں رہتا"۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ایک آدمی نے آکر حضور ﷺ سے تقاضا کیا تو آپ ﷺ نے اسکو اتنی بکریاں دیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان سماتی تھیں' وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے قوم! اسلام لے آؤ' محمد ﷺ تو اتنی بخشش دیتے ہیں کہ اسکے بعد فاقے کا ڈر نہیں رہتا' چنانچہ بعض دفعہ ایسے بھی ہوتا کہ ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کے لئے آتا اور رات تک دین اسکو دنیا و مافیہا سے محبوب ہوتا"۔

یہ بخشش اور عطیہ نومسلموں کے لئے ہوتی تھی' تاکہ ان کے دل اسلام سے مانوس ہوجائیں اور وہ اسلام میں داخل ہوجائیں' جیسا کہ غزوہ "حنین" میں حضور ﷺ نے اونٹ' بکریاں اور سونا چاندی ایسے ہی نومسلموں میں تقسیم کردیئے اور انصار رضی اللہ عنہ ومہاجرین رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ دیا' کیونکہ انکے دلوں کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی استغناء اور خیر سے بھر دیا تھا' جبکہ مؤلفۃ القلوب کیساتھ ہمدردی کی ضرورت تھی' اور اسی وجہ سے جب انصار نے تقسیم کی حکمت معلوم کرنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے ہلکی سی ڈانٹ کے انداز میں فرمایا: "کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ وہ تو اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے جاؤ؟" انصار نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم راضی ہیں"۔

اسی طرح جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے اور اُن دنوں بحرین سے مال آیا تھا تو انہوں نے آکر حضور ﷺ سے درخواست کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے بھی کچھ مال دیں'

Marfat.com

میرے پاس جو مال تھا وہ میں نے بدر کے موقعہ پر اپنے اور عقیل کے فدیے میں خرچ کر دیا ہے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اچھا' یہ مال پڑا ہوا ہے' لے لو''۔ انہوں نے اپنے کندھے سے چادر اتاری اور جتنا ہو سکا اتنا ڈال لیا' پھر اُٹھ کر گٹھری اُٹھانے کی کوشش کی تو نہ اُٹھا سکے' انہوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ میرے سَر پر رکھوا دیں' حضور ﷺ نے انکار کر دیا' انہوں نے کہا: اچھا' کسی اور کو کہیں کہ وہ رکھ دے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں' ایسا بھی نہیں ہوگا''۔ انہوں نے کچھ مال نکالا اور دوبارہ اُٹھانے کی کوشش کی تب بھی نہ اُٹھا سکے' انہوں نے حضور ﷺ سے اُٹھانے یا اٹھوانے کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے انکار کر دیا۔ اب کے انہوں نے مزید کم کیا اور باقی اُٹھا کر مسجد سے چلے گئے' حضور ﷺ اپنی نگاہوں سے انکا پیچھا کر رہے تھے اور انکی لالچ پر تعجب کر رہے تھے۔ میں (مصنف) کہتا ہوں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ طاقتور' دراز قد اور بڑے مہذب تھے' اس لئے کم از کم جو چیزیں وہ اُٹھا کر لے گئے تھے' انکی قیمت چالیس ہزار درہم کے برابر تھی۔

بخاری نے اپنی تعلیق میں انکے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں: انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤیۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سورۃ الانفال:۷۰)

''اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دیگا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیچھے گزر چکا: ''حضور ﷺ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے''۔ کیوں نہ ہوں حالانکہ آپ ﷺ اعلیٰ صفات پر فائز ہیں' اور انہی پر تو یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (سورۃ الحدید:۱۰)

Marfat.com

''اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور اللہ ہی کو بچ رہتی ہے ہر شے آسمانوں میں اور زمین میں''۔

نیز فرمایا:

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ﴾ (سورۃ سبا:۳۹)

''اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ اس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے''۔

اپنے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ''اے بلال رضی اللہ عنہ! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا اندیشہ نہ رکھو''۔ اور فرمایا: ''روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اُترتے ہیں' اُن میں سے ایک کہتا ہے: ''اے اللہ خرچ کرنے والے کو مزید عطا کر''۔ اور دوسرا کہتا ہے: ''اے اللہ! مال روکنے والے کا مال تلف کر دے''۔

حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''نہ مال جمع کرو کہ اللہ بھی جمع کرنے لگ جائے اور نہ بخل کرو کہ اللہ بھی تمہارے ساتھ بخل والا معاملہ کرنے لگ جائے'' ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو بندوں پر خرچ کر' میں تم پر خرچ کرونگا'' ان احادیث و آیات کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ سب سے زیادہ بہادر اور سخی کیوں نہ ہوتے'' اور یہی وجہ ہے کہ بعثت سے پہلے اور بعد میں آپ ﷺ فقیروں' مسکینوں اور غریبوں کا ماویٰ و ملجا بن گئے۔

تواضع اور عاجزی

امام احمدؒ' ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ شخصیت نہیں تھی' لیکن اسکے باوجود وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ اسکو ناپسند کرتے ہیں''۔

امام احمدؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ایک آدمی نے حضور ﷺ سے کہا: ''اے ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے' حضور ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم مجھے ایسے ہی پکارا کرو جیسے عام پکارتے ہو' کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے' میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ خدا کی قسم! میں یہ نہیں پسند کرتا کہ تم مجھے اس سے بڑھ کر مقام دینے کی

Marfat.com

کوشش کرو جو اللہ نے مجھے دیا ہے"۔

صحیح مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے ایسے بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرنا جیسے نصاریٰ (عیسائیوں) نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو کہا' میں تو بندہ ہوں' اور تم بھی مجھے عبداللہ اور رسول اللہ ﷺ کہا کرو"۔

امام احمد نے حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا: "حضور ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟" فرمایا: "گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے' اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے چلے جاتے تھے"۔ مصنف عبدالرزاق نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک آدمی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: "کیا حضور ﷺ گھریلو کام بھی کرتے تھے؟" فرمایا: "ہاں' اپنے جوتے گانٹھ لیتے' کپڑے سی لیتے اور ایسے ہی کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کرتا ہے"۔

ابوداؤد طیالسیؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ذکر زیادہ کرتے تھے' لغو باتیں کم کرتے تھے' دراز گوش پر سواری فرمالیا کرتے تھے' موٹے اور اُون کے کپڑے پہن لیا کرتے تھے' غلاموں اور باندیوں کی دعوت کو بھی قبول کرلیا کرتے تھے' اور اگر آپ انکو خیبر کے دن دیکھتے تو وہ دراز گوش پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی تھی"۔

بیہقی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر بچوں پر شفقت کرنے والا کسی کو نہیں پایا" بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ایک دفعہ حضور ﷺ کھیلتے ہوئے بچوں کے قریب سے گزرے تو انہیں سلام کیا"

مزاح

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سفر کے لئے سواری مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا: "ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دے سکتے ہیں" اس نے کہا: یارسول ﷺ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کرونگا؟"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا اونٹوں کو بھی اونٹنیاں ہی نہیں جنتیں؟" امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا: "ایک دیہاتی جسکا نام زاھر رضی اللہ عنہ تھا' وہ دیہات سے حضور ﷺ کے لئے تحائف بھیجا

Marfat.com

کرتا تھا' اور جب کبھی وہ مدینہ آتا اور جانے لگتا تو حضور ﷺ بھی اسکو ضروریات (غلہ' اناج) دیا کرتے تھے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''زاھر ہمارا دیہات ہے اور ہم اسکے شہر ہیں''۔ وہ گندمی رنگت کا تھا' لیکن حضور ﷺ اس سے بہت محبت کیا کرتے تھے' ایک دفعہ حضور ﷺ بازار گئے تو دیکھا کہ وہ اپنا سامان بیچ رہا ہے' حضور ﷺ نے پیچھے سے جا کر ایسے پکڑ لیا کہ وہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھ سکا۔ اس نے کہا: کون ہے' مجھے چھوڑ دو؟ پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ تھے' اب اس نے اپنی پیٹھ حضور ﷺ کے سینے کیساتھ لگا دی۔ حضور ﷺ کہنے لگے: اُس غلام کو کون خریدتا ہے؟'' اس نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! تب تو آپ مجھے کھوٹا پائیں گے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''لیکن اللہ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو'' یا فرمایا: ''اللہ کے نزدیک تم بہت قیمتی ہو''۔

بخاری نے ذکر کیا: ''ایک آدمی جس کا نام ''عبداللہ'' تھا اور ''حمار'' اسکا لقب تھا' یہ حضور ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا اور اکثر شراب کے جرم میں حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا' ایک دن اسکو لایا گیا تو ایک آدمی نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو' کتنا زیادہ لایا جاتا ہے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اسکو لعن طعن نہ کرو' یہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے''۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ ایک سفر میں جا رہے تھے' ایک حدی خوان حضور ﷺ کی بیویوں کے سامنے حدی کے اشعار پڑھ رہا تھا' جس سے اُنکے اونٹ آگے بڑھے چلے جاتے تھے' حضور ﷺ نے کہا: اے انجشہ رضی اللہ عنہ' تیرے لئے ہلاکت ہو' عورتوں پر نرمی کرو''۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''نبی ﷺ کا ایک حدی خواں تھا جو آپ ﷺ کی بیویوں کو اشعار سُناتا تھا' اسکا نام انجشہ تھا' ایک سفر میں اس نے حدی کے اشعار پڑھے تو اونٹ تیز چلنے لگے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے انجشہ! تیرے لئے ہلاکت ہو' عورتوں کو آہستہ لے کر چلو''۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں' فرمایا: لیکن میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں''۔

Marfat.com

زہد و استغناء

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (سورۃ طٰہٰ:۱۳۱)

''اور مت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کے جانچنے کو تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (سورۃ الکھف:۲۸)

''اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اسکے منہ کے اور نہ دوڑیں تمہاری آنکھیں انکو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دینا کی اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے اور اسکا کام ہے حد پر نہ رہنا''۔

نیز فرمایا:

﴿فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ﴾ (سورۃ النجم:۲۹،۳۰)

''سو تو دھیان نہ کر اس پر جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا بس یہیں تک پہنچی انکی سمجھ''۔

ایسے ہی فرمایا:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ

Marfat.com

جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ الحجر:۸۸،۸۷)

''اور ہم نے دی تجھ کو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجے کا مت ڈال اپنی آنکھیں ان چیزوں پر جو برتنے کو دی ہم نے ان میں سے کئی طرح کے لوگوں کو اور نہ غم کھا ان پر اور جھکا اپنے بازو کو ایمان والوں کے لئے''۔

صحیحین میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایلاء والی حدیث میں ہے: ''حضرت عمرؓ جب اس بالا خانے میں داخل ہوئے تو اسمیں سَلَم نامی درخت کے پتوں کے ڈھیر' ایک لٹکا ہوا مشکیزہ اور جَو کا ڈھیر تھا' جبکہ حضور ﷺ ایک ننگی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشانات آپ ﷺ کے پہلوں پر بھی پڑ گئے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھیک گئیں' حضور ﷺ نے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ اللہ کے محبوب ہیں' اور قیصر و کسریٰ عیش و عشرت میں ہیں؟ حضور ﷺ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور فرمایا: ''اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! کیا میرے بارے میں شک کرتے ہو؟ پھر فرمایا: انکو انکی خوشیاں دنیا میں ہی دے دی گئیں''۔ اور مسلم کی روایت میں ہے: ''کیا تم راضی نہیں کہ انکے لئے دنیا ہو اور تمہارے لئے آخرت؟'' میں نے کہا: کیوں نہیں' اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا: پھر اللہ کا شکر ادا کرو''۔

پھر جب مہینہ پورا ہوا تو اللہ نے آپ ﷺ کو بیویوں کو اختیار دینے کا حکم دیا اور یہ آیتیں اُتریں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ○ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

(سورۃ الاحزاب:۲۸،۲۹)

''اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگی اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ پہنچا دوں تم کو اور رخصت کر دوں بھلی طرح سے رخصت کرنا اور اگر چاہتی ہو اللہ کو اور اسکے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا انکے لئے جو تم میں نیکی پر ہیں بڑا اجر''۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ابتداء کی اور فرمایا: میں تمہیں ایک بات کہنے لگا ہوں' لیکن جواب دینے میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے پہلے مشورہ کر لینا' پھر یہ آیت تلاوت کی' حضرت عائشہؓ نے کہا: کیا اس سلسلے میں آپ ﷺ چاہتے تھے کہ میں اپنے والدین سے مشورہ کرتی' میں اللہ' رسولؐ اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں' ایسے ہی باقی بیویوں نے بھی کہا۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میں حضور ﷺ پر داخل ہوا تو آپ ﷺ کھجور کے درختوں کے پتوں سے بنی ہوئی چارپائی پر سوئے ہوئے تھے' آپ ﷺ کے سر کے نیچے چمڑے کا سرہانہ تھا جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا' اس دوران صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آئی اور انکے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' حضور ﷺ نے انکی طرف متوجہ ہونے کے لئے پہلو بدلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ چارپائی پر کوئی چادر بچھی ہوئی نہیں تھی اور بنی ہوئی رسیوں کے نشانات پہلو پر پڑ گئے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! تمہیں کس چیز نے رلایا؟'' فرمایا: میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک آپ ﷺ قیصر و کسریٰ سے زیادہ معزز ہیں' اور وہ ایسی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں جو آپ ﷺ جانتے ہیں' جبکہ آپ ﷺ کی حالت وہ ہے جو آپ جانتے ہیں' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس سے راضی نہیں کہ انکے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟'' فرمایا! کیوں نہیں' فرمایا: پھر ایسے ہی ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ چٹائی پر سوئے تو اسکے نشانات حضور ﷺ کی جلد پر پڑنے لگے' میں انکو ملنے لگا اور کہنے لگا: میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ ﷺ نے ہمیں کیوں حکم نہیں دیا کہ آپ ﷺ کے لئے نرم بستر بچھا دیتے' جس پر آپ آرام کرتے؟ فرمایا: ''میرا اور دنیا کا کیا تعلق ہے' میری اور دنیا کی مثال تو ایک سوار کیسی ہے' جس نے درخت کے نیچے سایہ حاصل کیا ہو' پھر چلا گیا ہو اور اُسے چھوڑ دیا''۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر

Marfat.com

میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند نہیں تین دن رات تک وہ میرے پاس رہیں، مگر وہ جو میں قرضے کے لئے روکے رکھوں"۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! آلِ محمد کو بقدرِ کفایت رزق دے"۔

باقی ابن ماجہ کی وہ روایت جو حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی پر موت دے اور قیامت کے دن مسکینوں میں اُٹھا" تو یہ بہت ضعیف ہے کیونکہ اس کی روایت میں ایک راوی یزید بن سنان ہے جو بہت ضعیف ہے۔

ترمذی نے یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کی کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں وفات دے اور قیامت کے دن مساکین کے زمرے میں اُٹھا"۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیوں؟ فرمایا: "وہ امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ اے عائشہؓ! مسکینوں سے محبت کرو اور اپنے قریب کرو، اللہ تمہیں قیامت کے دن قریب کریگا"۔

امام احمد نے سعید بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ان سے پوچھا گیا: کیا حضور ﷺ نے چھنا ہوا آٹا اپنی آنکھوں سے دیکھا؟ فرمایا: نہیں، مرتے دم تک حضور ﷺ نے نہیں دیکھا، پھر پوچھا گیا: حضور ﷺ کے زمانے میں کیا تمہارے پاس چھانیاں ہوتی تھی؟ فرمایا: نہیں، کہا گیا: پھر تم جَو کس طرح چھانتے تھے؟ فرمایا: پھونک مارتے تھے، تو بھوسہ وغیرہ اُڑ جاتا"۔

ترمذی میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: "پھر ہم ہوا ہی صاف کرتے اور گوندھ لیتے تھے"

امام احمدؒ نے سلمان اشجعیؒ سے نقل کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اور بار بار یہ کہتے ہوئے سُنا ہے: "قسم ہے اس ذات کی! جس کے دستِ قدرت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جان ہے، اللہ کے نبی اور انکا گھرانہ مرتے دم تک کبھی تین دن لگاتار گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے"۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: "جب سے آلِ محمد ﷺ مدینہ آئے ہیں سے لے کر حضور ﷺ کے انتقال تک تین دن لگاتار گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے"۔

Marfat.com

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ وہ فرماتی ہیں: ہم پندرہ دن کے بعد بکری کے پائے نکالا کرتی تھیں اور کھا لیتی تھی۔ راوی عباس بن ربیعہ کہتے ہیں: میں نے کہا: ایسا کیوں کرتی تھیں؟ حضرت عائشہؓ ہنس پڑیں اور فرمایا: ''محمد کا گھرانہ کبھی سالن روٹی سے سیر نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ سے جا ملے''۔

احمد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''محمد ﷺ کے گھرانہ پر پورا پورا مہینہ گزر جاتا جس میں آگ نہ جلتی' اور اسمیں صرف کھجور یا پانی پیتے یا کہیں سے گوشت آ جاتا''۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ''ہم آل محمد ﷺ پر پورا چاند گزر جاتا اور ہم آگ نہ جلاتے' اور کھانے کے لئے صرف کھجور اور پانی ہوتا' یا ہمارے اردگرد انصار کے گھرانے تھے اور وہ رسول ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے' جو حضور ﷺ خود بھی نوش فرماتے اور ہمیں بھی پلاتے۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ وصال تک کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی کھا کر سیر نہیں ہوئے''۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: ''جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو گھر والوں کا گزارہ کھجوروں اور پانی سے ہو رہا تھا''۔

امام احمد' ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ اکثر کئی لگاتار راتیں گزار دیتے جسمیں گھر والوں کے کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا اور انکی عام روٹی جو ہوتی وہ جو کی ہوتی''۔

صحیحین میں حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''حضور ﷺ کا پسندیدہ مشروب ٹھنڈا اور میٹھا پانی تھا''۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''میرا نہیں خیال کہ انتقال تک حضور ﷺ نے باریک چھنی ہوئی روٹی کھائی ہو' یا بھونی ہوئی بکری اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو''۔ اور ایک روایت میں ہے: ''حضور ﷺ نے کبھی دستر خوان پر یا چھوٹے برتنوں میں نہیں کھایا اور نہ آپ کے لئے باریک (بے چھنی) روٹی پکائی گئی''۔ راوی قتادہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا:

Marfat.com

پھر کس پر کھاتے تھے' فرمایا: ''دستر خوانوں پر''۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ حضور ﷺ کے پاس جَو کی روٹی اور گوشت کا سالن لے کر گئے' اُن دنوں حضور ﷺ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھ کر گھر والوں کے لئے جَو لی تھی' اور انہی دنوں میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''آج کی رات آلِ محمد ﷺ کے پاس ایک صاع کھجوریں یا دانے تک نہیں رہے''۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''آنحضرت ﷺ نے کبھی ایک دن اکٹھے سالن روٹی نہیں کھائی' سوائے کسی دعوت پر''۔

ابوداؤد طیالسی نے نعمان بن بشیر سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سُنا: انہوں نے مسلمانوں پر اللہ کی کرم نوازیوں کا تذکرہ کیا پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھوک سے بلبلاتے ہوئے دیکھا ہے' آپ ﷺ کو ردّی کھجوریں بھی نہیں مل رہی تھیں کہ اس سے ہی اپنا پیٹ بھر لیں''۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اُن سے حضور ﷺ کے بستر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا اور اسمیں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ کل کیلئے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے'' مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو جیسے کھانا وغیرہ۔ اس لئے صحیحین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''بنی نضیر کے مالِ غنیمت میں سے وہ حصہ جو اللہ اور رسول ﷺ کے لئے تھا' اسمیں سے حضور ﷺ نے اپنی بیویوں کا سال بھر کا خرچہ نکال لیا اور باقی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا''۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ایک دفعہ حضور ﷺ کو تین پرندے ہدیہ میں بھیجے گئے' خادمہ نے ایک دن ایک پکا کر کھلایا' اور دوسرے دن بھی پیش کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ ایک دن کا کھانا دوسرے دن تک نہ رکھا کر' اللہ تعالیٰ روزانہ کا رزق دیتا ہے''۔ امام احمد نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں کس طرح عیش و عشرت کر سکتا ہوں جبکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں دبالیا ہے' اپنی نگاہیں آسمان پر لگا رکھی ہیں اور کانوں کو اس طرف متوجہ کر رکھا ہے کہ کب اسکو حکم ہوتا ہے''؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ' ہم کیا کہیں؟ فرمایا: کہو: ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل' علی اللہ توکلنا''۔

عبادت وریاضت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''رسول ﷺ اتنے روزے رکھتے تھے کہ ہم کہتے تھیکہ اب وہ افطار نہیں کریں گے پھر اتنا کھانے لگ جاتے کہ ہم کہتیکہ اب روزے نہیں رکھیں گے' اور آپ جب کبھی انکو رات کے وقت عبادت کرتے ہوئے دیکھنا چاہیں تو ضرور دیکھتے اور جب کبھی سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو سوتے ہوئے دیکھتے' فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں پر اضافہ نہیں کیا' چار رکعتیں پڑھتے' جن کی خوبصورتی اور حُسن کے بارے میں نہ پوچھو' پھر چار رکعتیں اور آخر میں تین وتر۔ فرماتی ہیں: حضور ﷺ ترتیل کیساتھ سورت پڑھا کرتے تھے جس سے وہ بہت لمبی ہوجایا کرتی تھی' اور بہت کھڑے ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں پر ورم پڑ گئے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ انہوں نے ایک رات حضور ﷺ کیساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سورۃ بقرۃ' نساء اور آل عمران پڑھی' پھر اس کے برابر رکوع اور سجود کیا''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ایک رات صبح تک حضور ﷺ یہ آیت پڑھتے رہے:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورۃ المائدہ:۱۱۸)

''اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو ہے زبردست حکمت والا''

صحیحین میں حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''کثرتِ قیام کی وجہ سے حضور ﷺ کے پاؤں میں ورم پڑ گئے تھے' آپ ﷺ سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے

Marfat.com

اگلے پچھلے سارے گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے لئے عورتیں اور خوشبو پسندیدہ بنائی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی"۔

امام احمد نے حضرت انس بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے فرمایا: نماز آپ ﷺ کے لئے پسندیدہ بنائی گئی ہے' اس میں سے جتنا آپ سے ہو سکے حصہ لیں"۔

صحیحین میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "ہم ایک دفعہ حضور ﷺ کیساتھ سخت گرمی کے موسم میں نکلے ہم میں حضور ﷺ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی روزے دار نہ تھا"

صحیحین میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: کیا حضور ﷺ عبادت کے لئے کچھ دن مخصوص کیا کرتے تھے؟ فرمایا: نہیں' آپ ﷺ کے کاموں میں ہمیشگی ہوتی تھی' اور جو حضور ﷺ کر سکتے تھے وہ تم میں سے کون کر سکتا ہے؟"۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: "رسول ﷺ صومِ وصال رکھتے تھے' لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے: "میں تم جیسا نہیں ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے"۔

صحیح یہ ہے کہ یہ کھانا' پینا معنوی ہوتا تھا' جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "بیمار کو کھانے پینے پر مجبور نہ کرو' انہیں اللہ کھلاتا پلاتا ہے"۔

بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ایک دن میں سو دفعہ سے زیادہ توبہ استغفار کرتا ہوں"۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ نے مجھ سے کہا: "مجھے پڑھ کر سناؤ" میں نے کہا: آپ کو سناؤں حالانکہ آپ پر ہی اُترا ہے؟ فرمایا: "میں کسی اور سے سُننا چاہتا ہوں" میں نے سورۃ النساء پڑھی' اور جب اس آیت پر پہنچا:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

Marfat.com

شَهِيدًا﴾ (سورۃ النساء:۴۱)

”پھر کیا حال ہوگا جب بلاوینگے ہم ہر امت سے احوال کہنے والا اور بلاوینگے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا“۔

فرمایا: بس بس، میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے“۔

بخاری اور مسلم میں منقول ہے: حضور ﷺ کو بستر پر کوئی کھجور پڑی ہوئی ملتی تو کہتے: اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو اسکو کھالیتا“۔

شجاعت و بہادری

بعض ائمہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(سورۃ النساء:۸۴)

”سو تو لڑ اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمان کو“۔

سے مسئلہ نکالا کہ حضور ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ مشرکین سے آمنا سامنا ہونے کے بعد نہ بھاگیں، خواہ اکیلے ہی کیوں نہ رہ جائیں۔

حضور ﷺ سب سے زیادہ بہادر اور باصبر تھے، کبھی میدان جنگ سے نہیں بھاگے، خواہ تنہا ہی کیوں نہ رہ گئے ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: جب جنگ عروج پر ہوتی تو ہم حضور ﷺ کی آڑ لیتے، بدر کے دن ہزار آدمیوں پر آپ ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر پھینکی جو اُن میں سے ہر ایک کو لگی، اُحد کے دن اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم منتشر ہوگئے لیکن حضور ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ صرف بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے، جن میں سے سات شہید ہوگئے اور پانچ رہ گئے۔

حنین کے دن بارہ ہزار کا لشکر تتر بتر ہوگیا، لیکن آپ ﷺ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں ثابت قدم رہے، بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار ہوکر دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملے کرتے رہے اور اپنے نام کا بار بار تذکرہ کر کے فرماتے رہے: ”میں برحق نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں“، حتٰی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے خچر کیساتھ لٹکنے لگے

Marfat.com

تا کہ اسکو روکیں اور آپ ﷺ کو آگے بڑھنے سے روکیں تا کہ کوئی دشمن آپ تک نہ پہنچے۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ ﷺ کو فتح سے نوازا اور جب لوگ واپس آئے تو تیر اندازوں اور تلوار بازوں کے دستے آپ ﷺ کو گھیرے ہوئے تھے۔

آسمانی کتابوں میں اوصاف کا تذکرہ

بخاری اور بیہقی نے عطاء بن یسارؒ سے نقل کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: مجھے حضور ﷺ کے وہ اوصاف بتائیے جو توراۃ میں ذکر ہوئے ہیں: فرمایا: ''توراۃ میں آپ ﷺ کے وہی اوصاف ذکر ہوئے ہیں جو قرآن میں ہوئے ہیں: ''اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا' خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا' تم غلاموں اور مسکینوں کے ماویٰ اور ملجاء ہو' تم میرے بندے اور رسول ہو' میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے' آپ نہ جھگڑالو ہیں اور نہ تنگ دل اور نہ بازاروں میں شور و شغب کرنیوالے' آپ برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں کرتے بلکہ عفوو درگزر کرتے ہیں' میں انہیں اس وقت تک وفات نہیں دونگا جب تک لاالٰہ الا اللہ ان کے ذریعے کہلوا کر ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کرلوں' اور اندھی آنکھوں بہرے کانوں اور غافل دلوں کو انکے ذریعے کھول نہ دوں'' عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں: پھر میں کعب رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے بھی ہوبہو یہی کلمات کہے۔

بیہقی نے حضرت ابن سلام سے نقل کیا: ''ہم حضور ﷺ کی صفت توارۃ میں یہ پاتے ہیں: ہم نے آپ کو گواہی دینے والا خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا' تم میرے بندے اور رسول ہو' میں نے اسکا نام متوکل رکھا ہے' وہ نہ جھگڑالو ہیں نہ سخت دل اور نہ ہی بازاروں میں شور و شغب کرنیوالے' وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفوو درگزر کرتے ہیں' میں اس کو اس وقت تک وفات نہیں دونگا جب تک ٹیڑھی امت لاالٰہ الا اللہ کہہ کر اسکے ذریعے سیدھی نہ ہو جائے' اللہ انکے ذریعے اندھی آنکھیں' بہرے کان اور غافل دِل کھول دے گا''۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایمان لانے والے یہودیوں کے بڑے عالم اور امام تھے' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اہل کتاب کی کتابوں کا دو اونٹ کے بوجھ کے برابر ذخیرہ یرموک سے ملا تھا' چنانچہ وہ اہل کتاب کے اقوال وہاں سے نقل کیا کرتے تھے۔ جبکہ کعب

Marfat.com

الاحبار رضی اللہ عنہ کو کتب متقدمین پر بڑا عبور تھا اور تحریف و تبدیل کو اچھی طرح سمجھتے تھے حتیٰ کہ بعض اہل علم نے حضرات نے انکی نقل کردہ روایات کو مسلّم سمجھا ہے لیکن یہ بہت نازک مسئلہ تھا جس کو اکثر اہلِ زمانہ نے نہ سمجھا اور بہت سی غلط روایات اسمیں شامل ہوگئیں جس سے فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔

Marfat.com

آٹھویں فصل

نبوت کے دلائل اور معجزات

اسمیں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل

''معنوی دلائل اور معجزات''

دوسری فصل

''حسّی دلائل اور معجزات''

Marfat.com

پہلی فصل

معنوی دلائل اور معجزات

☆ قرآن مجید۔

☆ اخلاقِ طاہرہ۔

☆ مؤمنین کی کثرت۔

☆ فرشتوں سے مدد۔

☆ ہوا سے مدد۔

☆ رُعب کے ذریعے مدد۔

Marfat.com

علماء نے لکھا ہے کہ ہر نبی کا معجزہ محمد ﷺ کا معجزہ ہے' کیونکہ ہر نبی علیہ السلام نے انکی آمد کی بشارت دی ہے اور انکو نبی آخر الزمان کی اتباع کی تاکید کی گئی تھی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ (سورۃ آل عمران:۸۱)

''اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اُس رسول پر ایمان لاؤ گے اور مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس سے اقرار لیا کہ اگر اسکی زندگی میں محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس پر ایمان لائیں گے' اسکی پیروی اور مدد کریں گے''۔

اسی طرح علماء نے یہ بھی لکھا ہے: اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں' کیونکہ ولی کو جو کرامت حاصل ہوئی ہے وہ نبی کی اتباع اور اس پر ایمان لانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

معجزات دو طرح کے ہیں: معنوی اور حسی' معنوی مندرجہ ذیل ہیں:

قرآن مجید

یہ سب سے بڑا معجزہ' واضح علامت اور بیّن حجت ہے' یہ ایسا معجزانہ کلام ہے کہ چیلنج کے باوجود انس و جن اسکی نظیر لانے سے قاصر رہے' حالانکہ فصاحت و بلاغت اور معارضت کے تمام دواعی انکو حاصل تھے' پھر دس سورتوں کا چیلنج کیا اور اس سے بھی کم ہو کر ایک سورت لانے کا چیلنج کیا' لیکن وہ ان چیلنجوں کا سامنا کرنے میں ناکام رہے اور قرآن نے یہ آیت

Marfat.com

اُتار کر ہمیشہ کے لئے انکو عاجز قرار دے دیا:

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

(سورۃ الاسراء:۸۸)

"کہہ دیجیے اگر انسان اور جنات اکٹھے بھی ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا لے آئیں تو نہیں لا سکتے' اگر چہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں"۔

اور فرمایا:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ٥ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ (سورۃ طور:۳۳'۳۴)

"یا کہتے ہیں یہ قرآن خود بنا لایا کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے پھر چاہیے کہ لے آئیں کوئی بات اسی طرح کی اگر وہ سچے ہیں"۔

یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ وہ اپنی طرف سے کہتا ہے تو وہ بھی تمہاری طرح بشر ہے' تم بھی اس طرح کا کلام لے آؤ۔

نیز فرمایا:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۳'۲۴)

"اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ سکو گے تو پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے لئے"۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

(سورۃ ھود:۱۳،۱۴)

"کیا کہتے ہیں کہ بنالایا ہے قرآن کو کہہ دے تم بھی لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی بنا کر اور بلالو جس کو بلاسکو اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے پھر اگر نہ پورا کریں تمہارا کہنا تو جان لو کہ قرآن تو اترا ہے اللہ کی وحی سے اور یہ کہ کوئی حاکم نہیں اسکے سوا پھر اب تم حکم مانتے ہو"

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ﴾

(سورۃ یونس:۳۸،۳۹)

"اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنائے اللہ کے سوا اور لیکن تصدیق کرتا ہے اگلے کلام کی اور بیان کرتا ہے ان چیزوں کو جو تم پر لکھی گئی جس میں کوئی شبہ نہیں پروردگا عالم کی طرف سے کیا لوگ کہتے ہیں کہ بنالایا ہے تو کہہ دے تم لے آؤ ایک ہی سورت ایسی اور بلالو جس کو بلاسکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگی جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں اسکی حقیقت اسی طرح جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے کیا ہوا انجام گنہگاروں کا"۔

اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ مخلوقات قرآن کا مثل دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی لانے سے عاجز ہیں اور قیامت تک اس کا مثل نہیں لاسکیں گے جیسے ایک جگہ فرمایا:

Marfat.com

﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا﴾
یعنی تم ماضی میں بھی ایسا نہ کر سکے اور معارضہ کر کے اس جیسا لا ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ بندے کا کلام ہے ہی نہیں' اگر کسی کا اپنا کلام ہوتا تو ہمیشہ اسکو خدشہ رہتا کہ کوئی اسکی نظیر نہ پیش کر دے اور اسکو رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے' محمد ﷺ جو تمام لوگوں میں بہت سے زیادہ عقلمند اور کامل ہیں وہ بھی اگر یہ نہ جانتے کہ اسکی نظیر لانا ممکن نہیں تو وہ بھی کبھی نہ بیان کر سکتے' لیکن انکو حقیقت کا علم تھا کہ اس زمانے سے لے کر قیامت تک کوئی نہیں لا سکے گا' کیونکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے' جس کی تخلیق ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں' تو پھر خالق اور مخلوق کلام میں کیسے شریک ہو سکتی ہے' باقی رہا قریش کا یہ دعویٰ جو انہوں نے کیا:

﴿وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُنَا قَالُوۡا قَدۡ سَمِعۡنَا لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ هٰذَاۤ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ﴾ (سورۃ الانفال:۳۱)

''اور جب کوئی پڑھے ان پر ہماری آیتیں تو کہیں ہم سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں ایسا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر احوال ہیں اگلوں کے''

تو یہ جھوٹ اور دعویٰ بلا دلیل ہے' کیونکہ اگر وہ سچے ہوتے تو اسکی نظیر لاتے' بلکہ اس دعوے کے جھوٹے ہونے کیساتھ وہ اپنی ذات کے بارے میں بھی جان بوجھ کر جھوٹے بنے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ اکۡتَتَبَهَا فَهِیَ تُمۡلٰی عَلَیۡهِ بُکۡرَةً وَّاَصِیۡلًا﴾

(سورۃ الفرقان:۵)

''اور کہنے لگے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی جنکو اس نے لکھ رکھا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اسکے پاس صبح اور شام''

نیز فرمایا:

﴿قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِیۡ یَعۡلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾ (سورۃ الفرقان:۵)

''تو کہہ اسکو اتارا ہے اس نے جو جانتا ہے چھپی ہوئے بھید آسمانوں میں اور زمین میں

Marfat.com

بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے"

یعنی اسکو زمین و آسمان کے مالک اور مخفی علوم کو جاننے والے نے اُتارا ہے' جو موجودہ اور آئندہ ہونے والی چیزوں اور جو نہیں ہوئیں وہ اگر ہوتیں تو کیسے ہوتیں' ان سب چیزوں کو جانتا ہے۔ اس نے اپنے بندے اور رسول پر وحی نازل کی جو نہ کتابت جانتا تھا اور نہ لکھ سکتا تھا' اور نہ سابقین اور اوّلین کے قصص و واقعات کو جانتا تھا' اللہ تعالیٰ نے اسکو موجودہ اور آئندہ ہونے والے واقعات کی خبر دی اور اسکے ساتھ حق و باطل میں فرق ہو جاتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعٰقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورۃ ھود:۴۹)

"یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں سے ہیں کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف نہ تجھ کو ان کی خبر تھی اور نہ تیری قوم کو اس پہلے سو تو صبر کر البتہ انجام بھلا ہے ڈرنے والوں کا"۔

اور فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا﴾ (سورۃ طٰہٰ:۹۹۔۱۰۱)

"یوں سناتے ہیں ہم تجھ کو انکے احوال جو پہلے گزر چکے اور ہم نے دی تجھ کو اپنے پاس سے پڑھنے کی کتاب جو کوئی منہ پھیر لے سو وہ اٹھائیگا قیامت کے دن بوجھ سدا رہیں گے اس میں اور برا ہے ان پر قیامت میں وہ بوجھ اٹھانیکا"۔

اور فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ' لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

Marfat.com

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

(سورۃ المائدۃ:۴۸)

''اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور انکے مضامین پر نگہبان سو تو حکم کر ان میں موافق اسکی جو کہ اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم میں سے دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا لیکن وہ تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے حکموں میں سو تم دوڑ کر لو خوبیاں اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتادے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا''۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

(سورۃ العنکبوت:۴۸)

تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایسی کتاب کا نازل ہونا جو ما کان و ما یکون کو شامل ہو اور ایسے نبی پر نازل ہونا جو امی ہو یہی اسکے سچے ہونے اور منزل من اللہ ہونے کی نشانی ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

Marfat.com

بِاٰیٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (سورۃ یونس:۱۵۔۱۷)

''جب پڑھی جاتی ہیں انکے سامنے ہماری آیتیں تو کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی لے آ کوئی قرآن اسکے سوایا اسکو بدل ڈال تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے میں تابعداری کرتا ہوں اور جو حکم آئے میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا اسکو تمہارے سامنے اور نہ وہ تم کو خبر کرتا اسکی کیونکہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں سوچتے پھر اس سے بڑا ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا جھٹلائے اسکی آیتوں کو بے شک بھلا نہیں ہوتا گنہگاروں کا''۔

حضور ﷺ ان سے کہہ رہے ہیں کہ میں اپنی طرف سے اسمیں تبدیلیاں نہیں کرسکتا' بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جو چاہتے ہیں کمی زیادتی کرتے ہیں' میں تو صرف پہنچانے والا ہوں اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اسکی سچائی کو بھی تم جانتے ہو کیونکہ میں تمہارے درمیان رہا ہوں اور تم میرا حسب نسب' راست بازی اور امانت داری کو جانتے ہو' میں نے تو آج تک تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولا' تو اس اللہ کے سامنے کیسے بولنے کی جرأت کرسکتا ہوں جو نفع نقصان کا مالک ہے' ہر چیز پر قادر اور ہر چیز کو جاننے والا ہے؟ اللہ کے ہاں اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوگا کہ جھوٹ کی نسبت اسکی طرف کی جائے یا جو چیز اسکی نہ ہو وہ اسکی طرف منسوب کی جائے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ o فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ﴾ (سورۃ الحاقہ:۴۴۔۴۷)

''اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑ لیتے اس کا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اسکی گردن پھر تم میں ایسا نہیں جو اس سے بچالے''

یعنی اگر کوئی ہمارے خلاف جھوٹ بولے گا تو ہم اس سے سخت انتقام لیں گے اہلِ زمین میں کوئی ہمیں نہیں روک سکے گا۔

نیز فرمایا:

Marfat.com

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

(سورۃ الانعام:۹۴)

''اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو باندھے اللہ پر بہتان یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اسکے جو اللہ نے اتارا اور اگر تو دیکھے جس وقت ظالم ہوں موت کی سختیوں میں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو بدلہ میں ملے گا ذلت کا عذاب اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے''۔

اور فرمایا:

﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ (سورۃ الانعام:۱۹)

''تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے کہہ دے اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان اور اترا مجھ پر یہ قرآن تا کہ تم کو اس سے خبر کردوں اور جسکو یہ پہنچے''

اس آیت میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور گواہ ہے اور جو کچھ میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں وہ اس پر گواہ بھی ہے' اور کلام کی قوت میں اس سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے کہ اس نے قرآن دیکر مجھے بھیجا ہے تا کہ اس کے ذریعے میں مخلوق کو ڈراؤں' لہذا جس تک پہنچے گا اسکے لئے اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوگا' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

(سورۃ ھود:۱۷)

Marfat.com

''بھلا ایک شخص جو ہے صاف رستہ پر اپنے رب کے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک گواہ اللہ کی طرف سے اور اس سے پہلے گواہ تھی موسیٰ کی کتاب رستہ بتلاتی اور بخشواتی یہی لوگ مانتے ہیں قرآن کو اور جو کوئی فکر ہو اس سے سب فرقوں میں سے سو دوزخ ہی ٹھکانہ ہے اس کا سو مت رہ شبہ میں اس سے بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے پر بہت سے لوگ یقین نہیں کرتے''۔

اس قرآن میں اللہ فرشتے، عرش، علوی اور سفلی مخلوقات جیسے آسمان وزمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے انکے بارے میں سچی خبریں دی گئی ہیں اور ان میں ایسے دلائل عقلیہ ہیں جو عقل سلیم والوں کے لئے راہنمائی اور توجہ کا باعث ہیں: جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (سورۃ الاسراء:۷۹)

''اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لئے قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں''۔

اور فرمایا:

﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ (سورۃ العنکبوت:۴۳)

''اور یہ مثالیں بٹھلاتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے اور ان کو سمجھتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ○ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ (سورۃ الزمر:۲۷،۲۸)

''ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن میں سب چیزوں کی مثل تا کہ وہ دھیان کریں قرآن عربی زبان کا جس میں کجی نہیں تا کہ وہ بچ کر چلیں''۔

قرآن مجید میں گزشتہ برحق واقعات کی خبر بھی دی گئی ہے جس پر اہل کتاب کی

Marfat.com

کتابیں بھی شاہد ہیں' باوجود یہ کہ یہ ایک ایسے آدمی پر اُتری تھیں جو کتابت نہیں جانتا تھا' اور جس نے پہلوں کے علوم اور زمانے میں سے ایک دن بھی نہیں دیکھا' وہ جو علوم اور واقعات بیان کرتا ہے اور سابقہ اُمم اور انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو نجات دی اور کافروں کو ہلاک کیا' اور ایسے میں بیان کرتا ہے کہ کوئی اسکی نظیر اور مثل نہیں لاسکتا' فصاحت و بلاغت کیساتھ وہ واقعہ کبھی انتہائی مختصر ہوتا ہے اور کبھی انتہائی تفصیلی اور مدلل' اور ایسے اسلوب سے بیان کرتا ہے کہ گویا سُننے والا اس واقعے کا عینی شاہد اور موقع پر موجود ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝﴾ (سورۃ القصص:۴۶)

''تو نہ تھا طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا تاکہ تو ڈر سنادے ان لوگوں کو جن کے پاس نہیں آیا ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے تاکہ وہ یاد رکھیں''۔

نیز فرمایا:

﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ (سورۃ آل عمران:۴۴)

''اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کو کہ کون پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا جب جھگڑتے تھے ان کے پاس''۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ ۝ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝﴾

''یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس اور تو نہیں تھا ان کے پاس جب وہ ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے اور اکثر لوگ نہیں ہیں یقین رکھنے والے اگرچہ تو کتنا ہی چاہے' اور تو مانگتا نہیں اُن سے اس پر کچھ بدلہ یہ تو اور کچھ نہیں مگر نصیحت

Marfat.com

سارے عالم کو"۔

یہاں تک فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ وَمَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (سورۃ یوسف: ۱۰۲، ۱۰۴)

نیز فرمایا:

﴿وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ﴾ (سورۃ طہ: ۱۳۳)

"اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب سے کیا پہنچ نہیں چکی ان کو نشانی کھلی کتابوں میں کی"۔

اسی طرح فرمایا:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ○ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾

(سورۃ فصلت: ۵۲، ۵۳)

"تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے پاس سے پھر تم نے اس کو نہ مانا پھر اس سے گمراہ زیادہ کون ہے جو دور چلا جائے مخالف ہو کر اب ہم دکھلائیں گے انکو اپنے نمونے دنیا میں اور خود انکی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے کیا تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ ہونے کے لئے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں وعدہ کیا ہے کہ قرآن مجید اور اسکی حقانیت کو آفاقی دلائل سے سچ ثابت کرے گا جو اس کتاب کی سچائی اور منکریں کے انکار پر حجت ہونگے تاکہ انکو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک راست گو کی زبان پر نازل شدہ ہے، پھر ایک مستقل دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

﴿اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾

یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہیں یہی خبر دینے والے کی سچائی کے لئے کافی ہے' کیونکہ وہ جھوٹا اور من گھڑت قرآن پیش کرنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکو پیشگی عذاب میں گرفتار کرتا۔

اس قرآن میں مستقبل کی پیشین گوئیاں بھی' جن میں سے اکثر ہو بہو ثابت بھی ہو چکی ہیں' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰی وَآخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَآخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ مزمل:۲۰)

''کہ کتنے ہوں گے تم میں بیمار اور کتنے لوگ پھرینگے ملک میں ڈھونڈتے اللہ کا فضل اور کتنے لوگ لڑتے ہونگے اللہ کی راہ میں''۔

حالانکہ یہ سورت مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ﴾ (سورۃ القمر:۴۵'۴۶)

''اب شکست کھائے گا یہ مجمع اور بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر بلکہ قیامت انکے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی''۔

اس واقعہ کا مصداق غزوہ بدر ہے' جس میں قرآنی پیشین گوئی کے مطابق کافروں کو شکستِ فاش ہوئی۔ قرآن مجید میں ایسے عادلانہ اور حکیمانہ اوامر ونواہی بھی ہیں' جن کو اگر کوئی عقلمند آدمی ہوش وعقلِ سلیم سے سوچے تو وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اسکو علیم وخبیر ذات نے اپنے بندوں کے مصالح اور لطف وکرم کے عین مطابق اُتارا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ (سورۃ الانعام:۱۱۵)

نیز فرمایا:

Marfat.com

﴿الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ﴾ (سورہ ہود)

''یہ کتاب ہے جانچ لیا اسکی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے''۔

یعنی اسکے الفاظ کی حکمت اور معانی کی تفصیل بیان کی گئی ہے:

ایسے ہی فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ (سورۃ الصف: ۹)

''وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر''۔

یعنی علمِ نافع اور عمل صالح کیساتھ بھیجا' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کُمیل بن زیاد سے کہا:

''یہ اللہ کی کتاب ہے جسمیں پہلوں کی خبر' موجود لوگوں کا حکم اور بعد والوں کی اطلاع ہے''۔

قرآن مجید کئی لحاظ سے معجز ہے: اپنی فصاحت' بلاغت' اسلوب بیان' الفاظ کا مناسب اور برمحل استعمال ماضی اور مستقبل کی خبروں کی شمولیت' محکم احکام کی موجودگی' ایسے الفاظ کیساتھ چیلنج جو مکمل معنیٰ رکھتے ہوں لیکن اہل عرب کی سمجھ سے بالاتر ہوں اور جن کے ذریعے تمام اہل زمین یونان' ہندوستان' فارس اور مصر کے دانشوروں اور عقلمندوں کو چیلنج کیا گیا ہو' یہ سارے قرآن مجید کے وجوہِ اعجاز ہیں جس کی وجہ سے قرآن کا کلام دوسرے کلاموں سے بالاتر اور منفرد ہے۔ باقی جو متکلمین کا یہ خیال ہے کہ اعجاز کافروں کے انکار کے باوجود ان کی کوششوں کو اس سے پھیرنے کیساتھ ہے یا بالکل ہی قدرت چھین لینے کیساتھ ہے تو یہ قول بالکل غلط ہے' اور یہ اس عقیدے کا شاخسانہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور اللہ نے اسکو ویسے ہی پیدا کیا جیسے باقی مخلوقات کو پیدا کیا' لیکن یہ قول حقیقت کے منافی ہے کیونکہ قرآن اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہے اور اللہ نے اپنی شایانِ شان اسکا تکلم فرمایا: اور مخلوق اسکی حقیقت معلوم کرنے یا نفس الامر میں اس جیسا لانے سے عاجز ہیں' خواہ اسکے لئے وہ آپسمیں ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کریں' حتیٰ کہ وہ رسول جو سب رسولوں میں زیادہ فصیح اور اخلاق میں مکمل ہوتے ہیں وہ بھی اس جیسا کلام نہیں کرسکتے۔ اس قرآن کا اسلوب جسکو رسول ﷺ اللہ سے پہنچاتا ہے اس اسلوبِ بیان سے بالکل مختلف ہے جو نبی یا رسول

Marfat.com

(یعنی احادیث) بیان کرتا ہے اور جس اسلوب کیساتھ نبی صحیح سند کیساتھ بیان کرتا ہے اس جیسا کوئی صحابی رضی اللہ عنہ یا بعد کا کوئی آدمی نہیں لاسکتا۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلوبِ بیان تابعینؒ کے اسلوبِ بیان سے منفرد ہے اور علمائے سلف فصاحت و علمیت اور الفاظ کے معانی بیان کرنے میں علمائے خلف سے سبقت لئے ہوئے ہیں جیسا کہ اہل کلام ولسان جانتے ہیں اور جیسا کہ شعرائے جاہلیت اور شعرائے مولدین کے کلام میں واضح فرق ہے اسلئے امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں سب کو جتنی آیتیں دی گئیں اتنی تو اُن پر ایمان لانے والوں کی تعداد بھی نہیں تھی اور مجھے جو آیتیں دی گئیں وہ وحی ہے جو اللہ نے مجھ پر کی بعد میں اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ پیروکار میرے ہونگے"۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو سچائی اور منزل من اللہ ہونے کے لئے مختلف دلائل اور آیات دی گئیں جو انکی قوم کی نجات کے لئے کافی تھیں خواہ وہ اس پر ایمان لائے اور اجر و ثواب لیکر کامیاب ہوئے یا منکر ہوئے اور عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

حدیث میں جو یہ ہے: "وانما کان الذی اوتیت" اس سے مراد بڑی وحی یعنی قرآن مجید ہے جو آپ ﷺ اور آپ کے بعد کے زمانے کے لئے بھی حجت اور دلیل ہے۔ اور وہ دلائل جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے تھے وہ انکے زمانے میں ہی ختم ہوگئے اور انکی اطلاع اور خبر کے سوا کچھ نہیں رہا جبکہ قرآن ایک ایسی حجت ہے کہ جب اسکو کوئی سنتا ہے تو گویا حضور ﷺ کے دہنِ مبارک سے نکلتا ہے اس لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار زیادہ ہونگے"۔

اخلاقِ حسنہ

دلائل معنویہ میں سے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ شجاعت بردباری سخاوت زہد وقناعت ایثار راست بازی اور امانتداری تقویٰ اور اخلاص عبادت و ریاضت بے داغ حسب ونسب اور بے عیب کردار والی زندگی ہے۔

حضور ﷺ کی سیرت اخلاق اقوال وافعال یہ سب آیات و دلائل نبوت میں سے

Marfat.com

ہیں' چنانچہ آپ ﷺ کی شریعت' اُمت' اُمت کا علم' اُمت کا دین حتّٰی کہ اُمت کی کرامات بھی حضور ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ہیں۔ اور یہ سب کچھ پیدائش سے بعثت تک اور بعثت سے مرتے دم تک آپ ﷺ کی حسنِ سیرت کی بدولت ہے۔ کیونکہ نسب کے لحاظ سے آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذرّیت میں سے تھے جن میں اللہ نے نبوت اور کتاب رکھ دی تھی اور جن دو بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کی اولاد کے لئے دُعا کی تھی کہ اللہ اُن میں رسول بھیجے۔ پھر حضور ﷺ بنی اِبراہیم علیہ السلام میں سے قریش اور قریش میں سے بنی ہاشم میں سے ہیں' آپ ﷺ کی پیدائش کا مقام مکّہ میں سے اُمّ القریٰ ہے جو اس گھر کا شہر ہے جس کو اِبراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور لوگوں کو اسکے حج کی طرف بُلایا تھا اور تب سے وہ گھر ہر زمانے میں قابلِ تعریف وستائش رہا تھا۔

حضور ﷺ لوگوں میں سے بڑھکر مہذّب تھے۔ آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی سچائی' نیکی' عدل وانصاف کرنے اور ہر قسم کی بے حیائی اور بیہودگی چھوڑنے میں مشہور تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ پر ایمان لایا یا نہ لایا وہ بھی آپ ﷺ کے افعال' اقوال یا اخلاق میں کوئی عیب تلاش نہ کر سکے' نہ کبھی آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے ہوئے یا ظلم و بے حیائی کرتے ہوئے دیکھا گیا۔

آپ ﷺ خوب سیرت ہونے کیساتھ ساتھ خوبصورت بھی تھے' وہ تمام اوصاف و کمالات جو خوبصورتی کی انتہا ہوتی ہیں وہ آپ ﷺ میں جمع تھیں۔ آپ ﷺ اُمّی تھے اور اُمّی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے' اہل کتاب کی توراۃ وانجیل نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کوئی مروجہ علوم پڑھے تھے' لوگوں کیساتھ اُٹھنا بیٹھنا بھی کم تھا' لیکن اسکے باوجود چالیس سال کے بعد جب آپ ﷺ نے ایک کلام پیش کیا تو وہ بڑا حیران کُن تھا اور اُس جیسا کلام اوّلین و آخرین نے نہیں سُنا تھا' آپ ﷺ نے ایسے علاقوں اور ملکوں کی خبریں دیں جنکو آپ ﷺ کے اہل علاقہ بھی نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ کے پیروکار کمزور لوگ تھے' جبکہ طاقتوروں اور حکمرانوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو جھٹلا کر آپ ﷺ کو اور آپکے پیروکاروں کو ہلاک کرنے اور راستے سے ہٹانے کی مکمل کوشش کی۔

Marfat.com

پھر جنہوں نے آپ ﷺ کی پیروی کی' انہوں نے کسی ڈر یا لالچ کی وجہ سے پیروی نہیں کی' کیونکہ آپ ﷺ کے پاس کوئی ایسا مال نہ تھا جو آپ ﷺ انکو دیتے یا کوئی جائیداد نہ تھی جو انکو دیتے یا طاقتور بنا دیتے بلکہ یہ سب کچھ تو آپ ﷺ کے دشمنوں کے پاس تھا' جنہوں نے ان سب چیزوں کو استعمال کر کے ایمان لانے والوں پر ظلم و تشدد کیا اور انہیں دینِ اسلام سے برانگیختہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی' لیکن یہ تمام چیزیں انکو اسلام سے نہ ہٹا سکیں۔

ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے مکہ کا حج ہوتا تھا' موسم حج میں عرب کے قبائل جمع ہوتے تو حضور ﷺ انکے پاس جاتے اور انہیں دعوت دیتے اور جھٹلانے والے کے جھٹلانے' ظالم کے ظلم اور روگردانی کرنے والے کی روگردانی کو برداشت کرتے۔ پھر آپ ﷺ کی ملاقات یہودیوں کے پڑوس میں یثرب میں رہنے والے انصار سے ہوئی' جنہوں نے یہودیوں سے آپ ﷺ کی آمد اور اوصاف سُن رکھے تھے' وہ آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ بھی جانتے تھے کیونکہ چند سالوں میں ہی آپ ﷺ کی شہرت چاردنگ عالم میں پھیل چکی تھی' وہ ایمان لائے اور آپ ﷺ کو صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت ہجرت کی دعوت دی' آپ ﷺ تشریف لے گئے تو اکثر انصار و مہاجرین ایمان لے آئے' اُن میں سے کسی نے بھی دنیاوی لالچ یا خوف کے لئے ایمان قبول نہیں کیا' بلکہ دِل کی گہرائیوں سے اسکو قبول کیا' البتہ چند منافقین ایسے تھے جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر کفر اختیار کئے رکھا' پھر آپ ﷺ کو جہاد کا حکم ہوا اور آپ ﷺ پوری زندگی صدق وفا' عدل و انصاف کے پیکر بن گئے' آپ ﷺ کی طرف ایک جھوٹ بھی منسوب نہیں کیا گیا' کسی پر ظلم یا دھوکہ نہیں کیا' بلکہ صلح و جنگ' امن و خوف' غنی و فقیر' قدرت و عاجزی' غلبہ اور کمزوری' قلت و کثرت' فتح و شکست' غرض ہر صورت میں آپ ﷺ نے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا' حتیٰ کہ وہ سرزمین جو بُت پرستی' کہانت پرستی' مخلوق پرستی' خونریزی' قطع رحمی اور آخرت سے بیگانگی میں مشہور تھی' وہ علم و دیانت اور عدل و انصاف میں اس قدر بڑھ گئے کہ فتح شام کے موقع پر جب نصاریٰ نے انکو دیکھا تو کہا: مسیح کے پیروکار بھی ان سے افضل نہ تھے۔

ان سب کے باوجود جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ ایک خچر' اسلحہ اور ایک

Marfat.com

گروی رکھی ہوئی زرہ کے سوا کوئی درہم و دینار یا اونٹ بکری نہیں چھوڑی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے اور باقیوں کو مسلمانوں کے مصارف پر خرچ کر دیتے تھے' اسکے بارے میں بھی وفات کے وقت فرمایا کہ اسکا کوئی وارث نہیں اور آپ ﷺ کے وارثوں میں سے کوئی نہیں لے گا''۔

اور ہر وقت آپ ﷺ پر ایسے عجائبات اور کرامات ظاہر ہوتی تھیں کہ جنکے ذکر سے بات لمبی ہو جائیگی آپ ﷺ انہیں ما کان و یکون کی خبر دے دیتے' نیکیوں کا حکم دیتے اور منکرات سے منع فرماتے' پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے اور بری چیزوں سے روکتے' شریعت کو تسلسل کیساتھ اور لگاتار بیان کرتے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کو مکمل کر دیا اور آپ ﷺ کی شریعت اتنی مکمل ہو گئی کہ کوئی نیکی ایسی نہیں رہی جسکا آپ ﷺ نے حکم نہ دیا ہو' یا کوئی ایسی برائی نہیں رہی جس کو عقلیں برا سمجھیں اور آپ ﷺ نے منع نہ کیا ہو۔ آپ ﷺ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس کے بارے میں بعد میں کہنا پڑا ہو کاش کہ نہ کہا ہوتا۔ یا کسی چیز سے منع کیا ہو اور کہنا پڑا ہو کہ کاش منع نہ کرتے' پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا ہو اور سابقہ شریعتوں کی طرح کسی ایک چیز کو حرام کر دیا ہو یا ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا ہو اور کسی ایک چیز کو حلال کر دیا ہو۔

آپ ﷺ نے وہ تمام محاسن جمع کر دیئے جو توراۃ' زبور اور انجیل میں مذکور ہوئے تھے' چنانچہ خدا فرشتے اور آخرت کے بارے میں کوئی ایسی خبر نہیں تھی جو پوری تفصیل کیساتھ قرآن نے بیان نہ کی ہو' بلکہ ایسی چیزیں بتائیں جو اور کتابوں میں نہیں تھیں' کسی کتاب میں عدل و انصاف' احکام پر ترغیب' فضائل پر استحباب ایسے انداز میں نہیں' جیسے قرآن میں ہے۔ اور اگر کوئی بنظر غائر ان عبادات کو دیکھے جو اس شریعت نے مقرر کیں اور وہ عبادات جو دیگر امتوں میں تھیں تو اسپر اس امت کی عبادات کی افضلیت اور ترجیح ثابت ہو جائیگی اور اگر انکے علم کو دوسری امتوں کے علم پر قیاس کیا جائے' ایسے ہی انکی عبادت و اطاعت اور دیانتداری کو دیکھا جائے تو یہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیانتدار ہونگے' ایسے ہی اگر انکی بہادری' جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کی خاطر مصائب و مشکلات جھیلنے کے عمل کو پرکھا جائے

Marfat.com

تو یہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بہادر اور سخت جان ثابت ہونگے' اسی طرح سخاوت' نیکی اور عفوودرگزر میں بھی یہ دوسروں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

یہ تمام فضائل انہوں نے حضور ﷺ سے ہی حاصل کئے' انہی کی تعلیم کردہ تھے' اُنہی کے حکم سے یہ اعمال بجا لائے' اہلِ عرب اس سے پہلے کسی کتاب کے متبع نہ تھے کہ حضور ﷺ اسکی تکمیل کے لئے آئے ہوں جیسے مسیح علیہ السلام نے توراۃ کی شریعت کی تکمیل کی۔ مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کی تعلیمات اور انکے فضائل بعض توراۃ میں سے تھے' بعض زبور وانجیل اور بعض خود حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات تھیں' بلکہ ایک بڑا حصہ تو بعد کے حواریین اور دیگر پیروکاروں کا ہے' جنہوں نے فلسفہ کی مدد سے بہت سارے احکامات وضع کئے اور انکے بعد کے نفس پرستوں نے تو اتنا اضافہ کیا کہ دینِ مسیح میں بہت سی کفریہ باتیں شامل ہوگئیں' جو دینِ مسیح کی سَراسر منافی تھیں۔

اسکے بالمقابل امّتِ محمدیہ اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھے ہوئے نہیں تھے' اور توارۃ کے بارے میں ایک عمومی معلومات کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے' یہ تو نبی ﷺ ہی تھے جنہوں نے آکر انکو بتایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاؤ' اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کا اقرار کرو اور انہیں انبیاء علیہم السلام میں فرق کرنے سے منع کیا' چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۳۶'۱۳۷)

"تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور اسکی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو انکے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے

Marfat.com

فرمانبردار ہیں سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح تم ایمان لا کے ہدایت پائی انہوں نے بھی اور اگر پھر جاویں تو ضد پر ہیں سو اب کافی ہے تیری طرف سے اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا''۔

اور فرمایا:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۸۵،۲۸۶)

''مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اسکے فرشتوں کو اسکی کتابوں کو اسکے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اسکی گنجائش ہے اس کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اس پر پڑتا ہے جو اس نے کیا اے ہمارے رب نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے لوگوں پر اے رب ہمارے نہ اٹھوا وہ بوجھ جس کی ہم کو طاقت نہیں اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے مدد کر ہماری کافروں پر''۔

حضور ﷺ کی اُمت دین میں کسی ایسی چیز کو ایجاد نہیں کرتی جو حضور ﷺ نے بیان نہ کی ہو نہ کوئی ایسی بدعت جاری کرتے ہیں جس پر کوئی دلیل نہ ہو دین میں اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی اضافہ نہیں کرتے، لیکن حضور ﷺ نے انکو سابقہ انبیاء اور انکی اُمتوں کے بارے

Marfat.com

میں بتایا اسکا اعتبار کر لیا' اور جو انہوں نے اہل کتاب کی باتیں اپنے دین کے مطابق پائیں انکو بھی لے لیا' اور جسکی جھوٹ سچائی کا علم نہ ہو سکا اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی' جسکو غلط سمجھا اسکو جھٹلا دیا' اور جس کسی نے ہند' فارس' یونان کا فلسفہ انکے مذہب میں شامل کرنے کی کوشش کی وہ انکے نزدیک ملحد اور بدعتی ٹھہرا۔ یہی وہ دین ہے جس پر صحابہ ؓ اور تابعین تھے اور ائمہ دین اسی کے قائل تھے اور مسلمانوں کا سوادِ اعظم اسی دین پر قائم ہے۔ جو کوئی اس جماعت سے نکلے تو وہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک قابلِ مذمت وملامت ہے۔ اور اسی جماعتِ حقہ کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''میری اُمت کا ایک ایسا گروہ ضرور رہے گا جو حق پر قائم رہیں گے' انکو مخالف کی مخالفت اور ذلیل ورسوا کرنے والے کی ذلت ورسوائی نقصان نہیں دے گی' یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے''۔

بعض مذاہب والے مسلمانوں سے اس مسئلے پر جھگڑتے ہیں' حالانکہ وہ خود اس پر متفق ہیں کہ یہ تقریباً تمام ادیان کا عمومی اصول ہے اور دین محمدی کا خصوصی' اور جو اسکی مخالفت کرے وہ ملحد اور قابلِ مذمت ہوگا' یہ نصاریٰ کی طرح نہیں جنہوں نے ایسا دین گڑھ لیا جن پر انکے اکابر علماء اور اس پر مر مٹنے والے حکمران بھی نہیں تھے' یہ بالکل من گھڑت دین ہے' مسیحی دین نہیں' نہ ہی کسی اور نبی کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے رسولوں کو علمِ نافع اور عمل صالح دیکر بھیجا' جس نے رسول کی پیروی کی اسکو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوگئی' بدعت میں تو وہ داخل ہوا جس نے انبیاء کے علم وعمل کی پیروی میں کمی زیادتی کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تو اُمت کے مسلمانوں نے اُن سے وہ ہدایت لی' تو ہر علمِ نافع اور عملِ صالح جس پر اُمتِ محمدیہ ﷺ ہے وہ انہوں نے اپنے نبیؐ سے اَخذ کیا تھا' جیسا کہ ہر عقلمند کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کی اُمت علمی اور عملی فضائل میں تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ متعلم فرع میں جو کمال ہوتا ہے وہ اصل معلم کی وجہ سے ہوتا ہے' اسکا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ تمام لوگوں میں علم ودین کے اعتبار سے افضل تھے اگر یہ مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انہوں نے جو یہ دعویٰ کیا تھا کہ:

﴿اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ (سورۃ الاعراف:۱۵۸)

Marfat.com

''بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف''۔

آپ ﷺ جھوٹے اور گھڑنے والے نہ تھے' کیونکہ یہ بات لوگوں میں سے بہترین آدمی ہی کرسکتا ہے اگر وہ سچا ہو' یا کوئی بدترین آدمی ہی کرسکتا ہے اگر جھوٹا ہو' اور پیچھے جو علمی اور دینی کمالات ذکر ہوئے ہیں وہ جھوٹ' بددیانتی اور جہالت کے منافی ہیں' اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ ﷺ علم اور دین کے کمال درجے پر فائز تھے' اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ اپنے دعوے نبوت میں بھی سچے ہوں' کیونکہ جو صادق نہ ہو' وہ یا تو جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا یا غلطی سے اگر جان بوجھ کر بولے تو بڑا ظالم اور سرکش ہوگا اور اگر غلطی سے بولے تو جاہل اور گمراہ ہونگے' اور چونکہ حضور ﷺ کا علم جہالت کے منافی تھا اور انکا کمالِ دین جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کے مخالف تھا اور آپ ﷺ کی جملہ صفات آپ ﷺ کے سچے ہونے کی واضح دلیل ہیں' اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو ان دوصفات سے مبّرا اور منزہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالنَّجْمِ اِذَاهَوٰی ٥ مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَاغَوٰی ٥ وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (سورۃ النجم:۱-۴)

''قسم ہے تارے کی جب وہ گرے بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا''۔

قرآن مجید لانے والے فرشتے کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ٥ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ٥ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ﴾ (سورۃ التکویر:۱۹-۲۱)

''مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا قوت والا ہے عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا ہے سب کا مانا ہوا ہے''۔

آگے فرمایا:

﴿وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ ٥ وَلَقَدْرَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ٥ وَمَا هُوَعَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ٥ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ٥ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ٥ اِنْ هُوَ

Marfat.com

اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (سورۃ التکویر:۲۲۔۲۷)

"اور یہ تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں اس نے دیکھا ہے اس فرشتہ کو آسمان کے کھلا کنارہ پر اور یہ غیب کے بتانے میں بخیل نہیں اور یہ کہا ہوا نہیں شیطان مردود کا پھر تم کدھر چلے جارہے ہو یہ تو ایک نصیحت ہے جہان بھر کے واسطے"۔

اور فرمایا:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ۝ عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِيۡنٍ﴾ (سورۃ الشعراء:۱۹۲۔۱۹۵)

"یہ قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا لے کر اترا اسکو فرشتہ معتبر تیرے دل پہ کہ تو ہو ڈر سنانے والا کھلی عربی زبان میں"۔

کچھ آیتوں بعد فرمایا:

﴿هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ عَلٰى مَنۡ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيۡنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ يُّلۡقُوۡنَ السَّمۡعَ وَاَكۡثَرُهُمۡ كٰذِبُوۡنَ﴾ (سورۃ الشعراء:۲۲۱،۲۲۳)

"میں بتلاؤں تم کو کس پر اترتے ہیں شیطان اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر لا ڈالتے ہر سنی ہوئی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا کہ شیطان اپنے مناسب حال کارندوں پر نازل ہوتا ہے تا کہ ان سے اپنے مقاصد حاصل کرے' شیطان ہمیشہ جھوٹ اور بُرائی کا ارادہ کرتا ہے' سچ اور انصاف کا قصد نہیں کرتا' اور پھر ظاہر ہے کہ صرف اُنہیں کا ساتھ دیگا جن میں جان بوجھ کر یا غلطی سے جھوٹ ہو حتیٰ کہ دینی مسئلے میں بھی جھوٹ شیطان کی طرف ہوتا ہے' جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا' جب اُن سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا: "میں اسمیں اپنی رائے سے کہوں گا' اگر سچی ہوئی تو اللہ کی طرف ہے' اور اگر غلط ہوئی تو یہ مجھ سے اور شیطان سے ہوگی' اور اللہ رسول اس سے بری ہونگے" رسول اللہ ﷺ اس بات سے بری ہیں کہ جان بوجھ کر یا غلطی سے شیطان اُن پر نازل ہوں' بخلاف غیر رسول کے کہ وہ غلط ہوسکتا ہے اور اسکی غلطی شیطان سے ہوگی' اگرچہ وہ اسمیں مغفور ہی کیوں نہ ہوں' تو اگر کوئی

Marfat.com

ایسی خبر نہ دے جس سے وہ غلط کار شمار ہو یا کسی ایسے کام کرنے کا حکم نہ دے جس سے وہ فاجر شمار ہو تو ایک دوسری آیت میں فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ٥ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ٥ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ٥ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

(سورۃ الحاقۃ: ۴۰ تا ۴۳)

''اور نہیں ہے یہ کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو۔ اور نہیں ہے کہا ہریوں والے کا تب بہت کم دھیان کرتے ہو یہ اتارا ہوا ہے جہاں رب کا''۔

مؤمنین کی کثرت

ابونعیم کہتے ہیں: نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پچاس کم ہزار سال رہے' اس دوران اُن پر ایمان لانے والے مرد و عورتوں کی تعداد جو کشتی میں سوار تھے سو سے بھی کم تھی۔ جبکہ ہمارے نبی ﷺ پر بیس سال کے قلیل عرصے میں مشرق اور مغرب کے لوگ ایمان لائے' زمین کے حکمران و ڈکٹیٹر انکے سامنے جھک گئے' قیصر و کسریٰ کو اپنے زوال کا خطرہ لاحق ہو گیا' نجاشی اور چند دیگر بادشاہان اسلام لے آئے اہل نجران' ھجر اور ایلۃ جزیہ دینے پر تیار ہو گئے' جبکہ دومۃ الجندل والے اس رُعب کی وجہ سے جو ایک ماہ کی مسافت سے بھی پڑتا ہے سرنگوں ہو کر حاضرِ خدمت ہو گئے' علاقے فتح ہوئے اور لوگ فوج در فوج دینِ اسلام میں داخل ہوئے' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ٥ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ (سورۃ النصر: ۱، ۲)

''جب آئے گی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے دین میں غول کے غول''۔

میں (مصنف) کہتا ہوں: جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو مدینہ' خیبر' مکہ' یمن اور حضر موت فتح ہو چکے تھے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی' آخری عمر میں آپ ﷺ نے اکثر شاہان کو خطوط لکھے تھے' جن میں سے بعض نے دعوت کو قبول کیا' بعضوں نے صلح کر لی اور بعض نے تکیہ کیا تو اللہ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا' آپ ﷺ کے بعد چا

Marfat.com

خلفاء نے یکے بعد دیگرے علاقے فتح کئے اور اسلامی سلطنت کی وسعتوں کی مشرق سے لے کر مغرب تک پہنچا دیا' جیسے خود حضور ﷺ نے پیشن گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا: "مجھے زمین کے مشرقی اور مغربی کنارے دِکھائے گئے' اور میری اُمت کا مُلک وہاں تک پہنچے گا جہاں تک مجھے دِکھایا گیا ہے"۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "قیصرِ روم کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور کِسریٰ فارس کی ہلاکت کے بعد کوئی کِسریٰ نہیں ہوگا' قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! تم انکے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے" چنانچہ بعد میں ہو بہو ایسے ہی ہوا۔

فرشتوں سے مدد

اللہ نے مختلف مواقع اُحد' بدر' احزاب اور حُنین میں اپنے بندے اور رسول ﷺ کی مدد کے لئے مُقرب فرشتے اُتارے اور انکی مدد کی۔

ہوا سے مدد

غزوۂ احزاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۹)

"اے ایمان والوں یاد کرا حسان اللہ کا اپنے اوپر جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیج دی ان پر ہوا اور ایسی فوجیں تم نے نہیں دیکھیں اور ہے اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھنے والا"۔

مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے نقل کیا: "میری مدد بادِ صبا سے کی گئی اور قوم عاد کو پچھم کی ہوا سے ہلاک کیا گیا"۔

رُعب سے مدد

صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''ایک ماہ کی مسافت کے رُعب سے میری مدد کی گئی''۔ یعنی جب حضور ﷺ کفار کے کسی گروہ سے لڑنے کا ارادہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اُنکے پاس پہنچنے سے ایک مہینہ پہلے انکے دِلوں میں رُعب ڈال دیتے' اگرچہ وہ علاقہ ایک ماہ کی مسافت پر ہو۔

Marfat.com

دوسری فصل

حسّی دلائل اور معجزات

☆ چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔
☆ بارش کے لئے دُعا کرنا۔
☆ انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔
☆ کھانے کا زیادہ ہونا۔
☆ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت۔
☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ولیمہ۔
☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیالے کا واقعہ۔
☆ سفر میں کھانے کی زیادتی۔
☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باپ پر قرضے کا واقعہ۔
☆ مسلمان کے کھانے میں برکت۔
☆ زہریلے گوشت کا واقعہ۔
☆ پتھروں کا سلام کرنا اور درختوں کا سرِ تسلیم خم کرنا۔
☆ تنے کا رونا۔
☆ اونٹ کا شکایت کرنا۔
☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا درست ہونا۔
☆ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے دُعا کرنا۔
☆ بعض لوگوں کے لئے بددُعا کرنا۔
☆ پیشین گوئیاں کرنا۔
☆ ماضی کے واقعات بتانا۔

Marfat.com

چاند کا دو ٹکڑے ہونا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ (سورۃ القمر:۱۔۳)

''پاس آ لگی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو ٹلا جاویں اور کہیں یہ جادو ہے پہلے سے چلا آتا ہے اور جھٹلایا اور چلے اپنی خوشی پر اور ہر کام ٹھہرا رکھا ہے وقت پر''۔

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ حضور ﷺ کے زمانے میں پیش آیا' متعدد احادیث میں جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ' حذیفہ بن الیمان' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں یہ واقعہ قطعیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''مکہ والوں نے حضور ﷺ سے معجزہ مانگا تو حضور ﷺ نے دُعا کی جس سے مکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا'' یہ حدیث اگرچہ بظاہر مرسل لگتی ہے' لیکن ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے یہ روایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے جمِ غفیر' خود نبی ﷺ یا سب سے حاصل کی ہوگی۔

بخاری اور مسلم نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا: ''مکہ والوں نے حضور ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ انہیں کوئی معجزہ دِکھائیں' حضور ﷺ نے انکو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دِکھائے' جن کے درمیان کوہِ حرا تھا''۔

بخاری سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا: ''حضور ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا'' بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ (سورۃ القمر:۱۔۳)

''پاس آ لگی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو ٹلا جاویں اور کہیں یہ جادو ہے پہلے سے چلا آتا ہے''۔

Marfat.com

کے بارے میں فرمایا: ''یہ واقعہ ہجرت سے پہلے گزر چکا ہے' چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اسکے دو ٹکڑے دیکھے''۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''گواہ رہو''۔

بخاری اور مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے' حضور ﷺ نے فرمایا: گواہ رہنا' ایک گروہ نے پہاڑ پر چڑھ کر بھی اپنا اطمینان کیا''۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریش نے کہا: یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ پھر انہوں نے کہا: دیکھو' قافلے کیا خبر لاتے ہیں' محمد ﷺ سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتا' جب قافلے والے آئے تو انہوں نے بھی ویسے ہی بتایا''۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے اس واقعے کی روایت سے قطعیت معلوم ہوتی ہے' اس سے بھی کہیں زیادہ واقعے کی شہرت استشہاد کے لئے کافی ہے۔

باقی جو بعض ناقلین یہ روایت کرتے ہیں کہ چاند حضور ﷺ کے گریبان سے داخل ہوا اور آستین سے نکلا تو اسکی کوئی اصل نہیں۔

پھٹتے وقت چاند آسمان سے علیحدہ نہیں ہوا' بلکہ دو ٹکڑے ہوا اور اسکا ایک ٹکڑا احراء پہاڑ کے اس پار چلا گیا اور دوسرا دوسری طرف اور پہاڑ درمیان میں آ گیا' دونوں ٹکڑے آسمان پر ہی تھے اور اہلِ مکہ اسکو دیکھ رہے تھے۔'' ان میں سے اکثریت نے اسکو آنکھوں کا جادو سمجھا' اس لئے انہوں نے آنیوالے مسافروں سے پوچھا اور پتہ چلنے پر اسکا یقین کیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ پورے روئے زمین والے اسکو کیوں نہیں جانتے تو جواب یہ ہے کہ اسکی نفی کون کر رہا ہے؟ لیکن کچھ تو زمانہ لمبا ہو گیا اور کفار بھی اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے' ہو سکتا ہے کہ جب اُنہیں پتہ چلا کہ یہ نبی کا معجزہ ہے تو انہوں نے اسکو چھپانے کی کوشش

Marfat.com

کی ہو۔ علاوہ ازیں ہندوستان کے کچھ مسافروں نے بتایا کہ ہندوستان میں ایک ایسی عمارت بھی ہے جس پر یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اس دن بنی جس رات چاند دو ٹکڑے ہوا۔

پھر یہ واقعہ رات کو پیش آیا تھا' جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں سے پوشیدہ رہا' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مختلف ممالک کا مطلع صاف نہ ہو' لوگ سو گئے ہوں' یا رات کے ایسے حصے میں ہوا ہو جس میں اکثریت سو جاتی ہے۔

بارش کے لئے دُعا مانگنا

دلائل نبوت سے متعلق آسمانی نشانیوں میں سے حضور ﷺ کا بارش کے لئے دُعا مانگنا ہے۔ ایک دفعہ کئی دن تک بارش نہیں ہوئی تو حضور ﷺ نے دُعا مانگی اور اللہ نے فوراً قبول کر لی' اور ابھی حضور ﷺ منبر سے نہیں اُترے تھے کہ بارش کے قطرے حضور ﷺ کی داڑھی سے ٹپکنے لگے۔

بخاری نے کہا کہ میں نے ابن عمر کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سُنا:

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ　　　ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ ایسی نورانی رنگت والا کہ اسکے چہرے کے صدقے بارش مانگی جاتی ہے' یتیموں کا ماویٰ اور گرے پڑوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔

بخاری نے شریک بن عبداللہ سے نقل کہ انہوں نے اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: منبر کے مقابلے سامنے والے دروازے سے جمعہ کے دن ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے اس نے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا' راستے کٹ گئے' دُعا کیجیے کہ اللہ بارش برسائے' حضور ﷺ نے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! آسمان پر کوئی ٹکڑا تک نہیں تھا' ہمارے اور سَلَع پہاڑ تک درمیان میں کوئی پہاڑ نہیں تھا' جس سے دور تک مطلع صاف نظر آ رہا تھا' اچانک آپ ﷺ کے پیچھے سے ترکش کی طرح بادل نمودار ہوا' اور جب درمیان میں پہنچا تو پھیل گیا اور بارش ہونے لگی' پھر چھ دن تک ہم نے سورج نہیں دیکھا' دوسرے جمعہ جبکہ حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ

Marfat.com

ایک آدمی دوبارہ مسجد میں داخل ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! اب تو مال ہلاک ہونے لگا ہے راستے کٹ گئے ہیں' دُعا کیجئے کہ اللہ بارش روک لے حضور ﷺ نے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! ہمارے اِردگرد ہو ہم پر نہ ہو' اے اللہ! پہاڑوں' ٹیلوں' وادیوں اور درخت اُگنے کی جگہوں پر ہو"۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بارش رک گئی اور ہم سورج میں چلنے لگے۔ شریک راوی کہتے ہیں: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ وہی آدمی تھا جس نے پہلے پوچھا تھا؟ فرمایا: میں نہیں جانتا۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: اس دوران کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ بارش نہیں ہو رہی' اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ بارش ہو جائے۔ حضور ﷺ نے دُعا کی تو ابھی ہم گھروں کو نہیں پہنچے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور پھر دوسرے جمعے تک ہوتی رہی' دوسرے جمعے وہی آدمی یا کوئی اور آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے دُعا کیجئے کہ بارش رُک جائے حضور ﷺ نے ہاتھ اُٹھائے اور دُعا کی: اے اللہ! ہمارے اِردگرد ہو' ہمارے اوپر نہ ہو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ بادل چھٹ کر دائیں بائیں پھیل رہا ہے' وہاں بارش ہو رہی تھی اور یہاں نہیں ہو رہی تھی"۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: جانور ہلاک ہو گئے' راستے کٹ گئے' آپ ﷺ اللہ سے بارش کی دُعا کیجئے' حضور ﷺ نے دُعا فرمائی تو ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک بارش ہوتی رہی' دوسرے جمعے وہ پھر آیا اور اس نے کہا: گھر گر گئے' راستے کٹ گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے ہیں' اللہ سے دُعا کیجئے کہ بارش رُک جائے' حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! پہاڑوں' ٹیلوں' وادیوں اور درخت اُگنے کی جگہوں پر ہو" چنانچہ مدینہ سے بادل اس طرح چھٹ گئے جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے۔

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل کی کہ حضور ﷺ جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے' کچھ لوگ اُٹھے اور انہوں نے چیخ کر کہا: یارسول اللہ! بارش رُک گئی'

Marfat.com

درخت زرد ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے' اللہ سے دُعا کیجئے کہ بارش ہو' حضور ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما"۔ دو دفعہ فرمایا' خدا کی قسم! آسمان پر کوئی بادل نہیں تھا' اچانک بادل نمودار ہوا اور بارش شروع ہو گئی' حضور ﷺ منبر سے اُترے اور نماز پڑھائی' جب گھر تشریف لے گئے تو دوسرے جمعے تک بارش ہوتی رہی' دوسرے جمعے جب حضور ﷺ خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھے تو لوگوں نے پھر کھڑے ہو کر فرمایا: "اے اللہ! ہمارے اِردگرد ہو' ہم پر نہ ہو" بادل مدینہ سے چھٹ گئے اور اِردگرد برسنے لگے' میں نے مدینہ پر نگاہ ڈالی تو وہ ایسے تھا جیسے مرصّع جڑاؤ میں تاج ہو۔

بخاری اور ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حضور ﷺ کے زمانے میں ایک دفعہ لوگوں کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا' اس دوران کہ حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے اچانک ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہو گئے' اللہ سے دُعا کیجیے کہ ہم پر بارش نازل کرے' حضور ﷺ نے ہاتھ پھیلائے اور دُعا کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آسمان شیشے کی طرح صاف تھا' اچانک آندھی چلی اور بادل پھیل گئے' پھر آسمان برسنے لگا' ہم پانی میں بھیگتے ہوئے گھروں کو پہنچے' پھر دوسرے جمعے تک بارش ہوتی رہی۔ وہی آدمی یا کوئی دوسرا اُٹھا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! گھر گر گئے ہیں' اللہ سے دُعا کیجئے کہ بارش روک لے' حضور ﷺ مُسکرائے' پھر فرمایا: "ہمارے اِردگرد ہو' ہم پر نہ ہو"۔ میں نے بادل کی طرف دیکھا کہ وہ مدینہ کے اِردگرد اس طرح پھیلے ہوئے تھے جیسے تاج پر موتیوں کا جڑاؤ ہو۔

بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کبھی قحط پڑتا تھا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے دُعا مانگتے اور کہتے: "اے اللہ! ہم تیرے نبی ﷺ کے واسطے سے دُعا کیا کرتے تھے تو بارش برسا دیا کرتا تھا' اب ہم تجھ سے نبی ﷺ کے چچا کے وسیلے سے دُعا کرتے ہیں کہ ہم پر بارش نازل فرما" چنانچہ بارش ہو جاتی۔

Marfat.com

انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ایک دن عصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور لوگوں کو تلاش بسیار کے باوجود پانی نہیں ملا' حضور ﷺ کے پاس ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لایا گیا تو حضور ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس پانی سے وضو کریں' میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ہاتھ کے پوروں سے پانی پھوٹ رہا ہے' اس پانی سے سب لوگوں نے وضو کیا''۔

امام احمد نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''ایک دفعہ حضور ﷺ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ باہر نکلے' راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور تلاش کے باوجود لوگوں کو پانی نہیں ملا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وضو کے لئے پانی نہیں' ایک آدمی گیا اور پیالے میں کچھ پانی لایا' حضور ﷺ نے وہ پانی لیا اور اس سے وضو کیا پھر پیالے میں اپنی انگلیاں پھیلائیں اور فرمایا: آؤ' وضو کرلو' لوگوں نے پیا بھی اور وضو بھی کرلیا'' حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: ''تم کتنے آدمی تھے؟'' فرمایا: ''تین سو''۔

بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو آدمی تھے' جبکہ کنواں ایک حدیبیہ والا تھا' ہم نے اسمیں سے پانی نکال لیا اور ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' حضور ﷺ کنوئیں کے منڈھیر پر بیٹھے اور پانی منگوا کر منہ میں پانی ڈالا پھر کنوئیں میں کلّی کردی' کچھ ہی دیر بعد اتنا پانی نکل آیا کہ ہم بھی سیراب ہو گئے اور ہمارے جانوروں نے بھی خوب پانی پی لیا۔

مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت منقول ہے جس میں ہے: ''ہم حضور ﷺ کیساتھ چلے' یہاں تک کہ ہم ایک وسیع وادی میں پہنچے' حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے ایک طرف گئے تو میں بھی پانی لے کر آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا' حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہاں پردے کے لئے کوئی چیز نہیں' البتہ وادی کے کنارے دور دور دو درخت تھے' حضور ﷺ ایک کے پاس گئے اور اسکی ٹہنی پکڑ کر فرمایا: اللہ کے حکم سے میرا

Marfat.com

کہنا مان اور میرے ساتھ چل"۔ وہ درخت حضور ﷺ کیساتھ اس طرح چلنے لگا جس طرح ایک نکیل والا اونٹ مالک کے پیچھے چلتا ہے' پھر دوسرے کے پاس آئے اور اسکو بھی ویسے ہی کہا اور اس نے بھی ویسے ہی فرمانبرداری کی' جب درمیان میں پہنچے تو ان دونوں کو ملا یا اور فرمایا: "اللہ کے حکم سے مل جاؤ اور مجھ پر پردہ کرو"۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں دبے پاؤں پیچھے ہٹا تا کہ میری موجودگی کو محسوس کر کے کہیں حضور ﷺ اور دور نہ جائیں' میں اپنے آپ باتیں کرنے لگا اور چند لمحوں کے لئے میں حضور ﷺ سے غافل ہو گیا' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ آگے سے تشریف لا رہے ہیں اور دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ جا چکے ہیں' ایک جگہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور دائیں بائیں سر کیا' پھر آگے آئے اور جب میرے قریب پہنچے تو فرمایا: "اے جابر' کیا تو نے وہ جگہ دیکھی ہے جہاں میں کھڑا تھا؟" میں نے کہا: ہاں: یارسول اللہ! فرمایا: "جاؤ اور ہر درخت سے ایک ٹہنی کاٹ کر لاؤ اور جب اس جگہ پہنچو جہاں میں کھڑا تھا تو دائیں بائیں گاڑھ دو"۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں اُٹھا اور ایک پتھر توڑا جس سے وہ نوکدار بن گیا' پھر درختوں کے پاس جا کر ہر ایک سے ٹہنی کاٹی اور انکو لا کر حضور ﷺ کی بتائی ہوئی جگہوں پر گاڑھا' پھر میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور بتایا کہ میں نے کر لیا ہے اور پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں فرمایا؟"۔ فرمایا: میں اُن دو قبروں کے قریب سے گُزرا تو انکو عذاب دیا جا رہا تھا' اور میں نے پسند کیا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں' انکو عذاب میں میری سفارش کی وجہ سے کمی رہے"۔ فرماتے ہیں: پھر ہم لشکر میں آ گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "اے جابر' اعلان کرو کہ جس کے پاس وضو کے لئے پانی ہو وہ لے آئے"۔ میں نے پورے لشکر میں بار بار اعلان کیا' پھر حضور ﷺ کو آ کر بتایا کہ لوگوں کے پاس تو ایک قطرہ پانی نہیں' انصار کا ایک آدمی کجاوے کیساتھ مشکیزہ لٹکا کر حضور ﷺ کے لئے پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا' حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "فلاں انصاری کے پاس جاؤ' اور دیکھو اسکے مشکیزے میں پانی ہے؟"۔ میں گیا اور میں نے دیکھا کہ اسکی تہہ میں صرف چند قطرے ہیں' جنکو اگر میں انڈیلوں تو خشک حصہ ہی جذب کر لے' میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور انکو بتایا' حضور ﷺ نے فرمایا: "وہی

Marfat.com

لے آؤ"۔ میں لے آیا تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور پتہ نہیں کچھ پڑھا' پھر میرا ہاتھ دبایا اور مجھے دے کر فرمایا: "اے جابر' برتن منگواؤ"۔ میں نے برتن منگوایا اور آپ ﷺ کے سامنے رکھا تو حضور ﷺ نے ہتھیلی کشادہ کر کے اسمیں داخل کی اور تہہ میں ہاتھ ڈال کر مجھ سے کہا: اے جابر: بسم اللہ پڑھ کر یہ پانی میرے ہاتھ پر ڈالو"۔ میں نے ایسے ہی کیا تو دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کے ہاتھ سے پھوٹ رہا ہے' جب برتن بھر گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "اے جابر رضی اللہ عنہ! اعلان کرو' جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر لے لے" لوگ آئے اور اتنا پیا کہ سیراب ہو گئے۔ میں نے پوچھا: کسی کی کوئی ضرورت تو نہیں رہی؟ پھر حضور ﷺ نے ہاتھ نکالا تو وہ مشکیزہ ویسے ہی بھرا ہوا تھا۔ آگے چل کر لوگوں نے بھوک کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہیں کھلائے گا۔ اس دوران ہم سمندر کے کنارے پر پہنچے تو اچانک ایک لہر آئی اور اس نے ایک بہت بڑی مچھلی باہر پھینک دی' ہم نے اسکا کچھ حصہ کاٹا اور بھون کر کھا لیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ میں اور فلاں فلاں پانچ آدمی اسکی آنکھ کی ہڈی والے خول میں داخل ہوئے تو ہمیں کسی نے نہیں دیکھا اور اسکی پسلیوں سے ہم نے تیر کمانیں بنائیں۔ اور لشکر کے سب سے لمبے آدمی' بڑے اونٹ اور سب سے اونچے کجاوے پر بٹھا کر اسمیں سے گزارا گیا تو اسکو سر جھکانا نہیں پڑا۔

بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی' حضور ﷺ کے پاس چھاگل تھی جس سے آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے' لوگ آپ ﷺ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے تو حضور ﷺ نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"۔ ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی نہیں' حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ چھاگل میں ڈالا تو پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا' ہم نے پیا بھی اور وضو بھی کیا' سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم کتنے تھے؟ فرمایا: اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو تب بھی ہم کو کافی ہو جاتا' ہم پندرہ سو تھے"۔ اور ایک روایت میں ہے: چودہ سو تھے۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ہم معجزات کو باعثِ برکت سمجھتے تھے اور تم اسکو باعثِ خوف سمجھتے ہو' ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ

Marfat.com

تھے تو پانی کم ہو گیا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو کسی کے پاس بچا ہوا پانی ہو''۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تھوڑا سا پانی لے آئے' تو آپ ﷺ نے برتن میں ہاتھ ڈالا' پھر فرمایا: پاکیزہ اور اللہ کی طرف سے مبارک پانی کی طرف آؤ''۔ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹتے ہوئے دیکھا' اور ہم کھائے جانے والے کھانے کا تسبیح پڑھنا بھی سُنتے تھے۔

بخاری نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ حضور ﷺ کیساتھ ایک سفر میں تھے' رات بھر چلنے کے بعد سحری کے وقت پڑاؤ کیا تو انکی آنکھ لگ گئی اور سورج نکلنے کے بعد ہی بیدار ہوئے' سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے' حضور ﷺ کو بیدار نہیں کیا جاتا تھا بلکہ خود ہی بیدار ہوتے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیدار ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سَر کے پاس بیٹھ کر اُونچی اونچی آواز میں تکبیر پڑھنے لگے جسکی آواز سے حضور ﷺ بھی بیدار ہو گئے' حضور ﷺ نے کوچ کا حکم دیا اور تھوڑی دور جا کر نماز پڑھی' ایک آدمی جماعت میں شریک نہیں ہوا اور الگ تھلگ رہا تو حضور ﷺ نے پوچھا: اے فلاں تو نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟'' اس نے کہا: مجھے غسل کی ضرورت تھی' حضور ﷺ نے اسکو تیمّم کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' مجھے حضور ﷺ نے قافلے میں ایک اونٹ پر سوار کر دیا' ہمیں شدید پیاس لگی ہوئی تھی' اس دوران ایک عورت پانی کے دو مشکیزے لٹکائے گُزری' ہم نے کہا: پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: یہاں کہاں پانی؟ ہم نے کہا: ''تمہارے ٹھکانے اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟'' اس نے کہا: ''دن رات کا فاصلہ ہے''۔ ہم نے کہا: ''حضور ﷺ کے پاس چلو'' اس نے کہا: ''رسول اللہ کون ہوتا ہے؟'' ہم نے اُسے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک وہ حضور ﷺ کے پاس نہیں چلی گئی''۔ اس نے حضور ﷺ کو بتایا کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے' آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسکے مشکیزوں کو برتنوں میں انڈیل دیا جائے اس سے ہم چالیس آدمیوں نے پیٹ بھر کر پیا اور اپنے پاس موجود ہر چھوٹے بڑے برتن کو بھر لیا' البتہ ہم نے اُونٹوں کو نہیں پلایا' اسکے باوجود چھاگلیں پانی کی کثرت کی وجہ سے پھٹنے کے قریب تھیں' پھر فرمایا: ''جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ'' لوگوں کے پاس جو اچھی ردّی کھجوریں تھیں وہ لے آئے اور اس عورت کو دے دیں' جب وہ

Marfat.com

عورت گھر گئی تو اس نے کہا: میں سب سے بڑے جادوگر کے پاس سے ہو کر آئی ہوں' یا یہ کہا! وہ واقعی نبی ہے' جیسے انکا خیال ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کنبے کو اس عورت کی وجہ سے ہدایت دی اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے کہا: "یہ چیزیں اپنے بچوں کے لئے لے جاؤ' اور جان لے کہ ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم نہیں کیا' البتہ اللہ نے ہمیں سیراب کر دیا"۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کے چھاگل کھولتے وقت حضور ﷺ نے اللہ کا نام لیا تھا۔

امام احمد نے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ہم حضور ﷺ کیساتھ ایک سفر میں تھے' آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہیں کل تک پانی نہ ملا تو تمہیں پیاس لگ جائے گی"۔ لوگ پانی کی تلاش میں آگے نکل گئے اور میں حضور ﷺ کیساتھ رہا' حضور ﷺ کی آنکھ لگ گئی اور آپ ﷺ جھکنے لگے تو میں نے آپ ﷺ کو سہارا دیا' آپ ﷺ بیدار ہو گئے' پھر جھکے اور قریب تھا کہ سواری سے گر جائیں' میں نے سہارا دیا تو بیدار ہو گئے اور پوچھا! تم کون ہو؟"۔ میں نے کہا: "ابوقتادہ" فرمایا: "کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟" میں نے کہا: رات سے' فرمایا: "اللہ تمہاری حفاظت کرے: جیسے تم نے اللہ کے رسول کی حفاظت کی" پھر فرمایا: "کہیں پڑاؤ کرتے ہیں" پھر ایک درخت کے نیچے اُترے اور فرمایا: "دیکھو کوئی ہے" میں نے کہا: ہاں' یہ ایک' دو' سات تک سوار ہیں؟ فرمایا: "اچھا' نماز کا خیال کرنا"۔ پھر ہم سو گئے اور صبح سورج کی تپش سے ہی بیدار ہوئے' حضور ﷺ نے کوچ کا حکم دیا اور تھوڑی دیر چلنے کے بعد نماز کے لئے اُترنے کا حکم دیا' اور مجھ سے پوچھا: "کیا تمہارے پاس پانی ہے؟"۔ میں نے کہا: "میرے پاس لوٹا ہے' جس میں کچھ پانی ہے"۔ فرمایا: "لے آؤ"۔ میں لے آیا تو فرمایا: "اس میں سے لے لو"۔ تمام لوگوں نے وضو کر لیا تو تب بھی چند گھونٹ رہ گئے' حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' اسکو محفوظ کر لو کام آئے گا" پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی' فجر کی سنتیں پڑھیں' پھر نماز پڑھی۔ نماز کے بعد قافلہ چل پڑا کچھ لوگوں نے آپسمیں کہا: "ہم نے نماز پڑھنے میں جلدی کی ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی دنیاوی کام ہوا کرے تو جو چاہے کہا کرو' لیکن اگر دینی ہو تو مجھ

Marfat.com

پر چھوڑ دیا کرو"۔ ہم نے کہا: "یارسول اللہ! کیا ہم نے نماز میں جلدی نہیں؟"۔ فرمایا: "ہم نے سونے میں جلدی نہیں کی، بلکہ جاگنے میں جلدی کی اگر کبھی کبھار ایسا ہو جائے تو نماز پڑھ لیا کرو اور دوسرے دن وقت پر پڑھ لیا کرو"۔ پھر پوچھا: "لوگوں نے کیا کیا؟"۔ ہم نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! آپ نے کل فرمایا تھا کہ اگر کل تک تم نے پانی نہ پایا تو پیاسے ہو جاؤ گے" لوگ تو آگے پانی کے گھاٹ پر چلے گئے ہیں۔ دوسری طرف پانی پر پہنچنے والے لوگوں نے صبح کو جب نبی اکرم ﷺ کو نہیں پایا تو انہوں نے سوچا کہ نبی ﷺ پانی پر آگے پہنچ گئے ہونگے، قافلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے کہا: "لوگو! یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ لوگوں کو چھوڑ کر خود پانی پر چلے جائیں، اور اگر تم ہماری باتیں مانو تو کامیاب رہو گے"۔ لوگ خاموش ہو گئے اور چاشت کے وقت حضور ﷺ بھی پہنچ گئے، لوگوں نے کہا: "یارسول اللہ! ہم تو پیاسے مر گئے ہیں، گلے خشک ہو گئے ہیں"۔ حضور ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا: اے ابوقتادہ "لوٹا لانا" میں لایا تو فرمایا: میرا پیالہ بھی لانا، پھر آپ ﷺ اس میں ڈال کر لوگوں کو دینے لگے، جس سے لوگوں کا رش ہو گیا، حضور ﷺ نے فرمایا: لوگو! دوسروں کیساتھ نرمی کرو، ہر ایک کو سیر ہو کر پینے کا موقع ملے گا" چنانچہ تمام لوگ سیراب ہو گئے تو مجھے ڈال کر دیا اور فرمایا: "ابوقتادہ، تم بھی پیو"۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ نوش فرمائیں" فرمایا: "قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں ہوتا ہے" میں نے پیا اور میرے بعد خود حضور ﷺ نے پیا، پھر بھی لوٹے میں اتنا ہی پانی رہا جتنا پہلے تھا، اور وہ اس دن تین سو تھے، عبداللہ کہتے ہیں: عمران بن حصین نے مجھے یہ حدیث جامع مسجد میں بیان کرتے ہوئے سنا تو پوچھا: "تم کون ہو؟" میں نے کہا: میں عبداللہ بن رباح الانصاری ہوں، حضرت عمران نے کہا: میرا خیال تھا کہ میرے سوا کسی کو یہ حدیث یاد نہیں۔

کھانے کا زیادہ ہونا

بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ہم کھائے جانیوالے کھانے سے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے"، امام احمد نے مجاہدؒ سے نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: خدا کی قسم! میں شدت بھوک سے اپنا پیٹ زمین سے چمٹا لیا کرتا تھا، اور سخت

Marfat.com

بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا' ایک دن میں عام گزرگاہ پر بیٹھ گیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو میں نے اُن سے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا' میرا مقصد یہ تھا کہ وہ میری کیفیت دیکھ کر مجھے اپنے ساتھ لے جائیں' لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا' پھر عمر رضی اللہ عنہ گزرے اور ان سے بھی میں نے ایک آیت پوچھی' لیکن وہ بھی میرا اصل مقصد نہ سمجھ سکے اور چل دیئے۔ تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ گزرے' اور میری ظاہری کیفیت دیکھ کر باطنی بات سمجھ گئے تو فرمایا: ''میرے ساتھ آؤ''۔ ہم گھر میں داخل ہوئے تو وہاں پیالے میں دودھ پڑا ہوا تھا' حضور ﷺ نے گھر والوں سے پوچھا: ''یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟''۔ گھر والوں نے بتایا کہ فلاں یا آل فلاں نے بطورِ ہدیہ بھیجا ہے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوہریرۃ'' میں نے کہا: ''یارسول اللہ! میں حاضر ہوں'' فرمایا: صُفّہ والوں کے پاس جاؤ اور اُنکو بلالاؤ''۔ یہ صُفّہ والے اسلامی مہمان تھے' انکے پاس کوئی مال یا ٹھکانہ نہیں تھا۔ جب حضور ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو اسمیں سے کچھ خود لے لیتے اور باقی صُفّہ والوں کو دے دیتے' اور جب صدقہ آتا تو انکو بھیج دیتے اور خود اسمیں سے کچھ نہ لیتے۔ حضور ﷺ کے فرمان نے مجھے بڑا مایوس کیا' کیونکہ میں خود اس دودھ کو پینا چاہتا تھا تاکہ اپنی بھوک مٹا سکوں' میں نے اپنے آپ میں سوچا: میں جا کر بلاؤ نگا اور انہیں پلاؤں گا تو خود میرے لئے کیا بچے گا؟ لیکن حضور ﷺ کا فرمان بجالانا بھی ضروری تھا' میں گیا اور اُنہیں بُلایا تو وہ آگئے اور اجازت لے کر گھر میں بیٹھ گئے' پھر فرمایا: ''ابوہریرۃ'' لو اور اُنہیں دو' میں نے پیالہ لیا اور اُنہیں دینا شروع کیا' ایک آدمی لیتا اور پیٹ بھر کر پیتا اور لوٹا دیتا' یوں آخر تک سب کو پلا دیا' پھر حضور ﷺ کو پیش کیا تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر میری طرف دیکھا اور مُسکرا کر فرمایا: ''ابوہریرۃ' میں نے کہا: ''جی' حضور ﷺ۔ فرمایا: ''اب تو صرف میں اور تم رِہ گئے ہو''۔ میں نے کہا: ''یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا''۔ فرمایا: ''اچھا' بیٹھو اور پیو'' میں بیٹھا اور پیا تو فرمایا: اور پیو' پھر بار بار کہتے رہے اور میں پیتا رہا حتی کہ میں نے کہا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا' اب تو پیٹ میں کوئی جگہ نہیں''۔ فرمایا: ''اچھا' مجھے پیالہ دے دو' میں نے پیالہ لوٹایا تو آپ ﷺ نے بچا ہوا پی لیا''۔

Marfat.com

ابو نعیم نے "الدلائل" میں نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں چھوٹا بچہ تھا' اور مکہ میں عُقبہ بن ابی مُعیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا: ایک دفعہ مشرکین سے بچتے ہوئے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور فرمایا: "بیٹے' ہمیں پلانے کے لئے تمہارے پاس دودھ ہے؟" میں نے کہا میں امانتدار ہوں' یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں' میں تمہیں انکا دودھ نہیں پلاسکتا' انہوں نے کہا: "کیا تمہارے پاس ایسی بکری بھی ہے جس کے ابھی بچّے نہ ہوئے ہوں؟" ۔ میں نے کہا: "ہاں" اور ایک بکری لے آیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسکو پکڑا اور حضور ﷺ نے دُعا پڑھ کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو وہ دودھ سے بھر گیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہیں سے کھوکھلا پتھر لے آئے اور اسمیں دودھ دہا' پھر دونوں نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا' پھر تھن سے مخاطب ہو کر فرمایا: "خشک ہو جاؤ" ۔ تو وہ خشک ہو گیا۔ بعد میں میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: مجھے بھی وہ پاکیزہ کلام سکھایئے' حضور ﷺ نے فرمایا: "تم سمجھدار بچے ہو" چنانچہ میں نے ستر سورتیں آپ ﷺ کے دہن مبارک سے سنیں' جنکے بارے میں کوئی مجھ سے نہیں جھگڑ سکتا۔ مذکورہ حدیث میں جو یہ ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مشرکین سے بچتے بچاتے آئے تو اس سے مراد ہجرت کرتے وقت چھپ کر آنا نہیں ہے' بلکہ ہجرت سے پہلے کوئی موقع ہے' کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے' انہوں نے حبشہ ہجرت کی تھی اور واپس مکہ بھی آئے تھے' جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔

امام احمد نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا: "ام مالک بہزیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو ایک ڈبے میں گھی بھیجا کرتی تھیں' ایک دفعہ بچوں نے سالن مانگا تو انکے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں تھا' وہ اس ڈبے کے پاس گئی جس میں حضور ﷺ کو گھی ڈال کر بھیجتی تھیں اور دیکھا کہ اسمیں کچھ گھی ہے' پھر کئی دنوں تک وہ بچوں کی سالن کا کام دیتا رہا حتی کہ انہوں نے نچوڑ لیا' جب حضور ﷺ کے پاس آئیں تو حضور ﷺ نے پوچھا: "کیا تم نے نچوڑ لیا ہے؟" میں نے کہا: "ہاں" فرمایا: "اگر تم چھوڑ دیتیں تو وہ ایسا ہی رہتا" ۔

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے کھانا مانگا تو آپ ﷺ نے اسکو آدھا وسق جو کا دے دیا' وہ آدمی اپنی بیوی اور ایک مہمان کیساتھ اس

Marfat.com

سے کھاتے رہے' یہاں تک کہ ایک دن اسکو تول لیا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم نہ تولتے' تو اسمیں سے کھاتے رہتے اور یہی تمہارے لئے کافی ہوتا''۔ یہ دونوں حدیثیں مسلم نے بھی حضرت جابرؓ نے بیان کیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت

بخاری نے حضرت اسحاق بن عبداللہ سے نقل کیا کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ یہ کہتے ہوئے سُنا: ''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے امّ سلیمؓ سے کہا: میں نے بھوک کی وجہ سے حضور ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے' کیا تمہارے پاس کھلانے کے لئے کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں' پھر جو کی روٹی کے چند ٹکڑے نکالے' اور دوپٹے کے کنارے میں لپیٹ کر میرے ہاتھ میں پکڑا دیئے اور باقی حصہ مجھے اُوڑھا دیا' پھر مجھے حضور ﷺ کے پاس بھیج دیا' میں گیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہیں' اور جب انکے قریب پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں بھیجا ہے؟''۔ میں نے کہا: ''ہاں''، فرمایا: ''کھانا دیکر''۔ میں نے کہا: ہاں۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقوں کو کہا: ''اُٹھو اور میرے ساتھ چلو''۔ حضور ﷺ چلے اور میں اُن سے آگے آگے پہنچا' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انہوں نے امّ سلیمؓ سے کہا: اے امّ سلیمؓ حضور ﷺ لوگوں کو لیکر آگئے ہیں' جبکہ ہمارے پاس ان کو کھلانے کے کچھ نہیں' انہوں نے کہا: اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کا استقبال کیا اور اُنہیں اپنے گھر لے آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے امّ سلیمؓ' جو کچھ تمہارے پاس ہے' وہ لے آؤ''۔ وہ روٹی لے آئیں' تو حضور ﷺ نے انکو ٹکڑے کرنے کا کہا' حضرت امّ سلیمؓ گھی نکال کر لائیں اور اُسے سالن بنالیا' پھر حضور ﷺ نے کچھ پڑھا اور فرمایا: ''دس آدمیوں کو اجازت دو''۔ وہ آئے سیر ہو کر کھایا اور نکل گئے۔ پھر فرمایا: ''دس اور کو آنے دو''۔ وہ بھی کھا کر چلے گئے تو دس اور کو بُلا لیا اور یوں دس دس کی ٹولیوں میں تمام لوگوں نے کھانا کھالیا اور وہ ستر یا اسّی آدمی تھے۔ امام احمد نے حضرت اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھے اُبوطلحہ نے حضور ﷺ کو دعوت دینے کے لئے بھیجا' میں گیا تو حضور ﷺ لوگوں کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے' حضور ﷺ نے میری طرف دیکھا تو مجھے حیاء

Marfat.com

آ گئی' پھر میں نے کہا: اَبو طلحہ نے آپ کی دعوت کی ہے' حضور ﷺ نے لوگوں سے کہا: ''اُٹھو''۔ اَبو طلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں نے تو آپ ﷺ کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا تھا' حضور ﷺ نے چھوا اور دُعا کی برکت کی' پھر فرمایا: ''دس آدمیوں کو اندر آنے دو'' اور ان سے کہا: ''کھاؤ'' انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور نکل گئے' پھر فرمایا: ''دس اور کو آنے دو'' انہوں نے بھی سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے' یوں دس آدمی آتے' کھاتے اور چلے جاتے' پھر کھانا اکٹھا کیا تو وہ ویسے ہی تھا جیسے پہلے تھا۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ام سلیمؓ نے مجھ سے کہا: حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ اگر مناسب سمجھیں تو دوپہر کا کھانا ہمارے ہاں کھائیں' میں نے آ کر بتایا تو فرمایا: ''حاضرین مجلس سمیت؟''۔ میں نے کہا: ہاں: فرمایا: ''سب چلو''۔ میں حضور ﷺ کیساتھ آنے والے لوگوں سے حیران ہو کر امّ سلیم کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا: اے انس' تم نے کیا کیا؟ اسکے متصل ہی حضور ﷺ داخل ہوئے اور فرمایا: ''تمہارے پاس گھی ہے''۔ ام سلیمؓ نے کہا: ہاں گھی کا ڈبہ ہے' جسمیں کچھ گھی ہے۔ فرمایا: ''لے آؤ'' وہ لے آئیں تو اسکی گرہ کھولی اور دُعا کی: ''اللہ کے نام سے' اے اللہ' اسمیں برکت ڈال'' پھر فرمایا: اسکو انڈیلو' امّ سلیمؓ نے انڈیلا تو نبی ﷺ نے نچوڑا اور ساتھ ساتھ بسم اللہ پڑھتے رہے۔ اس گھی میں اتنی برکت ہوئی کہ ایک بڑا برتن بھر گیا اور اسّی سے زیادہ افراد نے کھایا تو تب بھی بچا رہا' حضور ﷺ امّ سلیمؓ کو بچا ہوا دیا اور فرمایا: خود بھی کھاؤ اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلاؤ''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مختلف طرق سے ثابت ہے' اگرچہ الفاظ میں کچھ تھوڑا بہت فرق ہے لیکن اصل واقعہ متواتر ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بکر بن عبداللہ المزنی' ثابت بن اسلم البنانی' جعد بن عثمان' سعد بن سعید' سنان بن ربیعہ' عبداللہ بن عبداللہ بن ابی طلحہ' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ' عمرو بن عبداللہ بن ابی طلحہ' محمد بن سیرین' نضر بن اُنس' یحیی بن عمارۃ بن ابی حسن اور یعقوب بن عبداللہ بن اَبی طلحہ سے منقول ہے۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ولیمہ

بخاری نے حضرت ایمن مکی سے نقل کیا کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے بتایا کہ احزاب کے دن ہم خندق کھود رہے تھے کہ اچانک نیچے سے سخت چٹان نمودار ہوئی' ہم حضور ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ نیچے سے سخت چٹان نکل آئی ہے' فرمایا: ''اچھا' میں آرہا ہوں''۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے' کیونکہ تین دن کے فاقے سے تھے' حضور ﷺ نے کدال لی اور اتنے زور سے ماری کہ چٹان پاش پاش ہوگئی' میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے گھر جانے دیجئے' گھر جاکر میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے حضور ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے جس کو دیکھ کر صبر نہیں ہوتا' کیا تمہارے پاس پکانے کیلئے کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: ہاں' کچھ گندم اور بکری کا چھوٹا سا بچہ ہے' میں نے بکری ذبح کی اور میری بیوی نے آٹا گوندھا' گوشت کو ہانڈی میں ڈالا' جب آٹا گوندھ گیا اور ہانڈی پکنے لگی تو میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ! میں نے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے' آپ ﷺ اپنے ساتھ ایک دو آدمی لے کر گھر تشریف لے آیئے''۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''کتنا کھانا ہے؟'' میں نے بتایا تو فرمایا: ''بہتر ہے' اور اپنی بیوی سے کہو کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اُتارے اور تنور سے روٹی نہ نکالے''۔ پھر انصار و مہاجرین سے کہا: ''جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت کی ہے'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا: حضور ﷺ تو انصار و مہاجرین کو لے آئے ہیں' اس نے کہا: کیا حضور ﷺ نے کچھ پوچھا تھا؟ میں نے کہا: ''ہاں''۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''داخل ہو جاؤ اور رش نہ کرو'' آپ ﷺ روٹی لیتے' اس پر گوشت رکھتے' پھر ہانڈی اور تنور کو ڈھانپ دیتے' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش کرتے' یوں روٹیاں توڑ کر دیتے رہے اور گوشت نکالتے رہے حتیٰ کہ سب نے کھالیا اور پھر بھی بچ گیا' میری بیوی سے کہا: ''خود بھی کھاؤ اور ہدیہ بھی کر' کیونکہ لوگوں کو بھوک کا سامنا ہے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیالے کا واقعہ

بخاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ صُفّہ والے فقیر تھے' ایک

Marfat.com

دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لیجائے، اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں اور چھٹے کو لے جائے"۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو لے گئے، حضور ﷺ دس کو لے گئے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور عشاء پڑھ کر رات گئے واپس آئے تو انکی بیوی نے کہا: آپ مہمانوں سے کہاں غائب رہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم نے اُنہیں کھانا نہیں کھلایا؟ کہا: انہوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا تھا حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: میں چھپ گیا تو فرمایا: ارے بیوقوف، تم کہاں ہو، پھر فرمایا: تم کھالو میں نہیں کھاؤں گا۔ خُدا کی قسم! ہم ایک لقمہ لیتے تھے تو نیچے سے اس سے زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا بھی پہلے سے زیادہ ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ پہلے سے زیادہ کھانا ہے تو اپنی بیوی سے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ پہلے سے تین گُنا زیادہ ہے، ابوبکر نے کھانا کھایا اور فرمایا: میری قسم شیطان کی طرف سے تھی، پھر اسمیں سے لقمہ کھایا اور باقی حضور ﷺ کے پاس لے گئے جو آپ ﷺ کے پاس رہا، ہمارا اور ایک قوم کا معاہدہ تھا، وہ مدینہ آئے، ہم نے بارہ آدمیوں کو ذمہ دار بنایا جن میں سے ہر آدمی کے ماتحت کئی آدمی تھے، حضور ﷺ نے ان ذمہ داروں کیساتھ باقیوں کا حصہ بھیج دیا۔ یوں کئی آدمیوں نے اسمیں سے کھایا"۔

سفر میں کھانے کا زیادہ ہونا

امام احمد نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "ایک سفر میں ہم حضور ﷺ کیساتھ ایک سوتیس آدمی تھے، حضور ﷺ نے فرمایا: "کسی کے پاس کھانا ہے؟"۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک آدمی کے پاس صاع بھر آٹا ہے، وہ گوندھ لیا گیا، پھر ایک آدمی بکریوں کا ریوڑ ہانکتے ہوئے گزرا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "بکاؤ کا مال ہے یا عطیہ؟" یا فرمایا: "ہدیہ کا"۔ گڈریے نے کہا: بکاؤ کا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک بکری خرید لی جس کو ذبح کر لیا گیا، پھر حضور ﷺ نے کلیجی بھوننے کا حکم دیا، خُدا کی قسم! ایک سوتیس آدمیوں میں سے کوئی آدمی ایسے نہیں تھا جس کو حضور ﷺ نے اسمیں حصہ نہ دیا ہو، جو وہ حاضر تھا تو اسکو دستی

Marfat.com

دے دیا اور جو غائب تھا اسکے لئے محفوظ کر لیا' اس کلیجی سے دو پیالے بنائے گئے' جس سے ہم سب نے کھایا اور سیر ہو گئے' پھر بھی دو پیالوں کے برابر باقی رہی تو ہم نے اونٹوں کے آگے ڈال دی۔ امام احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ ایک غزوے میں نکلے' تو لوگوں کو بھوک لگ گئی' انہوں نے حضور ﷺ سے اُونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی' حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو حضور ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ انکی بار برداری کے کام آتے ہیں' انکو دشمنوں تک پہنچاتے ہیں اور یہ انکو ذبح کر رہے ہیں؟ یارسول اللہ ﷺ! بچہ کھچا منگوائیں اور اسمیں اللہ سے برکت کی دُعا کریں' حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے' حضور ﷺ نے کھانا منگوایا ان کو جمع کیا اور اس میں برکت کی دعا کی' پھر برتن منگوائے اور ان میں ڈال کر دینے لگے' اسکے باوجود بہت سا کھانا بچ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول اور بندہ ہوں' اور جو آدمی اللہ کو اس حال میں ملے کہ اِن دو باتوں میں شک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

حافظ ابویعلیٰ نے حضرت ایاس بن سلمۃ رضی اللہ عنہ کے باپ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ غزوہ خیبر میں ہم حضور ﷺ کیساتھ تھے' تو آپ ﷺ نے زادِ راہ کھجوریں اکٹھا کرنے کا حکم دیا' پھر دستر خوان بچھایا گیا اور ہم نے اپنا اپنا کھانا پھلا دیا' میں نے گردن اونچی کر کے دیکھا تو بکری کی جسامت کے برابر ڈھیر تھا' ہم چودہ سو آدمی تھے' ہم سب نے اسمیں سے کھایا' کھانے کے بعد میں نے پھر گردن لمبی کر کے دیکھی تو ڈھیر ویسے کا ویسے ہی تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کسی کے پاس وضو کے لئے پانی ہے؟''۔ ایک آدمی برتن میں تھوڑا سا پانی لایا تو حضور ﷺ نے اسکو ایک پیالے میں ڈال لیا۔ اس پانی سے ہم چودہ سو آدمیوں نے چلّو بھر بھر کے وضو کیا' پھر کچھ اور لوگ آئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ' پانی نہیں ہے؟ فرمایا: پانی ختم ہو گیا ہے''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باپ کا قرضہ

بخاری نے حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان

Marfat.com

کیا کہ انکے باپ کا جب انتقال ہوا تو اُن پر قرضہ تھا' میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے باپ نے قرضہ چھوڑا ہے اور میرے پاس تو باغ کے سوا کچھ نہیں' جسکی کئی سالوں کی پیداوار بھی اس قرضہ کو پورا نہ کرسکے گی' آپ ﷺ میرے ساتھ تشریف لے جائیں تاکہ قرض خواہ مجھے تنگ نہ کریں' حضور ﷺ نے ایک ڈھیر کے اِرد گرد چکر لگایا اور دُعا کی' پھر دوسرے کے اِرد گرد بھی ایسے ہی کیا اور اس پر بیٹھ گئے' پھر فرمایا: "اسمیں سے لے جاؤ اور سب کو ادا کرو"۔ چنانچہ وہ سب کو پوری ہوگئیں اور جتنی دیں انکے برابر بچ بھی گئیں یہ روایت متعدد طرق اور متعدد الفاظ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کی برکت' دعا' باغ میں چلنے اور ڈھیر پر بیٹھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکے باپ کا قرضہ پورا کردیا' جو قرض چھوڑ کر اُحد میں شہید ہوئے تھے' اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس سال اور اسکے بعد والے سال میں بھی قرضہ پورے ہونے کی اُمید نہیں تھی' نہ صرف یہ بلکہ اُنکی توقع سے زیادہ بچ بھی گیا۔

مسلمان کے کھانے میں برکت

بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: "جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو میرے گھر میں تھوڑے سے گیہوں کے سوا کھانے کے لئے نہیں تھا' میں نے اسمیں سے نکال کر اتنا کھایا کہ کئی دن نکل گئے' پھر ایک دن میں نے اسکا وزن کیا تو وہ ختم ہوگئے۔

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "ایک آدمی نے آکر حضور ﷺ سے کھانے کا مطالبہ کیا تو حضور ﷺ نے اسکو آدھا وَسق گندم دے دی' اس سے اس آدمی' اسکی بیوی اور ایک مہمان نے اس وقت تک کھایا جب تک تول نہیں لیا' پھر وہ حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم اسکو وزن نہ کرتے تو اس میں سے کھاتے رہتے اور یہی تمہارے لئے کافی ہوتا"۔

مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ امّ مالک رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو ایک ڈبے میں گھی بھیجا کرتی تھیں' انکے بچے آتے' سالن مانگتے اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو ڈبے کو کھول کر دیکھتیں اور اسمیں گھی پاتیں' یوں وہ انکے سالن کا کام دیتا رہا جب تک انہوں نے نچوڑ نہ لیا'

Marfat.com

پھر حضور ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے نچوڑ لیا ہے؟'' فرمایا: ''ہاں''۔ فرمایا: اگر تم اسکو چھوڑ دیتیں تو یہ ایسے ہی رہتا''۔

زہریلے گوشت کا واقعہ

بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''جب خیبر فتح ہوا' تو حضور ﷺ کو ہدیۃً بکری کا گوشت بھیجا گیا' جسمیں زہر تھا''۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''جب خیبر فتح ہوا تو حضور ﷺ کو بکری کا گوشت بھیجا گیا جو زہر آلود تھا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہاں کے یہودیوں کو اکٹھا کرو'' وہ اکٹھے ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں تم سے ایک بات پوچھنے والا ہوں' کیا تم مجھے سچ سچ بتاؤ گے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں' اے ابو القاسم''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا باپ کون ہے؟'' انہوں نے کہا: ''فلاں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جھوٹ کہتے ہو' تمہارا باپ تو فلاں ہے''۔ انہوں نے کہا: ''ہاں' واقعی آپ ﷺ نے سچ فرمایا:'' حضور ﷺ نے پھر فرمایا: ''اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں' تو کیا تم سچ سچ بتاؤ گے؟''۔ انہوں نے کہاں: ''ہاں' اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ﷺ ویسے ہی جان لیں گے جیسے باپ کے بارے میں جان لیا''۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جہنم والے کون ہونگے؟''۔ انہوں نے کہا: ''ہم تو اسمیں تھوڑا سا رہیں گے' پھر تم (امت محمدیہ) رہو گے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! ہم تمہارے بعد نہیں رہیں گے''۔ پھر پوچھا: ''میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں' کیا تم سچ بتاؤ گے؟'' انہوں نے کہا: ہاں' اے ابو القاسم'' فرمایا: کیا تم نے اس گوشت میں زہر ڈالا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں' فرمایا: کیوں؟ انہوں نے کہا: ہم نے سوچا' اگر تم جھوٹے ہوئے تو تم سے چھٹکارا پالیں گے اور اگر سچے ہوئے تو یہ تمہیں نقصان نہیں دے گا''۔

بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: ''یہود کی ایک عورت نے حضور ﷺ کو زہر آلود گوشت بھیجا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''رُک جاؤ' گوشت میں زہر ہے''۔ اور عورت سے کہا: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟''۔ اس نے کہا: ''میں یہ

Marfat.com

جاننا چاہتی تھی کہ اگر آپ ﷺ نبی ہوئے تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دیگا اور اگر جھوٹے ہوئے تو لوگ آپ ﷺ سے چھٹکارا پالیں گے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب اسکی تکلیف محسوس کرتے تو پچھنا لگوا لیتے ایک دفعہ عمرے کیلئے جا رہے تھے اور احرام باندھنے کے بعد تکلیف محسوس کی تو پچھنا لگوالیا۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''ایک یہودی عورت نے حضور ﷺ کو زہر آلود گوشت دیا جس سے حضور ﷺ نے کھالیا' بعد میں اس عورت کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا؟ اس نے کہا: میں آپ ﷺ کو قتل کرنا چاہتی تھی' فرمایا: ''اللہ تم کو مجھ پر مسلط کرنے والا نہیں تھا''، یا ''اللہ تجھ کو یہ قدرت دینے والا نہیں تھا''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''کیا آپ ﷺ اُسے قتل نہیں کریں گے''؟ فرمایا: ''نہیں''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بعد میں میں رسول ﷺ کی آواز میں اسکا اثر محسوس کرتا رہا۔

ابوداؤد نے نقل کیا کہ جابر بن عبداللہ بیان کیا کرتے تھے کہ اہل خیبر کی ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا' پھر حضور ﷺ کو ہدیۃً بھیج دیا' حضور ﷺ نے دستی کا گوشت لیا اور کھالیا' چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کھایا' پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ہاتھ روک لو''۔ حضور ﷺ نے اس عورت کو پیغام بھیجا اور اس سے کہا: ''کیا تم نے اسمیں زہر ملایا تھا؟'' عورت نے کہا: ''تمہیں کس نے بتایا؟ فرمایا: ''اس دستی نے مجھے بتایا ہے''۔ اس نے کہا: ''ہاں''، فرمایا: ''ایسا کیوں کیا؟''۔ اس نے کہا: ''میں نے کہا: اگر تم نبی ہوئے تو تمہیں نقصان نہیں دے گی' اور اگر نبی نہ ہوئے تو ہم تم سے آرام پالیں گے''۔ حضور ﷺ نے اسکو معاف کر دیا اور کوئی سزا نہیں دی' کھانا کھانے والے بعض صحابہ فوت ہو گئے اور حضور ﷺ نے اپنے کاندھے پر پچھنا لگوایا' یہ پچھنا آپ ﷺ کو بنی بیاضہ کے ایک آدمی ابو ہند نے لگایا تھا۔

ابوداؤد نے حضرت ابوسلمۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ خیبر میں ایک یہودی عورت نے حضور ﷺ کو بھنی ہوئی بکری بھیجی' پھر حضرت جابر جیسی حدیث بیان کی' آگے فرمایا: بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ اس زہر سے فوت ہو گئے' حضور ﷺ نے اس عورت کو پیغام بھیجا اور

Marfat.com

پوچھا: ''یہ تم نے کیوں کیا؟'' پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث بیان کی۔ اسمیں آگے یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اسکے قتل کا حکم دیا اور اسمیں پچھنا لگوانے کا تذکرہ بھی نہیں۔

بیہقی نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا: ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ نے قتل نہ کیا ہو، پھر جب حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو قتل کرنیکا حکم دیا۔

پتھروں کا سلام کرنا اور درختوں کا سرِ تسلیم خم کرنا

مسلم نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں ایک ایسے پتھر کو جانتا ہوں جو مکّہ میں بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا اور اب بھی جانتا ہوں''۔ بعض حضرات نے کہا: وہ حجرِ اسود ہے۔

پیچھے حدیث گزر چکی جو مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی: ہم حضور ﷺ کیساتھ چلے یہاں تک کہ ایک وادی میں پہنچے، حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں بھی پانی کا برتن لے کر پیچھے چل پڑا، حضور ﷺ نے اِردگرد نظر دوڑائی تو آپ ﷺ کو پردہ کرنے والی کوئی چیز نظر نہیں آئی، البتہ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے، حضور ﷺ ایک کے پاس تشریف لے گئے اور اسکی ایک ٹہنی پکڑ کر کہا: ''اللہ کے حکم سے میرے پیچھے چل'' وہ آپ ﷺ کے پیچھے ایسے چلنے لگا جیسے اونٹ اپنے مالک کے پیچھے چلتا ہے۔ اس طرح دوسرے کے پاس آئے اور اسکی ٹہنی پکڑ کر ایسے ہی فرمایا: جب دونوں کو ایک جگہ اکٹھا کرلیا تو فرمایا: اللہ کے حکم سے دونوں اکٹھی ہو کر میرے لئے پردہ کرو، وہ دونوں مِل گئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں پیچھے ہٹنے لگا اس ڈر سے کہ کہیں حضور ﷺ میری موجودگی محسوس کر کے مزید دور نہ جانے لگیں، میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا، اور چند لمحوں کے لئے میری توجہ وہاں سے ہٹ گئی، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں، اور دونوں درخت علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے ہیں، حضور ﷺ ایک جگہ کھڑے ہوئے اور دائیں بائیں سر ہلایا۔ پھر گزشتہ حدیث کی طرح پانی اور مچھلی کا واقعہ بیان کیا۔

Marfat.com

تنے کا رونا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے یہ واقعہ متعدد طرق سے ثابت ہے۔ امام شافعیؒ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''ابتداء میں جب مسجد چھوٹی اور چھپّر نُما تھی' حضور ﷺ کھجور کے ایک تنے کی طرف مُنہ کر کے نمازیں پڑھتے تھے اور اُسی کیساتھ سہارا لے کر خُطبہ دیا کرتے تھے' ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں آپ کے لئے منبر بنادوں جس پر آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیں اور لوگ خطبہ سُنیں''۔ حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے تین سیڑھیوں والا منبر بنا دیا' جب منبر بن گیا اور اپنی جگہ رکھ دیا گیا تو دوسرے جمعہ حضور ﷺ نے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا ارادہ کیا' جب تنے کے قریب سے گُزرے اور منبر پر بیٹھنے لگے تو وہ اتنے زور سے رویا کہ گر کر پھٹ گیا' حضور ﷺ نے جب اسکے رونے کی آواز سُنی تو نیچے اُترے اور اس پر ہاتھ پھیرا' پھر منبر پر چڑھ گئے' کچھ عرصے بعد جب مسجد منہدم کر کے نئی بنائی گئی تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وہ تنا لے لیا' اور انہی کے پاس رہا حتٰی کہ پُرانا ہو گیا اور اسکو دیمک کھا گئی۔

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جس میں اس طرح ہے: ''حضور ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ پُرسکون ہو گیا اور حضور ﷺ منبر پر بیٹھ گئے' بعد میں حضور ﷺ نے جب نماز پڑھتے تھے تو اسکی طرف مُنہ کر کے پڑھتے تھے''۔

امام احمدؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ ایک تنے کیساتھ ٹیک لگا کر خُطبہ دیا کرتے تھے' ایک انصاری عورت کا لڑکا بڑھئی تھا' اس نے کہا: ''یارسول اللہ! میرا لڑکا بڑھئی ہے' کیا میں اسکو کہوں کہ وہ آپ ﷺ کو منبر بنادے؟ فرمایا: ''ہاں'' اس نے منبر بنا دیا' جب جمعہ کا دن ہوا اور حضور ﷺ منبر پر خطبہ دینے لگے تو وہ تنا اسطرح رونے لگا جس طرح بچہ روتا ہے' حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس لئے رو رہا ہے کہ اس کیساتھ ٹیک لگا کر اللہ کا ذکر ہوتا تھا اور اب نہیں ہوتا''۔

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ جمعہ کے دن

Marfat.com

درخت کے تنے کیساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے' انصار کی ایک عورت یا مرد نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم آپ کو منبر بنا دیں؟'' ۔ فرمایا: اگر تم چاہو تو بنالو' ۔ اس نے بنا دیا' جمعے کے دن حضور ﷺ منبر کی طرف بڑھنے لگے تو وہ تنا بچے کی طرح رونے لگا' پھر حضور ﷺ اُترے اور اسکو اپنے سینے سے لگا لیا' اور وہ اس طرح ہچکیاں لینے لگا جس طرح خاموش ہوتے ہوئے بچہ لیتا ہے' فرمایا: یہ اس لئے اور رو رہا تھا کہ اس سے پہلے ذکر اور اللہ کی حمد وثناء سُنتا تھا اور اَب یہ چیزیں اس سے جُدا ہوگئی ہیں'' ۔

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: مسجد کے ستون کھجور کے تنے تھے بعد میں حضور ﷺ اُنہی کا سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے' جب آپ ﷺ کے لئے منبر بنایا گیا اور آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس تنے کے رونے کی آواز ایسے سُنی جیسے دس ماہ کی گابھن اونٹنی کی درد سے چلانے کی آواز ہوتی ہے' حضور ﷺ نیچے اُترے اور اس پر ہاتھ رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ ایک تنے کا سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے' جب منبر بنا تو اس پر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھے' وہ تنا رونے لگا تو اُتر کر اس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

اونٹ کا شکایت کرنا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: ''ایک دن حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا اور مجھ سے ایسی سرگوشیانہ باتیں کیں جو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا' حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے ویرانے یا درختوں کے جھنڈوں میں جانا پسند کیا کرتے تھے تا کہ پردہ اچھی طرح ہو سکے' ایک دن ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے تو ایک اُونٹ آ گیا اور بلبلایا اور اس نے آنکھیں پھرائیں' حضور ﷺ نے اسکے سَر اور گردن پر ہاتھ پھیرا تو وہ پُرسکون ہو گیا' پھر فرمایا: ''اس اُونٹ کا مالک کون ہے؟'' ایک انصاری کا بچہ آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے'' ۔ فرمایا: ''ان جانوروں کے بارے میں

Marfat.com

تم اللہ سے نہیں ڈرتے جن کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا؟''۔ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو''۔

حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا درست ہونا

بیہقی نے ''دلائل'' میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے نقل: ''بدر کے دن انکی آنکھ متاثر ہوگئی اور آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا' لوگوں نے اسکو کاٹ پھینکنا چاہا اور حضور ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' پھر انکو بُلایا اور آہستہ سے اسکی جگہ پر رکھ دیا' اسکے بعد کبھی انکو یہ محسوس نہیں ہوا کہ کونسی آنکھ متاثر تھی۔ اور ایک روایت میں ہے: وہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ بہتر بن گئی۔

ایک دفعہ عاصم بن عمر بن قتادہ' عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گئے تو انہوں نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا:

أَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُهُ فَرُدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفٰی أَحْسَنَ الرَّدِّ

میں اسکا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اسکے گالوں پر بہہ گئی تھی۔ پھر مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ بہترین انداز میں لوٹائی گئی

فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِهَا فَیَا حُسْنَ مَاعَیْنٍ وَیَاحُسْنَ مَاخَدِّ

تو وہ ایسے ہی ہوگئی جیسے پہلے تھی پس کیا ہی خوب آنکھ ہے اور کیا ہی خوب گال ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انکے ساتھ اچھا معاملہ کیا اور انعام واکرام سے نوازا۔

دارقطنی نے نقل کیا: انکی دونوں آنکھیں ضائع ہوگئی تھیں اور حضور ﷺ نے انکو اپنی جگہ لوٹا دیا تھا' لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے دُعا کرنا

☆ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے گئے تو میں نے آپ ﷺ کے وضو کے لئے پانی رکھ دیا' حضور ﷺ جب نکلے تو فرمایا: ''یہ کس نے رکھا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے''۔ فرمایا: ''اے اللہ! اُسے دین کی سمجھ عطا فرما''۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے میرے کندھے پر

Marfat.com

ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے اللہ! اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما"۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی یہ دُعا قبول فرمائی' چنانچہ وہ علومِ شریعت کے طریقوں میں اِمام اور مقتدا بنے' بالخصوص علمِ تفسیر میں' ان سے پہلے صحابہ ؓ کا علم اور حضور ﷺ کی سنتیں اُن تک منتہی تھیں۔ اعمش نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے نقل کیا: "اگر ابن عباس ؓ ہماری عمروں کو پاتے' تب بھی ہم میں سے کوئی انکے علم کے دسویں حصّے کو بھی نہ پاتا"۔ نیز فرمایا کرتے تھے: "ابن عباس ؓ بہترین مفسرِ قرآن ہیں"۔

حضرت ابن عباس ؓ کی وفات' حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی وفات کے تیس اور کچھ سال بعد ہوئی تو اس مدّت میں انہوں نے جو حاصل کیا ہوگا وہ کتنا زیادہ ہوگا؟ بعض صحابہ ؓ سے منقول ہے کہ عرفہ کی رات حضرت ابن عباس ؓ نے لوگوں سے خطاب کیا اور سورۃ البقرۃ کی ایسی تفسیر فرمائی کہ اگر روم' ترک اور دیلم والے بھی سُنتے تو مسلمان ہوجاتے۔

☆ بخاری میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت انس بن مالک ؓ کے لئے کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد کی دُعا کی' چنانچہ اُن میں اتنی برکت ہوئی کہ ترمذی نے حضرت ابوخلدہؒ سے نقل کیا: میں نے ابوالعالیہ ؓ سے پوچھا: انس ؓ نے نبی ﷺ سے کچھ دائیں بھی لی ہیں؟ فرمایا: انس ؓ نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی اور حضور ﷺ نے انکو دُعا دی' چنانچہ انکا ایک باغ تھا جو سال میں دو دفعہ پھلتا تھا اور اس میں ایک ایسا پھول بھی تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس ؓ کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ انکی اپنی صُلبی اولاد سو کے قریب تھی' اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا: "اے اللہ! اسکی عمر میں برکت عطا فرما" چنانچہ سو سال انکی عمر ہوئی۔

حضور ﷺ نے حضرت ام سلیمؓ اور ابوطلحہ ؓ کو بھی نکاح کے وقت دُعا دی تو انکے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام حضور ﷺ نے عبداللہ رکھا' اور اُن سے آگے نو لڑکے ہوئے جو سب کے سب حافظِ قرآن تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے اپنی

Marfat.com

ماں کی ہدایت کے لئے دُعا کی درخواست تو حضور ﷺ دُعا فرمائی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر گئے تو دیکھا کہ انکی والدہ دروازے کے پیچھے غُسل کر رہی ہیں' جب وہ فارغ ہوئیں تو کلمہ پڑھتے ہوئے نکلیں:

"اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ خوشی سے رونے لگے اور چل کر حضور ﷺ کو بتایا اور ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ حضور ﷺ ان دونوں کے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انکو ہر دِل عزیز بنادے' حضور ﷺ نے دُعا فرمائی: اور ایسے ہی ہوا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی مؤمن مرد و عورت ایسا نہیں جو ہم سے محبت نہ کرتا ہو"۔

☆ صحیح بخاری میں منقول ہے کہ حضور ﷺ نے سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ کے لئے بیماری سے شفا کی دُعا فرمائی تو وہ تندرست ہوگئے' اور فرمایا: "اے اللہ! اسکو مستجاب الدعوات بنا اور اسکا نشانہ درست فرما"۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور بعد میں وہ بہتر سپہ سالار بنے' اسی طرح سعد بن قتادۃ نے انکے خلاف جھوٹی گواہی دی تو انہوں نے اسکو لمبی عمر' فقر و فاقہ اور آزمائشوں میں مبتلا ہونے کی بددُعا دی' جو قبول ہوئی' اس آدمی سے کوئی پوچھتا تو کہتا: بھائی! میں تو بوڑھا' زمانے کا مارا ہوا ہوں اور مجھے سعد کی یہ بددُعا لگ گئی ہے۔

☆ صحیح بخاری میں منقول ہے کہ حضور ﷺ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے لئے دُعا فرمائی اور انکے سَر پر اپنا ہاتھ پھیرا' تو انہوں نے چرانویں سال کی عمر پائی' اس وقت بھی وہ بھرپور جسامت کے مالک تھے اور جہاں حضور ﷺ کا ہاتھ لگا تھا وہاں ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا' ہوش و حواس بھی بالکل ٹھیک تھے۔

☆ صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر شادی کی خوشبو (زعفران) لگے ہوئے دیکھی تو انکے لئے برکت کی دُعا کی' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دُعا قبول کی اور ان پر تجارت و غنائم کے دروازے کھول دیئے' اور انکو اتنا مال حاصل ہوا کہ جب انکا انتقال ہوا اور وراثت کے مطابق انکی چار بیویوں کو ثمن میں سے حصّہ دیا گیا تو ہر بیوی کے حصّے میں اَسّی ہزار درہم آئے۔

Marfat.com

☆ بخاری نے حضرت ابوعقیل سے نقل کیا کہ مجھے میرے دادا عبداللہ بن ہشام بازار لے جاتے اور سودا سلف خریدتے' راستے میں انکو ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ ملتے تو کہتے: ہمیں بھی اپنی خرید وفروخت میں شریک کرلو' کیونکہ رسول ﷺ نے تمہارے لئے برکت کی دُعا کی ہے' چنانچہ وہ شریک کر لیتے' اور بعض دفعہ اتنی برکت ہوتی کہ قافلے کا قافلہ خرید لیتے اور گھر بھیج دیتے۔

بعض لوگوں کے لئے بددُعا کرنا

مسلم نے حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک آدمی نے رسول ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ'' اس نے کہا: ''میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کرے' کھا بھی نہ سکو''۔ اسکو صرف تکبر نے روکا ہے' حضرت سلمۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسکے بعد وہ کبھی اپنا ہاتھ مُنہ تک نہ لے جا سکا۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''حضور ﷺ نے بشر بن راعی کو بائیں ہاتھ سے کھاتے ہوئے دیکھا' تو فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ''۔ اس نے کہا: میں کھا نہیں سکتا''۔ فرمایا: ''اللہ کرے' کھا بھی نہ سکو'' حضرت سلمۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسکے بعد کبھی اسکا ہاتھ مُنہ تک نہ پہنچ سکا۔

☆ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں بچوں کیساتھ کھیل رہا تھا' حضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو میں چھپ گیا' حضور ﷺ آئے اور مجھے ایک دو دفعہ جھنجھوڑا' پھر مجھے کسی ضرورت کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا' میں گیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے' میں نے واپس آ کر بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے تھے' حضور ﷺ نے مجھے دوبارہ بھیجا تو تب بھی کھانا کھا رہے تھے' میں نے آ کر بتایا کہ اب بھی کھانا کھا رہے ہیں' فرمایا: ''اللہ کبھی اسکا پیٹ نہ بھرے''۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں بچوں کیساتھ کھیل رہا تھا کہ حضور ﷺ آ گئے' میں نے سوچا: یقیناً مجھے ہی تلاش کرتے ہوئے آئے

Marfat.com

ہونگے' میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا' حضور ﷺ آئے اور مجھے زور سے جھنجھوڑ کر فرمایا: ''جاؤ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُلا لاؤ'' وہ وحی لکھا کرتے تھے' میں گیا اور بُلایا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں' میں واپس حضور ﷺ کے پاس آیا اور اُنہیں بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں: فرمایا: ''دوبارہ جاؤ اور اسکو بُلا کر لاؤ''۔ میں دوبارہ گیا اور پیغام بھیجا تو کہا گیا: ''وہ کھانا کھا رہے ہیں''۔ میں نے آ کر اطلاع دی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کبھی اسکا پیٹ نہ بھرے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسکے بعد کبھی سیر نہ ہو سکے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسکے بعد کبھی سیر نہیں ہوتے تھے اور انکی یہ عادت ایام امارت میں بھی رہی' حتّٰی کہ انکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک دن میں سات دفعہ گوشت کیساتھ کھانا کھاتے لیکن پھر بھی سیر نہ ہوتے' اور یہ کہا کرتے تھے: ''خُدا کی قسم' میں سیر نہیں ہوتا بلکہ کھاتے کھاتے تھک جاتا ہوں''۔

کئی احادیث میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ جس کو میں نے کوئی گالی دی' یا مارا' یا لعن طعن کیا اور وہ اسکا مستحق نہیں تھا' تو یہ اسکے لئے ثواب کا ذریعہ بنا دے اور اسکو قیامت کے دن اپنی طرف سے بدلہ دے''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں حضور ﷺ نے سات آدمیوں کیخلاف بددُعا کی جنہوں نے نماز کے دوران حضور ﷺ پر اوجڑی پھینکی تھی اور حضرت فاطمہؓ نے آ کر ہٹائی تھی' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! قریش کو عذاب میں گرفتار کر' اے اللہ! ابو جہل بن ہشام' شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ پر اپنا عذاب نازل کر'' باقیوں کے نام بھی ذکر کئے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے اسکو حق کیساتھ بھیجا' میں نے ان سب کو بدر کے کنوئیں میں اوندھے مُنہ پڑے ہوئے دیکھا''۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: ''بنی نجار کا ایک آدمی جس نے سورہ بقرہ اور آل عمران یاد کر رکھی تھی اور حضور ﷺ کے لئے وحی بھی لکھا کرتا تھا' بھاگ کر اہل کتاب کیساتھ مل گیا' انہوں نے اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا اور کہا: یہ محمد کے لئے لکھا کرتا تھا' کچھ عرصے بعد سواری سے گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مَر گیا' انہوں نے زمین کھود کر

Marfat.com

دفنانا چاہا تو زمین نے اسکو اوندھے مُنہ اُگل دیا' دوبارہ کھود کر دفنایا تو دوسرے دن پھر ویسے ہی اوندھے مُنہ پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی چھوڑ دیا۔

پیشین گوئیاں کرنا

یہ ایک وسیع باب ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں' البتہ قرآن وحدیث میں سے کچھ پیشین گوئیاں یہاں نقل کی جاتی ہیں:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اٰخَرُوْنَ يُقٰتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ المزمل:۲۰)

''جانا کہ کتنے ہونگے تم میں بیمار اور کتنے ڈھونڈھتے ہوں گے ملک میں اللہ کا فضل اور کتنے لڑتے ہونگے اللہ کی راہ میں''۔

اور یہ بات تو ثابت ہے کہ جہاد ہجرت کے بعد مدینہ میں شروع ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ٥ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾

(سورۃ القمر:۴۴'۴۵)

''کیا کہتے ہیں کہ ہم سب کا مجمع ہی بدلا لینے والا ہے اب شکست کھائیگا پیٹھ پھر کر بھاگے گا''۔

یہ واقعہ بدر کے دن پیش آیا' اور حضور ﷺ نے اسکی تلاوت اس وقت کی جب آپ ﷺ اپنے لئے نصب کردہ خیمے سے نکلے اور مٹھی میں کنکریاں لیکر کافروں کیطرف پھینکیں' اس دن اللہ کے اعلان کے مطابق فتح ونصرت مسلمانوں کے حصے میں آئی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ٥ مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ٥ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ٥ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ٥ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ (سورۃ المسد)

''ٹوٹ گئے ابی لہب کے ہاتھ اور ٹوٹ گیا وہ آپ کام نہ آیا اسکو مال اسکا اور نہ جو کمایا

Marfat.com

اس نے اب پڑیگا لپٹیں مارتی آگ میں اور اس کی جورو جو سر پر ایندھن لئے پھرتی ہے اسکی گردن میں رسی ہے مونجھ کی"۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ عبدالعزی بن عبدالمطلب (ابولہب) اور اسکی بیوی جہنم میں داخل ہونگے' چنانچہ جہنم انکے مقدر یوں بنی کہ وہ شرک پر مرے اور اسلام نہ لائے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (سورۃ الاسراء:۸۸)

"کہہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اسپر کہ لائیں ایسا قرآن ہرگز نہ لائیں گے اور بڑے مدد کریں ایک دوسرے کی"۔

اور فرمایا:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۳'۲۴)

"اگر تم کو شک ہو اس کلام میں جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اُس کو جو مددگار ہو' تمہارا اللہ کے علاوہ اگر تم سچے ہو اگر نہ کرسکو اور یقیناً نہیں کرسکو گے تو پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے لئے"۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر تمام مخلوقات آپس میں تعاون ہمنوائی اور مدد کریں' اور فصاحت وبلاغت' شریں بیانی اور احکام کے بیان میں قرآن جیسی کتاب لانے کی کوشش کریں تو بہتر لاسکتے' دس بلکہ ایک سورت بھی نہیں لاسکتے' اور بتایا کہ وہ ایسا کبھی نہیں کرسکیں گے' آیت میں مذکور لفظ "لن" مستقبل میں نفی کی تائید کیلئے ہے' اور اس جیسا چیلنج صرف وہی کرسکتا ہے جس کو پتہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسکو یقین ہو کہ کوئی اسکا معارضہ نہیں

Marfat.com

کر سکتا اور نہ اس جیسا لا سکتا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾ (سورۃ النور: ۵۵)

"وعدہ کر لیا اللہ ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کر دے گا انکو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دیگا ان کے لئے دین انکا جو پسند کر دیا انکے واسطے اور دیگا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے کسی کو میرا اور جو کوئی ناشکری کرے گا اسکے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان"۔

بعد میں ہو بہو ایسا ہوا' اللہ تعالیٰ نے اس دین کو غالب کیا' بلند کیا اور تمام جہانوں میں پھیلایا' اسکو نافذ کیا اور برقرار رکھا' اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے کی ہے' اسکے شامل ہونے میں کوئی شک نہیں' لیکن یہ آیت صرف اسی کیساتھ خاص نہیں' بلکہ غیر کو بھی عام ہے۔

جیسے بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "جب قیصرِ روم ہلاک ہو جائیگا تو اسکے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا' اور جب کسریٰ فارس ہلاک ہو جائے گا تو اسکے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا' قسم ہے اس ذات کی جسکے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم انکے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے"۔ چنانچہ خلفائے ثلاثہ حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسا ہی ہوا"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ﴾ (سورۃ التوبہ: ۳۳)

Marfat.com

''اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اسکو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے برا مانیں مشرک''۔

یہ پیشین گوئی بھی سچ ثابت ہوئی' دین عام ہوا اور مشرق و مغرب میں تمام ادیان پر غالب آ گیا' صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہی دین کا سکہ بیٹھ گیا' تمام ممالک ان کے مقابلے میں سرنگوں ہو گئے' اختلافِ اصناف کے باوجود تمام لوگ اسمیں داخل ہو گئے۔ اس وقت لوگ تین حصّوں میں بٹ گئے' یا تو مؤمن اور دین میں داخل' یا جزیہ دینے والا اور یا لڑنے والا اور دین کا خوف پالنے والا۔ حدیث میں ہے: ''اللہ نے مجھ پر مشرق و مغرب کو ظاہر کیا اور میری امّت کا ملک وہاں تک ہو گا جہاں تک مجھے دِکھایا گیا''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ﴾ (سورۃ الفتح:۱۶)

''کہہ دے پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے آئندہ تم کو بلائیں گے ایک قوم پر بڑے سخت لڑنے والے ہیں تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہونگے''۔

اگرچہ اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ اس سے قبیلہ ھوازن مراد ہے' یا مسیلمہ اور روم والے' تاہم یہ سب واقعے پیش آ چکے ہیں۔

اور فرمایا:

﴿وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ (سورۃ الفتح:۲۰'۲۱)

''وعدہ کیا ہے اللہ نے بہت غنیمتوں کا کہ تم ان کو لو گے سو جلدی پہنچا دی تم کو یہ غنیمت اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے تا کہ ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے اور چلائے تم کو سیدھی راہ اور ایک فتح جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے۔

Marfat.com

اور اللہ ہر چیز کر سکتا ہے"۔

اس دوسرے واقعے سے کیا مراد ہے؟ خیبر یا فتح مکہ دونوں فتح ہو گئے اور اُن سے ویسے ہی مال غنیمت ملا جیسے اللہ نے بتایا تھا۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (سورۃ الفتح: ۲۷)

"اللہ نے سچ دکھلایا اپنے رسول کو خواب تحقیقی کہ تم داخل ہو رہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا آرام سے بال مونڈتے ہوا پنے سروں کے اور کترواتے ہوئے بے کھٹکے پھر جانا وہ جو تم نہیں جانتے تھے پھر مقرر کر دی اس ورے ایک فتح نزدیک"۔

یہ وعدہ سن چھ ہجری حدیبیہ کا تھا' جو سن سات ہجری عمرۃ القضاء کی ادائیگی کی صورت میں پورا ہوا' حدیث میں ہے: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ آئیں گے اور طواف کریں گے؟ فرمایا: "کیوں نہیں' لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال آئیں گے؟" فرمایا: نہیں' فرمایا: "پھر تم آؤ گے اور طواف کرو گے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۃ الانفال: ۷)

"جس وقت تم سے وعدہ کرتا تھا' اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس کا نشانہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی"۔

یہ وعدہ بدر میں تھا: جب حضور ﷺ مدینہ سے نکلے تاکہ قریشی قافلے کا راستہ روکیں تو قریش کو پتہ چل گیا اور وہ ایک ہزار آدمی لے کر مقابلے کے لئے نکلے' حضور ﷺ اور

Marfat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم کو انکے نکلنے کا پتہ چلا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک گروہ کی کامیابی کا وعدہ کیا کہ انہیں یا قافلہ ملے گا یا فتح و نصرت' اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اس نیت سے نکلے کہ قافلے سے مال ملے گا کیونکہ اُن دنوں مال اور افراد کی کمی تھی' اور قافلے کے ٹکرانے سے کترانے لگے کیونکہ اس صورت میں دشمن اور عددی برتری کا سامنا کرنا پڑتا تھا' لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا اور وہ دشمن سے مقابلے کی صورت میں پورا ہوا' ستر کے قریب بڑے سردار مارے گئے اور ستر ہی گرفتار بھی ہوئے' جنہوں نے مال کا فدیہ ادا کر کے آزادی حاصل کی۔ یوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں اکٹھے کر دیئے'

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

(سورۃ الانفال: ۷)

''اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو اپنے کاموں سے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے''۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

(سورۃ الانفال: ۷۰)

''اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دیگا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہی بخشنے والا ہے''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جو ان میں سے اسلام لایا اللہ نے اسکو بہترین دین و دنیا دیا' جیسے بخاری میں ہے: حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: یارسول اللہ! میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا ہے' مجھے کچھ عطا کیجئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لے لو' انہوں نے ایک کپڑے میں اتنا ڈال لیا کہ اُٹھا نہ سکے' پھر اسمیں کم کرتے رہے اور باقی اپنے کاندھے پر اُٹھا کر لے گئے' اس واقعہ سے مذکورہ بالا آیت کی تصدیق ہوتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (سورۃ التوبہ:۲۸)

''اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد حرام کے اس برس کے بعد اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے''۔

قرآن کی یہ پیشین گوئی ہو بہو ثابت ہوئی' کفار جو مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کیساتھ لڑنے' جزیہ لگانے اور مقتولین کا مال لوٹ لینے کی اجازت دی جیسے اہلِ شام کے کفار اور فارس کے مجوسیوں کیساتھ ہوا' ایسے ہی عراق وغیرہ میں بھی ہے جہاں اسلام پھیلا اور علاقے فتح ہوئے وہاں یہی صورت حال رہی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (سورۃ التوبۃ:۳۳)

''اس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ غلبہ دے اسکو ہر دین پر اگر چہ پسند نہیں کرتے مشرک''۔

اور فرمایا:

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

(سورۃ التوبہ:۹۵)

اور ایسے ہی ہوا' غزوہ تبوک سے واپسی پر حضور ﷺ کے پاس منافقوں کی ایک جماعت آئی جو غزوہ میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے' وہ قسمیں اٹھانے لگے کہ پیچھے رہنے میں وہ معذور تھے' لیکن وہ جھوٹے تھے' اللہ نے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ انکی ظاہری حالت کیمطابق حکم لگائیں

Marfat.com

اور انکولوگوں کے سامنے رسوانہ کریں' اللہ تعالیٰ نے چودہ آدمیوں کے نام آپ ﷺ کو بتادیئے تھے' حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے بتانے سے انکو جانتے تھے۔

نیز فرمایا:

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (سورۃ الاسراء:٧٦)

''اور وہ تو چاہتے تھے کہ گھبرادیں تجھ کو اس زمین سے تاکہ نکال دیں تجھ کو یہاں سے اس وقت نہ ٹھہرنے کے وہ بھی مگر تھوڑا سا''۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قریشِ مکّہ نے آپ ﷺ کو قید کرنے' قتل کرنے یا جلاوطن کرنے کا مشورہ کیا' پھر اتفاقِ رائے قتل پر ہوا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا کہ وہاں سے نکل جائیں' چنانچہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور غارِ ثور میں تین دن چھپے رہے' پھر اسکے بعد دونوں نے ہجرت کی۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (سورۃ التوبۃ:٤٠)

''اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اسکی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اسکو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق کو غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری ان پر تسکین اور اسکی مدد کے لئے وہ فوجیں بھیجی کہ تم نے نہیں دیکھی اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اللہ زبردست حکمت والا ہے''۔

اور قرآن کی تصریح کے مطابق بعد میں ویسے ہی واقع ہوا' چنانچہ وہ لوگ جو حضور ﷺ کو نکالنے کے مشورے میں شریک تھے' وہ ہجرت کے بعد اتنا ہی زندہ رہ سکے جتنے حضور ﷺ اور مہاجرین رضی اللہ عنہم کے یاد... مدینہ میں نہ جمے' پھر بدر کا واقعہ پیش آیا اور یہی

Marfat.com

سرخیل اسمیں کام آ گئے' اکڑی گردنیں کٹ گئیں' حضور ﷺ کے بتانے کی وجہ سے اپنے دشمنوں کا انجام پہلے سے جانتے تھے' اسلئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے کہا تھا میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے! اس نے کہا: کیا تو نے خود سُنا ہے؟ فرمایا: ہاں' کہا: خُدا کی قسم! وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ معرکہ بدر برپا ہونے سے پہلے حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقتولین کی جائے قتل بتا دی تھیں' اور جو جگہیں حضور ﷺ نے متعین کی تھیں کوئی بھی اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿آلٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الروم: ۱-۳)

''مغلوب ہو گئے ہیں رومی ملتے ہوئے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے''۔

یہ وعدہ بھی بعینہ پورا ہوا' وہ اس طرح کہ جب فارس والے روم پر غالب آئے تو مشرکین بڑے خوش ہوئے' جبکہ مسلمان مغموم ہو گئے' کیونکہ نصاریٰ مجوسیوں سے زیادہ اسلام کے قریب تھے' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو بتایا کہ روم فارس پر غالب آ جائیں گے' اس مدت کے ٹھیک سات سال بعد' معاملہ ویسے ہی پیش آ گیا جیسے قرآن نے بتایا تھا' روم فارس پر مکمل طور پر غالب آ گئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ' اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (سورۃ فصلت: ۵۳)

''اب ہم دکھلائینگے انکو اپنے نمونے دنیا میں اور خود انکی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے کیا تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ ہونے کے لیے''۔

قرآن نے اس فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب میں اپنے ایسے ایسے دلائل اور معجزات ظاہر کئے جو نبوت و رسالت کے مخالفین کے لئے اظہر من الشمس تھے کہ

Marfat.com

محمد ﷺ سچے ہیں' اور جو وہ اللہ کی طرف سے وحی لے آئے ہیں وہ بھی سچی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کا رُعب دبدبہ اور خوف انکے دِلوں میں بٹھا دیا گیا۔ صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایک ماہ کی مسافت سے رُعب کیساتھ میری مدد کی گئی''۔ یہ اللہ کی تائید اور نصرت تھی جو آپ ﷺ کو عطا ہوئی۔ حالانکہ درمیان میں ایک مہینہ کی مسافت ہوتی تھی' یہ بھی کہا جاتا ہے جب آپ ﷺ کسی قوم کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کرتے تو وہ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے ہی مرعوب ہو جایا کرتے تھے' حالانکہ درمیان میں ایک مہینہ کا فاصلہ ہوتا تھا۔

بخاری نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکّہ سے ہجرت کر کے ایسی سرزمین کی طرف جا رہا ہوں جس پر کھجور کے درخت بہت زیادہ ہیں' میرا خیال یہ ہوا کہ یہ یمامہ یا ھَجَر ہوگا' لیکن وہ مدینہ یثرب تھا۔ اسی خواب میں میں نے دیکھا کہ میں نے تلوار پکڑ کر ہلائی تو وہ ٹوٹ گئی' یہ وہ تکلیف تھی جو مسلمانوں کو اُحد کے دن پہنچی' پھر دوبارہ ہلائی تو وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت بن گئی' یہ وہ فتوحات اور مسلمانوں کی اجتماعیت تھی جو انکو حاصل ہوئیں' میں نے خواب میں گائے اور خیرِ کثیر دیکھی' یہ گائے تو اُحد والے مؤمن تھے اور خیر وہ تھی جو اللہ نے بدر کے بعد ہمیں خیر و ثواب عطا کیا۔

بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لئے مکّہ گئے اور امیّہ بن خلف کے ہاں ٹھہرے' امیّہ بھی شام تجارت کے لئے جاتے ہوئے مدینہ میں سعد کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا' اُمیہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ٹھہرو' دوپہر ہونے دو تاکہ لوگ سو جائیں یا غافل ہو جائیں' پھر جا کر طواف کرنا۔ طواف کے دوران اچانک کہیں سے ابوجہل آ گیا' اُس نے کہا: کعبۃ کا طواف کرنے والا کون ہے؟ حضرت سعدؓ نے کہا: میں سعد رضی اللہ عنہ ہوں۔ ابوجہل نے کہا: تم کعبہ کا طواف امن کیساتھ کر رہے ہو' حالانکہ تم نے محمد اور اس کے اصحاب کو پناہ دی ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ وہ آپس میں اُلجھنے لگے تو اُمیہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوالحکم کے سامنے اپنی آواز اُونچی نہ کرو کہ یہ وادی کے سردار ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے

Marfat.com

طواف کرنے سے روکا تو میں تمہاری شام کی تجارت بند کردونگا۔ اُمیہ بار بار حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: ابوالحکم کے آگے نہ بولو اور انکو روکنے لگا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے غصے میں آ کر کہا: مجھے چھوڑ دو' میں نے محمد ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے امیہ نے کہا: مجھے؟ فرمایا: ہاں' کہا: اگر یہ محمد نے کہا ہے تو وہ جھوٹ نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا: کیا تمہیں پتہ ہے کہ میرے یثربی بھائی نے کیا کہا ہے؟ بیوی نے کہا: کیا کہا ہے؟ کہا: اس نے محمد ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے وہ مجھے قتل کر دیں گے' بیوی نے کہا: خُدا کی قسم! محمد جھوٹ نہیں بولتے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بدر کے دن جب کمک کے لئے قاصد آیا تو اسکی بیوی نے کہا: کیا تمہیں یاد نہیں کہ تمہارے یثربی بھائی نے کیا کہا تھا؟ اُمیہ نے چاہا کہ نہ جائے' لیکن ابوجہل نے کہا: تم وادی کے سرداروں میں سے ہو' کم از کم ایک دو دن تو ہمارے ساتھ رہو' وہ انکے ساتھ چلا گیا اور آخرکار مارا گیا۔

اُبی بن خلف اپنے ایک اونٹ کو چارہ دیا کرتا تھا' جب حضور ﷺ کا وہاں سے گزر ہوتا تو کہتا: میں تمہیں اس پر بیٹھ کر قتل کرونگا' حضور ﷺ فرماتے: بلکہ میں ہی تمہیں قتل کرونگا''۔ چنانچہ اُحد کے دن قتل کر دیا۔

بدر کے دن مقتولین کے قتل گاہ کی نشاندہی کرنا بھی حضور ﷺ کی پیشین گوئیوں میں سے ہے' صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ واقعہ بدر سے پہلے جگہوں کی نشاندہی کرتے اور فرماتے: یہ انشاء اللہ کل فلاں کے بچھڑنے کی جگہ ہے' یہاں فلاں مقتول ہوگا۔ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے انکو برحق نبی بنا کر بھیجا' جن جگہوں کی حضور ﷺ نے نشاندہی کی تھی' اُن سے ایک آدمی بھی آگے نہیں بڑھ سکا۔

خندق کے دن مدائن کے علاقوں اور شام کے محلات کی فتح کے بارے میں بتانا بھی پیشین گوئیوں میں داخل ہے۔ بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اسکے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اسکے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! تم ان خزانوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے''۔ اسکا مصداق بعد کے تین

Marfat.com

خلفاء ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے ہیں، یہ ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئے اور قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ ہوئے۔ یہ حدیث مسلمانوں کے لئے بہت بڑی خوشخبری بھی تھی کہ ملکِ فارس کے بعد کسی کی سلطنت نہیں، اور شام پر رومیوں کی حکومت ختم ہوگئی ہے، اب اسکے بعد وہ دوبارہ حاصل نہیں کرسکیں گے۔ اسمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت اور انکی عدالت کی گواہی بھی ہے، کیونکہ مالِ غنیمت انکے زمانے میں تقسیم ہوا۔

بخاری نے حضرت عدی بن حاتم سے نقل کیا ہے: ''دریں اثناء کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے فاقے کی شکایت کی، دوسرا آیا اور اسنے ڈاکوؤں کی شکایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عدی، تو نے حیرۃ دیکھا ہے؟'' میں نے کہا: نہیں، البتہ نام سُنا ہے، فرمایا: ''اگر تمہاری زندگی ہوئی تو تم ایک دوشیزہ کو دیکھو گے جو حیرۃ سے چل کر کعبۃ اللہ تک آئے گی اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی''۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: قبیلہ طئ کی خباثت اور فسق کو یہ مقام کیسے حاصل ہوسکتا ہے جنہوں نے ملک کو گروی رکھ دیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اور اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے پاؤ گے''۔ میں نے کہا: کسریٰ بن ھرمز؟ فرمایا: ''ہاں کسریٰ بن ھرمز، اور اگر تیری زندگی ہوئی تو تم ایک آدمی کو دیکھو گے کہ مٹھی بھر سونا اور چاندی لے کر نکلے گا اور زکوٰۃ دینا چاہے گا لیکن اسکو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، اور قیامت کے دن جب تم اللہ سے ملو گے تو تمہارے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا، وہ کہے گا: کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا میں نے تمہیں مال و اولاد نہیں دیئے تھے اور تجھ پر اپنا انعام نہیں کیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسکو جہنم نظر آئے گی اور بائیں طرف دیکھے گا تو اسکو جہنم ہی نظر آئے گی۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا: ''جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کیساتھ ہی ہو، اگر وہ بھی نہ پاؤ تو اچھا کلمہ ہی کہہ دو''۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک دوشیزہ کو حیرہ سے مکّہ تک بے خوفی

Marfat.com

کے عالم میں جاتے ہوئے دیکھا اور میں اُن لوگوں میں سے تھا جن کے سامنے کسریٰ بن ھرمز کے خزانے کھولے گئے' اور اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم حضور ﷺ کی تیسری بات "مٹھی بھر سونے" والی بھی برحق پاؤ گے۔ امام احمد نے حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: "ہم حضور ﷺ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہیں' ہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دُعا کریں اور مدد مانگیں' حضور ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں کے لئے گڑھا کھودا جاتا اور آرا اسکے سَر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا لیکن وہ پھر بھی اپنے مذہب سے نہ پھرتا' بعض کو لوہے کی کنگیوں سے اسطرح نوچا جاتا کہ ہڈی اور پٹھا علیٰحدہ علیٰحدہ ہو جاتا' پھر بھی وہ اپنے مذہب سے نہ پھرتا' اللہ تعالیٰ اس معاملہ (دین) کو عروج تک پہنچا کر رہے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک جائیگا اور اسکو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اور بکری کو بھیڑیے کا ڈر نہ ہوگا۔ لیکن تم جلدی کرتے ہو"۔

ماضی کے بارے میں بتانا

حضور ﷺ نے جس طرح مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں فرمائیں ایسے ہی ماضی کے بارے میں صحیح صحیح بیان فرمایا' جیسے اس دستاویز کے دیمک زدہ ہونے کے بارے میں بتایا جو قریش کے قبیلوں نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کیساتھ بائیکاٹ کے لئے لکھا تھا' جب تک وہ حضور ﷺ کو حوالے نہ کر دیں' انہوں نے یہ معاہدہ لکھ کر کعبۃ اللہ میں لٹکا دیا' اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیج دیا جس نے اللہ کے سوا سارا کھا گیا' اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کا نام کھا گیا تاکہ وہ ان کے ظلم وزیادتی میں شریک نہ ہو' حضور ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کو بتایا اور انہوں نے قریشیوں کو بتایا تو انہوں نے کہا: اگر واقعی ایسا ہی ہوا تو ٹھیک ورنہ تمہیں محمد ہمارے حوالے کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ جب صحیفہ اُتارا تو اسکو ویسے ہی پایا جیسے حضور ﷺ نے بتایا تھا' چنانچہ قریش کے قبیلے بنی ہاشم اور بنی المطلب کیساتھ اپنے روّیے سے باز آگئے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت سی مخلوقات کو ہدایت دی۔

بدر کے دن حضور ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ سے فدیہ مانگا تو انہوں نے کہا کہ میرے

Marfat.com

پاس مال نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ مال کہاں ہے جو تو نے اور امّ فضل نے دروازے کی چوکھٹ کے نیچے دفنایا تھا اور تم نے کہا تھا: اگر میں قتل ہو گیا تو یہ بچی کا ہوگا؟" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! خدا کی قسم! یہ بات تو ماسوائے اللہ تعالیٰ کے میرے اور امّ الفضل کے علاوہ کسی کو پتہ نہ تھی۔

جس دن نجاشی حبشہ میں فوت ہوئے تو حضور ﷺ نے اسکی موت کی اطلاع دی اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی، اسی طرح موتہ کے دن اسلامی لشکر کے سرداروں کی یکے بعد دیگرے شہادتوں کے بارے میں منبر پر کھڑے ہو کر بتایا: اس وقت آپ ﷺ کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس خط کے بارے میں بتادیا جو حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے ہاتھ قریشیوں کو بھیجا تھا، اس عورت کے تعاقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو بھیجا، جنہوں نے بالوں کی چوٹی سے وہ خط برآمد کر لیا، ایسے ہی حضور ﷺ نے کسریٰ کے ان دو امیروں کو جن کو کسریٰ کے یمنی گورنر نے بھیجا تھا، تاکہ حضور ﷺ کے بارے میں معلومات لے کر آئیں، فرمایا: میرے ربّ نے گزشتہ رات تمہارے رب کو قتل کردیا ہے"۔ انہوں نے واپسی پر اس رات کا اندازہ لگایا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اسکا لڑکا مسلّط کردیا تھا جس نے اپنے باپ کو قتل کردیا۔ چنانچہ وہ دونوں امیر اور یمن کا گورنر مسلمان ہو گئے، اور یہی بات رسول اللہ ﷺ کے یمن پر قبضے کا سبب بنی۔

تمت بالخیر

الترجمة: عبدالصبور بقلم خود

Marfat.com